تاریخ سندھ

جلد ششم

(عہد کلہوڑا)

حصہ دوم

تاریخ سندھ

جلد ششم

(عہد کلھوڑہ)

حصہ دوم

از

غلام رسول "مہر"

سندھی ادبی بورڈ

سندہ اسیمبلی بلڈنگ
بندر روڈ ۔ کراچی

تلک چاڑھی
حیدرآباد ۔ سندہ

محمد ابراهيم جويو، معتمد سندهی ادبی بورڈ
نے
سندهی ادبی بورڈ کے لئے شایع کیا

اشاعت اول — دو هزار
۱۹۵۸ع — قیمت 2801/- روپے

سندهی ادبی بورڈ

سنده اسيمبلي بلڈنگ، بندر روڈ - کراچی
اور

مکتبه سندهی ادبی بورڈ

تلک چاڑهی - حیدرآباد - سنده

کتاب دربار پرنٹنگ پریس حقانی چوک میں، اور اوراق سر ورق
نیو سنده پریس، وکٹوریه روڈ، کراچی، میں طبع هوئے -

عرض ناشر

یہ کتاب سندھی ادبی بورڈ کے "قومی تاریخ و ادب کی ترقی و فروغ کے منصوبہ" کے تحت شایع کی گئی ہے۔ اس منصوبہ کا خاص مقصد یہ ہے کہ تاریخ، سوانح عمري، حدیث، تصوف اور شاعري کے موضوعات پر سندھ کے مشہور مصنفین کی تصنیفات کو روشنی میں لایا جائے جن میں کئي ایک کتابیں مخطوطات کی شکل میں خانگی کتب خانوں میں کسمپرسی کے عالم میں پڑي ہوئی ہیں۔

اس منصوبے کے تحت جو چار سال (١٩٥٦ء-٥٩) تک ممتد ہے، بورڈ کا ارادہ ہے کہ عربی کی ١٣، فن تاریخ میں فارسی کی ٣٠، شعر و ادب فارسی کی ٥٧، اردو کی ٧، اور انگریزي کی ٦ کتابیں شایع کرے۔ یہ کتاب اردو کے سلسلے کی تیسری اور منصوبے کے مجموعی سلسلے کی دسویں کتاب ہے۔

مکمل تاریخ سندھ آٹھ جلدوں پر مشتمل ہوگی جس کی یہ چھٹی جلد "کلھوڑہ دور" پر ہے۔ چونکہ اس جلد کی ضخامت بڑھ گئی ہے، اسلئے اس کے دو حصے کردئے گئے ہیں۔ اور مختلف فہارس (اشاریے وغیرہ) اس دوسرے حصے کے آخر میں شامل کئے گئے ہیں۔

شڪريه

سنڌي ادبي بورڊ حڪومت پاڪستان جي وزارتِ تعليمات جو ممنون آهي جنهن بورڊ جي مجوزه منصوبي ۾ دلچسپي وٺي بورڊ کي مناسب مالي امداد ڏني.

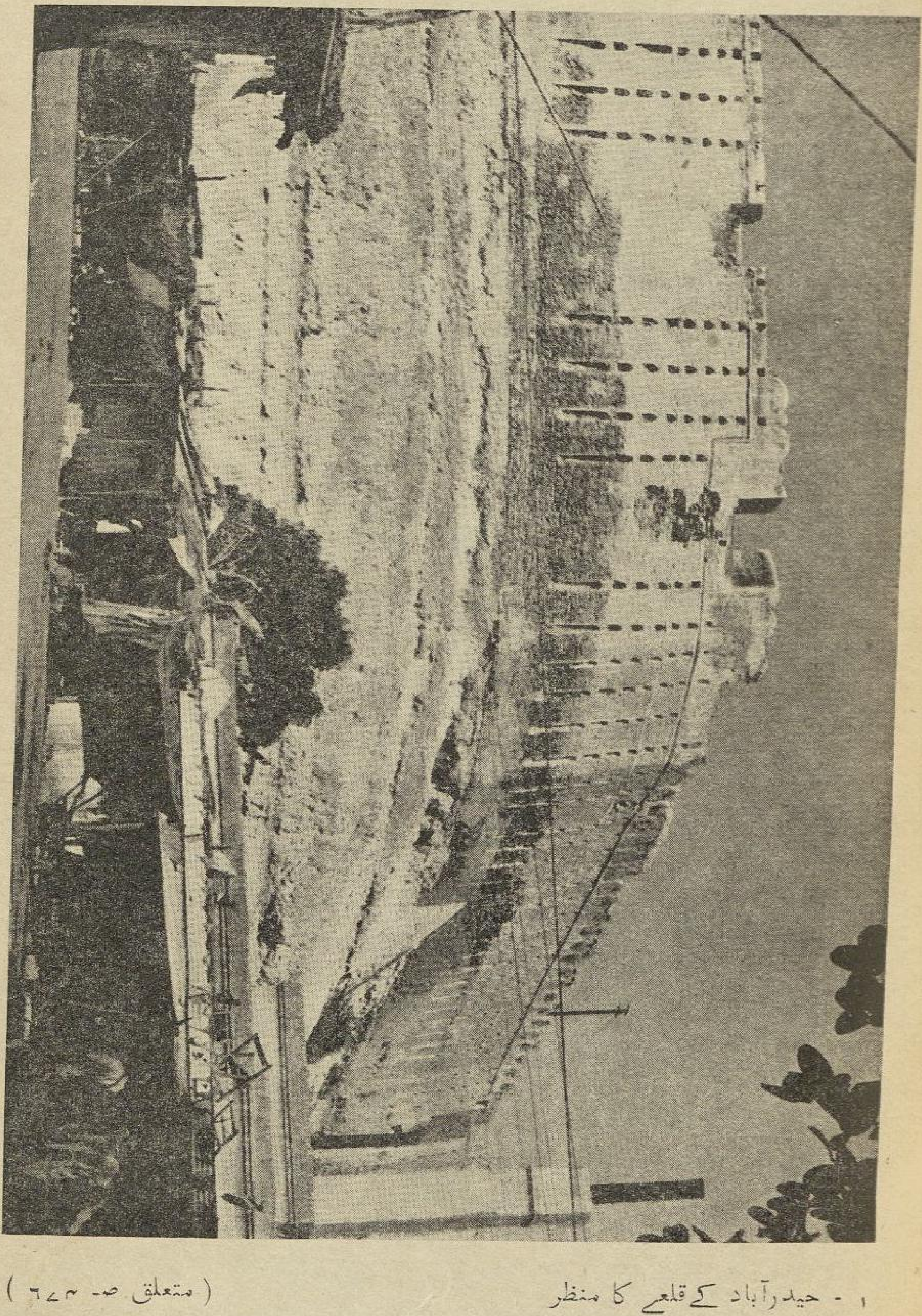
فہرست مضامین

جلد دوم

فہرست تصاویر

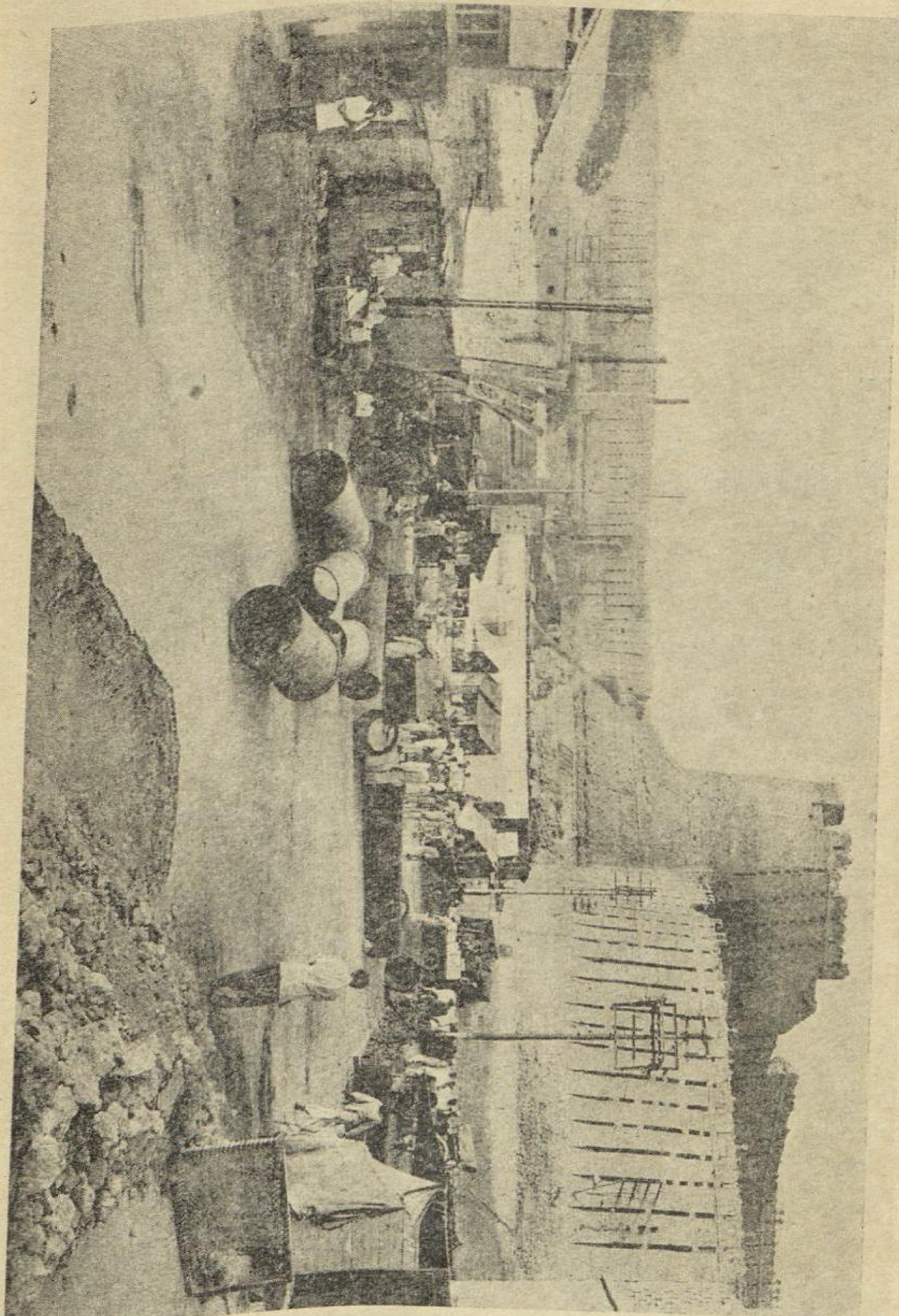
متعلق صفحہ

متعلق صفحه



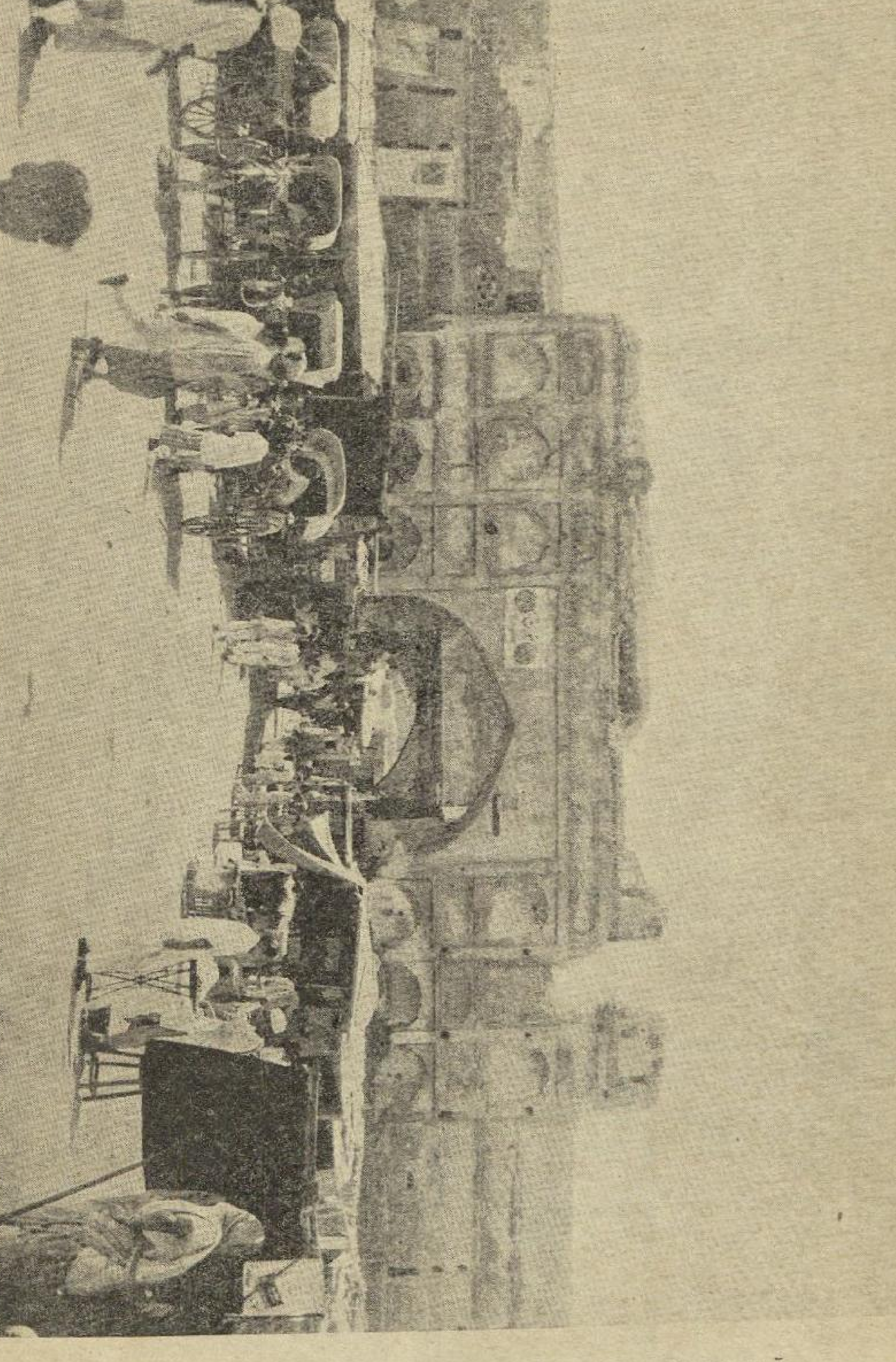
۱ - حیدرآباد کے قلعے کا منظر

(متعلق ص- ۶۷۴)



۲ - حیدرآباد کا قلعہ (متعلق ص- ۶۷۴)

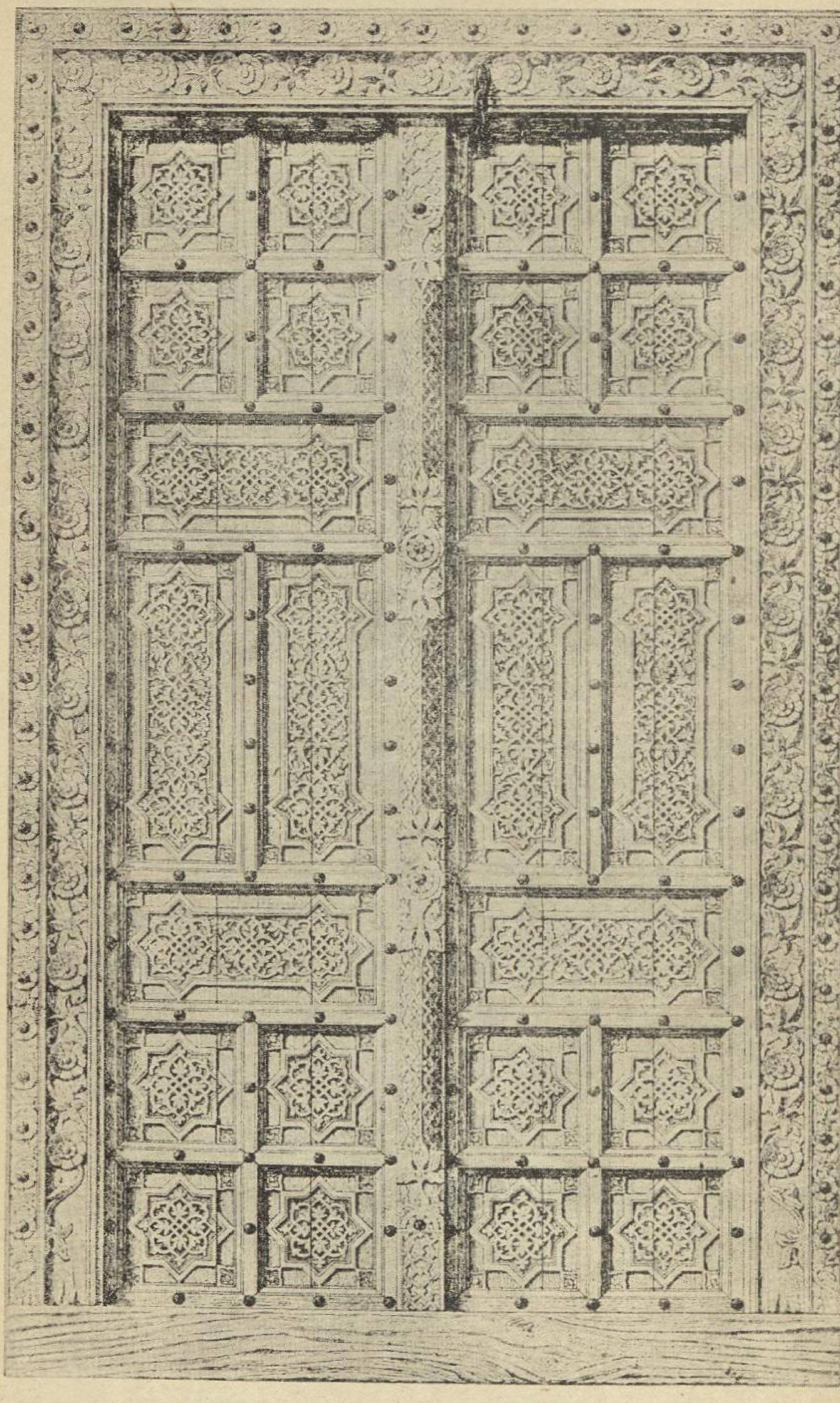
(بعنایت محکمہ اطلاعات حکومت مغربی پاکستان)



۳ - حیدرآباد کے قلعے کا داخلی دروازہ

(متعلق ص ۶۷۴)

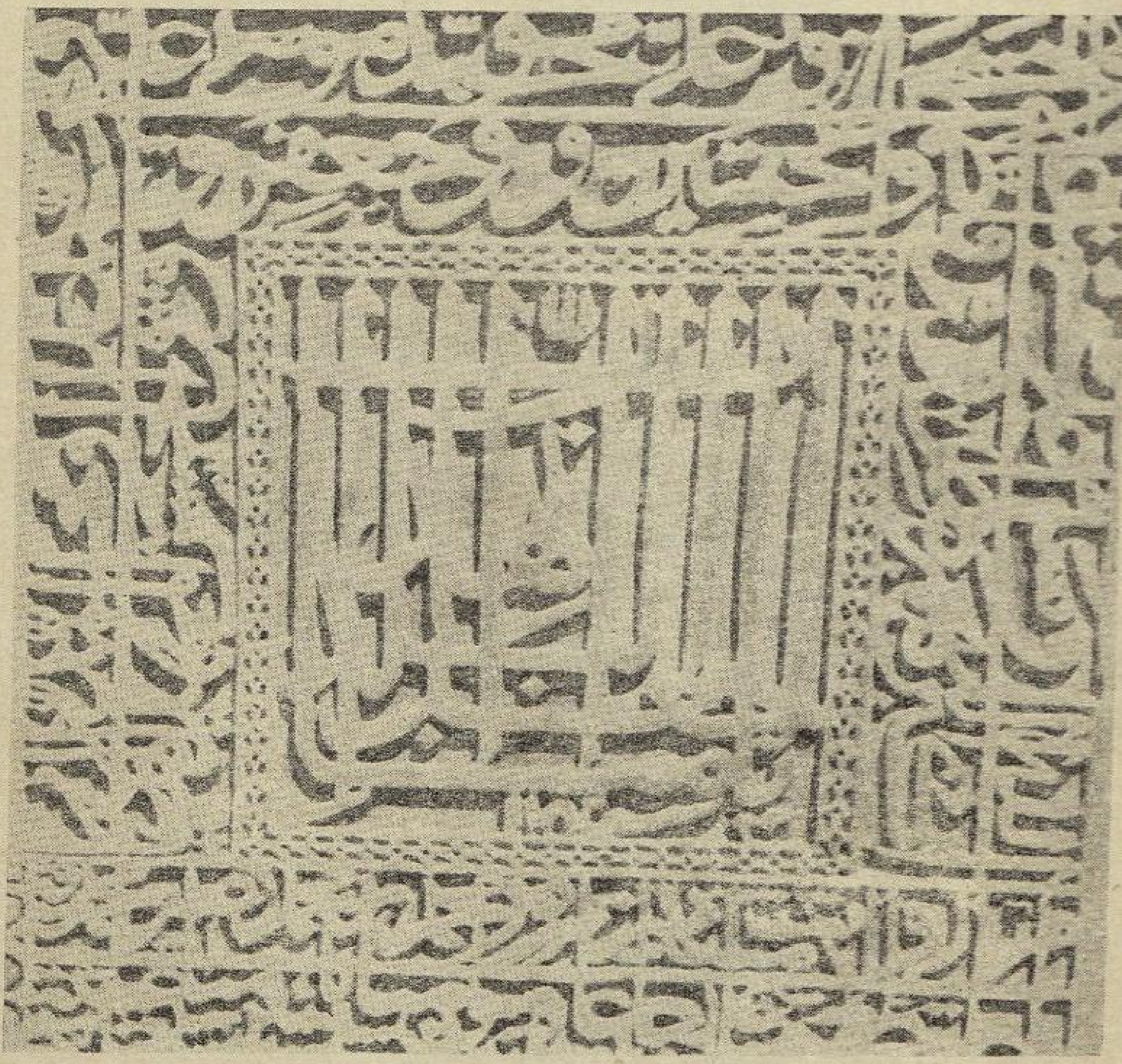
(بعنایت ڈاکٹر نبی بخش خان بلوچ)



۴ - حیدرآباد کے قلعے کا دروازہ

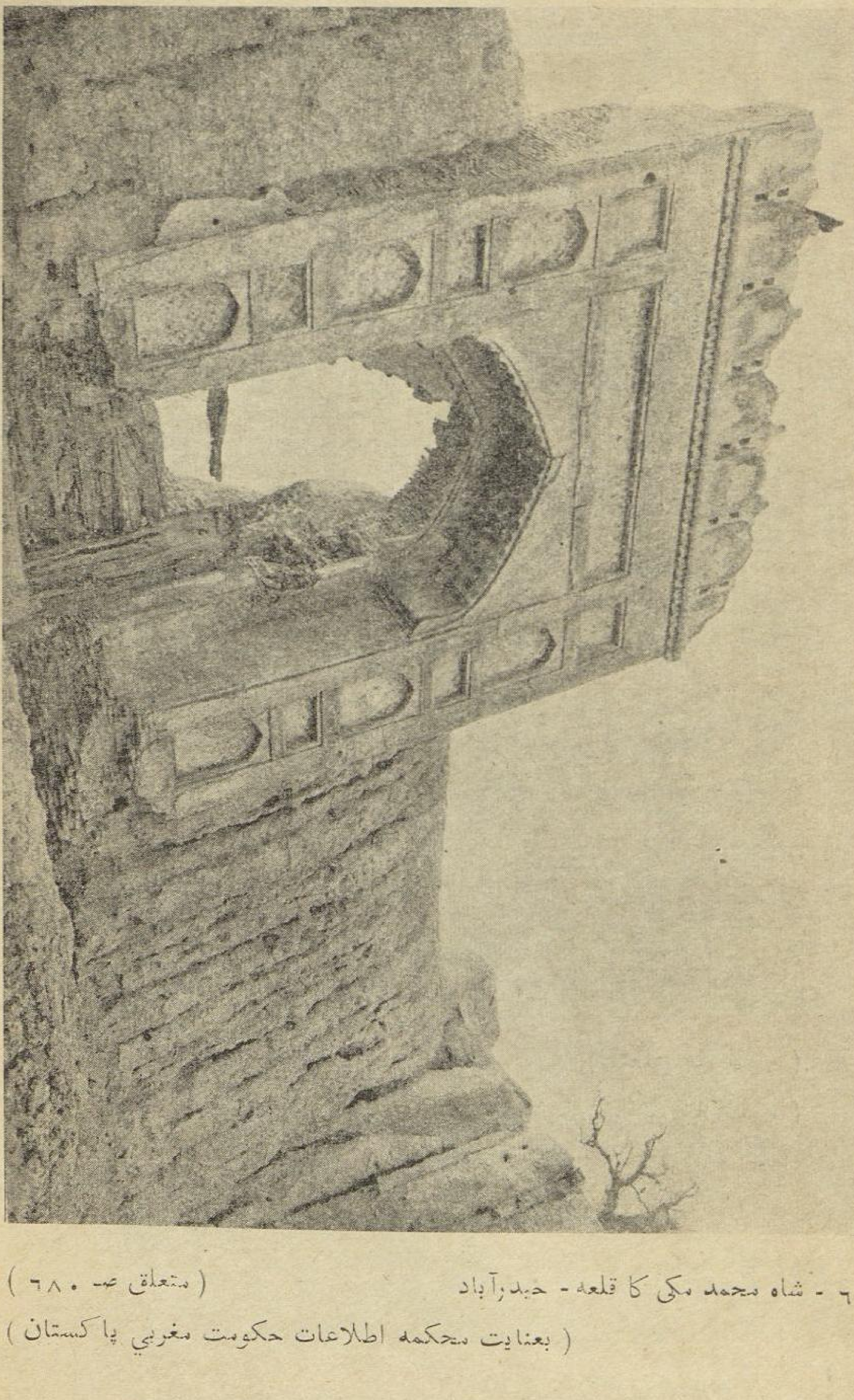
(متعلق ص- ٦٧۴)

(Antiquities of Sind)

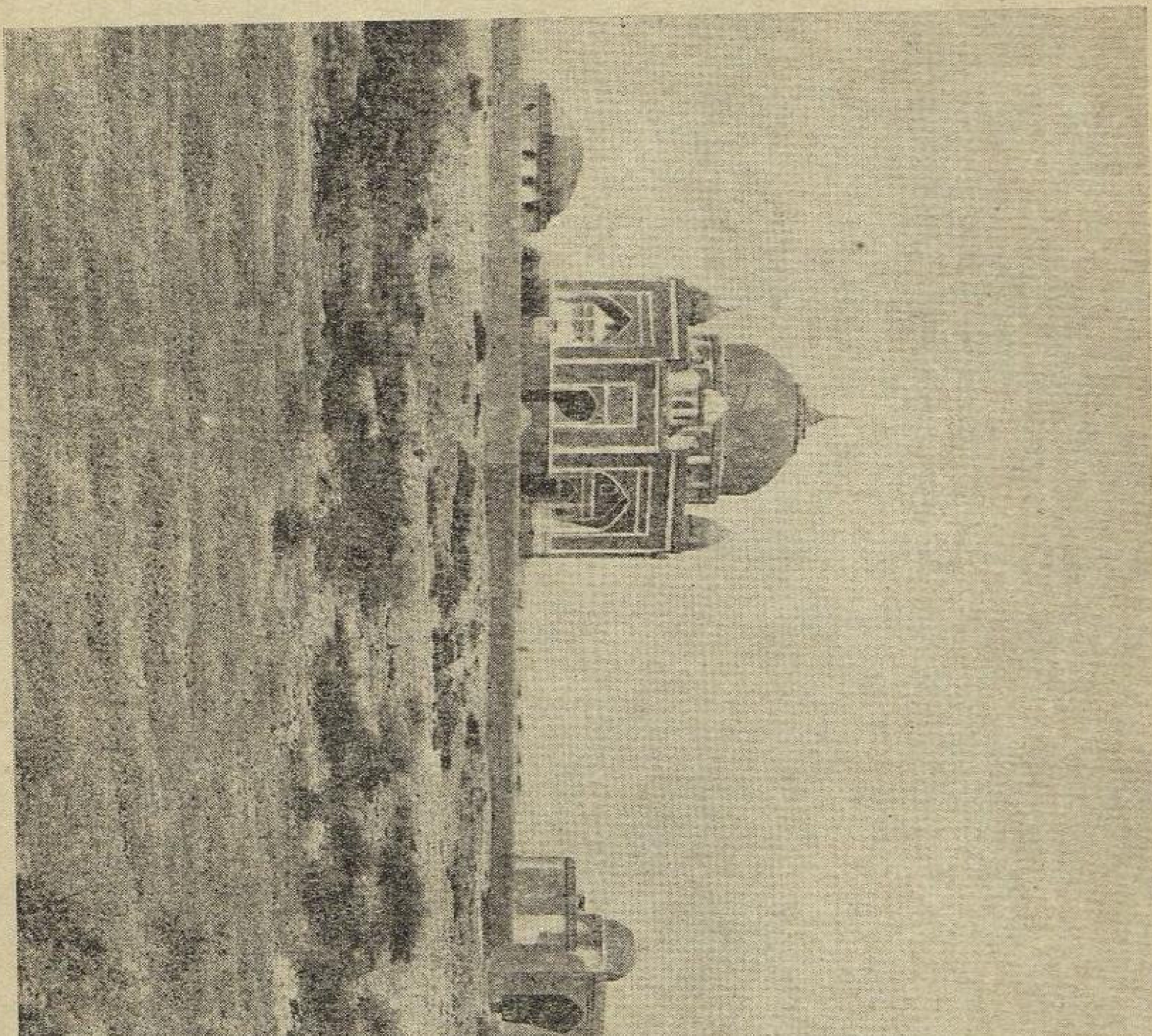


۵ - حیدرآباد کے قلعے کے دروازے کا کتبہ (متعلق ص- ٦٧۴)

(بعنایت ڈاکٹر نبی بخش خان بلوچ)



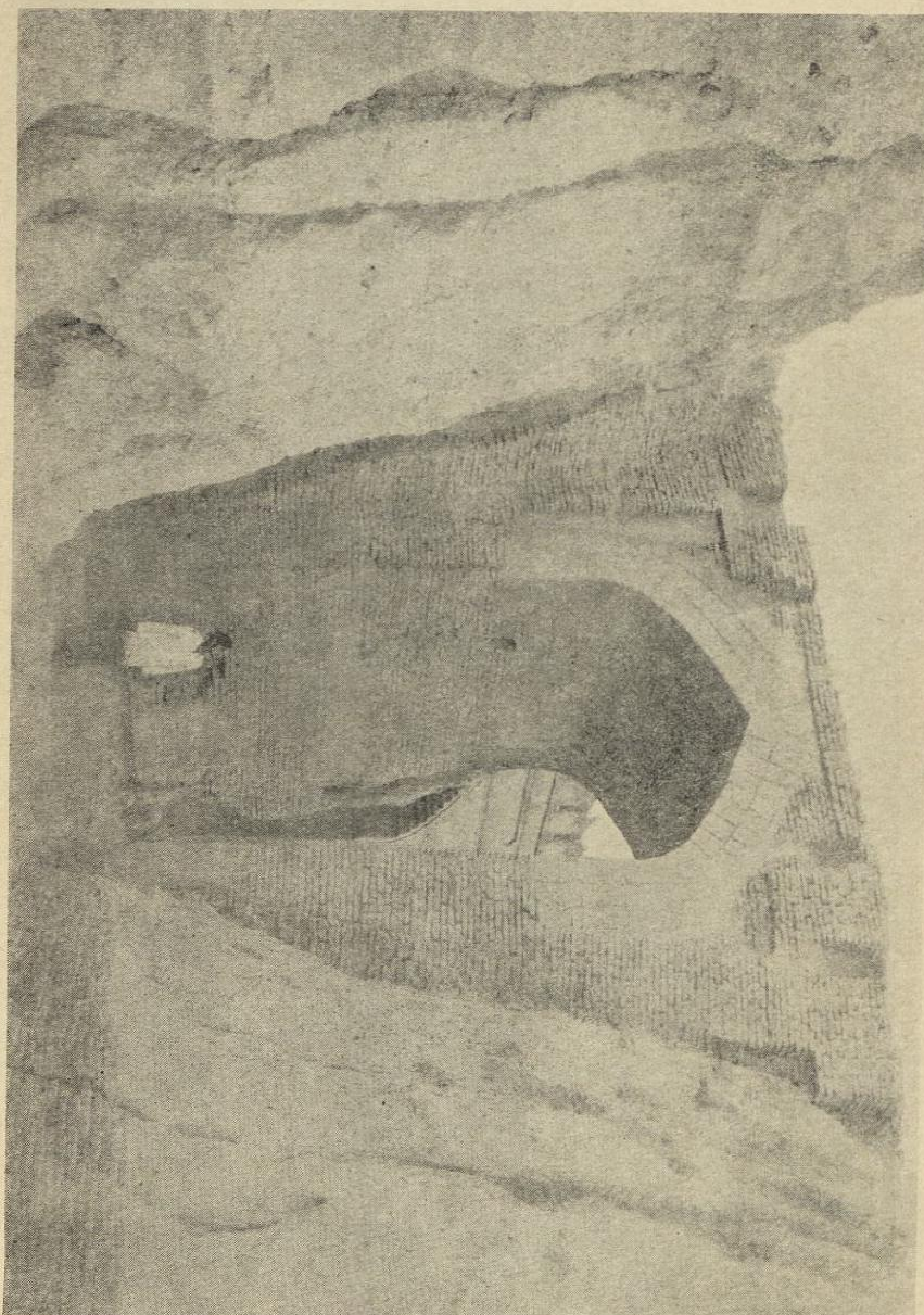
٦ - شاہ محمد مکی کا قلعہ - حیدرآباد (متعلق ص ۶۸۰)
(بعنایت محکمہ اطلاعات حکومت مغربی پاکستان)



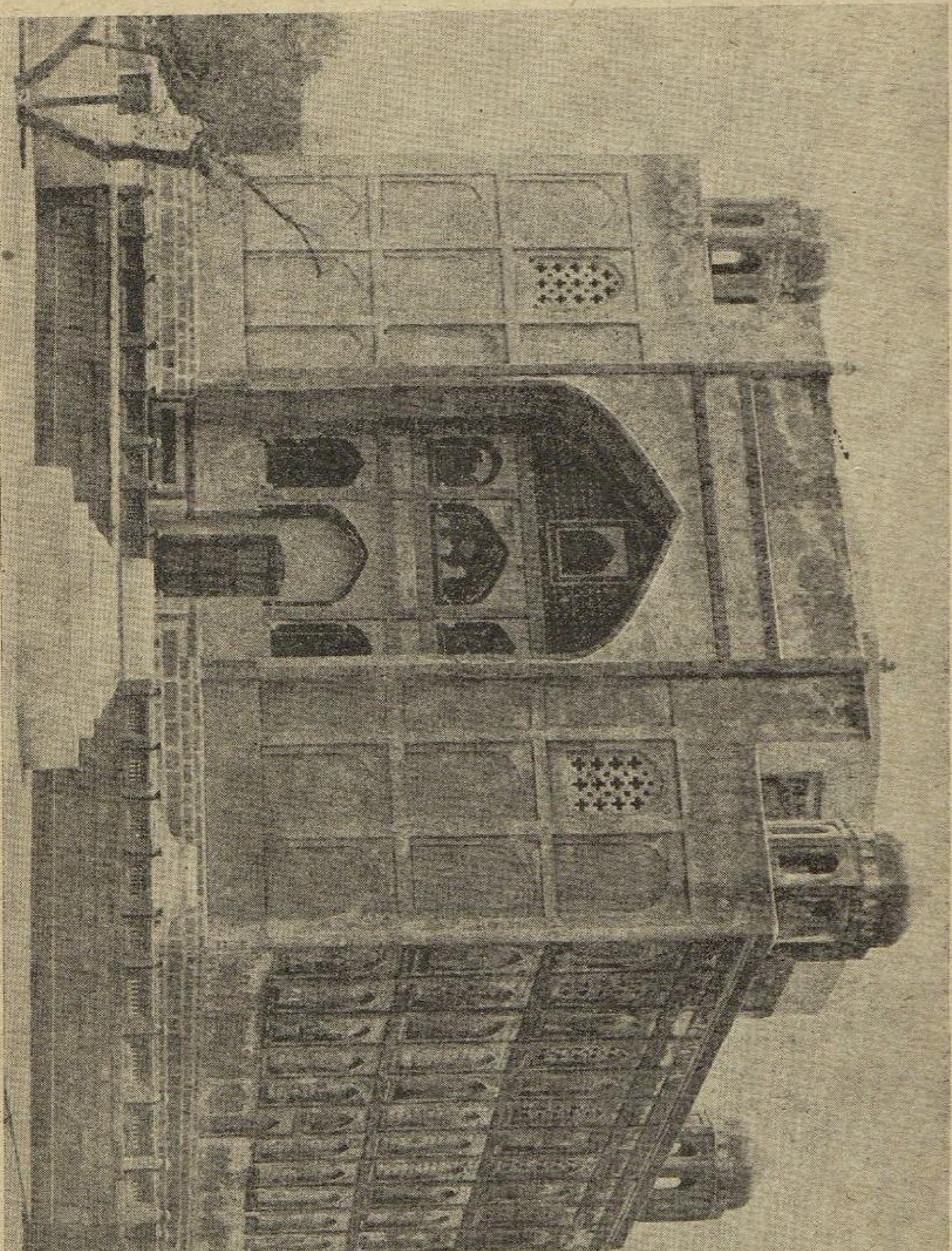
۷ - کلھوڑوں کے مقبرے — حیدرآباد

(متعلق ص- ٦٨٧)

(بعنایت محکمہ آثار قدیمہ ، پاکستان)

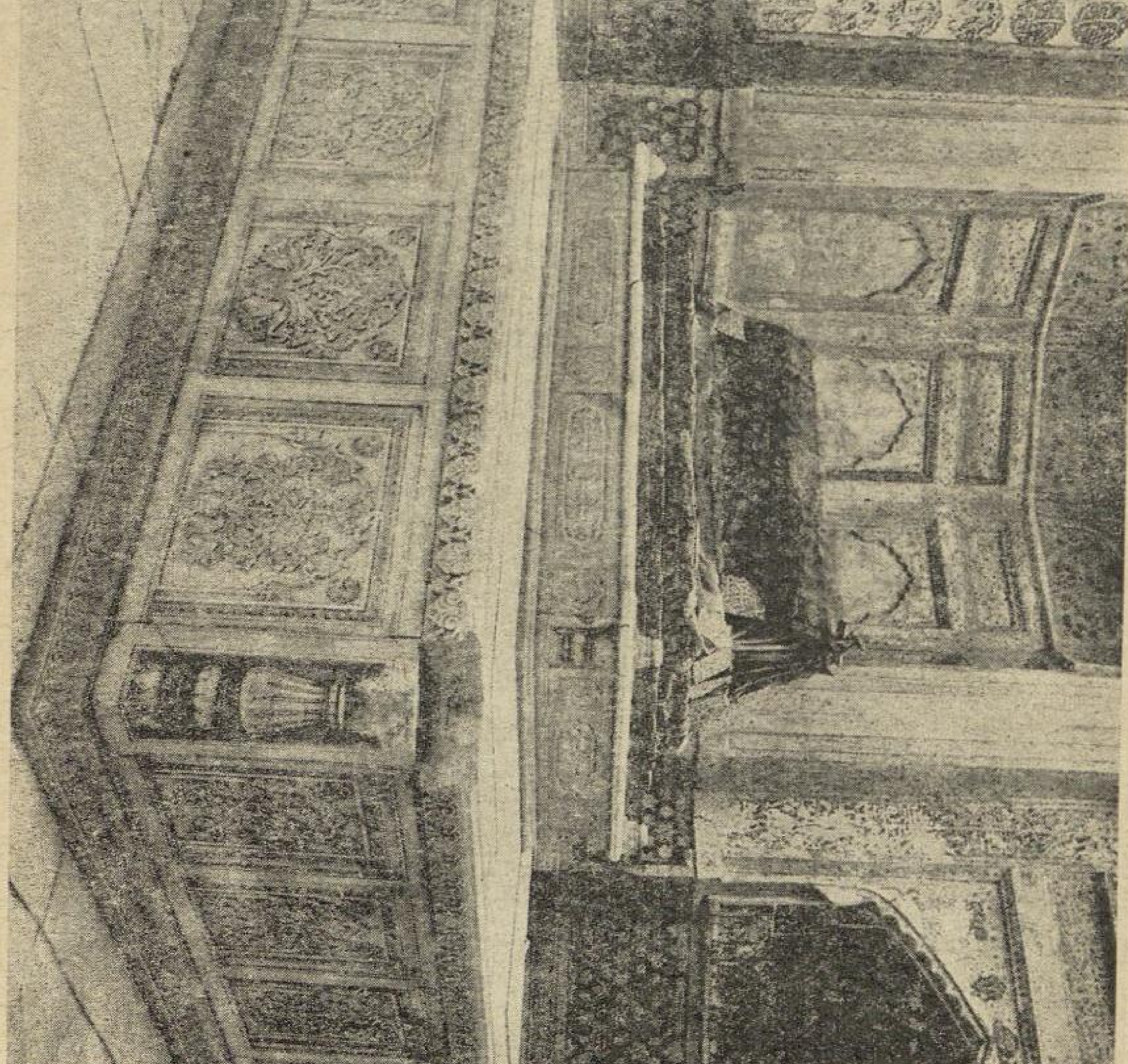


۸ - میاں غلام شاہ کے قلعے کا داخلی دروازہ حیدرآباد (متعلق ص- ٦٨٧)
(بعنایت ڈاکٹر نبی بخش خان بلوچ)



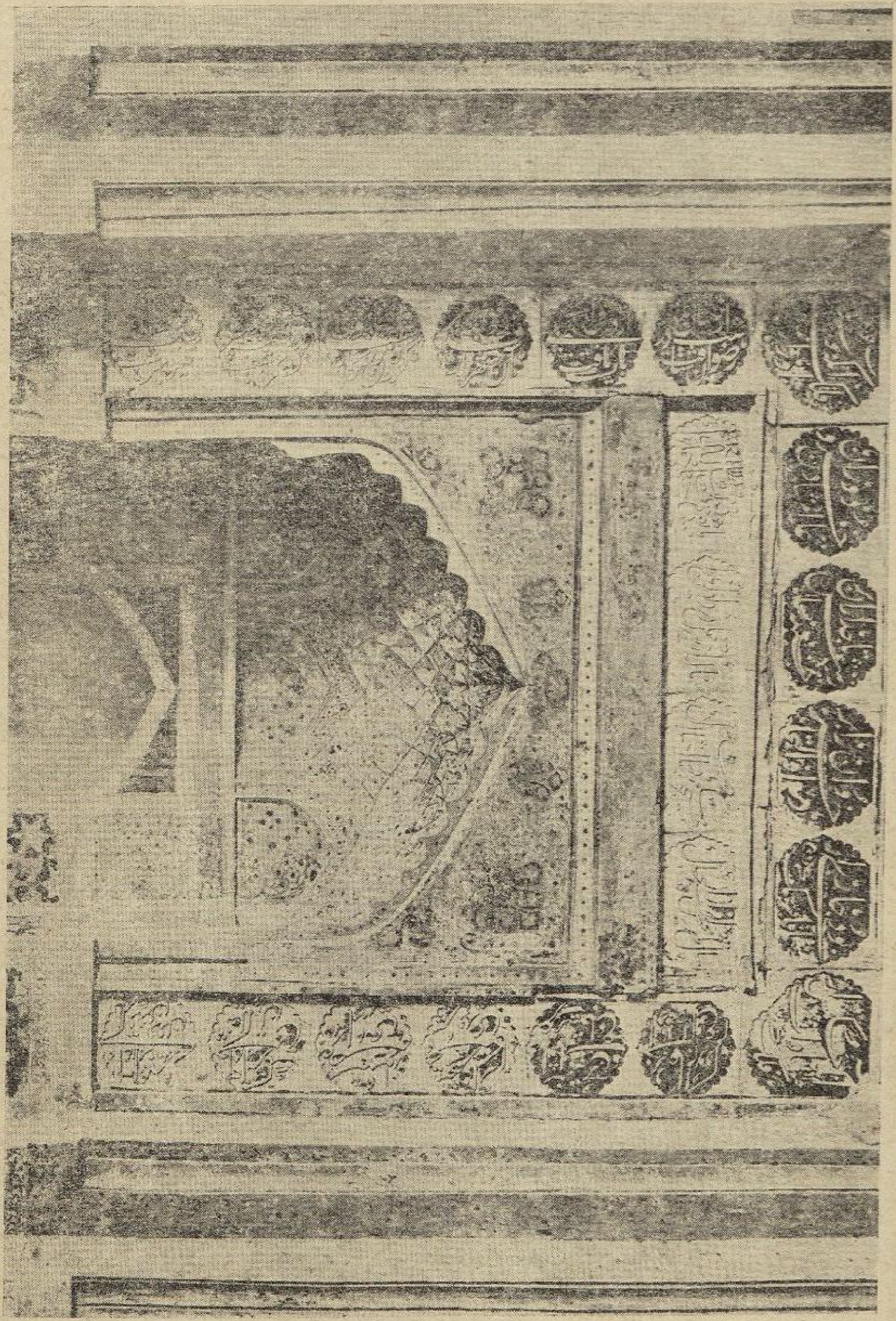
۹ - مقبرہ غلام شاہ کلہوڑہ — حیدرآباد (متعلق ص ـ ٦٨٧)

(بعنایت محکمہ آثار قدیمہ ، پاکستان)



۱ - میاں غلام شاہ کا مزار - حیدرآباد (متعلق ص ٦٨٧)

(بعنایت محکمہ آثار قدیمہ، پاکستان)



۱۱ - میاں غلام شاہ کے مقبرے کا کتبہ جو مقبرے کے محراب پر سنگ مرمر کے ٹکڑوں پر کندہ ہے - حیدرآباد (متعلق ص- ۶۸۷)

(بعنایت محکمہ آثار قدیمہ ، پاکستان)

آه از بي مهرئ گردون دون — آه از نيرنگ چرخ نيلگون

شهسوارِ عرصهٔ نام آوري — شهريارِ تختگاه سروري

آفتاب برجِ عزت را شعاع — بر دو عالم بود حكم او مطاع

آنكه حكمش از سعاداتِ فلك — بود جاري از سما تا بر سمك

خسروان را بر درِ او التجا — تاجداران بر زمينش جبهه سا

خسروِ دوران غلام شاهِ دين — آنكه بوسيده فلك او را زمين

از جهان بگذشت در رضوان شتافت — از درِ حق آنچه مي بايست يافت

روضهٔ بر مرقدِ آن شهريار — شد بنا چون سقف گردون زرنگار

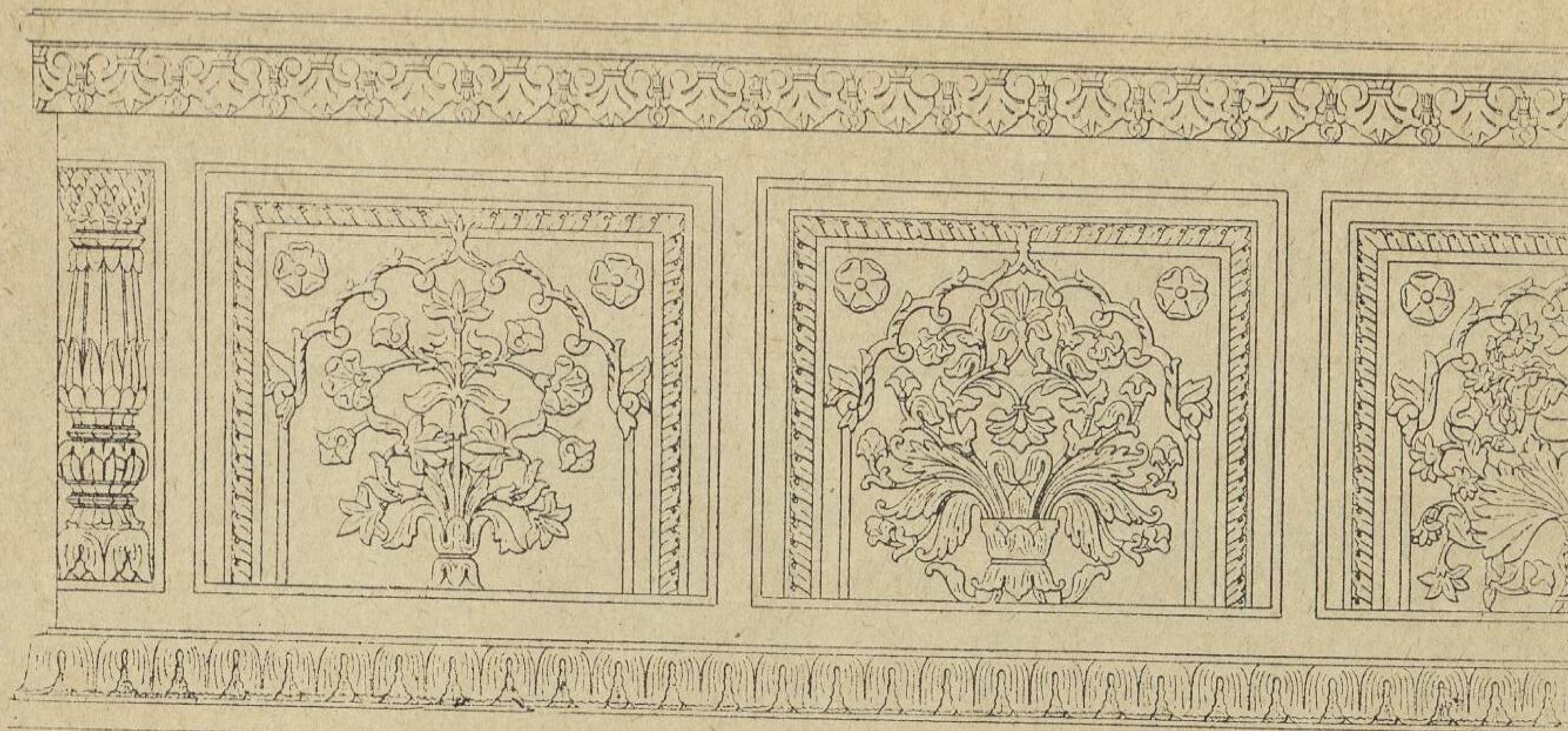
نور چون بر روضهٔ قصر بهشت — دلكشا چون جنتِ مينو سرشت

سال تاريخش ''سرافراز،، از خيال — جستجو ميكرد با صد اختلال

تا گه از تنزيل در داد اين ندا

هاتفي ''جنات فيها خالدا،،

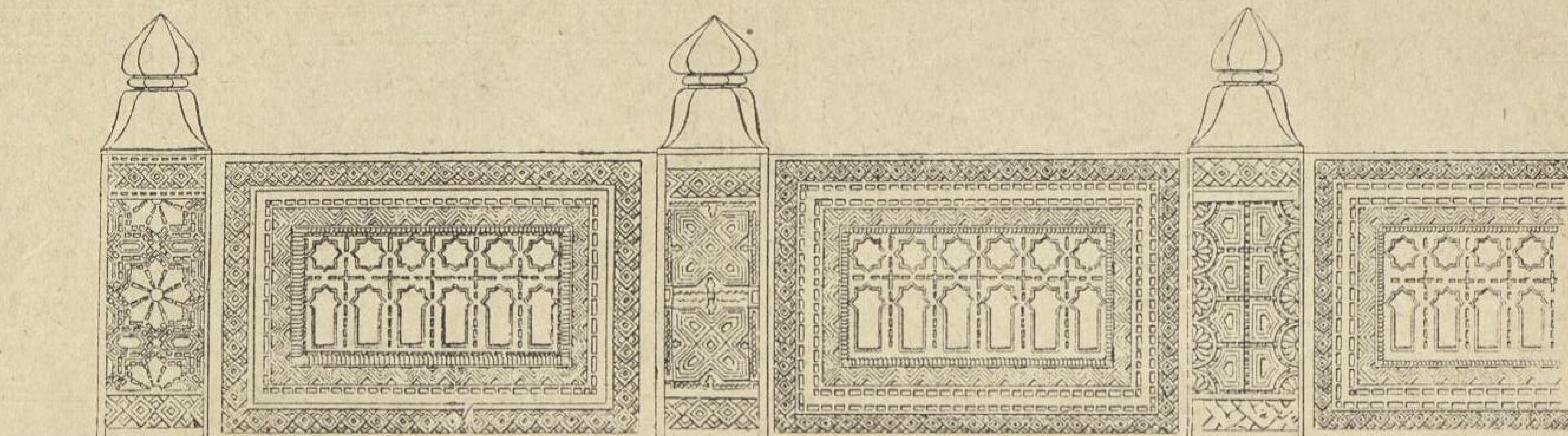
١١٨٩ھ



۱۲ - میاں غلام شاہ کے مزار کی نقاشی سنگ مرمر پر

(متعلق ص- ٦٨٧)

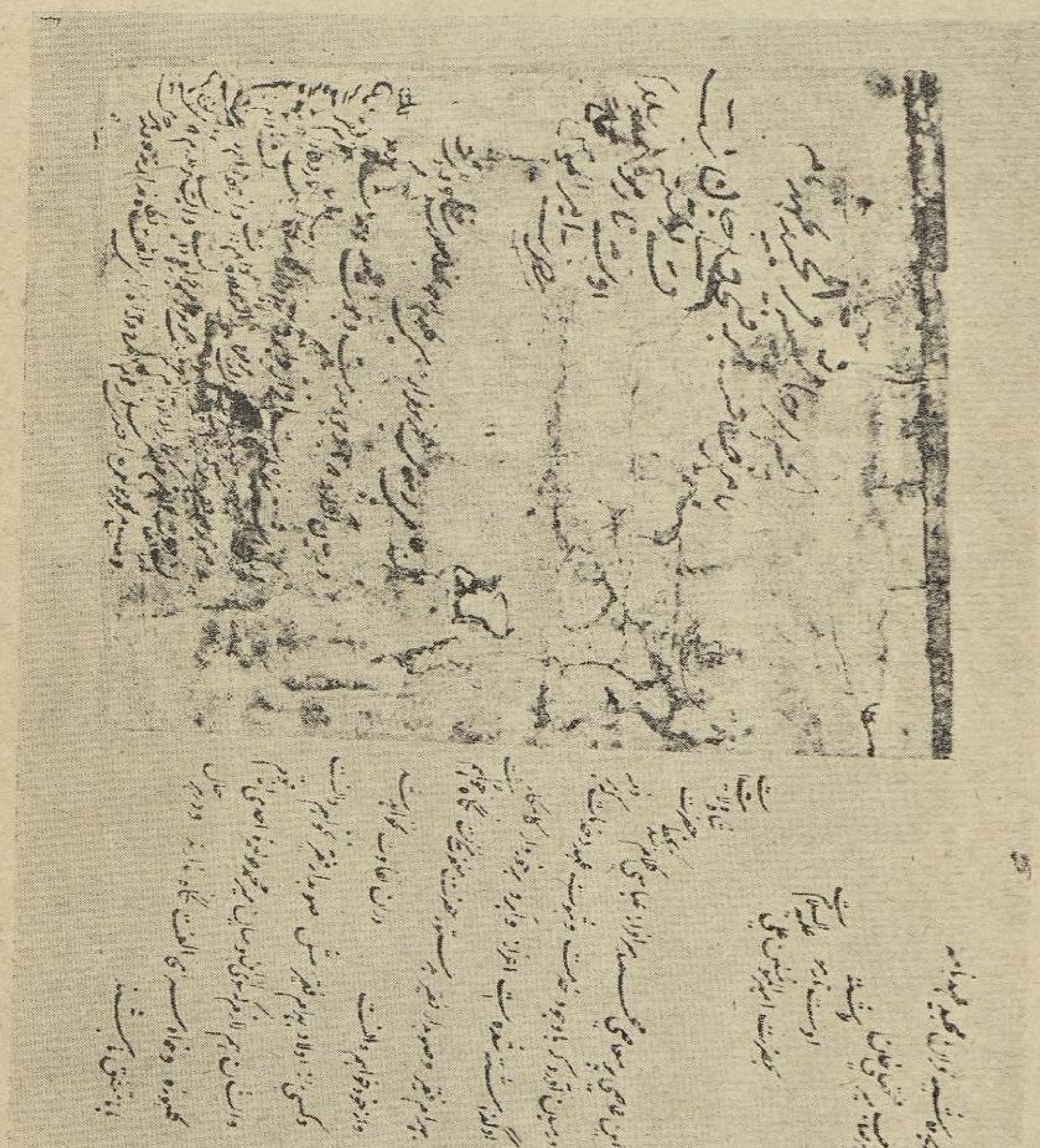
(Antiquities of Sind)



۱۳ - غلام شاہ کے مقبرے کے صحن کی دیوار پر نقاشی

(متعلق ص- ٦٨٧)

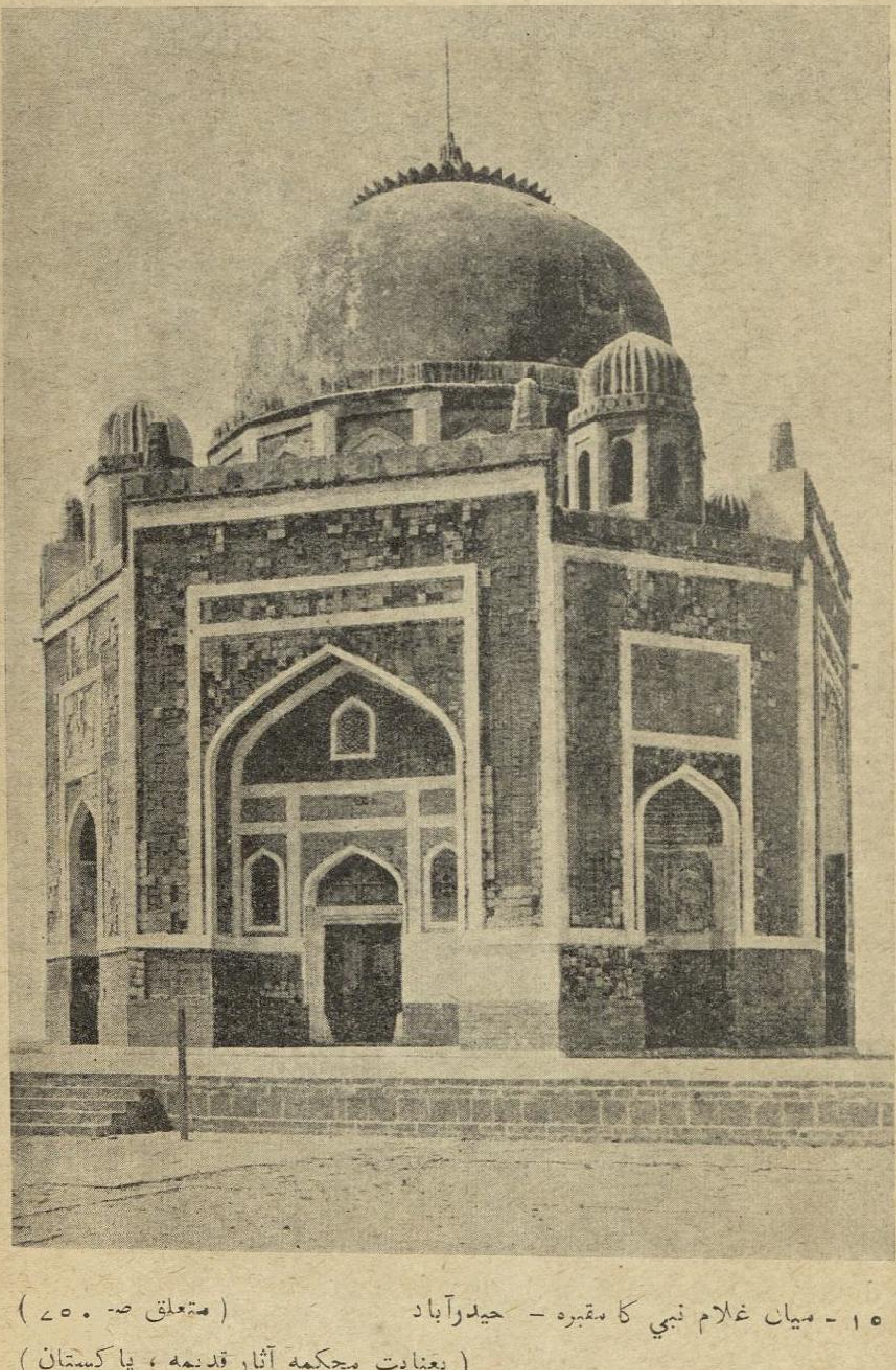
(Antiquities of Sind)



۱۴ - عہد نامہ میاں سرفراز خاں بخط میاں صاحب رح (متعلق ص- ۷۰۱)

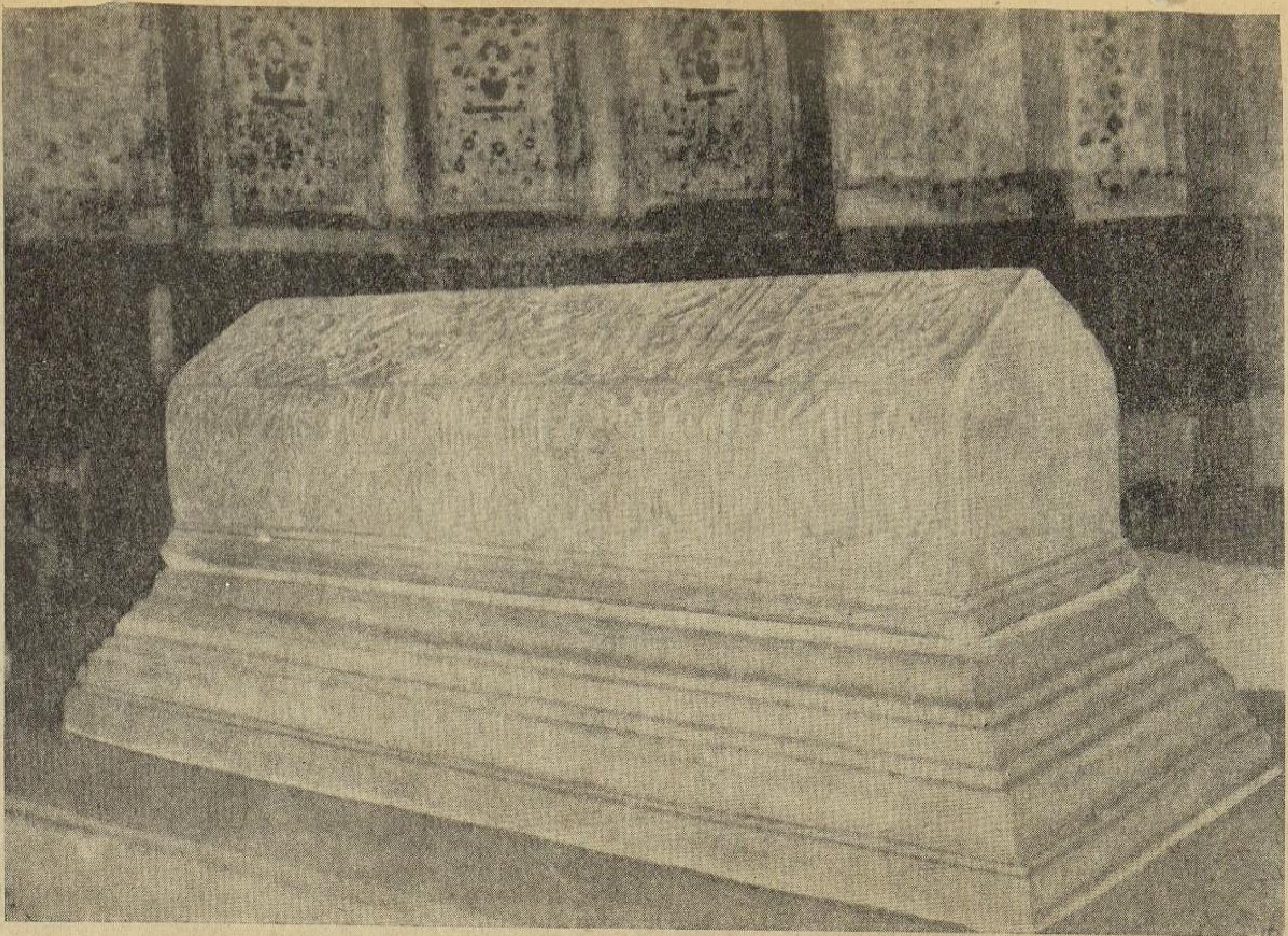
(یہ معاہدہ جس کلام مجید پر مرقوم ہے وہ کتب خانہ تالپوری میں محفوظ ہے کوفی خط میں ورق الغزال پر لکھا ہوا ہے - اس کے اوراق پر اور بھی تاریخی معاہدے لکھے ہوئے ہیں)

(بعنایت صاحبزادہ میر نور محمد خان تالپور)



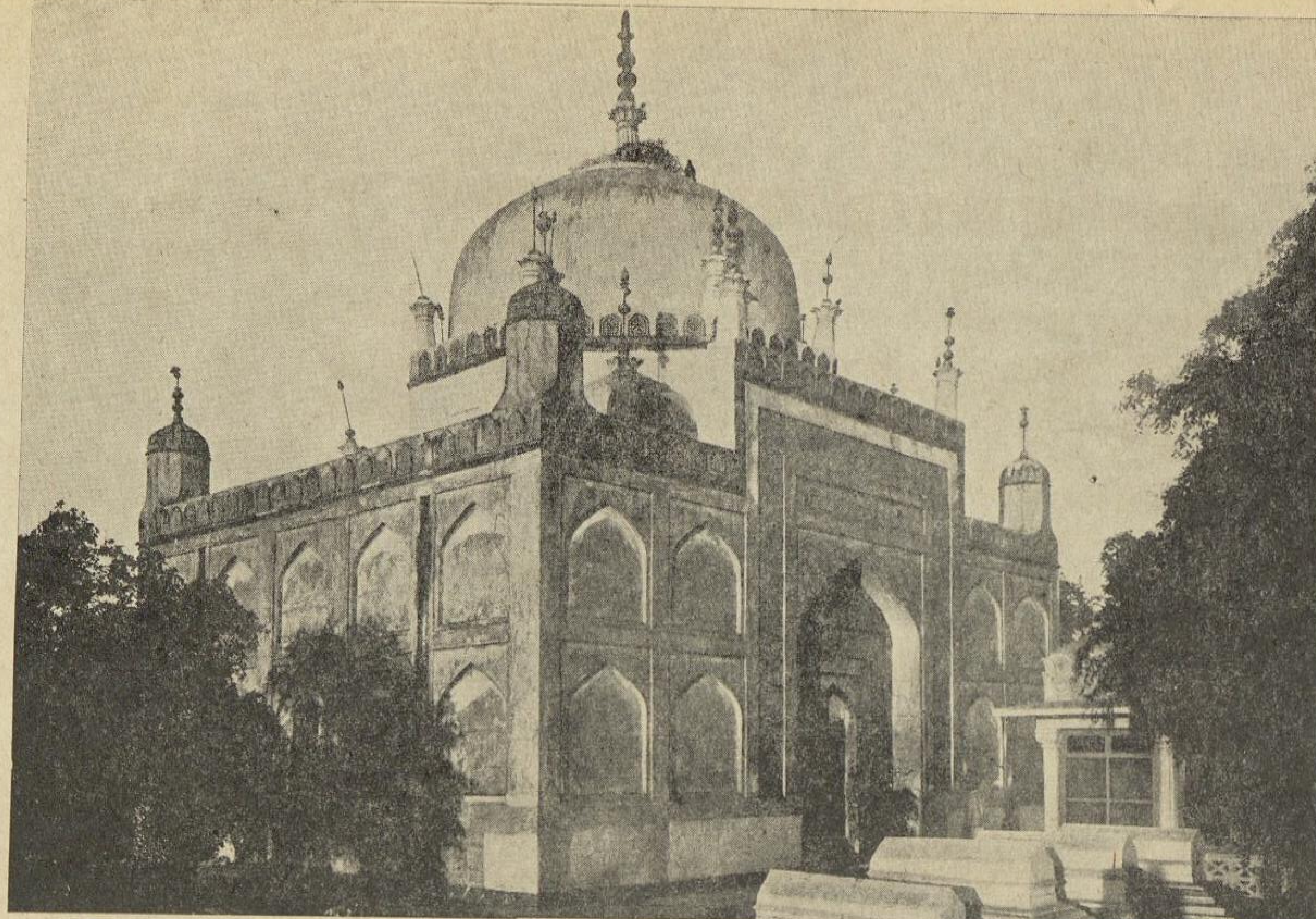
۱۵ - میاں غلام نبی کا مقبرہ - حیدرآباد (متعلق ص۔ ۷۵۰)

(بعنایت محکمہ آثار قدیمہ ، پاکستان)

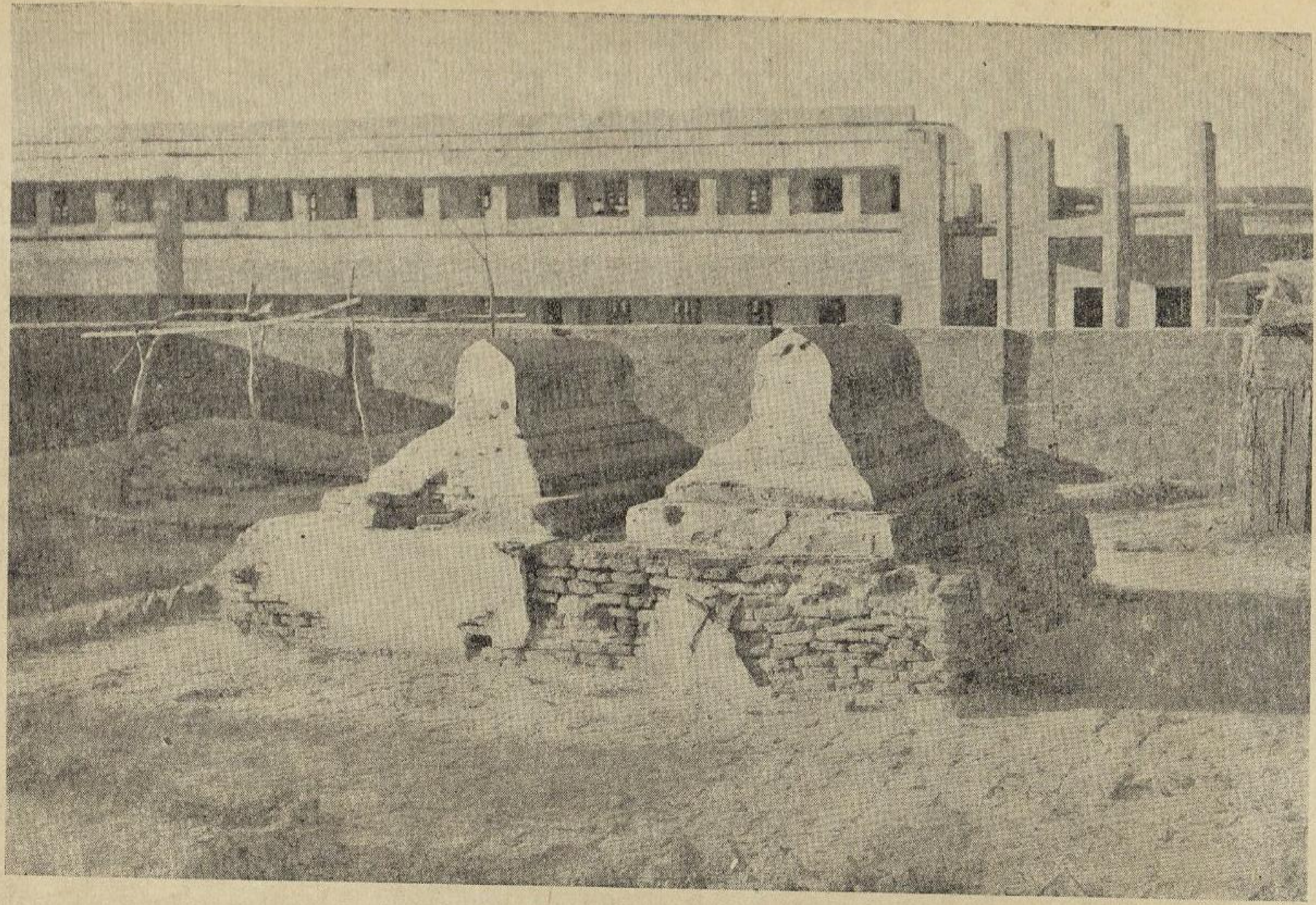


۱۶ - میاں غلام نبی کا مزار - حیدرآباد (متعلق ص - ۷۵۰)

(بعنایت ڈاکٹر نبی بخش خان بلوچ)



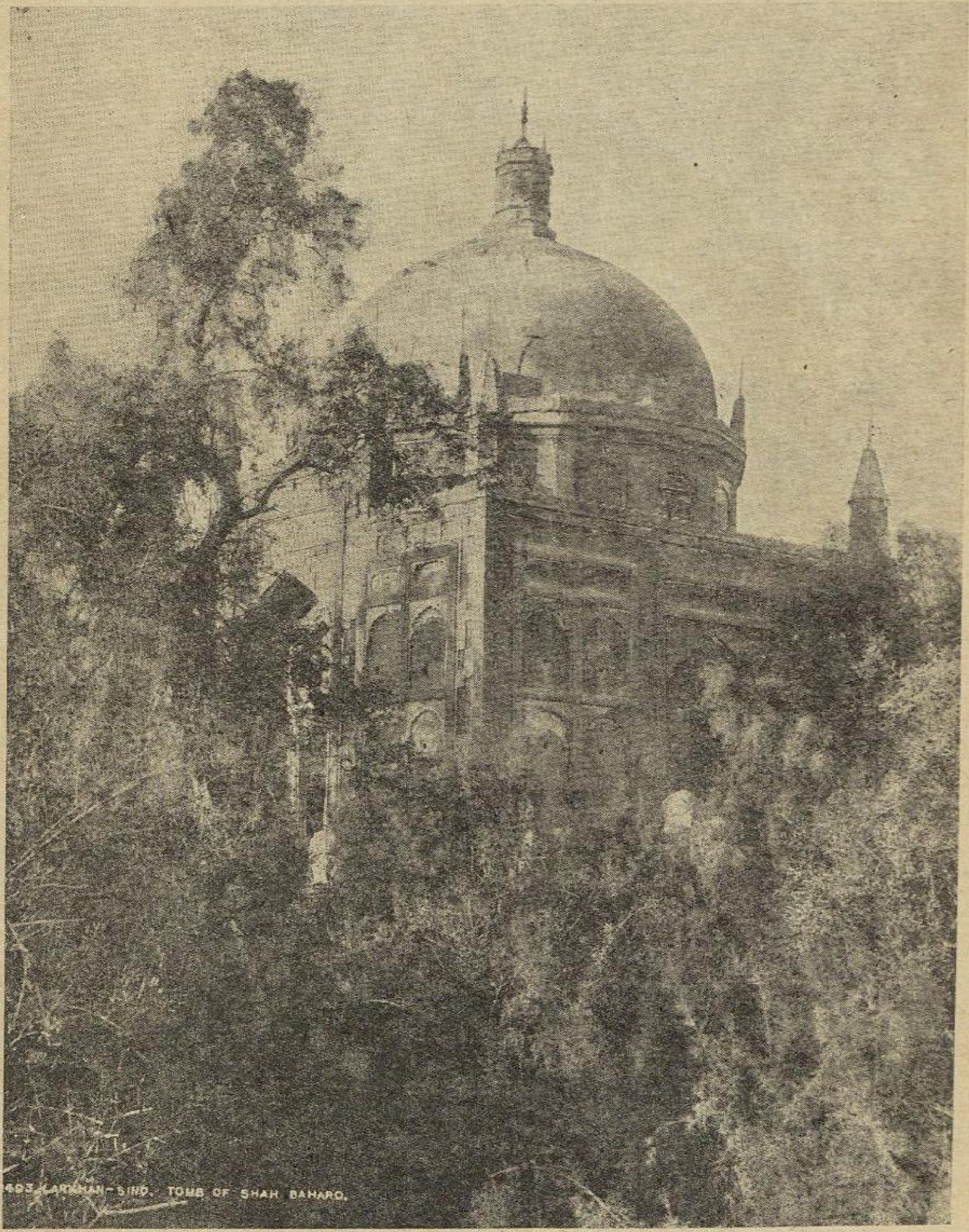
۱۷ - میاں محمد سر فراز خاں کا مقبرہ — حیدرآباد (متعلق ص ۷۶۰) (بعنایت محکمہ آثار قدیمہ پاکستان)



۱۸ - میاں عطر خاں اور.......... کا مزار (متعلق ص- ۷۶۰) (بعنایت ڈاکٹر نبی بخش خان بلوچ)
(گرلس کالج حیدرآباد کے احاطے میں)

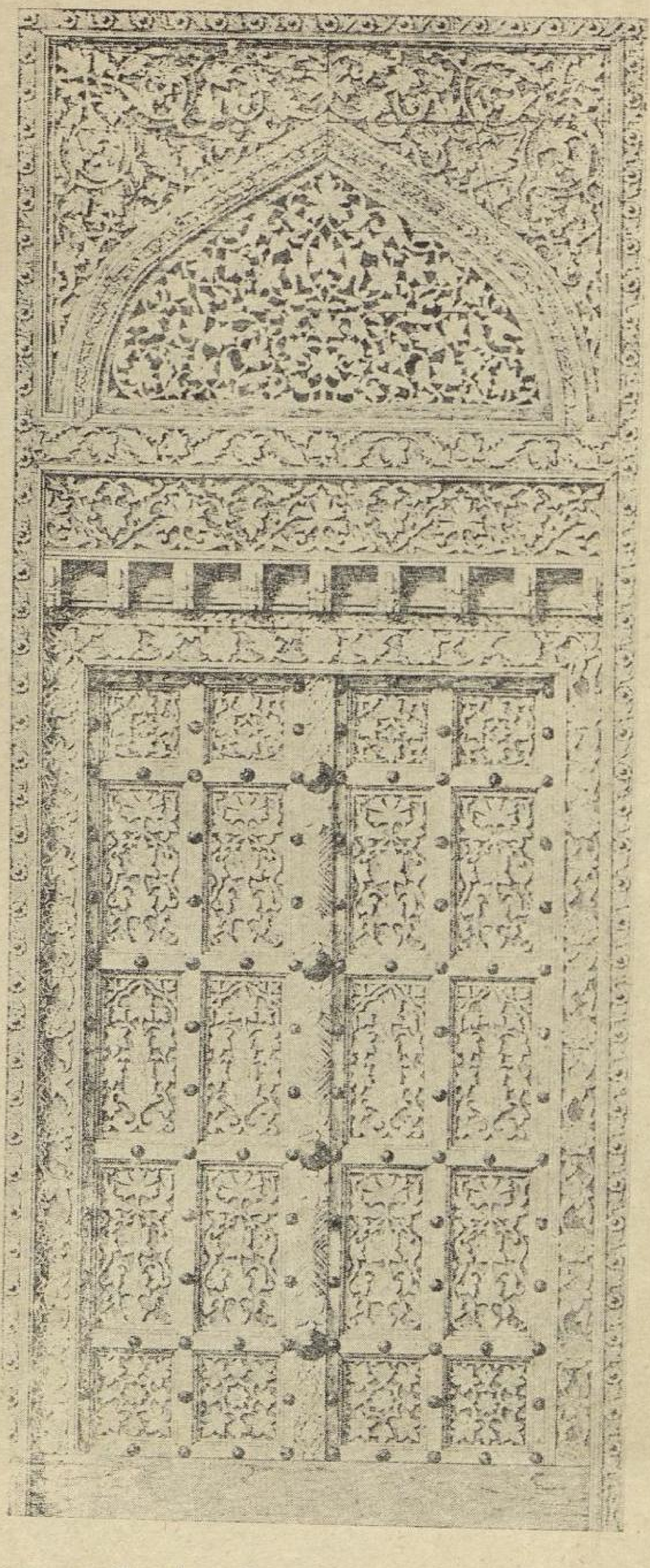


۱۹ - تیمور شاہ افغان (متعلق ص- ۷۸۲)



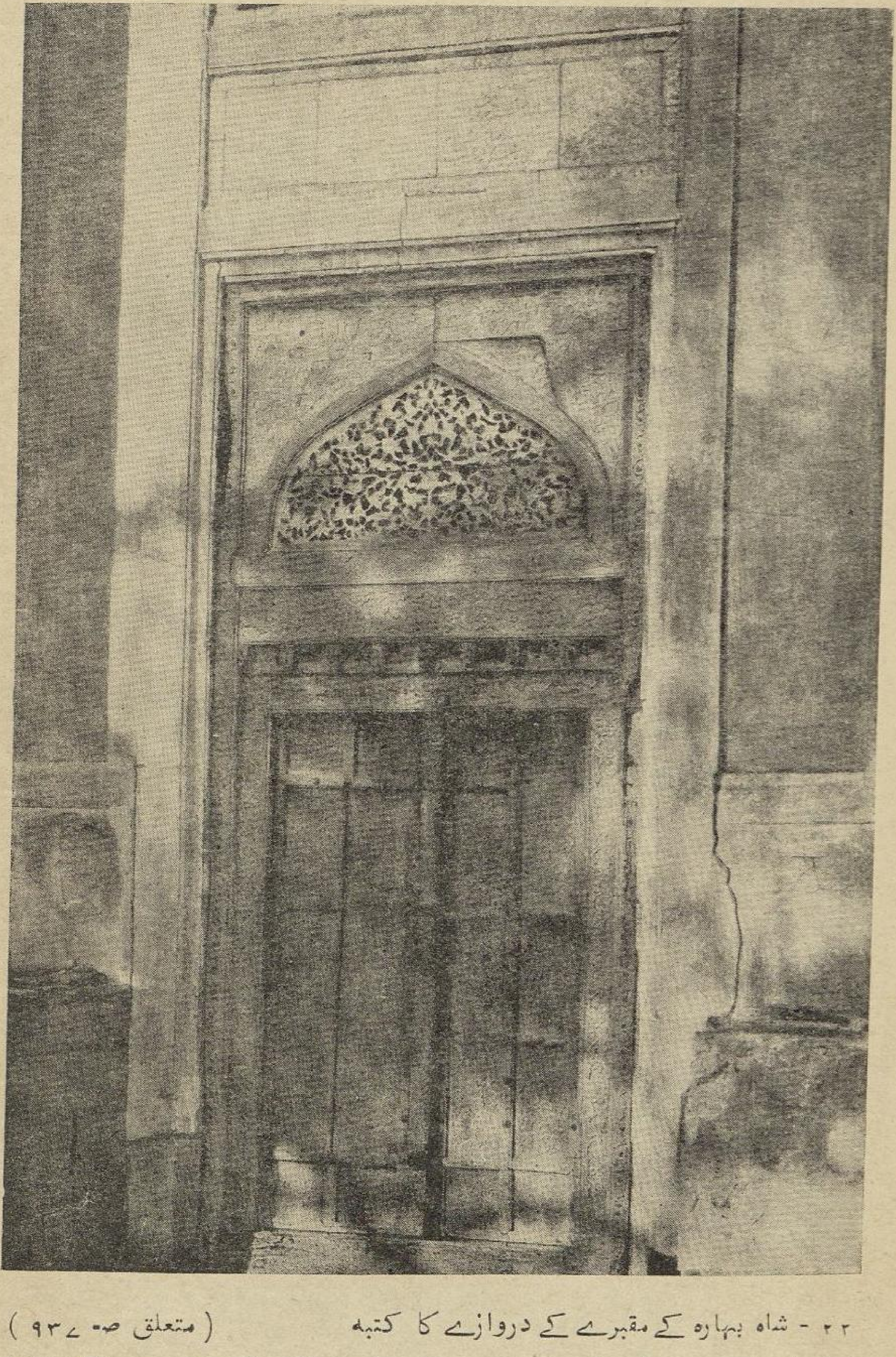
۲۰ - شاہ بہارا کا مقبرہ — لاڑکانہ (متعلق ص ۹۳۷)

(بعنایت محکمہ آثار قدیمہ پاکستان)



۲۱ - شاہ بہارہ کے مقبرے کا دروازہ - (متعلق ص- ۹۳۷)

(لکڑی پر نقاشی کا کام) (Antiquities of Sind)



۲۲ - شاہ بہارہ کے مقبرے کے دروازے کا کتبہ (متعلق ص ۹۳۷)
(اشعار کتبہ ، بر ظہر) (بعنایت محکمہ آثار قدیمہ ، پاکستان)

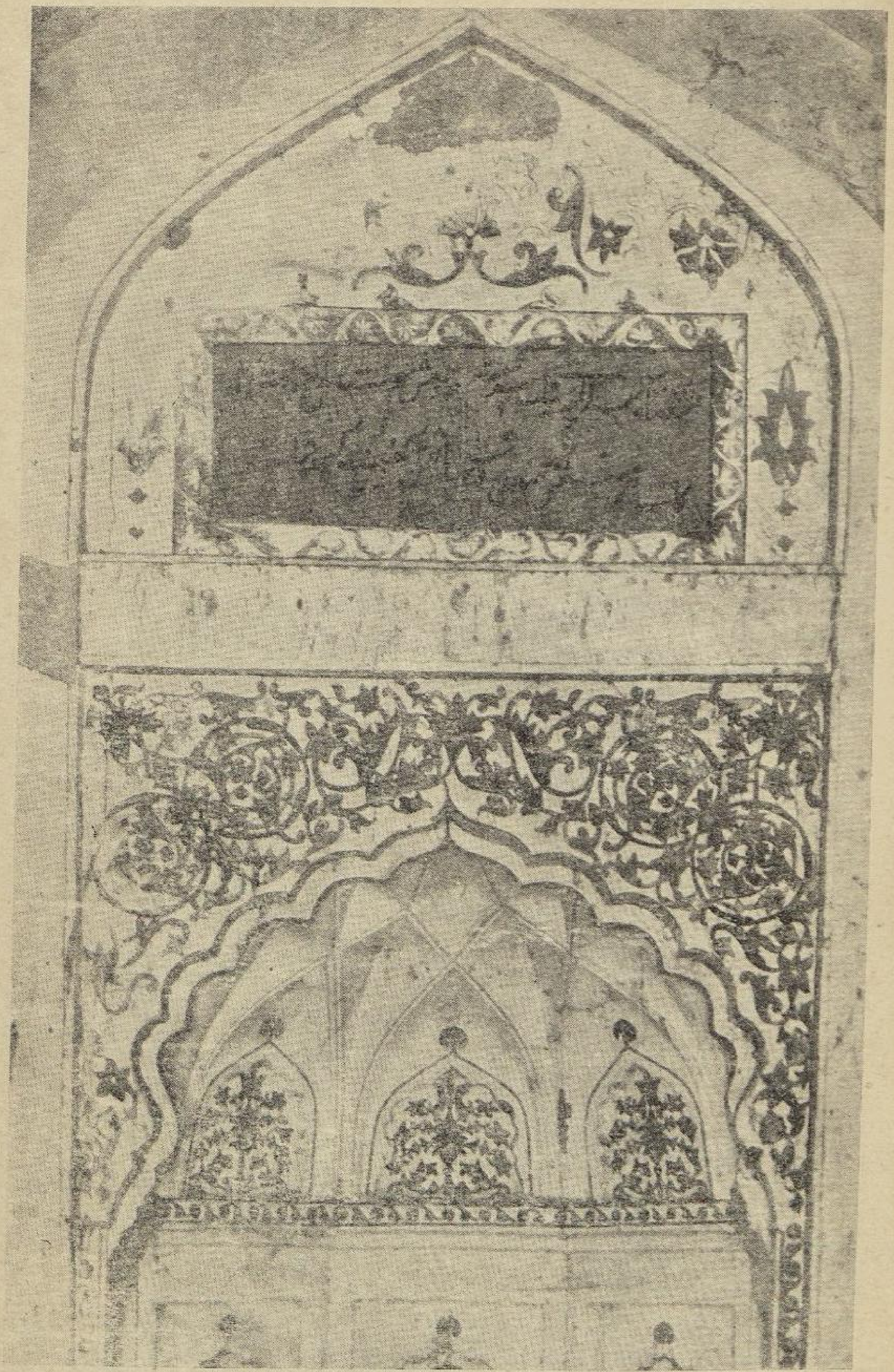
اشعار کتبه

عجائب گنبدي در زیر گردون
ثریا وار حسنش جمع گشته است

بود شاه بهاره صاحبش نام
که در دنیا بجز نیکی نه کشت است

بهار است این نه گنبد در تماشا
جهان گوید که این خرم بهشت است

ز تاریخش چو پرسیدیم گفتند
هزار و یکصد و هشتاد و هشت است
(سنه ۱۱۸۸ ه)

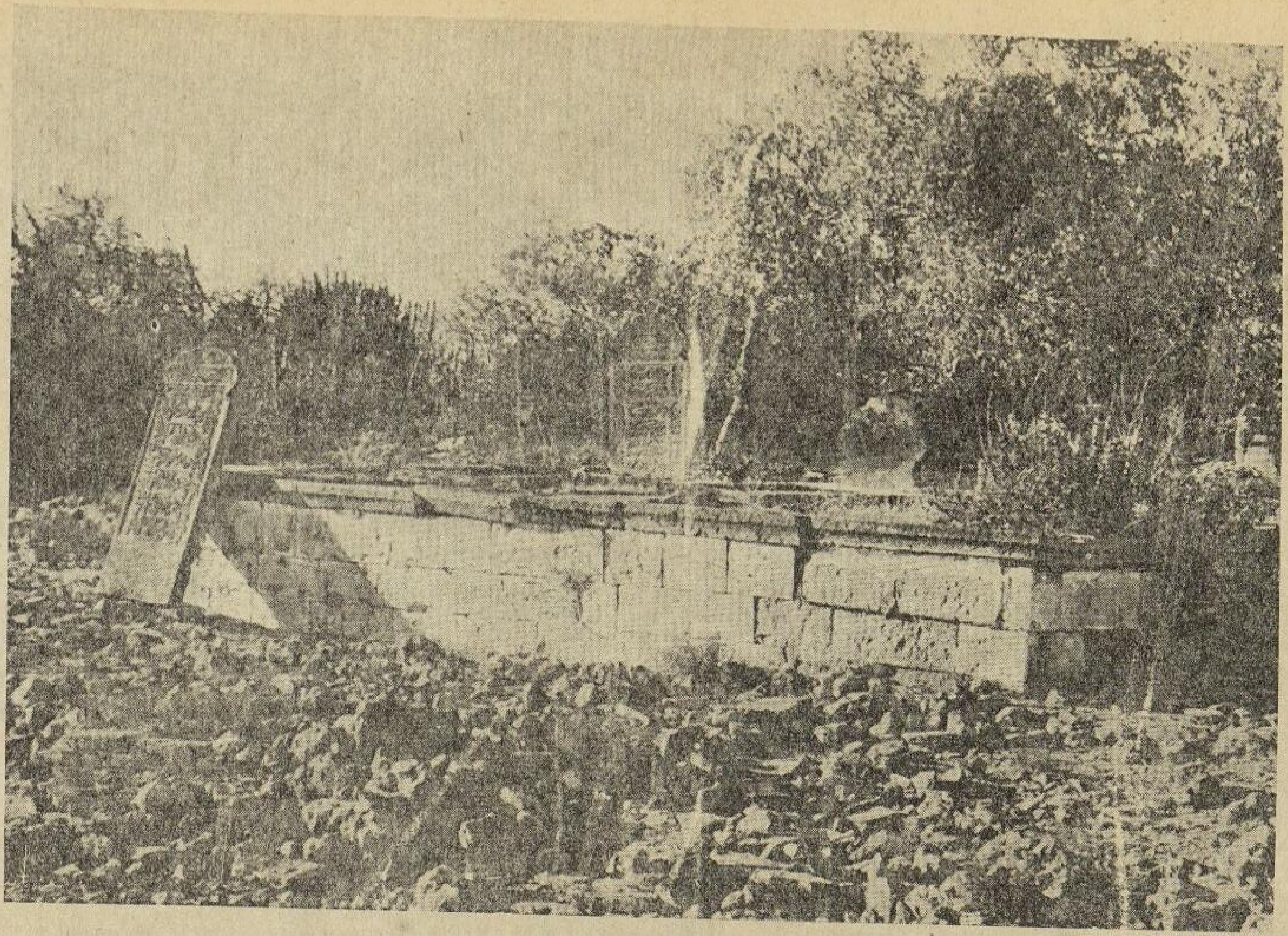


۲۳ - شاہ بہارہ کے مقبرے کے محراب پر کتبہ (متعلق ص- ۹۳۷)
(اشعار کتبہ ، بر ظہر) (بعنایت محکمہ آثار قدیمہ ، پاکستان)

اشعـــار کتیبـــه

گنبد شاه بهارا چه زهی نیک سرشت
کاتب از جود و صفاتش همه بر لوح نوشت

خادمش . . . . . ز تاریخ عمارت پرسید
هاتفش گفت که بیشک . . . بهشت

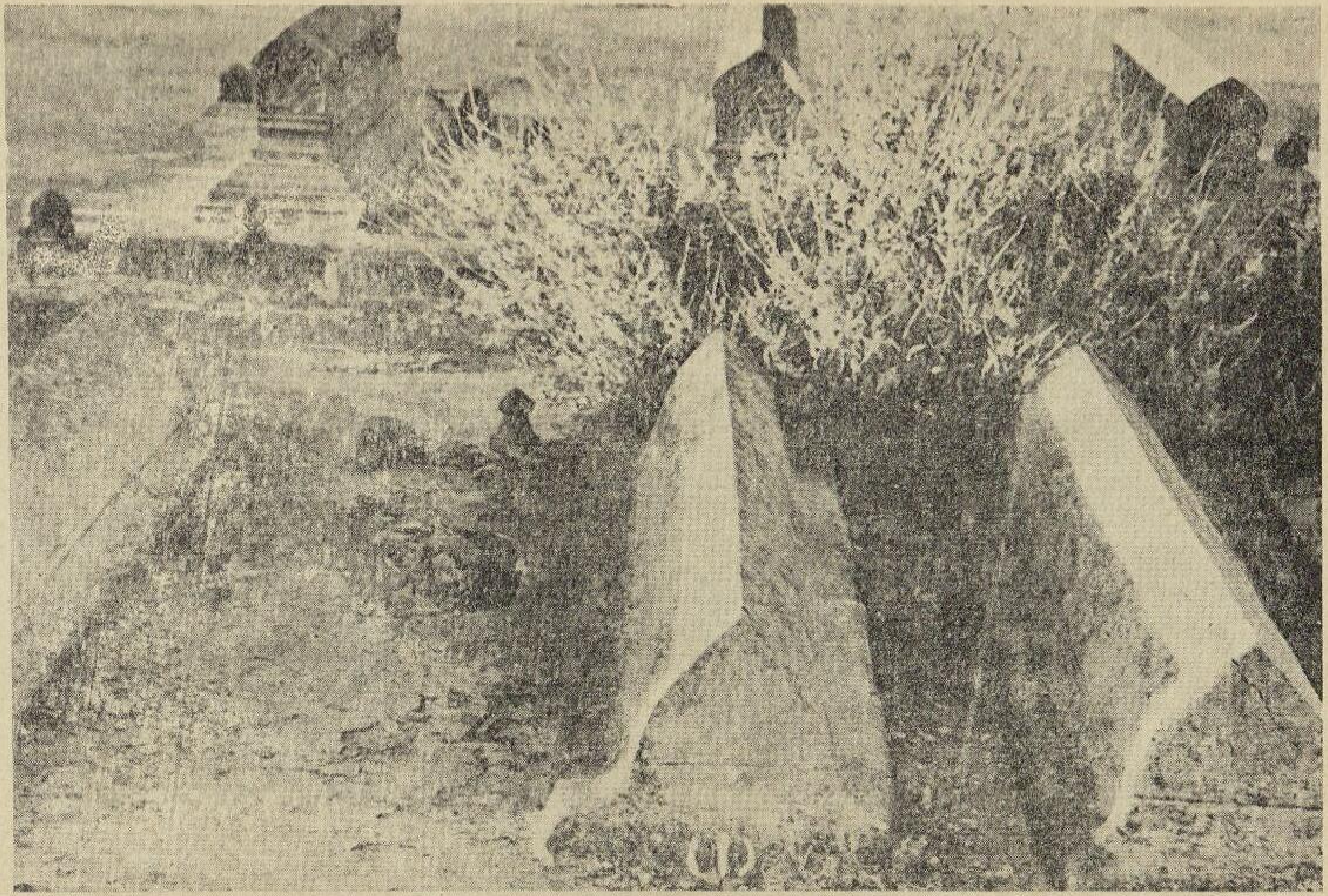


۲۴ - آقا محمد کریم صفاهانی کا مزار – گورستان مکلی ، ٹھٹھہ

(متعلق ص ۹۸۳)
(از مقالات الشعرا)

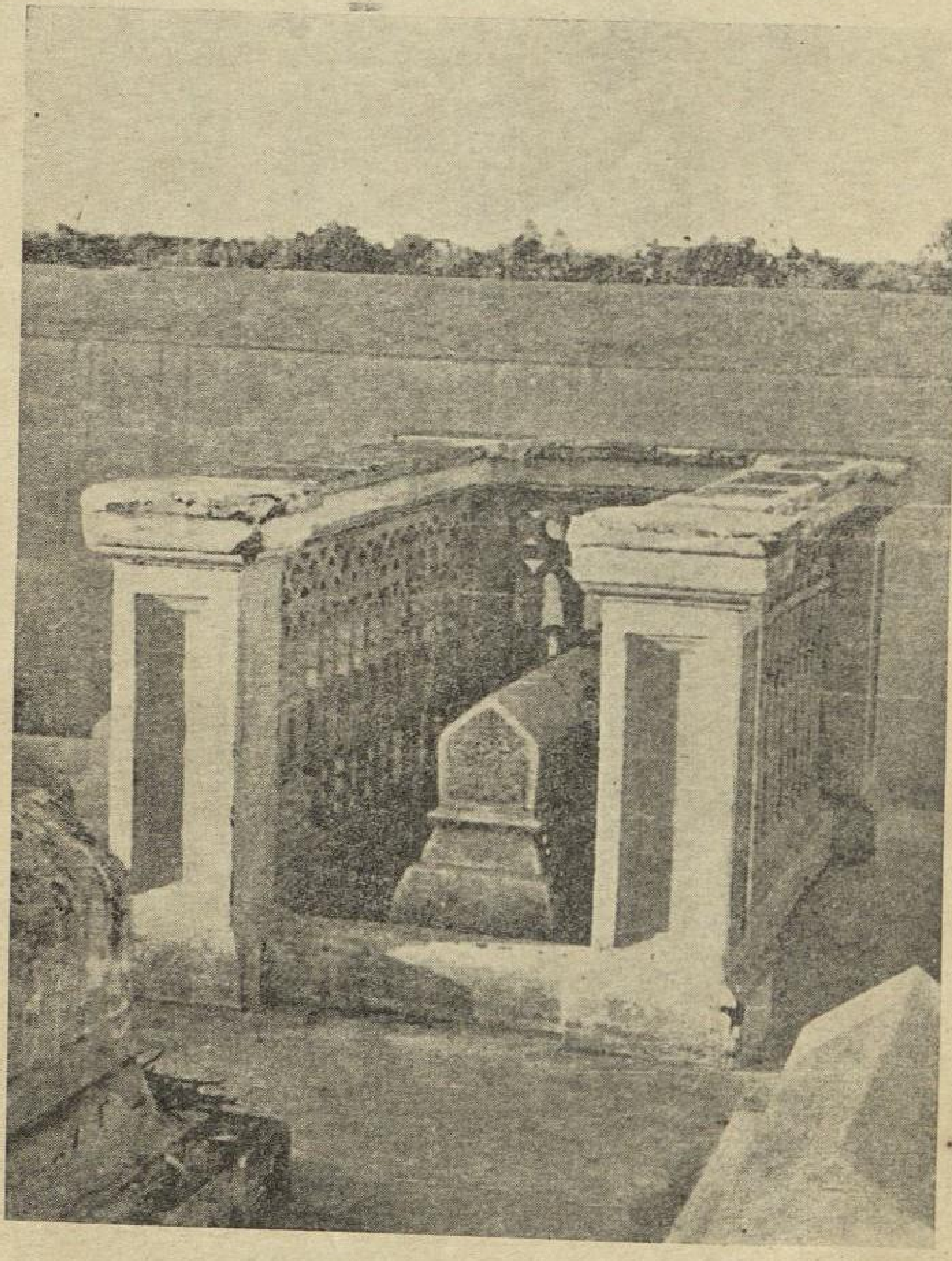


۲۵ - آقا محمد کریم صفاهانی کے مزار کا کتبہ (متعلق ص۔ ۹۸۳)
(از مقالات الشعرا)

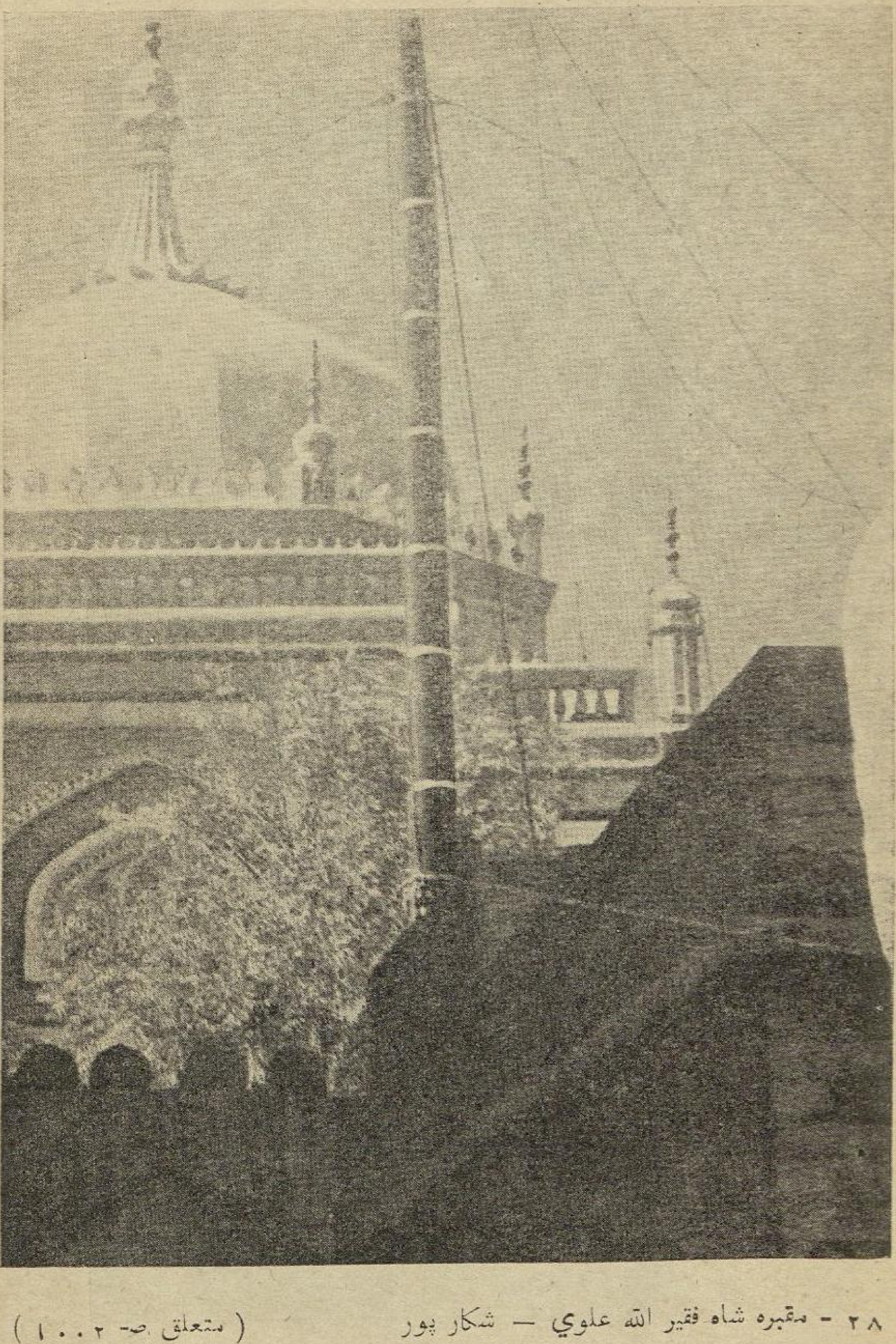


۲۶ - مخدوم محمد معین کا مزار (۱)
گورستان حضرت ابوالقاسم نقشبندي - مکلي ، ٹھٹه

(متعلق ص- ۹۹۰)
(از مقالات الشعرا)

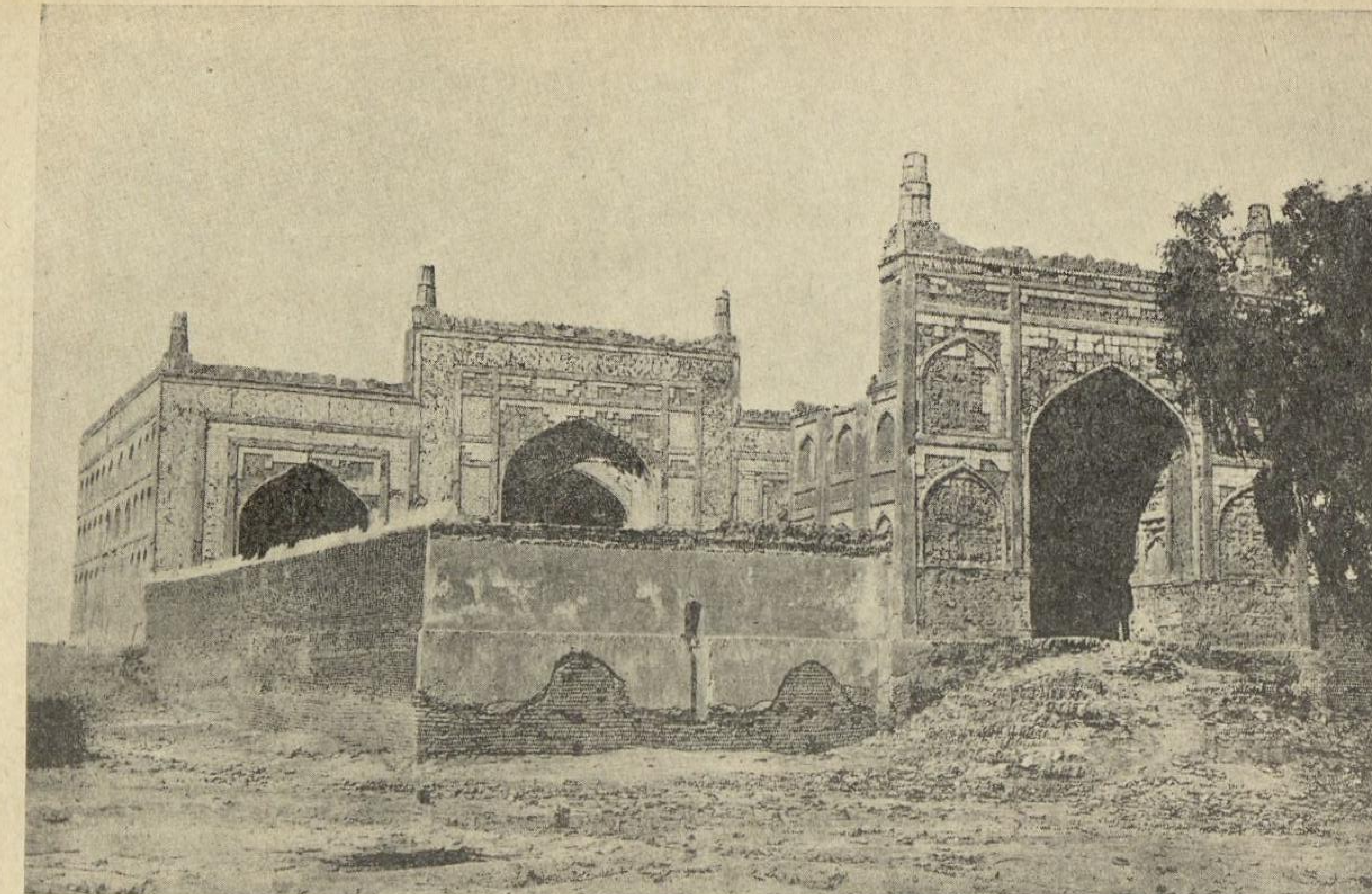


٢٧ - مزار مخدوم علامه محمد هاشم ٺٽوي — مڪلي ٺٽه ،
(از مقالات الشعرا) (متعلق ص- ٩٩٤)

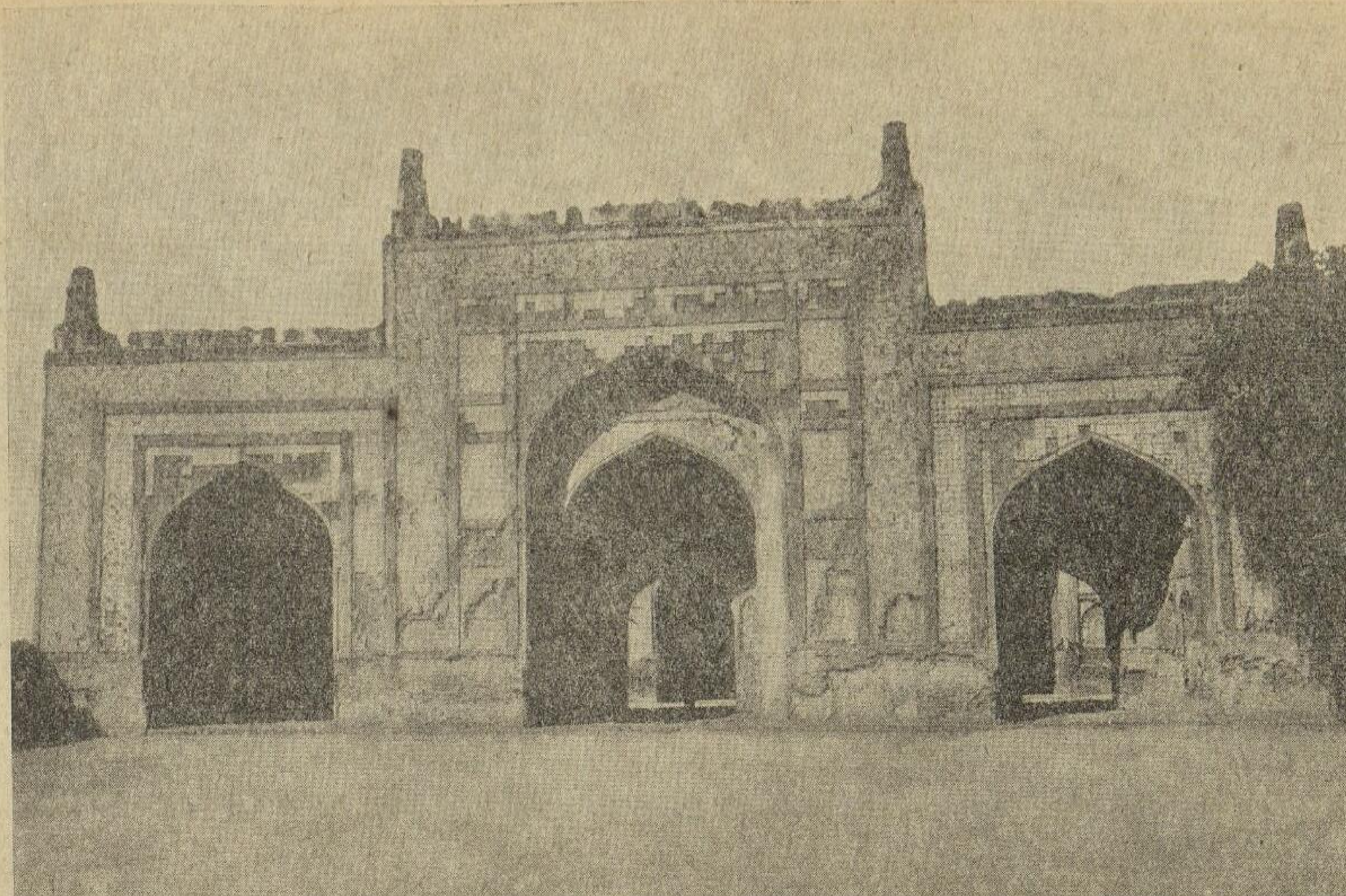


٢٨ - مقبره شاه فقير الله علوي — شڪار پور (متعلق ص- ١٠٠٢)

(بعنايت سيد حسام الدين راشدي)



۲۹ - کلہوڑوں کے دارالسلطنت خدا آباد (دادو) کی جامع مسجد — بیرونی منظر (متعلق ص- ۱۰۸۴)
(بعنایت محکمہ آثار قدیمہ، پاکستان)



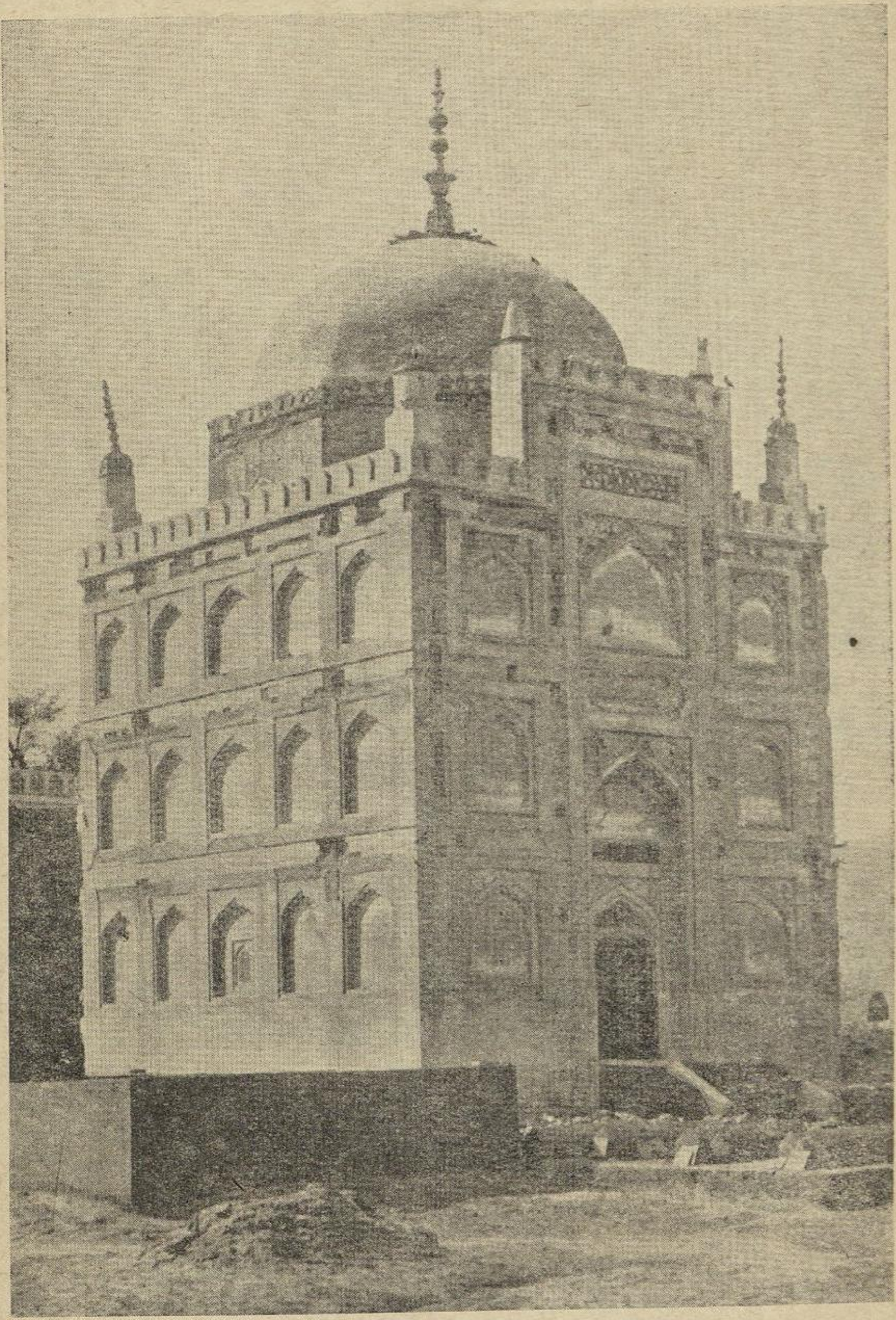
٣٠ - جامع مسجد خدا آباد (دادو) - اندورني منظر (متعلق ص ١٠٨٣)

(بعنايت محكمه آثار قديمه ، پاكستان)



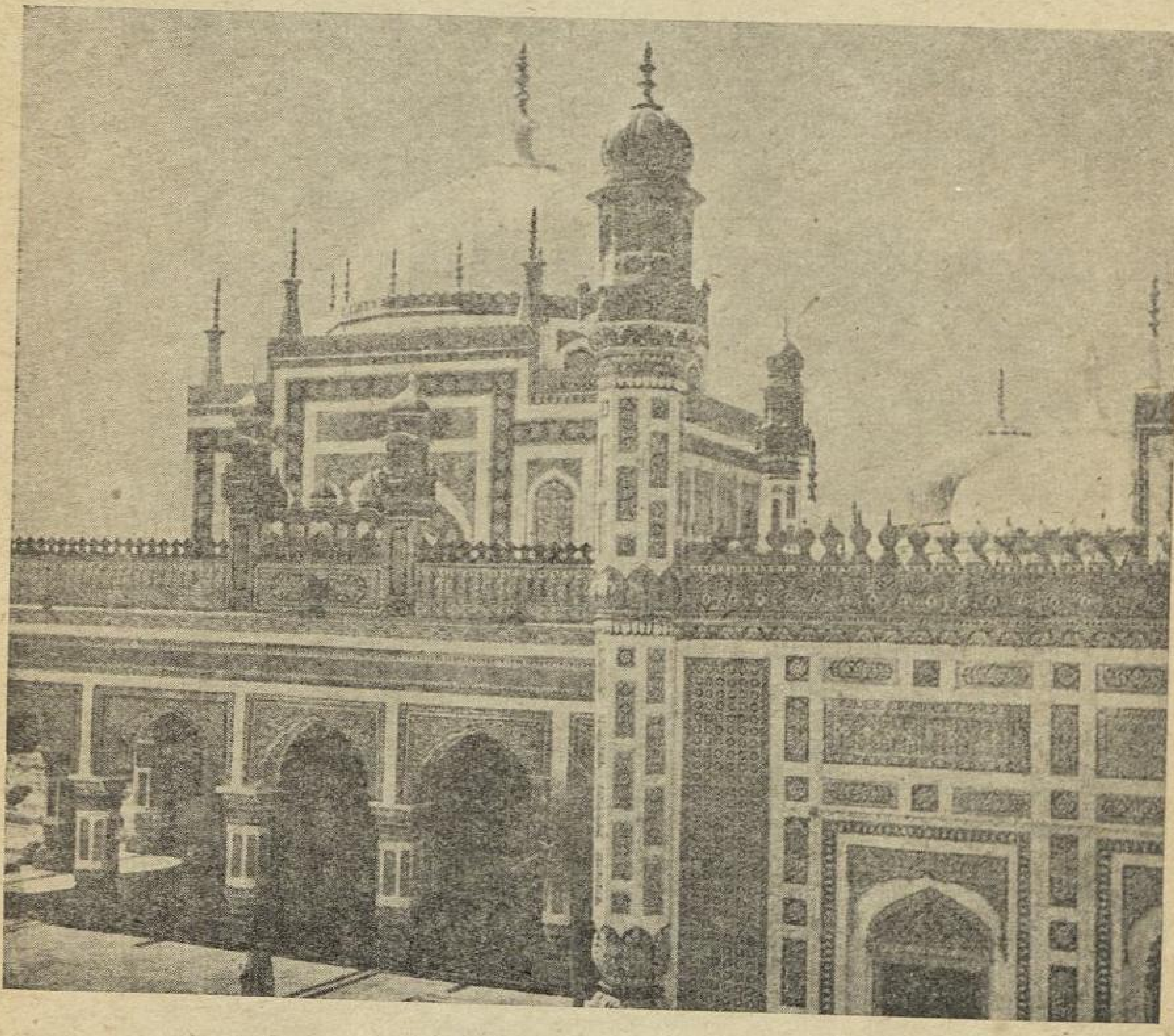
۳۱ - جامع مسجد خدا آباد (دادو) کے خوبصورت ٹائیلس

(متعلق ص - ۱۸۲)　　(Antiquities of Sind)



۳۲ - شاہ رکن کا مقبرہ — مٹیاری (متعلق ص ۱۰۸۹)

(بعنایت محکمہ آثار قدیمہ ، پاکستان)



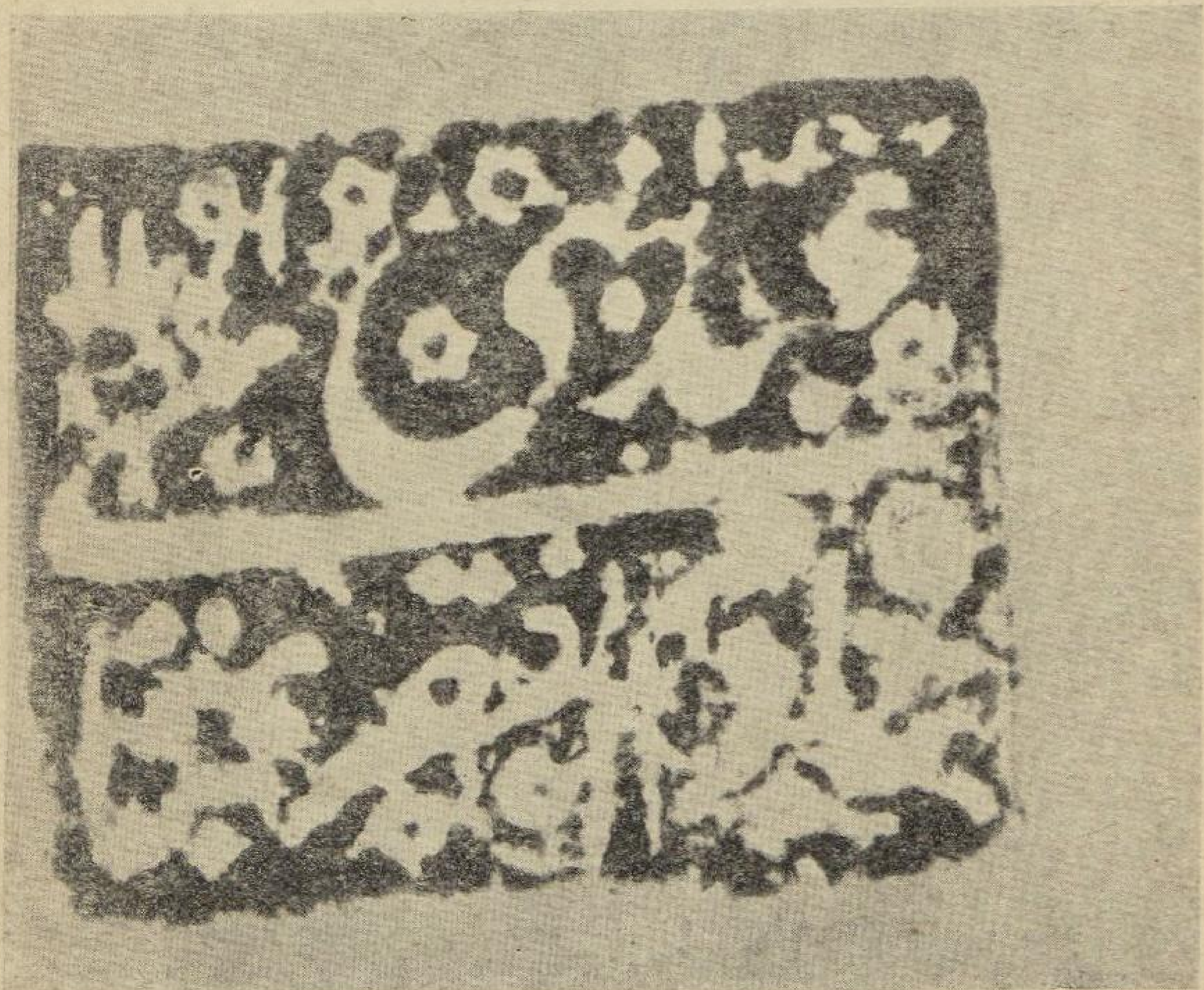
٣٣ - درگار شاه عبد اللطيف ڀٽائي (ڀٽ شاه) (متعلق ص- ١٠٨٩)



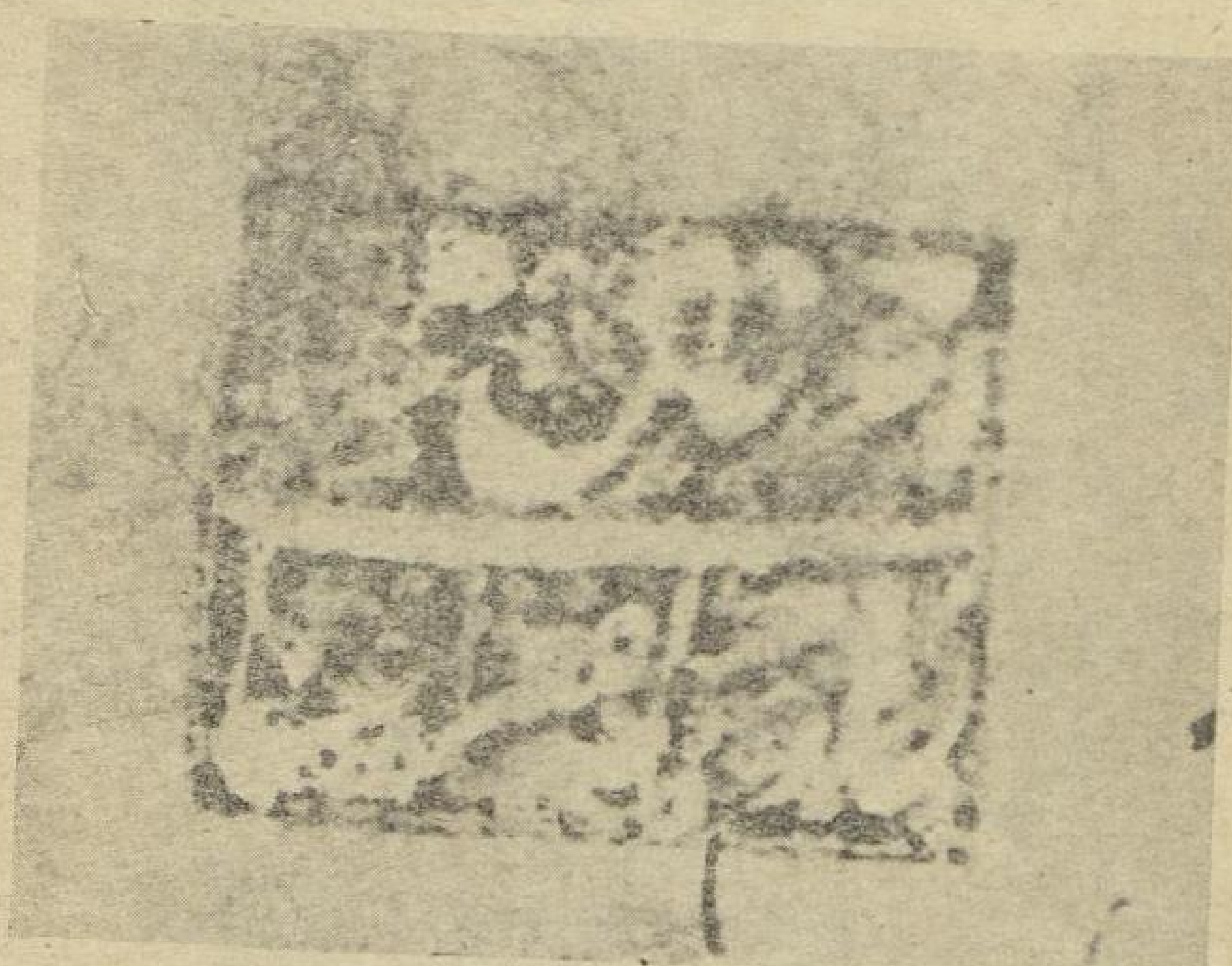
۳۴ - میاں نور محمد کی مہر (سنہ ۱۱۴۴ھ)



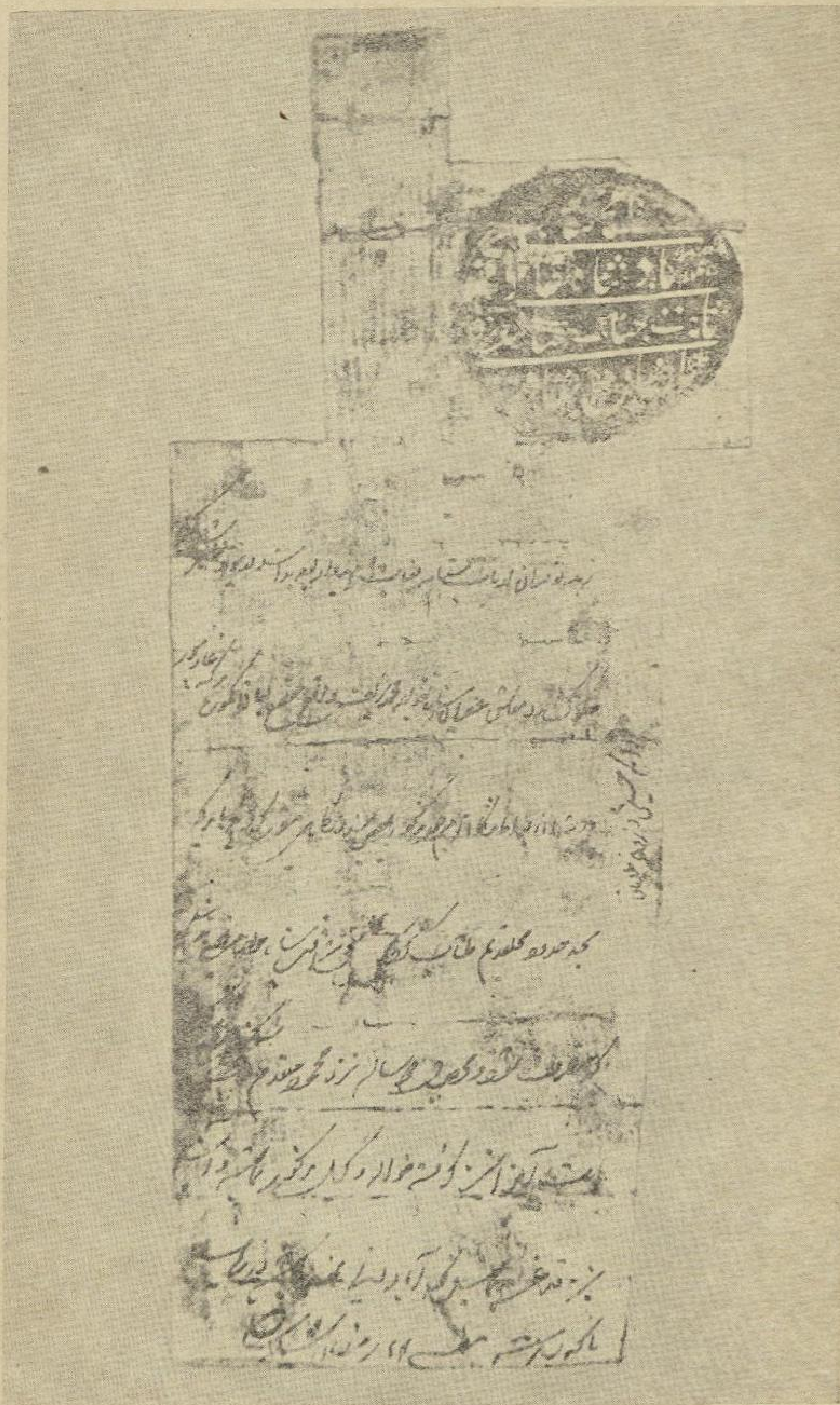
۳۵ میاں محمد سر فراز خاں کی مہر (خادم الفقراء محمد سرفراز عباسی)
(سنہ ۱۱۸۷ھ)



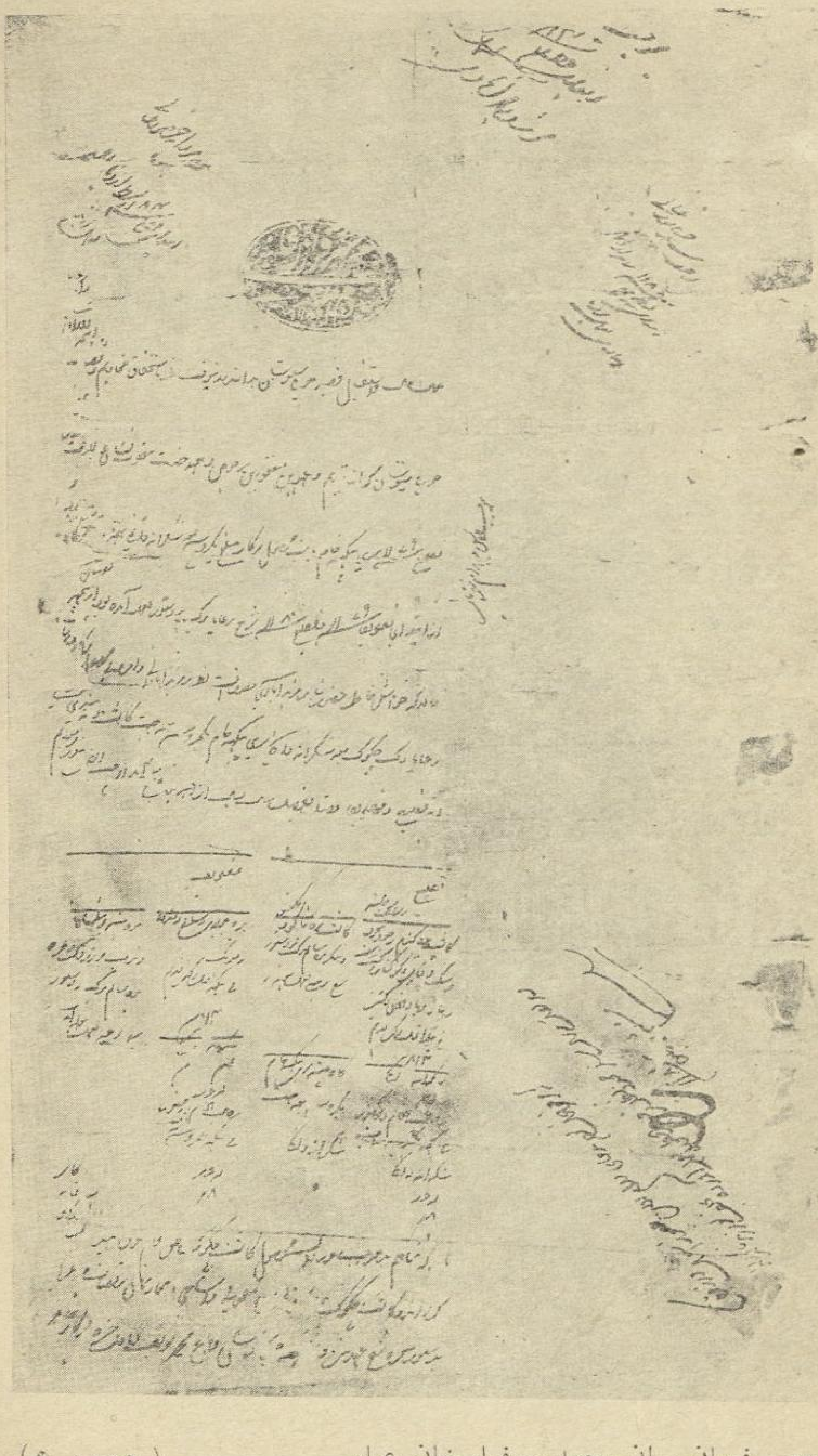
۳٦ - میاں عبد النبي کی مہر (خادم الفقرا عبدالنبي عباسي سنہ ۱۱۹۰ھ)



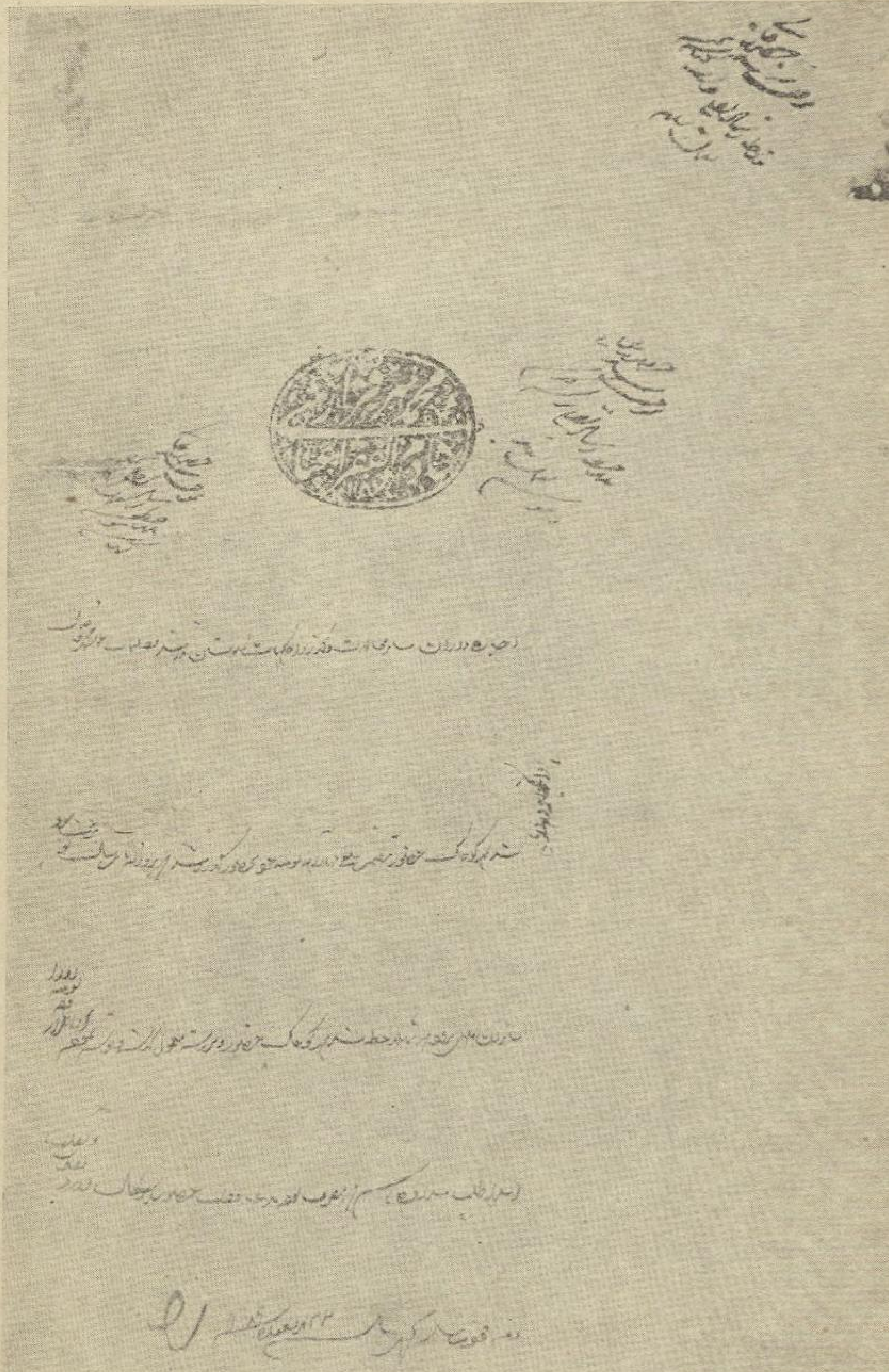
۳۷ - محمد خان کی مہر (خادم الفقرا محمد خان عباسي)



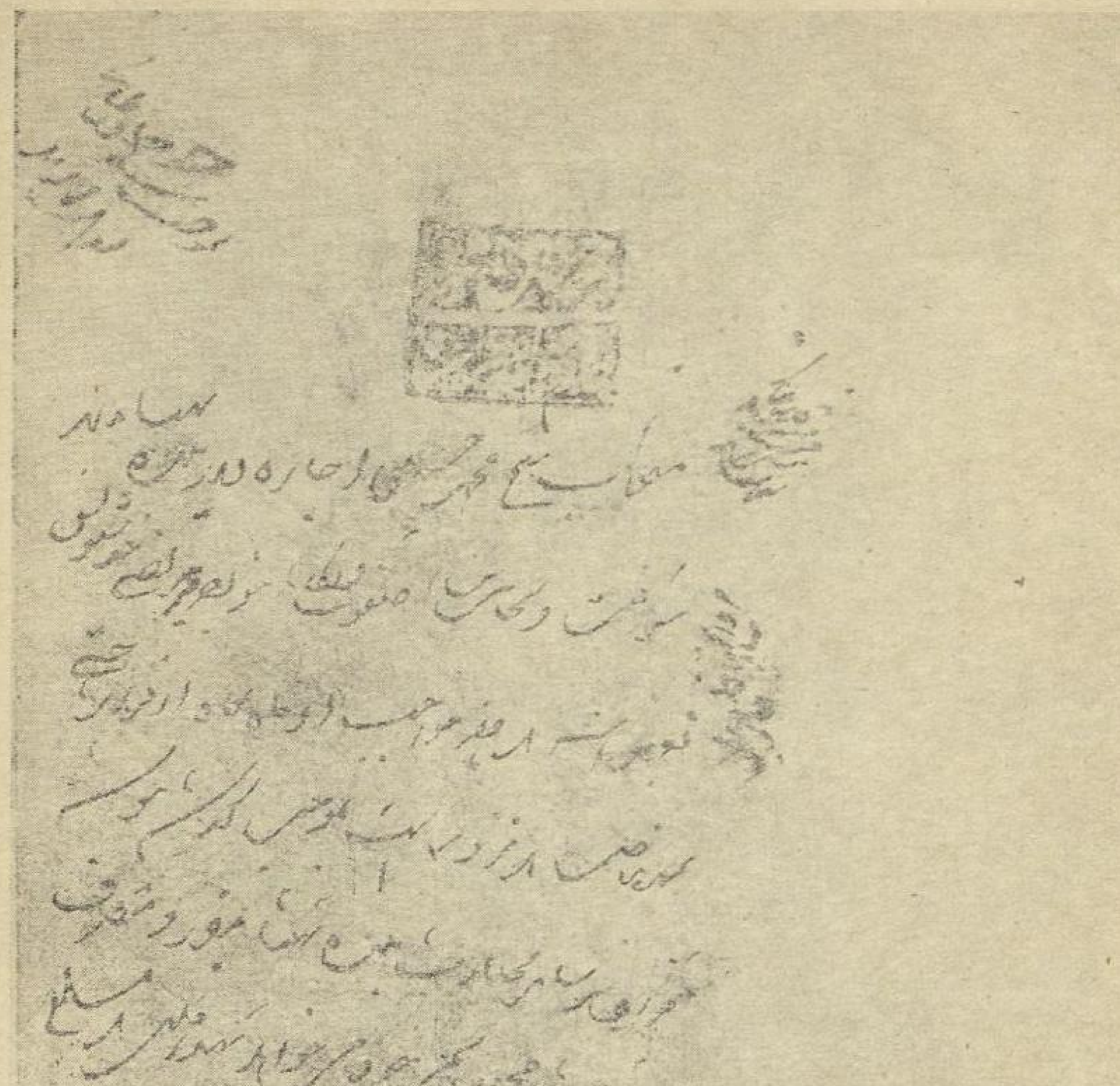
٣٨ - فرمان ميان نور محمد عباسي (٢٤ رمضان ١١٥٢ﻫ)



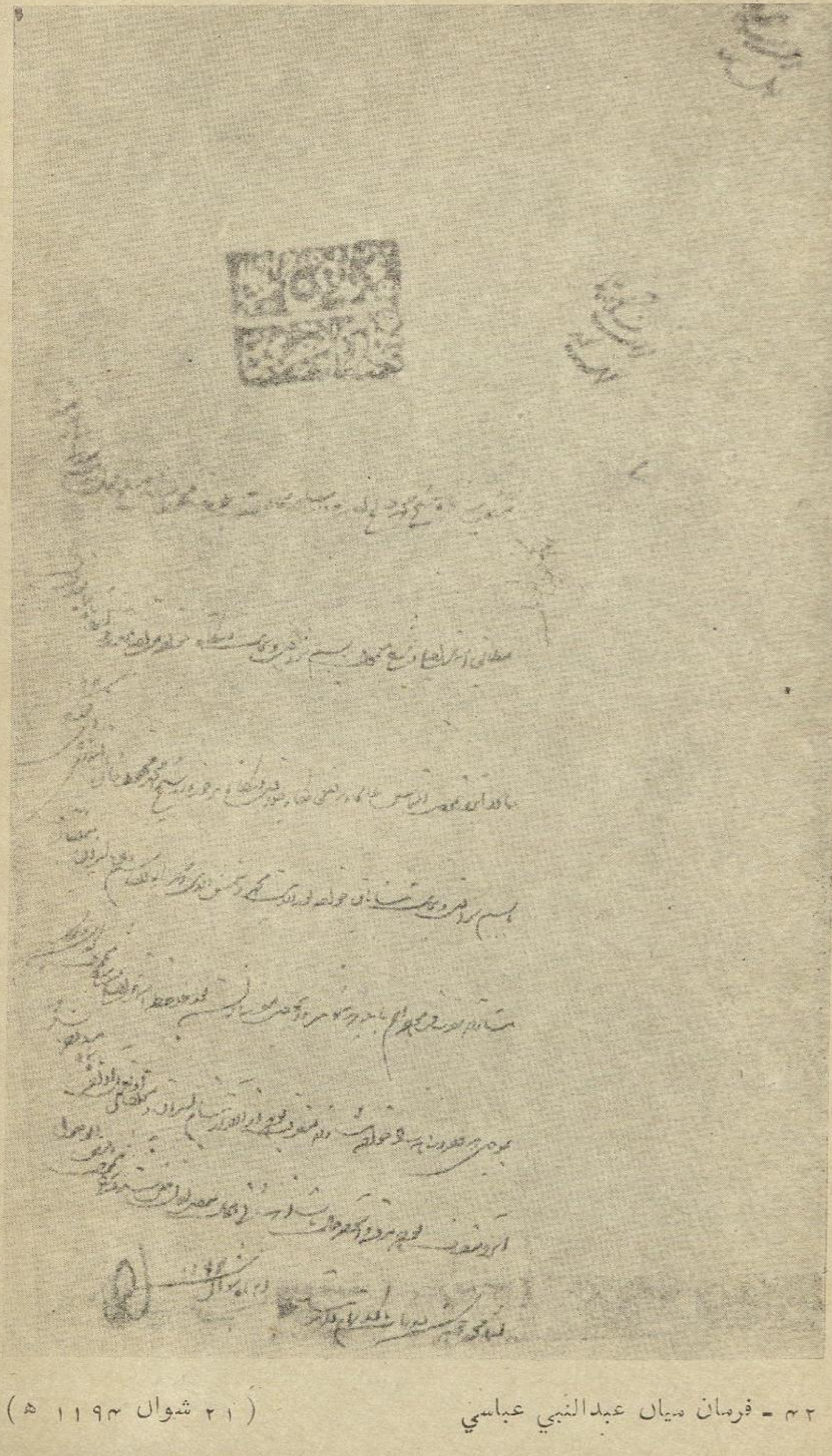
۳۹ - فرمان میان محمد سرفراز خان عباسي (۱۱۸۶ ه)



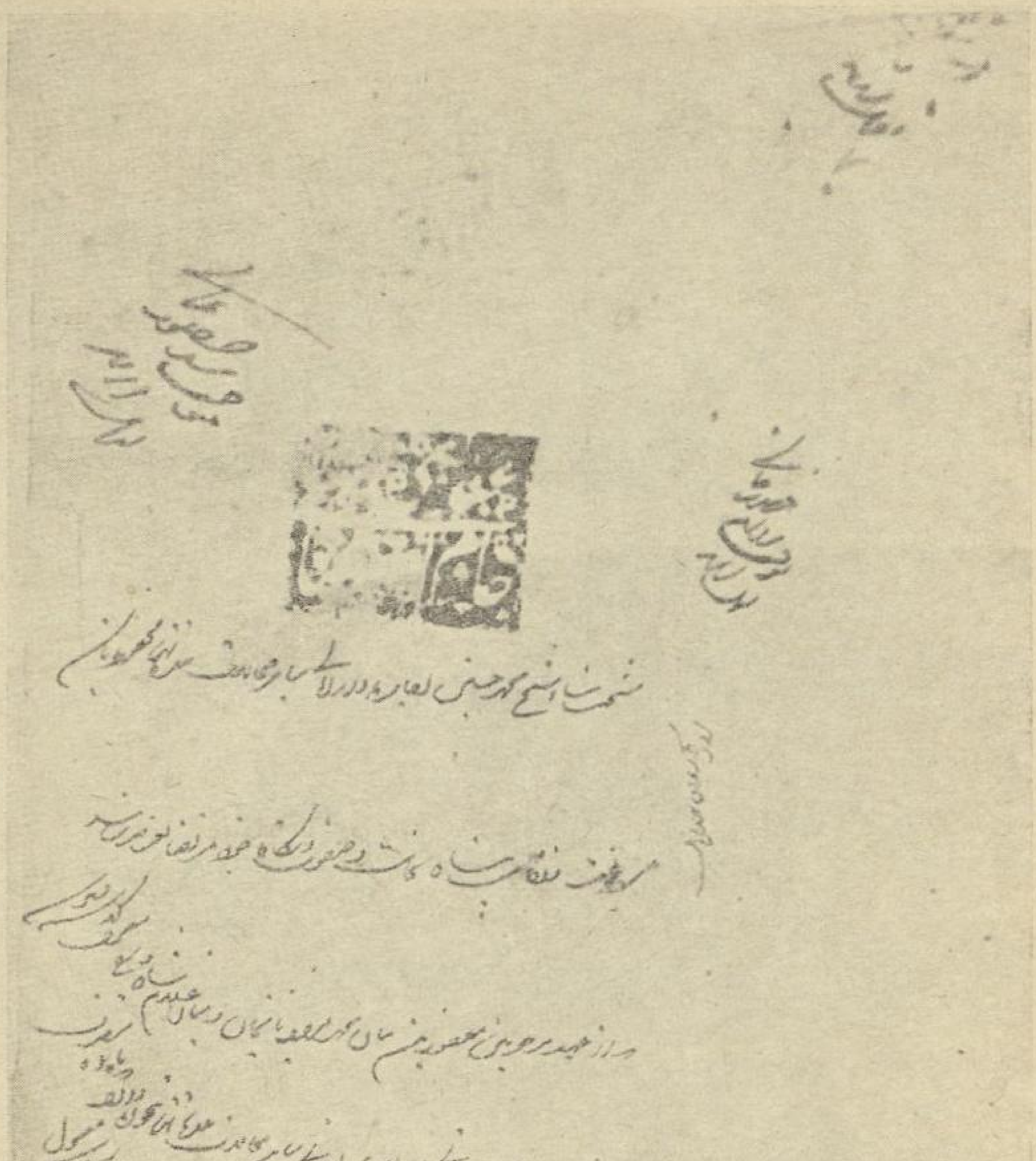
۳۰ - فرمان میان محمد سرفراز خان عباسی (۲۷ - ذي قعده ۱۱۸۹ ه)



۳۱ - فرمان میان محمد خان عباسي (۴......الثاني ۱۱۹۰ ه)



۲۴ - فرمان ميان عبدالنبي عباسي (۲۱ شوال ۱۱۹۴ ھ)



۳۴ - فرمان میان عبدالنبي عباسي (۹ - جمادي الثاني ۱۱۹۸ھ)

پہلا باب

محمد مراد یاب خاں

افراتفری کا دور: میاں نور محمد خاں سندھ کو چھوڑ کر جیسلمیر چلے گئے تو ملک میں ہر طرف افراتفری پھیل گئی۔ اور نظم و نسق کا شیرازہ درہم برہم ہو کر رہ گیا۔ نادر کے حملے کے وقت سے تیرہ چودہ برس میں یہ آفت سندھ پر کم از کم تین مرتبہ نازل ہو چکی تھی۔ اہل ملک کو جن مصیبت خیز اور ہولناک حالات سے سابقہ پڑا ہوگا ان کا صحیح اندازہ آج کون کر سکتا ہے، جبکہ اس حادثہ المیہ پر تقریباً دو سو سال گزر چکے ہیں۔ میاں صاحب غریب الوطنی میں واصل بحق ہو گئے۔ ان کے صاحبزادے اور سالار سرگرداں پھر رہے تھے حملہ آوروں کو ملک یا اس کے باشندوں سے کیا ہمدردی ہو سکتی تھی۔ ان کی غرض صرف یہ تھی کہ جس طور بھی ممکن

تصفیہ کی پابندی سے انکار کر دیا ۔ اور اسماعیل خاں کو حاکم بنا دیا ۔ وہ محمدؐ آباد پہنچا اور سید شاہ محمدؐ کو ٹھٹھہ بھیج دیا ۔ اس اثنا میں گل محمدؐ خاں مستوفی کی جانب سے صالح گماشتہ بن کر ٹھٹھہ پہنچ گیا ۔ اسماعیل خاں روپیہ وصول کرنے کی غرض سے ٹھٹھہ میں وارد ہوا تو یہاں محمدؐ صالح کو نائب بنا کر واپس چلا گیا ۔ اہل ٹھٹھہ نے آخرالذکر کے قبول سے انکار کر دیا ۔ یہ جھگڑا طے نہ ہوا تھا کہ شاہ نے محمدؐ مراد یاب خاں کی عرضداشت منظور کرلی ۔ اور سرائی سرداروں کی خواہش کے مطابق محمدؐ عطر خاں کو یرغمال میں لے کر محمدؐ مراد یاب خاں کی حکمرانی پر رضا نامہ صادر کر دیا اور اسے سر بلند خاں کا خطاب دیا (ح ۱) ۔

۲ — پوسٹنز کا بیان ھے کہ میاں نور محمدؐ خاں کی وفات پر سرداران سندھ نے محمدؐ مراد یاب خاں کو جو میاں کا فرزند اکبر تھا ، اپنا فرماں روا بنا کر حلف فرمانبرداری اٹھا لیا اور احمد شاہ بادشاہ افغانستان سے درخواست کی کہ سندھ کی حکومت مراد یاب خاں ھی کے حوالے کی جائے ۔ احمد شاہ نے اس عرضداشت کو شرف قبول بخشا اور مراد یاب خاں کو جا نشین تسلیم کرتے ہوئے شاہ نواز خاں کا خطاب عطا کیا ، اور قندھار چلا گیا (ح ۲) ۔

مسلمہ حقائق : تفصیلات میں جزوی اختلاف یا بعض امور کے تقدم و تاخر سے مندرجہ ذیل حقائق پر کوئی اثر

۱۔ "تاریخ کلھوڑہ" انگریزی ٹائپ کیا ھوا نسخہ ص ۔ ۱۲ ۔
۲۔ پوسٹنز " سندھ کے متعلق ذاتی مشاھدات " ص ۔ ۱۷۱ ۔

نہیں پڑتا :

۱ — میاں نور محمد خان کی وفات پر امرائے سندھ نے بالاتفاق محمد مراد یاب خان کو جانشین تسلیم کر لیا ۔ اس سلسلے میں انہیں جلد سے جلد فیصلہ غالباً اس وجہ سے کرنا پڑا کہ اگر وہ کسی ایک شخص کی جا نشینی پر اتفاق نہ کر لیتے تو سندھ ان کے قبضے سے نکل کر براہ راست افغانوں کے قبضے میں چلا جاتا اور معلوم ہے کہ دربار افغانستان کی طرف سے براہ راست انتظامات سنبھال لینے کا فیصلہ ہو چکا تھا ۔

۲ — مراد یاب خان پر اتفاق کر لینے کے امکانات زیادہ تھے ، اس لئے کہ وہ میاں نور محمد کا فرزند اکبر تھا اور میاں صاحب نے اپنے وصیت نامے میں اسی کی ولی عہدی کا اعلان کیا تھا ۔

۳ — صاحبزادہ محمد عطر خان کو بطور یرغمال افغانی دربار میں بھیج دیا گیا ۔

۴ — شاہ افغانستان نے مراد یاب خان کو ”سر بلند خان“ کا خطاب دیا ۔

آخر میں اتنا اور عرض کر دینا چاہیے کہ مراد یاب خان کے لئے سند ریاست حاصل کرنے کے ضمن میں سابقہ خراج پر اضافہ قبول کیا گیا تھا ۔ ”تحفۃ الکرام“ میں واضح طور پر مرقوم ہے، کہ محمد عطر خان کو یرغمال میں دینے کے علاوہ ”قبول اضافہ بر پیشکش معمولی“ کی بنا پر سند حاصل کی گئی تھی (حـ ۱) ۔

۱ - ” تحفۃ الکرام “ جلد سوم ص ۱۱۲ -

مراد آباد میں رسم جلوس: بہر حال شاہ نے محمد مراد یاب خاں کی جا نشینی تسلیم کر لی تو وہ امراء کو لے کر عمر کوٹ سے نصر پور کی طرف روانہ ہوا۔ کار پردازوں نے حسب الحکم پہلے نصر پور میں پہنچ کر مناسب مقام پر خیمے لگا دئے۔ وہیں باقاعدہ جلوس کی رسم ادا ہوئی۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس جگہ خاصی دیر تک قیام رہا اور وہاں "مراد آباد" کے نام سے نیا شہر آباد ہو گیا۔ محرم ۱۱۷۱ھ (ستمبر ۱۷۵۷ء) میں دریا نے اس شہر کو گھیرے میں لے لیا اور وہ برباد ہو گیا۔ اب اس کا کوئی نشان موجود نہیں (حـ ۱)۔ ھیگ نے لکھا ہے کہ مراد یاب خاں اور اس کے دونوں بیٹے مراد آباد کی بربادی کے وقت کشتی میں بیٹھ کر بچ نکلے۔ مراد یاب خاں نے پرگنہ مکرنڈ کے مشرقی حصے میں احمد آباد نام کا ایک نیا شہر آباد کیا (حـ ۲)۔

جلوس کی تاریخیں: اس موقع پر جلوس کی متعدد تاریخیں کہی گئیں۔ جن میں سے بعض ذیل میں درج ہیں:

۱۔ میر ابوالقاسم سراج الدین محمد المتخلص بہ قاسم:

— اِن فضلہٗ کانَ علیکَ (حـ ۳) ۱۱۶۷ھ۔

۱۔ "تحفۃ الکرام" جلد سوم ص ۱۱۳۔

۲۔ "دی انڈس ڈیلٹا کنٹری" ص ۱۲۰۔ دوسرے بیانات سے معلوم ہوتا ہے کہ مراد آباد میاں غلام شاہ کے عہد میں برباد ہوا تھا اور میاں صاحب نے اس کے بعد اللہ آباد آباد کیا تھا۔

۳۔ "مقالات الشعرا" قلمی نسخہ ص ۲۳۸۔

۲—میر علی شیر قانع:

هزار و صد و پنجه و هفده بالا
بداں روز اسعد جلوس معلا (حـ ۱)

۳—قانع نے میر ابوالقاسم "قاسم،، کے حالات میں لکھا ھے کہ میں نے میاں محمدؐ مراد یاب خاں کے جلوس پر اکیس شعر نعت میں لکھے۔ ان کی کیفیت یہ تھی:

(ا) ھر شعر کے ھر مصرع سے جلوس کی تاریخ نکلتی تھی۔

(ب) ھر شعر کے نقطہ دار اور بے نقطہ حروف جمع کرنے سے تاریخیں نکلتی تھیں۔

(ج) مصرع اول کے بے نقطہ حروف کو مصرع ثانی کے بے نقطہ حروف میں ملا دینے سے تاریخیں نکلتی تھیں اور یہ طریق انضمام ھر مصرعے کے بے نقطہ حروف کو دوسرے مصرعوں کے بے نقطہ حروف کے ساتھ ملا دینے سے یکساں نتیجہ پیدا ھوتا تھا۔ اور نقطہ دار حروف کے اعداد جمع کرنے سے بھی یہی نتیجہ نکلتا تھا۔ غرض اس اکیس شعر کی نظم سے بطریق ضرب تین ھزار چھیاسٹھ ۳۰۶۶ تاریخیں نکلتی تھیں (حـ ۲)۔ افسوس کہ قانع نے نہ یہ نظم اور نہ اس کا کوئی شعر درج کیا۔

جام ککرالہ سے لڑائیاں: ۱۱۶۷ھ کے اواخر (۱۷۵۴ء

۱۔ "مقالات الشعرا" قلمی نسخہ ص۔ ۱۸۵۔
۲۔ "مقالات الشعرا" قلمی نسخہ ص۔ ۲۳۷۔

کا ربع چہارم) میں جام ککرالہ سے لڑائیاں شروع ہو گئیں - ککرالہ کے مسند نشین تقریباً ہر دور اور ہر عہد میں سرکشی پر آمادہ رہے - ان سے بارہا لڑائیاں ہوئیں - وہ شکستیں کھاتے اور نقصان اٹھا کر گردن اطاعت جھکا دیتے - جب ذرا سا موقع پاتے تو پھر رزم و پیکار شروع کر دیتے - افغانی یورش نے سندھ کے انتظامات کو تہ و بالا کر دیا تو جام نے بے تکلف سرکشی پر کمر باندھ لی - ان لڑائیوں کی تفصیل معلوم نہ ہو سکی - ''تحفۃ الکرام،، میں صرف یہ بتایا گیا ہے :

در پایان آن سال (۱۱۶۷) متوجہ مہم جام ککرالہ شدہ بتدابیر صائبہ و محاربات مناسبہ کر و فر کلئی وے را شکستہ از کوداریہ بہ دیرہ نشاندہ و زمین خور و اوچتہ و لنجاری و میران و گہجہ بہ قبض آوردہ گہجہ را ارمادگاہ مقرر فرمود - و ہر یک جا را بہ قلعہ جات متین محکمی داد (حـ ۱) -

۱۱۶۷ھ کے آخر میں جام ککرالہ کی مہم پر متوجہ ہوا پختہ تدبیروں اور مناسب جنگوں سے جام کے کر و فر کو بالکل ختم کر دیا اور اسے کوداریہ سے اٹھا کر ڈیرہ میں بٹھایا - اس ضمن میں خور، اوچتہ، لنجاری، گہجہ اور میران کی زمینوں پر قبضہ ہوا - اور گہجہ کو ذخیرہ گاہ بنایا - اور ان تمام مقامات میں مضبوط قلعے تعمیر کرا کے حفاظتی نقطۂ نگاہ سے انہیں مستحکم کر دیا -

سیٹن کا بیان ہے کہ مراد یاب خاں نے متعدد

۱- ''تحفۃ الکرام'' جلد سوم ص- ۱۱۲ -

لڑائیوں کے بعد جام کی فوجوں کو شکست دے کر منتشر کر دیا اور وہ کوداریہ کو چھوڑ کر ڈیرہ میں جا بیٹھا - مراد یاب خاں نے جیت ، لنکر ، پیراں ، کدگی وغیرہ کی زمینیں لے لیں اور حکم دیا کہ ھیہنی میں بیڑے کے رکھنے کا بندوبست کیا جائے (حـ ۱) -

ابتری کا نیا دور: جام ککرالہ کی مہم مراد یاب خاں کی حکومت کے پہلے سال میں کامیابی سے پایۂ اتمام کو پہنچی - اس کے بعد دو سال تک نظم و نسق حکومت بڑی اچھی طرح جاری رہا اور رعایا کی بہبود کے کاروبار میں کوئی خلل واقع نہ ہوا - لیکن چوتھے سال (۱۱۷۰ھ) پھر امن و اصلاح کی فضا میں ابتری کی بجلیاں کوندنے لگیں (حـ ۲) -

اس ابتری کے اسباب و عوامل کی کیفیت کسی نے بیان نہیں کی - آپ اوپر پڑھ چکے ہیں کہ محمد مراد یاب خاں ۱۱۶۳ھ میں مسقط سے آیا تھا تو میاں نور محمد خاں نے انتظامی کاروبار اس کے حوالے کر دیا تھا لیکن چونکہ صاحبزادے سے یہ کاروبار بطریق احسن نہ چل سکا - اس لئے میاں صاحب نے دفتر و دیوان اس سے واپس لے لیا (حـ ۳) -

---

۱- ”تاریخ کلہوڑا“ انگریزی صـ ۱۲ مقامات کے نام اس میں یوں لکھے ھیں :—

Linkar-Jeet, Hehenchee, cudgee Piran.

۲- ” تحفۃ الکرام “ جلد سوم صـ ۱۱۲ -

۳- ” تحفۃ الکرام جلد سوم صـ ۱۱۱ میں ۱۱۷۰ھ اس لئے لکھا کہ ۱۱۶۷ھ میں ککرالہ کی مہم ختم ھوئی، ۱۱۶۸ھ اور ۱۱۶۹ھ کاروبار جاری رھا، ۱۱۷۰ھ ھی میں ابتری پیدا ھوئی اور یہ مراد یاب خاں کی حکومت کا چوتھا سال تھا -

پھر کیا یہ سمجھنا چاھیے کہ محمد مراد یاب خاں ملک داری کا اھل ھی نہ تھا ؟ اگر واقعہ یہی تھا تو میاں نور محمد خاں جیسا حق شناس ، خدا ترس ، دور اندیش اور مدبر آدمی مراد یاب خاں کو ولی عہدی پر قطعاً بحال نہ رکھتا - یہ امر بعید از قیاس ھے کہ میاں صاحب نے صرف فرزند اکبر کی محبت کے جوش میں ملک کی بہبود کو خطرے میں ڈالنا گوارا کیا ھو ، جس سے خود کلھوڑہ خاندان کی حکومت بھی قائم نہ رہ سکتی تھی - یہ بھی ظاھر ھے کہ میاں صاحب کے مشیروں میں اعلیٰ درجے کے مدبر اور مآل اندیش اصحاب موجود تھے ، جو دو پشتوں سے حرب و سیاست کے ھر دائرے میں بہترین کارنامے انجام دے کر اپنی عظمت کا سکہ بٹھا چکے تھے - وہ لوگ نہ مراد یاب خاں کی ولیعہدی پر خاموش رہ سکتے تھے اور نہ میاں صاحب کی وفات کے بعد بالاتفاق احمد شاہ ابدالی سے مراد یاب خاں کے لئے سند ریاست کی درخواست کر سکتے - تھے نیز اگر مراد یاب خاں ایسا ھی نا اھل تھا جیسا " تحفۃ الکرام " کے محولہ بالا بیان سے ظاھر ھوتا ھے - تو وہ تین برس تک حکومت کو اچھے رنگ میں کبھی نہ چلا سکتا اور پہلے ھی سال پورے سلسلۂ نظم کو درھم برھم کر ڈالتا -

اصلی سبب: صاحب " تحفۃ الکرام " ھی نے دوسری جگہ لکھا ھے :

> سرداران سرائی و عموم رعایا را بیازرد و چوں از دست تسلط چا پار شاھی بہ تنگ آمدہ بود ، خیال بستہ کہ ملک را پاک رفتہ گوشہ گیر گردد (حـ ۱) -

---

۱- " تحفۃ الکرام " جلد سوم ص- ۱۱۲ -

(مراد یاب خاں) نے تمام رعایا اور سرائی سرداروں کو آزردہ کر دیا حقیقت یہ ہے کہ وہ احمد شاہ ابدالی کے کارندوں کے ہاتھوں تنگ آ چکا تھا اور اس نے ارادہ کر لیا تھا کہ ملک کا مال سمیٹ کر گوشہ گیر ہو جائے۔

یہ سبب بداہۃً معقول اور قرین یقین معلوم ہوتا ہے۔ غور کرنا چاہیے کہ ۱۷۴۰ء میں نادر نے سندھ کو لوٹا اور میاں نور محمد خاں نے پینتیس چھتیس برس میں ملکی انتظام سے جو کچھ بچایا تھا وہ سب اٹھا کر لے گیا۔ ابھی نظم و نسق کا نقشہ از سر نو جمنے نہ پایا تھا کہ افغانوں کا سیل سندھ پر چڑھ آیا اور ملک دوبارہ غارت گری کا ہدف بنا۔ خراج کی ایک بہت بڑی رقم نادر شاہ کے زمانے میں مقرر ہو چکی تھی۔ اسی کا انتظام آسان نہ تھا۔ پھر مراد یاب خاں کے لئے سند لیتے وقت رقم میں اضافہ قبول کیا گیا۔ وقتاً فوقتاً مزید مطالبات بھی پیش ہوتے رہتے ہوں گے۔ سندھ کا حکمران در اصل حکمران نہ رہا تھا۔ بلکہ اجنبیوں کے لئے طول و عرض ملک سے روپیہ فراہم کرنے کا گماشتہ بن کر رہ گیا تھا۔ اس صورت حال کو نہ محمد مراد یاب خاں برداشت کر سکتا تھا اور نہ وہ سرائی سردار اسے پسندیدگی کی نگاہوں سے دیکھ سکتے تھے جو میاں نور محمد خاں کے زمانے سے ملک کی تعمیر اور نظام حکومت کے استحکام میں جانیں لڑاتے رہے تھے۔ اغلب ہے ان حالات نے محمد مراد یاب خاں کو حکومت سے بیزار کر دیا ہو اور وہ ملک کو چھوڑ کر باہر نکل جانے کے لئے تیار ہو گیا ہو۔ اور یہ بھی اغلب ہے کہ فراہمی زر و مال کے لئے بار بار تقاضے سرداروں اور رعایا کے لئے آزردگی کا باعث بن گئے ہوں۔ تقاضوں پر

مراد یاب خاں مجبور تھا کہ اس کے بغیر افغانوں کے مطالبات پورے نہ ہو سکتے تھے - اور اس کے بغیر امن کا سانس لینے کی کوئی صورت پیدا نہ ہو سکتی تھی -

خویش و اجنبی کا فرق: اس واقعہ کو سامنے رکھ کر ٹھنڈے دل سے غور کیا جائے تو حکمرانی میں اجنبی اور غیر اجنبی کا فرق روز روشن کا طرح عیاں ہوسکتا ھے - اھل سندھ کے لئے مغلوں کی حکومت بھی ان معنوں میں اجنبی حکومت تھیَ کہ اس کے کارندوں کی اصل غرض فراھمی زر و مال کے سوا کچھ نہ تھی - لیکن یہ حقیقت بے تامل تسلیم کرلینی چاھیے کہ مغلوں نے سندھ پر مالایطاق بوجھ کبھی نہ ڈالا اور اچھے حکمرانوں کے زمانے میں سندھیوں کی بہبود کے لئے بھی کام ھوتا رھا - مثلاً مفید صنعتیں جاری ھوئیں - تجارت کو فروغ ملا - زراعت کی حالت بہتر ھوئی - نادر شاہ کو اھل سندھ کی بھلائی سے کوئی سروکار نہ تھا - وہ صرف یہ چاھتا تھا کہ بیس بائیس لاکھ روپے کی رقم سالانہ اسے پہنچتی رھے اگرچہ سرزمین سندھ کا ایک ایک فرد بھیک مانگنے کا تھیلا لے کر زمین کا گز بن جائے - افغانوں کی نوبت آئی تو وہ نادر شاہ کو بڑی منزلوں پیچھے چھوڑ گئے - آج ان حالات کو پیش نظر رکھ کر انسان فیصلہ کرنے بیٹھے تو حیران رہ جاتا ھے کہ آخر ان لوگوں کا تصور حکومت کس درجہ عجیب و غریب تھا کہ وہ ملکی وسائل، اھل ملک کی آسائش اور انتظام کی اطمینان بخشیوں سے سراسر بے پروا تھے - گائے بھینس کا دودھ نکالنے والے، جانوروں کو کھلائیں پلائیں نہیں اور ان کا پیٹ نہ بھریں تو و دودھ کیسے دیں؟ لیکن اجنبی حکمرانوں کی یہ حالت تھی کہ سب

کچھ خود سمیٹنے کے درپے تھے اور اس امر کا انھیں قطعاً خیال نہ تھا کہ انجام کار ملک، اہل ملک اور ذمہ داران نظم کا کیا حال ہوگا۔

محمد مراد یاب خاں اہل ملک سے رقمیں نہ لیتا تو بالا دست قوت کے مطالبے کیسے پورے ہوتے؟ ان مطالبوں کو پورا کرنے کے لئے اہل ملک اور ذمہ داران نظم کی ناراضی مول لئے بغیر چارہ نہ تھا انھیں حالات نے اس غریب کو حکومت سے بیزار کردیا۔

سب کچھ سمیٹ لینے کا خیال: البتہ ایک بات دل میں کھٹکتی ہے اور وہ یہ کہ اگر محمد مراد یاب خاں نظم حکومت کو اطمینان بخش طریق پر چلا نہ سکتا تھا تو سب کچھ چھوڑ کر الگ ہو جاتا۔ ملک میں وہ رہ نہ سکتا تھا۔ والیٔ مسقط سے اس کے دوستانہ تعلقات تھے، وہاں چلا جاتا۔ لیکن ملک کی دولت سمیٹ لے جانے کے لئے اس کے پاس کون سی وجہ جواز تھی؟ اس کا کوئی اطمینان بخش جواب نہیں دیا جا سکتا۔ زیادہ سے زیادہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ وہ مسقط میں رہتا تو گزارہ کیوں کر ہوتا۔ اس اقدام سے اہل ملک کے لئے یقیناً مزید مصیبتوں کا طوفان کھڑا ہو گیا، لیکن سمجھا جاسکتا ہے کہ مراد یاب خاں کے تصورات خیر و شر اس زمانے کے عام لوگوں سے کچھ زیادہ مختلف نہ تھے اور اسے خدمت ملک و ملت کے سلسلے میں وہ پایہ اور وہ رتبہ حاصل نہ تھا جس پر اس کے والد ماجد اور جد امجد فائز تھے۔

مسقط جانے کی تیاری: ''تحفۃ الکرام،، کا بیان ہے کہ

محمد مراد یاب خاں نے مسقط جانے کی تیاری کرلی اور اپنا خزانہ پیشتر جہاز کے ذریعے سے مسقط بھیج دیا۔ (ح ۱) ۱۱۷۰ھ کے اواخر میں میاں نے بھی رونگی کا پختہ ارادہ کرلیا اور جام ککرالہ کے علاقے کی طرف پیش قدمی کی۔ خواهش یه تھی، که جام کو ختم کر کے اس کے علاقے کا تمام مال و متاع لوٹ کر ساتھ لے لیا جائے۔ سرائی سرداروں نے جام مذکور سے صلح کرتے وقت پابندی عهد کے لئے قران پر حلف اٹھایا تھا۔ انھیں یه مناسب معلوم نه هوا که ایسے موکد حلف کو توڑ کر خواه مخواه جام کے علاقے پر حمله آور هوں، درآنحالیکه اس کی طرف سے نقص عهد کی کوئی حرکت نه هوئی تھی۔

مراد یاب خاں کی معزولی:

۱۳ ذی الحجه ۱۱۷۰ھ (۲۹ اگست ۱۷۵۷ء) کو سرداروں نے جتھا بنا کر راتوں رات محمد مراد یاب خاں کی حویلی کو گھیرے میں لے لیا۔ صبح کے وقت اسے اور بعض دوسرے لوگوں کو، جو اس کے ساتھ تھے، گرفتار کرلیا اور اس کے بھائی میاں غلام شاہ خاں کو حکمرانی کی مسند پر بٹھا دیا۔ میاں نور محمد خاں کی وفات کے وقت سے معزولی تک میاں مراد یاب خاں کی مدت حکومت پونے چار سال بنتی هے (ح ۲)۔ کسی نے اس

۱۔ میاں غلام شاہ خاں کے زمانے میں یه خزانه یا اس کا بڑا حصه مسقط سے واپس منگوالیا گیا تھا، جیسا که آگے چل کر معلوم هوگا۔

۱۔ ''جواهر عباسیه'' کا بیان هے که محمد مراد یاب خاں نے پانچ سال حکومت کی۔ یه غلط هے۔ یه بھی لکھا هے که سلطنت کے ارکان میاں صاحب کی بد مزاجی کے باعث رنجیده هوگئے اس لئے قید میں ڈال دیا (ص۔ ۱۹۱)۔

واقعے کی تاریخ ''گرفتاری مراد یاب،، (مرادیاب کی گرفتاری) سے نکالی - اس ٹکڑے کے عدد ۱۱۶۹ بنتے ھیں - صحیح تاریخ ۱۱۷۰ھ ھے بال چند آزاد نے مراد یاب کی معزولی اور غلام شاہ کے جلوس کی تاریخ بہ تعمیہ اس شعر سے نکالی:

بنشست غلام شاہ بر مسند جاہ
برخاست مراد یاب نومید بہ آہ (حـ ۱)

''فتح نامہ'' کا بیان: صاحب ''فتح نامہ،، نے میاں محمد مراد یاب خاں کے حالات یوں لکھے ھیں:

محمد مراد آں مہیں پور او
بجائش نشستہ بدستور او

(محمد مراد جو میاں نور محمد کا بڑا بیٹا تھا، دستور کے مطابق میاں صاحب مرحوم کا جانشین مقرر ھوا)

وے چوں اولوالعزم و غازی نبود
ز اوضاع او میر راضی نبود

(لیکن چونکہ وہ صاحب عزم اور غازی نہ تھا، اس وجہ سے میر (بہرام) کو اس کے طریقے پسند نہ تھے)-

نہ مرد آزما بود و نے مرد جو
نہ درد آزما بود و نے درد جو

(نہ وہ مرد آزما تھا اور نہ اسے مردوں کی طلب تھی - نہ اس نے دکھ اٹھایا اور نہ ھی دکھ اٹھانے کے لئے تیار تھا) -

---

۱- ''مقالات الشعراء'' قلمی نسخہ صـ ۵۵ -

مے و مطرب و لولیش یار بود
شب و روز او صرف ایں کار بود

(شراب، گویے اور طوائفیں اس کی یار تھیں - اس کے رات دن انھیں کاموں میں بسر ہوتے تھے)

نہ کار آزمایاں برش باریاب
نہ حاجت وراں از درش کار یاب

(نہ تجربہ کاروں کو اس کے ھاں بار ملتا تھا - نہ حاجت مند اس کے دروازے سے کامیاب ہوتے تھے)

ھماں راہ رفتند عمّال ملک
زبوں گشت ازدست شاں حال ملک

(ملک کے کارکن بھی سب کے سب اسی راہ پر چلنے لگے تھے - اور ان کے ھاتھوں ملک کا حال ابتر ھو گیا)

بریں وضع چوں خلق آزردہ حال
بنالید از غفلت او دو سال

سراں بر در میر حاضر شدند
دریں امر باھم مشاور شدند

(اس حالت میں آزردہ حال رعایا دو سال تک اس کی غفلت سے نالاں رھی - پھر بڑے بڑے لوگ میر (بہرام) کے دروازے پر حاضر ھوئے اور اس معاملے میں باھم مشورہ کیا)

چوں بے چارہ گشتند شاں نا گزیر
بہ فرمودۂ میر روشن ضمیر

اخش آں کہ مہر از براد ر نداشت
زبے قدریش قدر چاکر نداشت
نشاندند بر مسندِ سروری
فزودش خدا پایۂ برتری

(جب ان لوگوں کو اور کوئی چارہ کار نظر نہ آیا تو میر بہرام کے فرمان کے مطابق محمدؐ مراد یاب کے بھائی کو سرداری کی مسند پر بٹھا دیا گیا اور یوں خدا نے اس کی برتری کا پایہ بلند کر دیا۔ (یہ وہی بھائی تھا) جس سے محمدؐ مراد یاب کو کوئی محبت نہ تھی بلکہ بے قدری کے باعث اس کی نظروں میں اسے نوکر کا درجہ بھی حاصل نہ تھا) (ح ۱)

سیٹن کا پیش کردہ نقشہ: ڈیوڈ سیٹن کا بیان اگرچہ بظاہر ''تحفۃ الکرام'' سے ماخوذ معلوم ہوتا ہے۔ لیکن اسے پیش کردینا نا مناسب نہ ہوگا۔ وہ لکھتا ہے کہ مہم ککرالہ کے دو برس بعد تک مراد یاب خاں نے اچھی طرح حکومت کی۔ چوتھے سال اس نے طریقِ کار بدل لیا۔ اور وہ سرائیوں نیز اکابر پر سختیاں کرنے لگا۔ وہ لوگ متنفر ہوگئے۔ مراد یاب نے یہ تجویز سوچی کہ ملک کا سارا مال لے کر نکل جائے۔ اس تجویز کے مطابق اس نے اپنا خزانہ مسقط بھیج دیا۔ اور فوج لے کر جام ککرالہ کے ملک پر تصرف کے لئے بڑھا، جو اس کے راستے میں پڑتا تھا۔ سرائی سردار جام کے ساتھ صلح کا عہد کر چکے تھے وہ اس فعل پر راضی نہ ہوئے۔ انھوں نے مراد یاب کے بھائی میاں غلام شاہ خاں کی اطاعت

۱۔ '' فتح نامہ '' قلمی نسخہ ص۔ ۵۳-۵۴۔

کا حلف اٹھا لیا ۔ غلام شاہ خاں نے سر بلند خاں (مراد یاب خاں) اور اس کے اہل و عیال کو قید میں ڈال دیا (ح۔ ۱) ۔

گرفتاری کی تفصیلات: ٹوپن مل نے لکھا ھے کہ مراد یاب خاں کو نشۂ جوانی کا غرور تھا ۔ اس نے نصر پور سے متصل گھاٹ کے قریب ایک شہر اپنے نام پر آباد کیا تھا ۔ یہ دریائے سندھ کی طغیانی میں غرق ھوگیا ۔ اس کے عہد میں بدنظمی عام ھوگئی ۔ عامل روپیہ لے جاتے اور کوئی انھیں نہ پوچھتا ۔ بے چینی بڑھ گئی گرفتاری کی تفصیل یہ ھے کہ رات کے وقت قلعے کا محاصرہ کرلیا گیا ۔ صبح کے وقت دروازہ کھلا تو سردار بجلی کی سی تیزی سے اندر گھس گئے اور مراد یاب خاں نیز اس کے ساتھیوں کو گرفتار کرلیا ۔ پھر اسے اھل و عیال کے ھمراہ کشتی میں بٹھا کر شہداد پور بھیج دیا ۔

انشائے عطارد کا پیش کردہ مرقع: ''انشائے عطارد،، میں ایک عریضہ شامل ھے ۔ جو میاں عبدالنبی کے عہد میں سرائی فقیروں کی طرف سے شاہ افغانستان کی خدمت میں بھیجا گیا تھا ۔ اس میں مراد یاب خاں کی معزولی کا بھی ذکر ھے ۔ عریضے کے متعلقہ حصے کا مفاد یہ ھے کہ کلھوڑا خاندان کے تمام فرمانروا ملک داری کے فرائض کی بجا آوری کے علاوہ روحانی پیشواؤں کے حقوق بھی باقاعدہ ادا کرتے تھے ۔ اور روزانہ مریدوں اور معتقدوں کی تربیت میں کوشاں رھتے تھے :

محمد مراد یاب خاں از رسم وآئین خاندان خویش
منحرف گردیدہ راہ رسمے را کہ شایاں شان خاندان

۱۔ ''تاریخ کلھوڑا'' انگریزی ص۔ ۱۲-۱۳ ۔

عالیه عباسیه نه بود پیش گرفته - جمیع فقیراں و سرکردگاں ایلات بلوچ و جاٹ مجتمع گردیده، باتفاق یک دیگر صلاح و صواب سنجیده، مرحوم میاں غلام شاه را به مرشدئ خویش قرار داده از دست بوسی و مریدی آنجناب مشرف شده، زمام اختیار ملکی و مالی بدست او سپرده خود در تقدیم خدمات شاهی بجاں کوشیده اند (حـ ۱) -

محمد مراد یاب خاں اپنے خاندان کے آئین و طریق سے منحرف ہو گیا اور اس نے وہ راستہ اختیار کیا جو اس کے بلند منزلت عباسی خاندان کے ہرگز شایاں نہ تھا - اس پر تمام فقیر نیز بلوچ اور جاٹ جمع ہوئے، اور انہوں نے تمام مصلحتوں پر غور کرنے کے بعد باهمی اتفاق رائے سے میاں غلام شاہ خاں مرحوم کو اپنا رهنما بنا لیا خود اس کی مریدی سے مشرف ہوئے تمام ملکی و مالی اختیارات کی باگ ڈور اس کے حوالے کی اور خود شاهی خدمات کی بجا آوری میں پوری طرح کوشاں رہے۔

تیقن سے یہ عرض کرنا مشکل ہے کہ آیا روحانی تربیت سے مراد وهی طریقه هے جو بسلسله توجه پیروں اور مرشدوں کے ہاں مرسوم ہے یا کچھ اور مقصود ہے۔ لیکن بظاهر یہی معلوم ہوتا ہے کہ مراد یاب خاں اپنے والد ماجد یا جد امجد کی طرح زهد و تقوی کا چنداں پابند نہ تھا اور اس نے وہ سب مشاغل اختیار کر لئے تھے جن کا ذکر عظیم الدین ٹھٹھوی نے ''فتح نامه،، میں کیا ہے یہ بیان

۱- ''انشائے عطارد'' ص- ۱۷۵-۱۷۶ -

چونکہ کلھوڑا حکومت کے ان جلیل القدر افراد کا ھے۔ جو ابتدا سے حکومت کے نہایت ذمہ دار ارکان مانے جاتے تھے۔ اور محمد مراد یاب خاں کی معزولی سے کئی سال بعد یہ بیان مرتب ھوا اس لئے اسے درست ماننے میں تامل نہیں ھوسکتا۔

اولاد اور وفات: مراد یاب خاں کے دو فرزند تھے۔ ایک کا نام حسین علی اور دوسرے کا عباس علی تھا۔ یہ دونوں میاں غلام شاہ خاں کے عہد حکومت میں نا حق موت کے گھاٹ اتار دئے گئے۔ جیسا کہ موقع پر بتایا جائیگا۔ خود مراد یاب خاں نے کچھ مدت قید میں گزاری پھر رھا ھو گیا۔ شہداد پور سے وہ نوشہرہ، پھر پرانے خدا باد پہنچ گیا۔ غالباً شوال ۱۱۷۱ھ (جون ۱۷۵۷ء) میں وفات پائی۔ غلام شاہ ۱۱۷۱ھ میں روھڑی کی جنگ میں کامیاب ھو کر عیدالفطر کی نماز روھڑی میں ادا کر کے سہواں کی طرف گیا تھا، تو اس زمانے میں مراد یاب خاں بیمار تھا۔ غلام شاہ نے بھی بھائی کی تیمارداری کی۔ اس بیماری میں مراد یاب خاں فوت ھوا۔

دوسرا باب

غلام شاہ خاں اور محمد عطر خاں

الہ آباد کی تاسیس: میاں غلام شاہ خاں کو مسند پر بٹھا دیا گیا۔ لیکن اس غرض کے لئے افغانی دربار سے سند حاصل کئے بغیر چارہ نہ تھا اور سند حاصل نہ ہوتی تو میاں غلام شاہ مسند پر قائم نہ رہ سکتے تھے۔ ایک مہینے کے بعد مرادآباد کو دریا نے گھیر لیا اور میاں غلام شاہ کو شہر چھوڑ کر باھر نکلنا پڑا۔ اپنے والد کے آباد کردہ شہر محمدآباد کے پاس میاں صاحب نے ایک نئے شہر کی بنیاد ڈالی اور اس کا نام الہ آباد رکھا۔

سرائی سردار آہستہ آہستہ میاں غلام شاہ کے پاس جمع ہونے لگے۔ مراد یاب خاں کا عینی بھائی احمد یار خاں خدا باد میں تھا۔ اس نے میاں غلام شاہ کو تسلیم نہ کیا

اور مراد یاب خاں کی معزولی سے انتظامی صورت حال میں بہتری کی جو امیدیں وابستہ کی گئی تھیں، نظر بظاہر وہ پوری نہ ہوئیں -

محمد عطر خاں: پیشتر بیان ہو چکا ہے کہ محمدؐ عطر خاں اس وقت یرغمال کے طور پر افغانی دربار میں موجود تھا - اسے مراد یاب خاں کی معزولی کی اطلاع ہوئی تو دربار سے سندھ کی حکمرانی کا پروانہ اپنے نام لیا - ادھر مراد یاب خاں کے عینی بھائی احمد یار خاں نے خدا باد میں بیٹھے بیٹھے محمدؐ عطر خاں کے لئے لشکر کی تیاری شروع کر دی - جو سرائی سردار میاں غلام شاہ کی ملازمت اختیار کر چکے تھے انہیں جب معلوم ہوا کہ احمد شاہ ابدالی نے حکومت کا پروانہ محمدؐ عطر خاں کو دے دیا ہے، تو اپنے کئے پر پشیمان ہوئے اور ملازمت چھوڑ کر بھاگنے لگے - ان حالات میں میاں غلام شاہ نے ۲۵ صفر ۱۱۷۱ھ (۸ نومبر ۱۷۵۷ء) کو ملک چھوڑ کر جیسلمیر جانے کے لئے رخت سفر باندھ لیا - یہ حالات دیکھ کر رہے سہے لوگ بھی ساتھ چھوڑ گئے - '' جواھر عباسیہ ،، کے بیان کے مطابق میر بہرام ٹالپر نے بھی کاھنا (جیسلمیر) کے مقام پر علیٰحدگی اختیار کر لی - صرف فوج کے چند آدمی، راجہ لیکھی اور چند فدائی میاں غلام شاہ کے ساتھ رہ گئے -

بھائیوں میں اختلاف: میاں محمدؐ عطر خاں نے جب سندھ کا رخ کیا تو عام خیال یہ تھا کہ وہ محمدؐ مراد یاب خاں کو از سر نو مسند پر بٹھائے گا - اس کی آمد کے سلسلے میں احمد یار خاں نے جتنی تیاری کی تھی، اس لئے کی تھی کہ اس کے بھائی کو دوبارہ حکومت مل جائے گی - لیکن

محمدؐ عطر خان آیا تو مراد یاب سے ملاقات کئے بغیر حکم دے دیا کہ اسے خدا باد میں رهنا چاهیے - اس افسوسناک حرکت نے محمدؐ عطر خان کو سب کی نظروں سے گرا دیا - لیکن چونکہ وہ شاهی فرمان کی بنا پر حکمران بنا تھا ، اس لئے چار و ناچار سب اس کے ساتھ لگے رهے -

مرقع عبرت : یہاں پھر ایک مرتبہ حالات پر غور کر لیجیے کہ بیرونی مداخلت نے سندھ میں کتنے نازک حالات پیدا کر دئے تھے :

۱ — مراد یاب خان کو سب نے بالاتفاق حکمران چنا تھا - وہ ابدالی کے شدید مطالبات زر کے باعث حکومت سے بیزار ہوا -

۲ — اسے معزول کر کے غلام شاہ کو حکمران بنایا گیا - لیکن اسے دربار افغانی سے سند نہ مل سکی -

۳ — محمدؐ عطر خان نے اپنی صلاحیت یا اهل ملک کے اتفاق کی بنا پر نہیں ، بلکہ افغانی دربار میں موجودگی کے باعث سند حاصل کرلی -

۴ — ارباب حل و عقد یعنی درباریوں اور سرداروں کی یہ حالت کہ جس شخص کو وہ اپنے نزدیک حکمرانی کا اهل سمجھتے تھے اس کے بجائے دوسرے کو سند مل گئی تو اپنے پہلے فیصلے پر پشیمان ہوکر الگ ہونے لگے -

۵ — ملک یوں افراتفری اور خانہ جنگی کے باعث تباہ ہو رها تھا - افغانی دربار اس سے بالکل بے پروا تھا اور مطالبات زر کے لئے ہر وقت اس کا دامن پھیلا ہوا تھا اور وہ بھی اس طرح کہ زیادہ سے زیادہ پیسے دو تو اطمینان سے بیٹھو

ورنہ یورش کی تلوار گردن پر گری سمجھو۔

مراد یاب کا معاملہ: "تحفۃ الکرام،، کا بیان ہے کہ محمد عطر خاں آیا تو احمد یار خاں نوشہرہ میں اس کا منتظر تھا۔

در اوائل ربیع الثانی محمد مراد رسیدہ۔ توقع او و سرائیاں آں بود کہ ایں کار را عطر خان ہر آئینہ جہتِ برادر کردہ است۔ از آنجا کہ نشہ حکومت سخت غرض آلود است، عطر خان آمدن برادر شنیدہ بے ملاقاتِ او حکم کرد تا بخدا باد نشاندند۔ ہر چند ازیں ادا از نظر جملہ افتاد، اما چوں مقرر کردۂ شاہ بود، چار و ناچار با وے ساختند (حـ ۱)۔

محمد مراد اوائل ربیع الثانی (دسمبر ۱۷۵۷ء) میں نوشہرہ پہنچا اسے اور سرائی سرداروں کو توقع تھی کہ عطر خاں نے بہر حال یہ سب کچھ بھائی کے لئے کیا ہے لیکن حکومت کا نشہ بہت غرض آلود ہے۔ عطر خاں نے بھائی کے آنے کی خبر سنی تو ملاقات کئے بغیر حکم دے دیا کہ اسے خدا باد میں رکھا جائے۔ اس حرکت نے اسے سب کی نظروں میں گرا دیا۔ لیکن چونکہ بادشاہ کا مقرر کردہ تھا۔ مجبوراً سب اس کا ساتھ دیتے رہے۔

"سب کی نظروں سے گرا دیا،، کا جملہ معنی خیز ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ سرائی بھی دو فریقوں میں بٹ

۱۔ "تحفۃ الکرام" جلد سوم ص۔ ۱۱۳۔

گئے تھے - ایک فریق مراد یاب خاں کا حامی تھا اور دوسرا مخالف - مخالفین نے غلام شاہ خان کو پشتیبان سمجھا - موافقین محمد عطر خاں کی آمد کو اپنی کامیابی کا مقدمہ قرار دیتے رہے - لیکن دونوں کی خواہش کے بر خلاف عطر خاں کامیاب ہوگیا ، اگرچہ اس کی کامیابی بالکل عارضی تھی -

حکمران کی بے چارگی: محمد عطر خاں حکمران تو بن گیا ، لیکن اس شکنجے سے کیوں کر رہائی پا سکتا تھا جس نے مراد یاب خاں کو حکومت سے بیزار کر دیا تھا - ملک سخت فلاکت میں مبتلا تھا - زراعت و تجارت کے سلسلے درہم برہم ہو چکے تھے - آئے دن کی یورشوں کے باعث لوگ ایک جگہ جم کر بیٹھ نہ سکتے تھے - افغانی دربار کی طرف سے پیہم روپیے کا تقاضا جاری تھا - جو افغانی کارندے تحصیل مال کے لئے مقرر تھے ، وہ کبر و غرور کے جنون میں خود والیٔ ملک کی بے عزتی کرتے ہوئے بھی متامل نہ ہوتے تھے - مظلوموں کی آہوں سے پورے ملک کی فضا سراسر تاریک تھی - ان حالات میں محمد عطر خاں بھی اپنی حکمرانی پر لعنت بھیجنے لگا (حـ ۱) -

میاں غلام شاہ کی سرگزشت: غلام شاہ جیسلمیر سے بیکانیر پہنچ گیا - وہاں سے ایک معتبر وکیل کو محمد مبارک خاں ثانی رئیس بہاول پور کے پاس بھیجا کہ میرے لئے امن و اطمینان سے قیام کا بندوبست فرمایا جائے - محمد مبارک خاں نے سفیر بھیجے کہ بے تکلف چلے آئیے ، یہ گھر آپ کا ہے - چنانچہ غلام شاہ بہاول پور میں جا بیٹھا - اس اثنا میں

۱- ''تحفۃ الکرام'' جلد سوم ص ۱۱۳ -

سندھ کی حالت بے حد خراب ہو گئی "جواھر عباسیہ" کا بیان ھے:

اراکین ملک سندھ از غفلت مزاجش (عطر خاں) بجاں رنجیدند و رعایا از دست تطاول او بہ فغاں رسیدند - پس ھر یک از امرائ پنہاں بخدمت میاں صاحب عہد نامہ ھا نوشتند - و ھرھمہ بجاں ملتمس تشریف شریف او گشتند (ح۔ ۱) -

سلطنت سندھ کے ارکان محمّد عطر خاں کی غفلت سے سخت ناراض ھو گئے اور اس کے ظلم کے ھاتھوں رعایا آہ و فغاں کا پیکر بن گئی - چنانچہ تمام امرائ نے پوشیدہ طور پر میاں غلام شاہ کی خدمت میں عہد نامے بھیجے اور سب نے التماس کی کہ آپ تشریف لائیے -

عزم سندھ۔ میاں غلام شاہ نے محمّد مبارک خاں سے مشورہ کیا اور مدد مانگی - محمّد مبارک خاں نے اپنے اقربائ میں سے محمّد فتح خاں (مبارک خاں کا حقیقی بھائی)، مہرو خاں اور احمد خاں فیروزانی نیز محمّد جام خاں علانی کو میاں غلام شاہ کے ساتھ کر دیا - میاں صاحب نے معتبر آدمی ملتان بھیج کر سعداللہ خاں بابی اور شیر محمّد خاں نیز دوسرے افغانوں کو اچھی تنخواھیں دیکر نوکر رکھ لیا اور روھڑی کی طرف کوچ کیا - راستے میں بہادر خاں علانی اور اختیار خاں مندھانی نے مقابلہ کیا، لیکن شکست فاش

۱- "جواھر عباسیہ" ص- ۱۶۳ "مرآۃ دولت عباسیہ" کا بیان بھی یہی ھے - میں نے نظر بہ اختصار عبارت نقل نہیں کی اور یہ نقل سراسر تکرار ھوتی -

کھائی اور نادم ہو کر اپنے گھروں کو لوٹ گئے (حـ ۱) ۔

جنگ روہڑی: ادھر سے محمد عطر خاں اور میاں احمد یار خاں سندھ کے تمام لشکروں کے ساتھ مقابلے پر آ گئے تھے۔ رمضان ۱۱۷۱ھ کی آخری تاریخ (۷ جون ۱۷۵۸ء) کو روہڑی کے باہر نالہ امرکس کے کنارے خونریز جنگ ہوئی۔ ''جواہر،، کے بیان کے مطابق خون کا دریا سروں پر سے گزر گیا میاں محمد عطر خاں اور میاں احمد یار خاں کی فوج کے ہزاروں آدمی تہ تیغ ہوئے۔ میاں غلام شاہ کی طرف کے اکابر میں سے راجہ لیکھی کا بھائی راجہ خمرہ مارا گیا اور میاں غلام شاہ نے قلت لشکر کے باوجود مخالفوں کو شکست فاش دی۔ میر بہرام ٹالپر نے جیسلمیر میں میاں غلام شاہ کا ساتھ چھوڑا تھا اب عین جنگ کے دوران میں وہ میاں صاحب کی خدمت میں پہنچ گیا۔ میاں نے اس کی سابقہ حرکت سے چشم پوشی کرتے ہوئے خود السلام علیکم میں سبقت کی۔ میر نے سینہ پر ہاتھ رکھ کر تقصیر کا اعتراف کیا اور ہمیشہ کے لئے میاں صاحب کے دامن سے وابستہ ہو گیا (حـ ۲) ۔

۱- معلوم ہوتا ہے کہ یہ دونوں اس زمانے میں محمد عطر خاں سے وابستہ ہو چکے تھے اس وابستگی نے جو گل کھلائے اس کی کیفیت آگے چل کر معلوم ہوگی۔

۲- یہ داستان ''جواہر عباسیہ'' اور ''تحفۃ الکرام'' سے ماخوذ ہے ملاحظہ ہو ''جواہر'' ص- ۱۶۲-۱۶۶ ''تحفۃ الکرام'' جلد سوم ص- ۱۱۳ - زیادہ تفصیلی حالات ''جواہر'' میں ہیں جنگ کی تاریخ اور مقام صرف ''تحفہ'' میں درج ہے۔ اسی میں یہ بھی لکھا ہے کہ میاں غلام شاہ تین مہینے بہاول پور میں رہا۔

فرماں روائی کا دوسرا دور: غلام شاہ نے فتح کے بعد عیدالفطر روہڑی میں کی۔ وہاں سے نکلا تو سیوستان پہنچ گیا۔ اس زمانے میں محمّد مراد یاب خاں بہت بیمار تھا۔ میاں صاحب نے اس کی تیمارداری کی۔ چند روز بعد محمّد مراد یاب خاں نے وفات پائی۔ شوال ۱۱۷۱ھ کے آخر میں میاں الہ آباد وارد ھوا۔ یہاں صاحبزادہ بھی تمام متعلیقین کے ساتھ والد ماجد کی خدمت میں پہنچ گیا۔ چند روز الہ آباد میں گزار کر میاں محمّد آباد چلا گیا۔ سال کا باقی حصہ وھیں بسر ھوا۔ میاں غلام شاہ نے پہلی مرتبہ تقریباً ڈھائی مہینے حکومت کی تھی۔ (۱۳ ذوالحجہ ۱۱۷۰ھ تا ۲۵ صفر ۱۱۷۱ھ)۔ اس کی حکومت کے دوسرے دور کا آغاز یکم شوال ۱۱۷۱ھ (جون ۱۷۵۸ء) سے ھوا۔

عطر خاں اور احمد یار خاں: عطر خاں اور احمد یار خاں روہڑی میں شکست کھا کر سیدھے قلات پہنچ گئے۔ محمّد نصیر خاں والیٔ قلات، میاں غلام شاہ کا دوست تھا۔ اس نے دونوں صاحبزادوں کو قید میں ڈال دیا۔ دیوان گدّو مل دربار سندھ کی طرف سے دربار شاھی میں وکیل تھا۔ اس نے صاحبزادوں کو رھا کرانے کے لئے کوششیں شروع کردیں۔ محمّد نصیر خاں نے ایک موقع پر شاھی لشکر کی امداد نہیں کی تھی۔ جواب طلب کیا گیا تو وہ مقابلے کے لئے تیار ھوگیا۔ آخر افغانی فوج نے قلات کا محاصرہ کرلیا۔ محمّد نصیر خاں نے اپنے قصوروں کی معافی مانگی۔ اس موقع پر عطر خاں اور احمد یار خاں قید سے رھا ھو کر شاھی لشکر میں شامل ھوگئے اور دیوان گدّو مل کی کوشش سے فرمان صادر ھوا کہ افغان سردار عطر خاں کو ساتھ لیکر سندھ جائے اور اسے مسند

پر بٹھائے۔ احمد یار خاں دربار میں رہے۔

غلام شاہ خاں نے یہ خبریں سنیں تو ربیع الثانی ۱۱۷۲ھ (دسمبر ۱۷۵۸ء) میں بندرگاہ اورنگا کے تمام باشندوں کو گھجہ پہنچایا، جو بے آباد ہوچکا تھا اس کا نام شاہ گڈھ رکھا اور اسی کو اپنا مرکز بنایا۔ اس کے قریب شاہ بندر کے نام سے ایک نئی بندرگاہ کی بنیاد رکھی اور وہاں ایک مضبوط قلعہ تعمیر کیا۔ پھر اہل و عیال کو اپنے فرزند محمّد سرفراز خاں کی تحویل میں چھوڑ کر خود بھائیوں کے مقابلے کے لئے نکل پڑا۔

سندھ کی تقسیم: سندھ کو میاں یار محمّد خاں اور میاں نور محمّد خاں نے کم و بیش پینتس برس کی کوششوں سے ٹکڑے ٹکڑے جوڑ کر متحد کیا تھا۔ نادر شاہ کی تلوار نے اسے پھر پارہ پارہ کر ڈالا۔ میاں نور محمّد خاں اس صدمہ عظیمہ کے بعد انتظام کے مختار بنے تو ان کے پیش نظر سب سے بڑا مقصد یہی ہوگا کہ ملک کو جو نقصان پہنچ چکا تھا اس کی تلافی کا جلد سے جلد بندوبست کیا جائے۔ اس اثناء میں افغان آگئے اور وہ کوشش بھی نقش برآب ثابت ہوئی۔ اس کے کٹے ہوئے اعضا پھر نہ جڑ سکے جتنا سندھ کلھوڑا خاندان کے قبضہ میں رہ گیا تھا، افسوس کہ اس پر بھائیوں کی کشمکش نے تقسیم کا ایک اور آرا چلا دیا۔

اس اجمال کی تفصیل یوں ہے کہ محمّد عطر خاں افغانی لشکر کے ساتھ سندھ پہنچا۔ مقصودہ فقیر اپنے جیش کے ساتھ اس لشکر کا ہراول بن گیا۔ افغانی لشکر جہاں سے گزرتا، لوٹ مار کرتا۔ چند روز میں یہ لوگ علاقہ چاچکاں

میں پہنچ گئے - کچھ دن اس لشکر اور میاں غلام شاہ کے لشکر میں چپقلش ہوتی رہی - جب میاں عطر خاں کو کامیابی کی کوئی صورت نظر نہ آئی - تو صلح کا پیغام بھیج دیا - گفتگو کے بعد ملک کو تین ٹکڑوں میں تقسیم کیا گیا - شاہ گڈھ سے نصر پور تک جس میں ٹھٹھ بھی شامل تھا، میاں غلام شاہ کو ملا - باقی سندھ عطر خاں اور احمد یار خاں کے حوالے کر دیا گیا -

یہ میاں غلام شاہ کی فرماں روائی کا تیسرا دور تھا - جس میں تقریباً دو تہائی سندھ ان کی حکومت سے منقطع ہو گیا -

اختلال کا از سر نو آغاز: تقسیم کا فیصلہ اگرچہ ملکی نقطۂ نگاہ سے نہایت افسوسناک تھا لیکن اس طرح امن کی ایک صورت نکل آئی تھی، جس سے فائدہ اٹھا کر عوام بہ اطمینان کسب معاش میں مصروف ہو سکتے تھے - اور معلوم ہے کہ میاں نور محمد خاں مرحوم کے ترک وطن کے وقت سے عوام کو چین کے ساتھ بیٹھنا نصیب نہ ہوا تھا - لیکن امن کی یہ کوشش بھی پایدار ثابت نہ ہوئی، جس کی خاطر ملک کے اتحاد کو پارہ پارہ کر دیا گیا تھا - رمضان ۱۱۷۲ھ (مئی ۱۷۵۹ء) تک تو کوئی خرخشہ پیدا نہ ہوا - پھر محمد عطر خاں اور احمد یار خاں کے درمیان اختلاف کی آگ بھڑک اٹھی - آخر افغانی دربار پر یہ حقیقت واضح ہو گئی - کہ محمد عطر خاں ملکی انتظام سے عہدہ برآ نہیں ہو سکتا - میاں احمد یار خاں نے اس صورت حال سے فائدہ اٹھا کر اپنے بیٹے کو یرغمال میں دیا اور خود سندھ کی سرداری کا پروانہ حاصل کرلیا -

ادھر سے میاں احمد یار خاں نے سندھ کا رخ کیا -

ادھر سے میاں غلام شاہ خاں تدارک فساد کے لئے نکل پڑے۔ محمد عطر خاں نے یہ حال دیکھا تو ہوش گم ہوگئے اور ملک چھوڑ کر بھاگ نکلا۔ احمد یار خاں ابھی سندھ نہیں پہنچا تھا۔ چنانچہ میاں غلام شاہ خاں نے سارے سندھ پر قبضہ کرلیا۔

محمد عطر خاں کا خط: ''تحفۃ الکرام،، کے بیان کے مطابق محمد عطر خاں نے ۲ شوال ۱۱۷۲ھ (۲۹ مئی ۱۷۵۹ء) کو میاں غلام شاہ کے نام خط بھیج دیا کہ میں ہمیشہ کے لئے ملک چھوڑ کر جارہا ہوں۔ آپ اور احمد یار خاں جو چاہیں کریں۔ میاں غلام شاہ لاڑکانہ پہنچے اور جن کھوسہ سرداروں نے افراتفری کے دور میں خداباد کو لوٹا اور برباد کیا تھا۔ انہیں سخت سزائیں دیں۔ بعض سرداروں کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ تادیب کے لیے وہاں فوجی چوکی متعین کردی۔ پھر سیوستان پہنچ کر جویہ اور لک نلی کے قلعے لے لئے، جو کھوسوں کی پناہ گاہیں بنے ہوئے تھے۔ یوں ملک از سر نو میاں غلام شاہ کے قبضے میں آگیا۔ یہاں سے میاں صاحب کی حکمرانی کا چوتھا دور شروع ہوتا ہے۔ اسی سے اس زمانے کی ابتداء ہوتی ہے جس میں میاں صاحب نے سندھ کی چھنی ہوئی عظمت کو بحال کرنے کی سرگرم کوششیں کیں۔ اور بعض لوگ انہیں کلھوڑا خاندان کا بہترین حکمران قرار دینے لگے (ح ۱)۔

---

۱ - یہ حالت اختصاراً ''جواہر عباسیہ'' ص- ۶۸ - ۱۶۶ اور تفصیلاً ''تحفتہ الکرام'' جلد سوم ص- ۱۵ - ۱۴ میں مرقوم ہیں پوسٹنز کا بیان غلط ہے کہ تقسیم میں دوتہائی
(بقیہ حاشیہ ص- ۶۰۴)

سیٹن کا بیان: ان حالات کے متعلق ڈیوڈ سیٹن کا بیان بھی توجہ طلب ہے یہ اگرچہ فی الجملہ سابقہ مطالب ھی کا اعادہ ہے۔ لیکن بہر حال ان مطالب کے لئے تصدیق و تقویت کی ایک دستاویز ہے۔ اس کا مفاد یہ ہے کہ میاں غلام شاہ ۱۳ ذی الحجہ ۱۱۷۰ھ کو مسند نشین ھوئے اور مراد آباد کے سامنے ایک نیا شہر الہ آباد بنا کر رھنے لگے۔ مراد یاب خاں کے بھائی احمد یار خاں کے سوا تمام امراء نے اسے حکمراں تسلیم کرلیا۔

مراد یاب خاں کے عزل کی خبر پاتے ھی عطر خاں نے ملک کا پروانہ اپنے نام حاصل کرلیا اور احمد یار خاں نے اس کی حمایت کا اعلان کر دیا۔ سرائیوں نے اس بنا پر عطر خاں کی مخالفت سے انکار کردیا کہ اسے شاہ نے مقرر کیا تھا۔ غلام شاہ حالات سے مجبور ھوکر ریگستان کی طرف نکل گیا۔ مقصودہ فقیر نے عطر خاں کے پہنچتے ھی مراد یاب خاں کو قید سے رھا کر دیا۔

عطر خاں نے ملک کو خالی پایا۔ احمد یار خاں نے اس کے لئے فوج تیار کر رکھی تھی۔ نوشہرہ کو عطر خاں

ملک عطر خاں کو ملا تھا (سندھ کے متعلق ذاتی مشاھدات صنہ ۱۷۳)۔ صحیح یہی ہے کہ دو تہائی ملک عطر خاں اور احمد یار خاں کو ملا تھا۔ یہ بیان بھی درست نہیں کہ تقسیم سے چند ماہ بعد میاں غلام شاہ نے احمد یار پر حملہ کردیا۔ واقعہ یہی ہے کہ عطر خاں اور احمد یار خاں میں اختلاف پیدا ھوا۔ احمد یار خاں نے بیٹا یرغمال میں دے کر سند ریاست اپنے نام لے لی۔ عطر خاں ملک چھوڑ کر بھاگ گیا اور غلام شاہ خاں نے ملک پر قبضہ کرلیا۔

نے اپنا مرکز بنایا۔ مراد یاب خاں اور سرائیوں کا خیال تھا کہ عطر خاں نے یہ سب کچھ اپنے لئے نہیں کیا۔ یکم ربیع الثانی کو وہ (مراد یاب) بھائی سے ملنے کے لئے گیا۔ لیکن عطر خاں نے ملاقات کے بغیر ہی حکم دے دیا کہ اسے خداباد میں قید رکھا جائے۔ یہ بات اکثر لوگوں کو بری معلوم ہوئی۔ لیکن چونکہ عطر خاں کو بادشاہ نے مقرر کیا تھا، اسے تسلیم کئے بغیر چارہ نہ تھا اور بادشاہ کے ملازم عطر خاں کی حمایت میں بڑی سرگرمی کا اظہار کرتے رہے۔ جب مالیہ ادا کرنے کا وقت آیا تو مظلموں کی آہیں آسمان پر پہنچنے لگیں۔

غلام شاہ ملک کو واپس لینے کا پختہ ارادہ کئے ہوئے تھا۔ وہ بہاول پور چلا گیا۔ وہاں بیٹھ کر تین مہینے تیاریوں میں لگا رہا۔ پھر سرفراز خاں اور اہل و عیال کو وہیں چھوڑ کر اور اوخر رمضان میں سندھ کی طرف بڑھا۔ روہڑی سے باہر نہر امرکس پر عطر خاں سے جنگ ہوئی۔ تھوڑی فوج کے باوجود غلام شاہ کامیاب ہوا۔ اگلے دن عید تھی۔ سرائی غلام شاہ سے آملے۔ پھر وہ لوگ روہڑی سے سیوستان گئے۔ مراد یاب کے اہل و عیال کو رہا کیا۔ اواخر شوال میں غلام شاہ اللہ آباد پہنچ گیا۔

عطر خاں اور احمد یار خاں شکست کھا کر قلات چلے گئے۔ بادشاہ انہیں بحال کرنے پر تلا بیٹھا تھا۔ اس نے احمد یار خاں کو یرغمال میں لیا۔ اور عطر خاں کے ساتھ ایک افغان سردار کو بھیجا جس کا نام عطائی خاں تھا۔ غلام شاہ دیرہ چلا گیا پھر اورنگا بندر سے لوگوں کو گھجہ میں پہنچایا اور اس کا نام شاہ گڑھ رکھا۔ اس کے قریب شاہ بندر کے

نام سے ایک نیا بندر بنایا۔ وہاں اہل و عیال کو چھوڑ کر خود بھائیوں کے مقابلے کو نکلا۔ چاچکاں پہنچا تو پہلے جنگ کی باتیں ہوتی رہیں۔ پھر تینوں بھائی سندھ کو تقسیم کرلینے پر رضا مند ہوگئے۔ غلام شاہ کو سمندر سے لیکر حوالی ٹھٹھ تک کا علاقہ ملا۔ باقی سندھ اس کے بھائیوں نے سنبھال لیا۔ اس عہد نامے کے بعد غلام شاہ، شاہ گڑھ چلا گیا اور عطر خاں نوشہرہ پہنچ گیا۔ ماہ رمضان تک حالات روبراہ رہے۔ پھر احمد یار خاں اور عطر یار خاں میں جھگڑا پیدا ہوگیا۔ بادشاہ نے عطر خاں کو حکومت کا نا اہل قرار دے کر احمد یار خاں کا بیٹا یرغمال میں لیا اور سند ریاست اسے دے دی۔ غلام شاہ نے پیش قدمی کی ۲ شوال ۱۱۷۲ھ کو عطر خاں نے ملک سے دست برداری کا خط بھیج دیا۔ غلام شاہ نے ان تمام لوگوں کے اہل و عیال کو اپنے قبضہ میں لے لیا جو احمد یار خاں اور عطر خاں کے حامی تھے۔ یوں ملک اس کے قبضے میں آگیا (ح۔ ۱)۔

انشائے عطارد کا مرقع: آخر میں ان حالات کے متعلق ''انشائے عطارد،، کے بیان کا خلاصہ پیش کیا جاتا ہے۔ سرائی فقیر اپنے ایک عریضے میں لکھتے ہیں:

۱—ہم نے میاں غلام شاہ کو اپنی مرشدی اور حکمرانی کے لئے چنا۔ صاحبزادہ عطر خاں نے دربار سے صوبہ سندھ کی ریاست کا پروانہ حاصل کرلیا۔

۲—صاحبزادۂ موصوف نے سرائی فقیروں کے نام تحریریں بھیجیں اور انہیں اپنی فرماں برداری کی طرف راغب کرنا چاہا۔

۱۔ ''تاریخ کاھوڑہ،، انگریزی ٹائپ کیا ہوا نسخہ ص-۱۵-۱۲۔

۳—فقیروں نے اپنے مرشد سے انحراف کفرانِ نعمت سمجھا اور صاحبزادہ عطر خاں کے ساتھ شامل نہ ہوئے۔

۴—اس سلسلے میں شاہی فوجیں آگئیں۔ ان کی وجہ سے سندھ کا نظم و نسق برباد ہوا اور مالیہ وصول کرنے کی کوئی صورت نہ بنی۔

۵—انجام کار خود بادشاہ نے ملک کی آبادی، خلق خدا کی بہبود اور مالیات کی وصولی کے پیش نظر صوبہ سندھ کی ریاست سرائی فقیروں کی خواہش کے مطابق میاں غلام شاہ خاں کے حوالے کردی (حـ ۱)۔

۱- انشاے عطارد (ص- ۱۷۶-۷۷)۔

تیسرا باب

میاں غلام شاہ خان

ملک کی حالت: گزشتہ باب میں بیان ہو چکا ہے کہ عطر خاں اور احمد یار خاں ملک چھوڑ کر چلے گئے اور میاں غلام شاہ از سر نو اس سلطنت کے مالک بن گئے، جو میاں نور محمدؐ خاں نے ورثہ میں چھوڑی تھی۔ بھائیوں میں خانہ جنگی کو روکنے کی غرض سے اس سلطنت میں تقسیم کا جو عمل جاری ہوا تھا، ختم ہو گیا۔ لیکن مستقل اور پائدار امن بظاہر ابھی دور نظر آتا تھا اس لئے کہ:

۱ — افغانی دربار سے سند حکومت حاصل نہ ہوئی تھی اور جب تک سند حاصل نہ ہوتی افغانی یورشوں سے محفوظ رہنا محال تھا۔

۲ — عطر خاں اور احمد یار خاں اگرچہ ملک سے نکل گئے تھے اور ان کے ظلم و تعدی کے باعث امراء یا عوام میں سے کوئی بھی ان کی واپسی کا خواہاں نہ تھا، تاہم وہ داؤد پوترہ خوانین کے پاس جا بیٹھے تھے اور اندیشہ تھا کہ ان کی طرف سے کسی وقت بھی رزم و پیکار کا ہنگامہ بپا ہو سکتا ہے۔

۳ — افراتفری کے دور میں بعض چھوٹے درجے کے رئیس سر کشی اختیار کر چکے تھے۔ ان کی قرار واقعی گوشمالی کے بغیر انتظام پہلی حالت پر نہ آسکتا تھا۔

ٹھٹھ کا انتظام: میاں صاحب کی حکومت میں ٹھٹھ سب سے بڑا اور مشہور ترین شہر تھا۔ عطر خاں کے زمانہ میں اس مرکزی شہر کے لوگوں کو شدید تکلیفوں سے سابقہ پڑا تھا۔ بدنظمی کی ایسی حالت پیدا ہوگئی تھی کہ جوکھیہ قبیلے کے ایک قزاق گروہ نے دن دھاڑے ٹھٹھ پر حملہ کیا۔ مولہ تلہٹی کے حلقے کو بیدردی سے لوٹا اور مکان منہدم کر ڈالے۔ پھر افغانی لشکر آیا تو ان لوگوں نے عوام کو سخت اذیتیں دے دے کر روپے فراہم کئے (حـ ۱)۔ میاں غلام شاہ نے محمدؐ قائم کوکلتاش کو ٹھٹھ کا نائب ناظم مقرر کیا۔ اس مردِ خدا نے غریبوں کو ظالم حاکموں کے چنگل سے نجات دلائی اور افغانوں نے جو بے اندازہ ظلم و ستم شروع کر رکھا تھا، اس کا سلسلہ ختم کیا۔ یوں میاں غلام شاہ کی حکومت کا یہ دور اہل سندھ کے لئے آیۂ رحمت کی حیثیت سے شروع ہوا۔

۱۔ تحفۃ الکرام جلد سوم ۱۱۴-۱۱۵۔

محمد عطر خاں کا فتنہ: میاں عطر خاں اور میاں احمد یار خاں سندھ سے نکلے تو بہادر خاں علانی اور اختیار خاں مندھانی کے پاس پہنچ گئے، جو بہاول پور کے مغربی حصے میں سردار مانے جاتے تھے۔ یاد ہوگا کہ جب میاں غلام شاہ نے بہاول پور میں داؤد پوتروں کے رئیس امیر محمد مبارک خاں کی امداد سے سندھ پر حملہ کیا تھا۔ تو راستے میں جن لوگوں نے میاں صاحب کی فوج کا مقابلہ کیا تھا وہ یہی بہادر خاں اور اختیار خاں تھے۔

احمد یار خاں نے تو چند روز ٹھہر کر ہندوستان کا رخ اختیار کرلیا، محمد عطر خاں گڑھی اختیار خاں میں ٹھہر گیا (ح۔ ۲)۔ اور اپنے میزبانوں کی مدد سے فوج فراہم کر کے سندھ پر حملہ کی تیاریاں شروع کردیں۔

محمد مبارک خاں کی سعی مصالحت: امیر محمد مبارک خاں کو جب خبر ملی کہ اس کے ہم قوم کلہوڑا خاندان کی باہمی جنگوں میں ایک فریق کے معاون و مددگار بن گئے تو ان لوگوں کی یہ روش اسے پسند نہ آئی۔ فوراً بہادر خاں اور

۱۔ "صبح صادق" کا بیان ہے کہ اختیار خاں مندھانی نے میاں نور محمد خاں کلہوڑا سے گڑھی شادی خاں چھین کر اس کا نام گڑھی اختیار خاں رکھا اور اس کی آبادی کے لئے ایک نہر "اختیارواہ" کے نام سے کھدوائی تھی۔ اسے جاری کرنے کی رسم ادا ہونے لگی تو اختیار خاں نے اعلان کیا کہ یہ رسم اس آدمی کو ادا کرنی چاہیے جس نے نماز تہجد بلوغ کے بعد سے کبھی قضا نہ کی ہو۔ پورے مجمع میں سے اختیار خاں کے سوا کوئی اس شرط کو پورا کرنے والا نہ نکلا (صبح صادق ص۔ ۸۶)۔

اختیار خاں کے پاس آدمی بھیجے کہ تمہارا طریقہ غلط ہے۔ میاں غلام شاہ ہماری مدد سے سندھ کا حاکم بنا ہے۔ اس کا اقبال یاور ہے وہ ہمت ور آدمی ہے۔ عطر خاں کی مدد نہ کرو، جو ملک ہی چھوڑ کر بھاگ آیا ہے۔ یہ نصیحت اس وجہ سے بھی خاص توجہ کی مستحق تھی کہ میاں غلام شاہ اور امیر محمد مبارک خاں میں گہرے تعلقات تھے اور اس وجہ سے بھی کہ امیر محمد مبارک خاں نے دونوں کلھوڑا بھائیوں کا صحیح اندازہ پیش کر دیا تھا۔ لیکن بہادر خاں اور اختیار خاں نے اس زریں نصیحت پر کان نہ دھرا۔

میاں غلام شاہ خاں کی کوشش: جیسلمیر کا راجہ مدت سے داؤد پوترہ خوانین کا مخالف چلا آتا تھا۔ کیونکہ ان خوانین نے جیسلمیر کے کچھ علاقے دبا لئے تھے۔ راجہ نے حالات کو سازگار سمجھتے ہوئے، میاں غلام شاہ کے پاس اپنا وکیل بھیجا کہ میری مدد کیجئے اور ان خوانین نے میرا جو علاقہ دبا لیا ہے۔ واپس دلائیے۔

میاں غلام شاہ کے لیے بدلہ لینے کا یہ بڑا اچھا موقع تھا، لیکن انھوں نے تدبر و تحمل سے کام لیتے ہوئے بہادر خاں کو سمجھایا کہ راجہ کے غصب کردہ علاقے چھوڑ دو۔ بہادر خاں ایسی باتوں کی کیا پروا کر سکتا تھا۔ اس نے تلافیٔ مافات کی بجائے جیسلمیر پر حملہ بول دیا اور ریاست کے مرکزی شہر پر تاوان لگایا۔

بہادر خاں کی ضد: اس اثنا میں بہادر خاں نے عطر خاں کی امداد کے لئے سرگرمی سے تیاریاں جاری رکھیں اور اپنے ہم قوموں سے مدد مانگی۔ انھوں نے جواب دیا کہ تو

عطر خاں سے بے شمار روپیہ لے چکا ہے۔ ہم نے کیا لیا ہے جو میاں غلام شاہ کے خلاف جنگ کو اٹھیں۔ یہ حالات تھے جب میاں غلام شاہ خاں نے رفع فساد کی غرض سے امیر محمدؐ مبارک خاں کو خط لکھا کہ میں اپنے بھائی عطر خاں کے لئے مناسب جاگیر اور وجہِ معاش مقرر کرنے کے لئے تیار ہوں آپ اس قضیئے کو طے کرانے میں مدد دیں اور بہادر خاں کو شر و فساد سے روکیں میاں صاحب کی طرف سے مصالحت کی یہ نہایت قابل قدر سعی تھی۔ صاف ظاہر ہوتا ہے کہ وہ جنگ اور خونریزی کو روکنا چاہتے تھے۔ اور بھائی کا حق دینے میں بھی متامل نہ تھے۔

امیر محمدؐ مبارک خاں نے بہادر خاں کے ایک ہمسائے علی مراد کو لکھ بھیجا کہ بہادر خاں کو سمجھاؤ۔ میاں غلام شاہ سے لڑائی کا خیال جنون ہے۔ عطر خاں کو جاگیر پر راضی کر کے رخصت کردو اور خصومت کی راہ چھوڑ دو۔ علی مراد خاں نے بڑی کوشش کی، لیکن بہادر خاں اپنی ضد پر اڑا رہا۔ میاں غلام شاہ کو برا بھلا کہتا ہوا جوش کے عالم میں مجلس سے اٹھا۔ دروازے پر ٹھوکر کھائی اور پگڑی سر سے گر پڑی۔ آخر علی مراد خاں مایوس لوٹ گیا۔

کبر و غرور: جب بہادر خاں پر سمجھانے کا کوئی اثر نہ ہوا۔ تو علی مراد خاں نے فساد کو روکنے کی غرض سے ایک اور تجویز سوچی۔ اس کے مطابق رستم خاں نوحانی کے ھاتھ بہادر خاں کو پیغام بھیجا۔ کہ میاں غلام شاہ توپوں جزائلوں اور شاھینوں کے مالک ھیں۔ ان کا لشکر بہت بڑا ہے۔ چند روز انتظار کرو۔ ہم سب امیر محمدؐ مبارک خاں سے التجا کریں گے کہ وہ ہماری مدد فرمائیں۔ اس حالت میں

صلح کی صورت بھی بآسانی نکل آئے گی۔ جنگ کرنی پڑی تو اس میں بھی دقت پیش نہ آئے گی۔

اس تجویز کا مقصد یہ تھا کہ بہادر خاں فوری اقدامات کو ملتوی کر دے۔ لیکن بہادر خاں نے جواب دیا کہ عطر خاں میرے دروازے پر آچکا ہے۔ میں اس کی خاطر اپنی جان قربان کر دوں گا اور اسے سندھ کا حاکم بنائے بغیر دم نہ لوں گا۔ علی مراد خاں نے میرا ساتھ نہ دیا۔ اب مجھے روک رہا ہے۔ میں سندھ کو مسخر کر کے لوٹوں گا تو علی مراد خاں سے ریاست چھین لوں گا اور اسے گڈریا بنا دونگا۔

جنگ اوباوره: بہادر خاں نے ضد نہ چھوڑی تو میاں غلام شاہ لاؤ لشکر کے ساتھ روہڑی سے میر پور کی طرف متوجہ ہوئے۔ وہاں سے تھوڑی دور آگے بڑھ کر اوباوره میں میاں صاحب اور بہادر خاں کے درمیان سخت لڑائی ہوئی۔ میاں صاحب کے لشکر سے خاصی بڑی تعداد ماری گئی اور کچھ لوگ میدان چھوڑ گئے خود میاں صاحب نے چھ ہزار سواروں کے ساتھ جم کر مقابلہ کیا۔ بہادر خاں کمین گاہ سے نکل کر آگے آیا، تو باھو خاں نام افغان نے اسے پہچان کر شور مچایا۔ میاں صاحب کے لشکر سے گولیوں کی بارش شروع ہو گئی۔ دو گولیاں بہادر خاں کے اور دو اس کے گھوڑے کے لگیں۔ دونوں ایک دم گرے۔ ایک آدمی نے دوڑ کر بہادر خاں کا سر کاٹ لیا اور میاں صاحب کے پاس پہنچا کر انعام حاصل کیا۔ اس کا بھائی کبیر خاں میاں صاحب کی ملازمت میں تھا۔ میاں صاحب نے بہادر خاں کی لاش اس کے حوالے کی۔ وڈیرہ محمد خاں اور سہزل خاں بھی مارے گئے۔ اختیار خاں مجروح ہوا۔ بہادر خاں کے بھائی قائم خاں اور احمد خاں

نے میاں عطر خاں کو ساتھ لیا۔ اور میدان جنگ سے بھاگ گئے۔

مصالحت: میاں غلام شاہ آگے بڑھ کر گڑھی اختیار خاں کو برباد کر دینا چاہتے تھے اس لیے کہ وھی مقام فتنہ و آشوب کا سرچشمہ تھا، لیکن امیر محمد مبارک خاں کے ایماء اور علی مراد خاں کی کوشش سے سلسلۂ تخریب رک گیا اور میاں غلام شاہ اوباورہ سے لوٹ گئے۔ امیر محمد مبارک خاں نے بہادر خاں کی جاگیر (بہادر پور) اس کے بھائی قائم خاں کو، سبزل خاں کی جاگیر (سبزل پور) اس کے فرزند اسماعیل خاں کو اور وڈیرہ محمد خاں کی جاگیر (محمد پور) اس کے بیٹے لشکر خاں کو دے دی۔ عطر خاں بہاول پور ھی میں رھا (حـ ۱)۔

"فتح نامہ" اور جنگ اوباورہ: میر عظیم الدین ٹھٹھوی نے "فتح نامہ"، میں جنگ اوباورہ کے متعلق جو کچھ لکھا ھے اس میں مختلف واقعات کو خلط ملط کر دیا ھے۔ "فتح نامہ"، کے بیان کا خلاصہ یہ ھے کہ عطر خاں افغانی دربار سے ملک کی سند لے کر آیا۔ وھاں سے کچھ خوانین بھی میاں صاحب کی امداد کے لئے مقرر ھوگئے۔ نیز داؤد پوتروں کے نام فرمان صادر ھوا کہ میاں صاحب کی مدد کرو۔ اس بنا پر بہادر خاں، عطر خاں کی مدد کیلئے تیار ھوا (حـ۱) لڑائی کی سرسری کیفیت یوں بیان کی ھے کہ دشمن نے میاں

۱۔ یہ واقعہ نہایت اختصار کے ساتھ "تحفۃ الکرام" میں درج ھے، جلد سوم (صـ ۱۱۵) اور اس کا تفصیلی ذکر "جواھر عباسیہ" میں ھے (۱۶۸-۱۸۰)

صاحب کی فوج کو شکست دے دی - صرف ایک سو بیس آدمی میدان میں رہ گئے، باقی سب بھاگ گئے - یہ حالت دیکھ کر میر بہرام دھاڑتے ہوئے شیر کی طرح سامنے آیا - بہادر خاں اور اس کے خاص آدمی گھوڑوں سے اتر پڑے تاکہ دست بدست جنگ کریں - چند لمحوں تک لڑائی کی آگ اتنی تیز رہی کہ اس کے شعلے آسمان پر پہنچتے تھے - میر بہرام بے دریغ تلوار چلا رہا تھا - اس کا جسم تلوار کے تیرہ زخموں سے گلشن بنا ہوا تھا - بہادر خاں مارا گیا - اس قیامت زار میں دشمن کی فوج کو گریز کے سوا کوئی چارہ نظر نہ آیا:

رسید، چوں در عرض شہ ایں خبر
بگفت آفریں باد بر شیر نر

(بادشاہ کے حضور فتح کی خبر پہنچی تو اس کی زبان سے بے اختیار نکلا: شیر نر پر آفریں!)

بفرمود کو مرد مردانہ است
سزا وار الطاف شاہانہ است

(فرمایا کہ یہ شخص بڑا ہی بہادر ہے اور شاہانہ الطاف کا سزاوار ہے -)

عطا کرد خلعت بآں خاں ملک
خطابش فرستاد و فرمان ملک (حـ ۱)

(ملک کے اس سردار کو خلعت عطا کیا اور ملک داری کے فرمان کے ساتھ خطاب بھی دیا)

۱- ''فتح نامہ'' (ص- ۵۷-۵۸) ''فتح نامہ'' چونکہ ٹالپروں کی سرپرستی میں لکھا گیا اس لئے میر بہرام کو ہر کارنامے کا اعزاز دینے کی کوشش کی گئی - یہ بھی بتا دینا چاہئے (بقیہ حاشیہ صفحہ ۶۱۶ پر)

یہاں یہ بتا دینا ضروری ہے کہ اس موقع پر احمد شاہ ابدالی کی طرف سے داؤد پوتروں کو عطر خاں کی امداد کے لئے کوئی فرمان نہیں پہنچا تھا اور نہ داؤد پوترے امداد کے لئے نکلے۔ ان کا سردار امیر محمد مبارک خاں تو اس جنگ کے سراسر خلاف تھا۔ یہ جنگ صرف بہادر خان علانی اور اختیار خاں سندھانی کی خود رائی کی وجہ سے ہوئی۔ وہی عطر خاں کے معاون تھے۔

جام ککرالہ کی گوشمالی: ۱۱۷۳ھ کے اواخر میں میاں غلام شاہ ککرالہ کے جام دیسر کی گوشمالی پر متوجہ ہوئے اس لئے کہ میاں صاحب کی غیر موجودگی میں جام مذکور نے جو طرز عمل اختیار کیا تھا، وہ آئین اخلاص و وفا کے منافی تھا، پہلے محمد صدیق ویس اور دوسرے سرداروں کو جام کے خلاف بھیجا گیا۔ انہوں نے جام کو پے درپے شکستیں دیں۔ ۷ صفر ۱۱۷۴ھ (۸ دسمبر ۱۷۶۰ء) کو جام اس بات پر مجبور ہوا کہ اپنے قلعہ ''آباد،، کو چھوڑ دے۔ چنانچہ وہ بھاگ کر کچھ میں پناہ گزیں ہوا اور اس کا بیٹا ہردار جی جو پہلے ہی میاں صاحب کی خدمت میں حاضر ہوگیا تھا انھیں کی خدمت میں موجود رہا (حـ ۱)۔

کہ جنگ اوباورہ ۱۱۷۳ھ میں ہوئی تھی اور میاں صاحب کو خطاب ۱۱۷۵ھ میں ملا تھا۔ میرزا قلیچ بیگ نے بھی ''فتح نامہ'' کی طرح حالات مختلط کردئے۔ اس کا بیان ہے کہ جو افغان فوج عطر خاں کی امداد کے لئے آئی تھی اس کا سردار بہادر خاں تھا (تاریخ سندھ جلد دوم ص ۱۵۸)۔

۱۔ تحفۃ الکرام جلد سوم (ص ۱۱۳)۔

راجہ بیکانیر سے تعلق: ۱۷۶۰ء کا ایک دلچسپ واقعہ تاریخ بیکانیر میں درج ہے کہ میاں صاحب نے ایک سفیر بیکانیر بھیجا اور خواہش کی کہ میرا بیٹا سرفراز خاں اور راجہ صاحب کا بیٹا کنور راج سنگھ آپس میں پگڑیاں بدل لیں، تا کہ رابطۂ اتحاد قائم ہوجائے۔ یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ ۱۷۳۱ء میں بیکانیر کے راجہ زور آور سنگھ اور میاں نور محمدؐ خاں نے بھی پگڑیاں بدلی تھیں۔ پھر راجہ گج سنگھ اور میاں غلام شاہ نے پگڑیاں بدلیں (ح ۱)۔

خطاب و سند: ۱۱۷۵ھ کے اوائل (اگست یا ستمبر ۱۷۶۱) میں احمد شاہ ابدالی کی طرف سے میاں صاحب کو ہزبر جنگ شاہ ویردی خاں کا خطاب ملا اور سند حکومت عطا ہوئی۔ اس کے ساتھ شاہ نے ایک ہاتھی اور بعض دوسرے تحائف بھی بھیجے (ح ۲)۔ یہ اعزازات دیوان گدّو مل کے حسن تدبیر سے حاصل ہوئے، جو سندھ کی طرف سے افغانی دربار میں مستقل سفیر تھا۔

سیٹن کا بیان: سیٹن کے بیان سے بھی مندرجہ بالا واقعات کی تائید ہوتی ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے:

۱ — غلام شاہ کی فوج نے کھوسوں کو خوب پامال کیا۔

۲ — معلوم ہوا کہ عطر خاں اور مقصودہ، بہادر خاں داؤد پوترے کی مدد سے جنگ کی تیاریاں کر رہے ہیں۔ غلام شاہ نے فوج بھیج کر اوباوڑہ کے قریب انہیں ذلت خیز

۱- ''تاریخ بیکانیر'' مرتبہ رائے سوہن لعل بھٹناگر افسر مال ریاست بیکانیر (ص- ۱۸۷)۔

۲- ''تحفۃ الکرام'' جلد سوم (ص- ۱۱۵)۔

شکست دی - بہادر خاں اور بعض دوسرے سردار اس جنگ میں مارے گئے -

۳ — ملک میں امن قائم ہو گیا - ۲۵ محرم ۱۱۷۳ھ (۱۸ ستمبر ۱۷۵۹ء) کو غلام شاہ نے اپنے نو آباد شہر اللہ آباد میں سکونت اختیار کی اور شہر کا نام ''شاہ پور'' رکھا - شاہ پور نصر پور سے چار میل مغرب میں ہے (ح-۱) -

۴ — کوکلتاش نائب ٹھٹھہ مقرر ہوا تو اس نے عوام کو افغانوں کے ظلم و جور سے رہائی دلائی -

۵ — غلام شاہ جب شاہ گڑھ میں تھا - تو جام دیسر والی ککرالہ نے ایسے طریقے اختیار کیے جو آئین دوست داری کے خلاف تھے - غلام شاہ نے جام کو قلعہ سے نکال دیا اور وہ کچھ میں پناہ لینے پر مجبور ہوا - اس کے دونوں بیٹے غلام شاہ کے پاس رہے -

۶ — ۱۱۷۵ھ میں ابدالی نے غلام شاہ کو شاہ ویردی خاں کا خطاب دیا اور اس کے ساتھ ایک ھاتھی اور دوسرے تحائف بھیجے (ح-۲) -

---

۱- دی انڈس ڈیلٹا کنٹری (ص- ۱۲) -

۲- یہ پورا بیان تاریخ کلھوڑہ سے ماخوذ ہے - ملاحظہ ہو انگریزی ٹائپ شدہ نسخہ ص- ۱۵ -

چوتھا باب

ریاست کچھ پر یورشیں

ترتیب ابواب کے متعلق ضروری نکتہ: اب سنین سے قطع نظر کرتے ہوئے کچھ پر یورشوں کا حال یکجا بیان کیا جاتا ہے تا کہ خوانندگان کتاب کو تمام حالات کا اندازہ کرنے میں کوئی دقت پیش نہ آئے - ٹھٹھہ میں انگریزی تجارتی کوٹھی کی داستان الگ بیان کی جائے گی - اور متفرق حالات جداگانہ باب میں مذکور ہونگے، خواہ وہ میاں غلام شاہ کے عہد حکومت کی ابتدا میں پیش آئے ہوں یا آخر میں - یہ طریق اختیار کئے بغیر اہم وقائع و سوانح کے اسباب و علل، ان کے مختلف مدارج و نتائج کی توضیح ٹھیک ٹھیک نہیں ہو سکتی -

کچھ اور سندھ: جغرافیائی لحاظ سے کچھ سندھ ہی کا

ایک حصہ معلوم ہوتا ہے اور مختلف تاریخی حقائق کو پیش نظر رکھتے ہوئے کہا جا سکتا ہے کہ تاریخی دور کے آغاز میں یہ خطہ سندھ ہی سے وابستہ تھا۔ این۔ ایم۔ بلی موریا نے ایک طویل مضمون میں سندھ اور کچھ کی وحدت پر مفصل بحث کی تھی، جسے تفصیلاً دھرایا نہیں جا سکتا۔ اس لئے کہ یہ امر پیش نظر موضوع سے الگ ہے (ح۔ ۱)۔ یہاں صرف ایٹکن کا بیان نقل کر دینا کافی ہوگا۔ وہ لکھتا ہے کہ رن کچھ سندھ کی جنوبی اور جنوبی مشرقی سرحد ہے، جو راجپوتانہ سے سمندر تک پھیلی ہوئی ہے۔ سندھ کی تاریخ اس وقت تک سمجھ میں نہیں آ سکتی جب تک اس خطے کے وسیع تغیرات کو پیش نظر نہ رکھ لیا جائے۔ آج کل یہ خطہ بالکل بنجر ہے۔ جنوبی و مغربی موسمی ہواؤں کا زور ہوتا ہے تو اس میں سمندر کا پانی بھی آ جاتا ہے:

لیکن یہ یقین کرنے کے وجوہ ناپید نہیں کہ جب سکندر سندھ میں تھا تو یہ علاقہ ایک زمین بند سمندر یا جھیل تھا۔ اور اس میں اس دریا کا پانی آتا تھا جو اب ناپید ہے پھر پوران سے پانی آنے لگا۔ تھوڑا زمانہ گزرا، رن کا مغربی حصہ علی بندر سے کوڑی شاخ تک بہت زرخیز تھا۔۔۔ سندھ سے کچھ تک آزادانہ اور بکثرت آمد و رفت جاری تھی۔ بیچ میں کوئی صحرا حائل نہ تھا۔ پوران دریا کے ذریعے سے لکھپت سے عمرکوٹ تک ایک اچھی آبی شاہراہ موجود تھی۔ لکھپت سے تیس میل اور علی بندر سے بیس میل سندری نام ایک قلعہ تھا۔ یہاں حکومت کچھ نے ایک سرحدی چوکی بنا رکھی تھی اور یہیں اس کا

۱۔ جرنل سندھ ہسٹاریکل سوسائٹی بابت جون ۱۹۴۷ء ص۔ ۸۵ - ۹۷ -

محصول خانہ تھا ۔ '' رھموں کا بازار،، ایک اور سرحدی قلعہ تھا ۔

۱۷۶۲ء میں یا اس کے لگ بھگ غلام شاہ کلھوڑہ نے دریائے پوران پر ایک بہت بڑا بند باندھا ، جس نے دو مقصد پورے کئے، یعنی سندھ کی زمینیں سبزہ زار بن گئیں اور غلام شاہ کے دشمن راؤ کچھ کی زمینیں بنجر ھو گئیں ۔ کوڑی شاخ محض ایک نالہ سا بن گئی ۔ لکھپت ، ریاست کچھ کا ایک دور افتادہ آباد مقام رہ گیا ۔ ۱۸۱۹ء میں ایک زبردست زلزلہ آیا ۔ جس نے بربادی کا کام پورا کر دیا ۔ زمین کسی قدر دھنس گئی ۔ سمندر در آیا اور سندری کے کے اس پاس کا علاقہ کھاری پانی کی جھیل بن گیا ۔ یہ مقام تباہ ھو گیا ۔ کپتان گرنڈلے نے ۱۸۰۸ء میں سندری کا ایک خاکہ تیار کیا تھا ، جسے الگزانڈر برنز نے اپنے '' سفر نامہ بخارا،، میں شائع کیا ۔ اس سے معلوم ھوتا ھے کہ یہاں ایک مربع قلعہ تھا ، جو دریا کے ایک کنارے پر تھا ۔ دریا میں کشتیاں تھیں ۔ قلعے کے ایک کونے پر اونچا گول برج تھا ۔ زلزلے کے بعد سندھ کی سرحد کوڑی سے نگر پارکر تک ایک شور زار صحرا بن گئی ۔ سرحدی قصبے مثلاً رھموں کا بازار ختم ھو گئے (ح ۱) ۔

کچھ کی سرسری سرگذشت: محمد بن قاسم کے حملے میں جس کنوج (ح ۲) کا ذکر آیا ھے وہ غالباً کچھ ھی کا ایک

۱- یہ اقتباس سندھ گزیٹیئر سے ھے۔

۲- ممکن ھے یہ وھی مقام ھو جسے سندھ ریلوے کے نقشہ میں Ras Kanoje لکھا گیا ھے ۔ (ملاحظہ ھو 'سندھ

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۶۲۲ پر)

شہر تھا - اگرچہ مورخین بلا لحاظ مناسبت و عدم مناسبت اسے شمالی ہند کے مشہور مقام قنوج سے وابستہ کرتے رہے -

نویں صدی عیسوی میں سندھی مسلمانوں کی ایک جماعت بعض مقامی سیاسی ہنگاموں کی بنا پر مجبور ہو کر اپنے وطن سے نکلی اور کچھ پہنچ گئی - یہ لوگ آہستہ آہستہ پورے کچھ کے مالک بن گئے - ان کے مذہبی عقائد اور تمدن و معاشرت میں جو تبدیلیاں ہوتی رہیں، ان کے اسباب پر مفصل بحث پیش نظر کتاب کے موضوع سے خارج ہے، لیکن اس حقیقت کا اعتراف سندھ اور کچھ کے ہر تاریخ نگار نے کیا ہے کہ وہ لوگ سندھی تھے -

کم و بیش چھ سو سال تک کچھ کے زیادہ تر حالات پر تاریکی کا پردہ پڑا رہا - سولھویں صدی عیسوی میں وہاں کا سردار خاندان کے ہی ایک شخص کے ہاتھ سے مارا گیا - مقتول کے فرزند نے احمد آباد کے حاکم سے مدد لے کر آبائی گدی پر قبضہ کیا -

سندھ میں مداخلت: ۱۷۱۹ء میں دیسل کچھ کا حکمران بنا - یہ بڑی جوشیلی اور مضطرب طبیعت کا آدمی تھا - اس نے گرد و پیش ہر طرف یورشیں کیں اور سندھ،

ریلوے، انگریزی، مطبوعہ ۱۸۵۶ء کا نقشہ مقابل ص-۸۱ - اور غالباً اسی مقام کو میاں نور محمد خاں کے عہد حکومت کی جنگوں میں کانجی بتایا گیا - یہ دریائے سندھ کی کوڑی نام شاخ کے دہانے کے قریب کچھ کے عین متصل واقع ہے -

پارکر ، نیز گجرات میں اپنی چوکیاں قائم کرلیں ۔ سندھ پر پیش دستی کا یہ واقعہ سندھ و کچھ کی ان جنگوں کا پیش خیمہ تھا جن کے حالات کی تفصیل اس باب کا موضوع ہے۔ یہاں یہ بحث چھیڑنے کی ضرورت نہیں کہ دیسل کے اقدامات درست تھے یا نا درست ۔ اس زمانے میں اور اس سے پیشتر بھی تیغ زنوں کا دستور یہی تھا کہ جس طرف موقع پاتے تھے ، حملہ کر دیتے تھے ۔ انہیں فتوحات بھی حاصل ہوئی تھیں اور وہ شکستیں بھی کھاتے تھے ، انتقامی و تادیبی حملوں کے ھدف بھی بنتے تھے ۔ راؤ دیسل کی بھی بالکل یہی کیفیت تھی ۔

دیو کرن : ایک موقع پر کچھ بیرونی حملے کا ھدف بنا تو دیسل کے پاس نہ تو حفظ و دفاع کے مناسب سامان موجود تھے اور نہ ھی روپیہ تھا کہ سامان فراھم کرلیتا ۔ اس نازک وقت میں اس کی رانی معاون بنی ۔ رانی کے املاک کا منیجر دیو کرن نام ایک شخص تھا ، جس کی انتظامی صلاحیتوں کا سکہ بیٹھا ھوا تھا ۔ رانی نے اسی کو راؤ دیسل کے روبرو پیش کیا اور اپنے پاس سے ضرورت کے مطابق رقم بھی دے دی ۔

دیو کرن نے فوج کے دو حصے کئے ۔ ایک کو قلعہ میں بٹھا دیا ، دوسرے کو باھر مناسب مورچوں پر متعین کردیا ۔ اس آخری حصے کی مختلف ٹکڑیوں کو تاکید کردی کہ باری باری اپنے مورچوں سے نکل کر حملہ آور کے سلا سل رسد کو منقطع کرتے رھیں ۔ یہ تدبیر امید سے بڑھ کر کامیاب ثابت ھوئی ۔ حملہ آور مراجعت پر مجبور ھو گئے ۔ راؤ دیسل نے دیو کرن کی خدمات سے خوش ھو کر اسے مختار کل بنا دیا ۔ اور جملہ انتظامات کی باگ ڈور اس کے حوالے کردی ۔

دیو کرن بہت دانشمند، مدبر اور دور اندیش آدمی تھا۔ اس نے ریاست کے انتظام کا درجہ بلند کر دیا اور تجارت کو خوب فروغ دیا، جس سے ریاست کی آمدنی بڑھ گئی۔ بیان کیا جاتا ہے کہ دیو کرن کے عہد میں راؤ دیسل کی آمدنی اٹھارہ لاکھ کوڑی (پچاس ہزار پونڈ) تھی اور خود وزیر کی آمدنی نو لاکھ کوڑی سے کم نہ تھی۔

راؤ لاکھا: ۱۷۴۰ء میں راؤ دیسل فوت ہوا تو اس کا بیٹا لاکھا گدی پر بیٹھا۔ یہ حد درجہ ظالم اور اوباش آدمی تھا۔ باپ کو دس برس قید رکھا تھا۔ پھر دیو کرن کو اس بنا پر قتل کرا دیا کہ رانی (والدہ لاکھا) کے ساتھ اس کے ناجائز تعلقات ہیں۔ علاوہ بریں اس نے حبشیوں کا ایک دستۂ خاص مرتب کرلیا تھا۔ محل سے باہر نکلتا تو یہ دستہ آگے پیچھے چلتا تھا۔ جو آدمی سامنے آتا اور راؤ لاکھا کا اشارہ ہوتا، اسے بے تکلف موت کے گھاٹ اتار دیا جاتا۔ پانچ برس میں اس نے کم و بیش ایک کڑور روپیہ اوباشیوں میں ضائع کیا۔ ڈاکٹر جیمز برگس نے لکھا ہے:

۱ — (۱۷۵۱ء)۔ راؤ لاکھا کچھ کی مسند پر بیٹھا۔ سندھ، کاٹھیاواڑ اور پارکر اس کے ہاتھ سے نکل گئے۔

۲ — (۱۷۵۸ء) راؤ لاکھا والیٔ کچھ نے سندھ کے خلاف ایک مہم لے جانے کا فیصلہ کیا اور مومن خاں کو مجبور کیا کہ بیس ہزار روپے کا جو خراج باقی ہے، جلد ادا کرے (ح ۱)۔

۱- The Chronology of Modern India ص ۱۹۱ و ص ۲۰۵۔ آخرالذکر واقعے کے سلسلے میں مورخین کا بیان ہے کہ پیشوا اور گائکواڑ سے مدد مانگی تھی۔ گائکواڑ نے اپنی طرف سے سیوک رام کو بھیج بھی دیا تھا (بمبئی
(بقیہ حاشیہ صفحہ ۶۲۵ پر)

پونجا سیٹھ: پونجا سیٹھ دیوکرن کا بیٹا تھا، جسے لاکھا نے قتل کرا دیا تھا۔ وہ دانش و تدبر میں اپنے باپ سے کم نہ تھا۔ لاکھا سے تو اس کی بن نہ سکتی تھی۔ اس کے بیٹے اور ولی عہد سے دوستی پیدا کرلی اور اس طرح لاکھا کے خلاف ایک محاذ قائم کر دیا۔ باپ بیٹے میں دیر تک مخالفت جاری رہی۔ آخر صلح ہوئی تو بیٹا پونجا سیٹھ کو چھوڑ بیٹھا اور اس کے لئے صرف ایک ہزار کوڑی (۲۰ پونڈ) کی پنشن مقرر کردی۔ لاکھا سیٹھ ۱۷۶۰ء میں فوت ہوا تو اس وقت بھی پونجا سیٹھ کی خدمات کا کوئی لحاظ نہ کیا اور ایک اور شخص کو اپنا وزیر بنا لیا۔ پونجا سیٹھ کو سخت قلق ہوا۔ اس نے راؤ سے ملاقات کرنی چاہی۔ راؤ نے اس کی درخواست مسترد کر دی۔ پھر اسے قتل کرا دینا چاہا۔ آخر اسے کچھ سے بھاگنا ہی پڑا۔ وہ پہلے کنٹھ کوٹ گیا۔ وہاں سے ویراواہ پہنچا اور دیوان گدّو مل سے خط و کتابت کی۔ میاں غلام شاہ نے سیٹھ کو اپنے پاس بلا لیا۔ مہمانداری کے لئے ایک ہزار اشرفیاں اس کے پاس بھیج دیں اور ایک سو آدمی پیشوائی کی غرض سے روانہ کر دیے۔ یہی شخص کچھ پر حملے کا فوری محرک بنا، اگرچہ والیانِ کچھ کی معاندانہ روش نے اس سے پہلے ہی حملہ کے جواز کی وجہ پیدا کردی تھی۔

پہلی یورش: ''تحفۃ الکرام،، کے بیان کے مطابق کچھ پر پہلی یورش ۹ ربیع الثانی ۱۱۷۶ھ (۲۸ اکتوبر ۱۷۶۲ء)

''گزیٹیئر حصہ گجرات'' ص۔ ۳۴۲۔ سکیم یہ تھی کہ سندھ کی خانہ جنگی سے فائدہ اٹھا کر ٹھٹھہ پر قبضہ کر لیا جائے۔ جام ککرالہ زیادہ سے زیادہ مدد دے سکتا تھا۔

کو ھوئی - میاں صاحب نے لشکر پہلے بھیج دیا - پھر خود کچھ کی طرف روانہ ھوئے - پونجا سیٹھ لشکر کے ساتھ تھا - راستے میں سندری (ح- ۱) کا قلعہ فتح کیا - آگے بڑھے تو کچھ کی فوج جارہ پہاڑ پر جمع تھی - یہ کوئی چھ ہزار کے قریب آدمی تھے - انہوں نے اپنی عورتوں اور بچوں کو تلوار کے گھاٹ اتار کر سخت مقابلہ کیا - بعض روایتوں میں کیفیت یوں بیان ھوئی ھے کہ خون کی ندیاں بہ نکلیں اور ان کے زور کا یہ عالم تھا کہ آدھ آدھ سیر کے پتھر ساتھ بہا لے گئیں (ح- ۲) -

جنگ جارہ: جارہ کی جنگ کو اس مہم میں بڑی اھمیت حاصل ھے - سندھی فوج ستر ھزار تھی - راؤ نے راستے کے تمام کنوؤں میں پتھر بھروا دئے تھے - اور کچھ جیسے ملک میں پانی کے بغیر پیش قدمی دشوار تھی ، لیکن میاں غلام شاہ کے ارادے میں کوئی تزلزل پیدا نہ ھوا اور مشکلات سدِ راہ نہ بن سکیں -

جارہ میں کچھ کی فوج کے اکثر آدمی ایک بڑی توپ کے ارد گرد جمع تھے - اتفاق سے توپ پھٹ گئی - اس حادثے سے بہت سے آدمی مر گئے - باقی لوگوں میں افراتفری پھیل گئی - عین اس موقع پر سندھی فوج کے بہادر شمشیر بدست پہاڑ پر چڑھ گئے - کچھ کا وزیر اور بعض دوسرے ممتاز سردار و رئیس وھیں کام آئے - ٹوپن مل نے لکھا ھے کہ

۱- یہ مقام لکھپت سے تیس میل کے فاصلے پر تھا - اب یہ برباد ھوچکا ھے -

۲- جرنل سندھ ھسٹاریکل سوسائٹی بابت اکتوبر ۱۹۳۴ء ص- ۱۵ -

جارہ پہاڑ پر جو لوگ سب سے پہلے پہنچے ان کا سردار میر بہرام ٹالپر تھا اور حق یہ ھے کہ جنگ جارہ میں اسی کی مردانگی سے فتح حاصل ھوئی۔ اگر سندھی نیچے بیٹھے رھتے تو پہاڑ کے اوپر سے ان پر گولہ باری کا لامتناھی سلسلہ شروع ھو جاتا اور وہ نہ آگے بڑھ سکتے، نہ وھاں ٹھیر سکتے۔

"انشائے عطارد" کا پیش کردہ مرقع: جنگ جارہ کی مختصر سی کیفیت "انشائے عطارد" میں بھی بیان ھوئی ھے۔ اس کا خلاصہ یہ ھے:

۱ — جارہ کی تسخیر محال سمجھی جاتی تھی، لیکن سندھی لشکر اس کے دشوار گزا دروں سے گزرتا ھوا اوپر پہنچ گیا۔

۲ — وھاں کچھیوں سے جنگ ھوئی اور چھ گھڑی تک مقابلہ ھوتا رھا۔

۳ — آخر کار فتح سندھیوں کو حاصل ھوئی۔

یہاں یہ بھی بتا دینا چاھئے کہ عام بیانات کے مطابق میاں غلام شاہ جنگ کچھ کو ختم کر کے رجب میں واپس جا چکے تھے۔ لیکن "انشائے عطارد" کا بیان ھے کہ جنگ جارہ ۹ شعبان کو ھوئی تھی۔ اور ۱۳ شعبان کو کچھیوں نے صلح کی درخواست پیش کی تھی (ح۔ ۱)۔ دربار افغانستان کو اس فتح کی خبر ملی تو ۲۰ ربیع الثانی ۱۱۷۷ھ اور یکم جمادی الاول ۱۱۷۷ھ کو خوشنودی کے دو پروانے میاں صاحب کے نام بھیجے گئے (ح۔ ۲)۔

۱۔ "انشائے عطارد" ص۔ ۱۹۸ - ۱۹۹ -
۲۔ "ایضاً" ص۔ ۲۰۰ -

صلح کی شرطیں: جارہ میں فتح حاصل کرنے کے بعد میاں صاحب نے آگے بڑھ کر یلغار کی اور ان کی فوجیں کچھ کے دارالحکومت بھوج سے صرف بارہ کوس پر رہ گئیں۔ آخر راؤ نے پونجا سیٹھ کی وساطت سے صلح کا پیغام بھیجا بستہ بندر، اور لکھپت بندر میاں صاحب کے حوالے ہوئے۔ ایک شرط یہ بھی طے ہوئی کہ راؤ کی بہن کی شادی میاں صاحب سے ہوگی۔ پونجا سیٹھ تمام شرطوں کو پورا کرانے کا ذمہ دار بن گیا۔ اور میاں صاحب واپس ہو کر ۲ رجب ۱۱۷٦ھ (۱۷ جنوری ۱۷٦۳ء) کو اپنے مرکز شاہ پور پہنچ گئے۔ بعض روایتوں سے واضح ہوتا ہے کہ میاں صاحب مراجعت کے لئے تیار نہ تھے۔ لیکن پونجا سیٹھ بیچ میں حائل ہوگیا۔ اس کی یہ ضرور خواهش تھی کہ راؤ کچھ کو اپنے اثر و رسوخ کا یقین دلا کر وزارت حاصل کرے۔ یہ بھی چاہتا تھا کہ راؤ کی بہن میاں صاحب کو بیاہی جائے، لیکن کچھ کو سلطنت سندھ کا جزو بنانے کے لئے تیار نہ تھا۔ پونجا نے میاں صاحب کے روبرو صورت حال کا نقشہ ایسے اضطراب انگیز انداز میں پیش کیا کہ انهیں صلح پر رضامند ہو جانا ہی مناسب نظر آیا۔

پونجا سیٹھ کا قتل: سندھی فوج کچھ سے چلی گئی اور فوری خطرہ ٹل گیا تو راؤ شرطوں کے متعلق لیت و لعل میں پڑ گیا۔ وہ سخت بد عہد اور بد معاملہ فرماں روا تھا اور قول کا پاس اس کے نزدیک کوئی معنی ہی نہ رکھتا تھا۔ پونجا سیٹھ تکمیل شرائط کی غرض سے کچھ ہی میں رہ گیا تھا۔ اس نے راؤ کو بہت سمجھایا کہ عہد نہ توڑو۔ اس کا انجام اچھا نہ ہوگا۔ راؤ کو خیر خواہی کے اس مشورے پر اتنا غصہ

آیا کہ پونجا سیٹھ کو پاس بلا کر اپنے ھاتھ سے زھر کا پیالہ دیا اور مجبور کیا کہ اسے فوراً پی جائے۔ چنانچہ بیچارا پونجا خیر خواھی کی پاداش میں ناحق مارا گیا اور میاں غلام شاہ کے ساتھ جو عہد نامہ کیا گیا تھا، وہ پورا نہ ھوسکا۔

دوسری یورش: میاں صاحب کو یہ حالات معلوم ھوئے تو از سر نو کچھ پر حملے کی تیاری کر لی۔ بعض روایتوں سے معلوم ھوتا ھے وہ تھوڑی دیر اس وجہ سے رکے رھے کہ افغانوں کی طرف سے سندھ پر حملہ کا خطرہ پیدا ھو گیا تھا، اس لئے کہ ان کا مطالبۂ زر پورا نہ ھو سکا تھا۔ جب یہ خطرہ ٹل گیا تو ۱۱۷۸ھ (۶۵-۱۷۶۴ء) میں دوبارہ کچھ پر یورش کی۔ اس مرتبہ صرف پچاس ھزار فوج ساتھ تھی۔ یہ فوج اپنے مرکز کوٹ لکھپت سے آگے بڑھی تو ناڑا خالی ھو گیا۔ قلعہ مورو پر حملہ ھوا۔ وھاں بے شمار کچھی مارے گئے اور قلعہ فتح ھو گیا۔

اس مرتبہ راؤ نے راستے کے کنوؤں میں زھر ڈلوا دیا تھا۔ میاں صاحب کو چکر کھا کر بھوج کی طرف پیش قدمی کرنی پڑی۔ جب بھوج سندھی فوج سے صرف پانچ کوس رہ گیا، تو راؤ کچھ نے دوبارہ صلح کی درخواست کی اور اپنے چچیرے بھائی کی بیٹی میاں صاحب کے نکاح میں دے دی (ح۔ ۱)۔

۱- پوسٹنز کا یہ بیان درست نہیں کہ خود راؤ کی بیٹی سے میاں صاحب کی شادی ھوئی تھی (سندھ کے متعلق ذاتی مشاھدات ص۔ ۱۷۵) بعض روایتوں میں بتایا گیا ھے کہ گدو مل اور بعض دوسرے امرا کو صلح کی گفتگو کے

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۶۳۰ پر)

میاں صاحب نے اس حرم کو ''سندھ رانی'' کا خطاب دیا ۔ مختلف روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ شادی بڑی شان و شوکت سے ہوئی اور فریقین کی طرف سے تکلفات شایاں عمل میں آئے ۔

پہلے حملے کے موقع پر میاں غلام شاہ نے دریائے سندھ کی مشرقی شاخ کا رخ پلٹ دینے کا حکم دے دیا تھا ۔ یہ شاخ لکھپت بندر کے پاس سے گزرتی تھی میاں صاحب نے مناسب مقام پر بند بنوا دیا ۔ یوں میاں صاحب کے حدود حکومت سے لکھپت بندر تک کا علاقہ ویران ہوگیا ۔ کہتے ہیں کہ اس حصے میں کثرت سے چاول پیدا ہوتے تھے ۔ بعد میں وہاں آبادی کا نشان تک نہ رہا (ح ۱) ۔ اسی زمانے میں علی بندر کی تعمیر عمل میں آئی ۔

کچھیوں کی پیش دستی : انگریزوں کی تجارتی کوٹھی کے کاغذات سے معلوم ہوتا ہے کہ کچھ پر میاں صاحب کی دوسری یورش سے پہلے خود راؤ کچھ نے جنوبی سندھ پر حملے شروع کر دئے تھے ۔ ایک تحریر مظہر ہے :

اکتوبر ۱۷۶۴ء کا بڑا حصہ ان متواتر حملوں میں بسر ہوا ۔ جو راؤ کچھ کے لوگوں نے اس ملک (سندھ) کے جنوبی حصے پر کئے ۔ وہ چھوٹی چھوٹی کشتیوں کے بیڑے لے کر آئے اور متعدد چھوٹے چھوٹے دیہات و قصبات کو

لئے میاں صاحب نے بھوج میں بھیج دیا تھا راؤ کچھ نے اپنی تمام توپیں جا بجا نصب کرا کے تمام رات گولہ باری جاری رکھی مقصد یہ تھا کہ سفیروں پر دہشت طاری ہو جائے اور وہ اپنے آقا کو لڑائی سے روک دیں ۔

۱- جرنل سندھ ہسٹاریکل سوسائٹی بابت دسمبر ۱۹۳۸ ص- ۲۱-

بری طرح لوٹا - اب فرماں روا نے خاصی بڑی فوج ان کے آئندہ حملوں کی روک تھام کے لئے بھیج دی ہے - لہذا اس حصۂ ملک میں امن بحال ہو گیا ہے اور مزید شرارت کا اندیشہ نہیں رہا (ح- ۱) -

مزید تفصیلات: پہلے حملے کی کیفیت جیمس برگس نے یوں بیان کی ہے:

راؤ گوڑ جی کے عہد میں سندھیوں نے کچھ پر حملہ کیا - یہ ۱۷۶۲ء کا واقعہ ہے - سندھی فوج اسی ۸۰ ھزار تھی اور میاں غلام شاہ کلھوڑہ اس کا سردار تھا - جارہ پر ایک خونریز جنگ ہوئی، جو لکھپت سے اٹھارہ میل کے فاصلے پر ہے - اس کے فوراً بعد غلام شاہ واپس چلا گیا - اس نے رن کچھ کے شمالی سمت میں مورا گاؤں کے پاس دریائے سندھ کی ایک شاخ پر جس کا نام پھرن تھا، بند بنوا دیا - رن کے اندر اور اس میں سے تازہ پانی کا بہاؤ ختم ہو گیا - - - - - اور بہت بڑا خطہ، جو پہلے سر سبز و سیراب تھا، نہایت خوفناک شور دلدل بن کر رہ گیا - پہلے یہاں چاول کاشت کئے جاتے تھے جن سے دربار کچھ کو سالانہ بیس ھزار پونڈ مالیہ وصول ھوتا تھا (ح- ۲) -

ھیگ کا بیان: ھیگ نے دونوں یورشوں کی اجمالی کیفیت بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ غلام شاہ کا قصد ابتداً میں بے شک یہی تھا کہ کچھ فتح کر کے اپنی سلطنت میں شامل کر لے - لیکن وہ مدافعین کی بے پناہ استقامت سے

۱- جرنل سندھ ھسٹاریکل سوسائٹی بابت دسمبر ۱۹۳۸ء ص-۱۷-
۲- کاٹھیاواڑ اور کچھ کے آثار قدیمہ کے متعلق رپورٹ ص-۲۳-

عہدہ برآ ہونے کے لئے تیار نہ تھا - مدافعین راجپوت تھے اور جب معاملات نزاکت کی آخری حد تک پہنچ جاتے تو راجپوت سچ مچ بے حد خطرناک بن جاتے تھے - لہذا غلام شاہ نے فتوحات کے اعزاز پر قناعت کرلی جو بڑا نقصان اٹھا کر حاصل کی گئی تھیں - بہرحال خارجی جنگوں میں اس کی قوت خوب نمایاں ہوگئی (ح- ۱) -

صمصام الدولہ کا خطاب: میاں صاحب کچھ سے فاتحانہ واپس ہوئے تو افغانی دربار نے ان کے سابقہ خطابات میں "صمصام الدولہ" کے خطاب کا اضافہ کر دیا - خاندان میں سے "جنگ" کا خطاب سب سے پہلے میاں یار محمدؐ خاں کو ملا تھا - میاں غلام شاہ کو "جنگ" کے علاوہ "دولہ" کا خطاب بھی ملا - شاہ پور میاں غلام شاہ ھی نے آباد کیا تھا - لیکن وھاں تیز ھوائیں بہت چلتی تھیں، اور خاک بہت اڑتی تھی - اس لئے اسے چھوڑ دیا اور نیا شاہ پور آباد کیا اب یہ شہر تعلقہ سکرنڈ میں ایک معمولی گاؤں رہ گیا ھے -

"سندھ رانی" سے شادی کی تاریخ: کتاب مکمل ھو چکی تھی، جب میاں سرفراز کے کچھ اشعار سندھی زبان کے رسالہ "نئی زندگی" میں شائع ہوئے - اس میں "سندھ رانی" سے میاں غلام شاہ کی شادی کی تاریخ یوں مرقوم ھے:

گشت از فضلِ ایزدِ داور روی گیتی چون آسمان انور
(ح- ۲)

۱- دی "انڈس ڈیلٹا کنٹری" ص- ۱۱۸ -
۲- یہاں "داور" کے بجائے "دادار" موزوں معلوم ہوتا ھے - دوسرے شعر میں بھی قافیہ ایزد داور جو بہت غیر مناسب (بقیہ حاشیہ صفحہ ۶۳۳ پر)

شاہِ دوران غلام شاہ نجف | مظہر لطفِ ایزدِ داور
حضرتِ دادگر میاں صاحب | آن شہِ پاک زاد پاک گہر
راجۂ کچ کہ ہمچو او درجاہ | نبود ہیچ راجۂ دیگر
''ڈولہ،، آمد چو از نواحیٔ کچ | بہزار احترام و صد مفخر
چون شبِ بست وہشت ازشعبان | بود این شادیٔ خجستہ تر

لا جرم گشت سال تاریخش
بہ بود این قرآن شمس و قمر (ح ۱)
۱۱۷۶

ہے - یہ قطعہ ہے ضروری نہیں کہ پہلے شعر کے دونوں مصرعے ہم قافیہ ہوں - میرے نزدیک اصل میں دادار ہی تھا لیکن ناقلوں نے داور بنا دیا -

۱- گویا یہ شادی ۲۸ شعبان ۱۱۷۶ھ (۱۳ مارچ ۱۷۶۲ء) کو ہوئی -

پانچواں باب

سندھ میں انگریزی تجارتی کوٹھی

پرتگیز اور سندھ: ہندوستان کے ساتھ فرنگستانی اقوام کی بحری تجارت کا آغاز واسکو ڈی گاما کے کالی کٹ پہنچنے سے ہوا - پرتگیز بہت جلد بحرِ ہند میں مختارِ مطلق بن گئے اور ساری تجارت انہیں کے ہاتھ میں چلی گئی - ان کی آمد و رفت ٹھٹھ میں بھی جاری تھی - ۱۵۵۵ء میں میرزا عیسیٰ ترخان اور سلطان محمود حاکم بکھر کے درمیان کشمکش شروع ہوگئی - میرزا عیسیٰ ترخان نے پرتگیزوں سے مدد طلب کی - اس پر پیڈرو بیریٹو رولن (ح-۱) اٹھائیس جہاز لے کر ٹھٹھ پہنچ گیا - اس اثناء میں میرزا عیسیٰ اور سلطان محمود کے درمیان صلح ہوچکی تھی - پرتگیزوں

۱- Pedro Borrato Rolin -

نے معاوضہ طلب کیا جواب ملا کہ جب تم نے کوئی کام ہی نہیں کیا تو معاوضہ کیسا؟ پرتگیز موقع پا کر ٹھٹھ میں داخل ہوگئے ۔ آٹھ ہزار آدمیوں کو تہ تیغ کیا اور اتنا مال اسباب اٹھا کر لے گئے کہ خود ان کے اندازے کے مطابق ایشاء میں انھیں کبھی نہ ملا تھا (حـ ۱) ۔ اہل سندھ کے ساتھ فرنگستانیوں کے تعلق کا یہ خونچکاں اور قلق انگیز واقعہ اس زمانے میں پیش آیا، جب مرکز ہند میں سوریوں اور مغلوں کے درمیان تقدیر کے فیصلے کی آخری بازی لگ چکی تھی ۔ مغل ہندوستان سے ایک مرتبہ نکل جانے کے بعد دوبارہ قدم جمانے کے لیے کوشاں تھے اور شیر شاہ کی قائم کی ہوئی افغان سلطنت کا نقش مٹایا جارہا تھا ۔

"تحفہ" الکرام" کا بیان: "تحفہ" الکرام" سے معلوم ہوتا ہے کہ سندھ میرزا عیسیٰ اور سلطان محمود کے درمیان تقسیم ہو چکا تھا ۔ جب میرزا نے محمد باقی کو ولی عہد بنایا تو بظاہر اس ارادے سے بکھر کا قصد کیا کہ باقی کے لیے سلطان محمود سے حلف وفاداری کی تجدید کرائے ۔ دراصل اس کا مدعا یہ تھا کہ پرگنہ دربیلہ کو بھی سیوستان میں شامل کرے:

> اس اثناء میں فرنگی گوآ کی بندگاہ سے لاھری بندر پہنچے ۔ ملک کو مالک سے خالی پایا تو ٹھٹھ پر حملہ آور ہوئے ۔ جمعہ کے دن جامع فرخ اور دوسرے مقامات پر انھوں نے بہت سے لوگوں کو قتل کیا ۔ گنج شہیداں کے علاوہ بازار امیر بیگ، جامع فرخ کے آس پاس اور دوسرے مقامات میں جن شہیدوں کے مزار ھیں، وہ فرنگیوں ھی کے مقتولین تھے ۔ میرزا عیسیٰ نے یہ

---

۱ - جرنل سندھ ھسٹاریکل سوسائٹی بابت مئی ۴۳-۱۹ء ص ۱۴۰ -

خبر سنی تو فوراً سلطان محمود سے ملکی حد کا فیصلہ کیا اور ٹھٹھ آگیا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ فرنگیوں کو اس نے کمک کی غرض سے بلایا تھا۔ جب میرزا انہیں ٹھٹھ میں نہ ملا تو انھوں نے یہ خوفناک اقدام کیا۔ بہر حال فرنگیوں نے میرزا عیسیٰ کے آنے کی خبر سنی تو ٹھٹھ کے گلی کوچوں میں بارود بچھا کر آگ لگادی اور رفو چکر ہوگئے (ح۔ ۱)۔

مزید روایتیں: هیگ کے نزدیک سندھی مورخوں نے اس واقعے کی اهمیت کا پورا اندازہ نہیں کیا۔ اس نے پرتگیزی اور فرانسیسی مورخین کے بیانات سے پوری تفصیلات اپنی کتاب میں درج کی هیں۔ جن کا مفاد یہ ہے:

۱ — پرتگیزی گورنر بسین میں تھا جب میرزا عیسیٰ کی طرف سے کمک کی درخواست پہنچی تو اس نے پیڈرو بیریٹو رولن کو سات سو آدمیوں کے ساتھ بھیجا۔ یہ لوگ اٹھائیس جہازوں میں سوار تھے۔

۲ — یہ بیڑا ٹھٹھ پہنچا تو ولی عہد نے پرتگیزی امیر الجر سے ملاقات کی اور اپنے والد کو بیڑے کی آمد کی خبر بھیج دی۔

۳ — چند روز بعد پرتگیزی امیرالبحر نے سنا کہ میرزا عیسیٰ نے دشمن سے صلح کرلی ہے۔ یوں اندازہ کرلیا کہ اب امداد کی ضرورت نہیں۔ ولی عہد سے کہا کہ میں جانا چاهتا هوں۔ جو رقم مجھے دینے کا وعدہ کیا گیا تھا، وہ دلا دیجیے۔

۴ — چونکہ ولی عہد کا جواب اطمینان بخش نہ تھا، لہذا

۱۔ ''تحفۃ الکرام'' جلد سوم ص۔ ٦٧۔

امیرالبحر شہر میں داخل ہو گیا - جوشِ غیظ میں اس نے آٹھ ہزار سے زیادہ آدمیوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا - بیس لاکھ پونڈ سے زیادہ کا سامان نذرِ آتش کیا اور اس مال غنیمت سے جہاز بھر لیے جو ایشیا کے نہایت بیش بہا غنائم میں سے تھا -

۵ - اس پوری کارروائی میں اس کے ایک بھی آدمی کو خراش تک نہ آئی -

۶ - لاھری بندر کے قلعہ نشینوں نے مزاحمت کی - پرتگیزوں نے قلعہ فتح کر کے اسے مسمار کر ڈالا (حـ ۱) -

ایک فرانسیسی مورخ نے لکھا ھے کہ ابتدا میں پرتگیزی امیر البحر کو حملے میں تامل تھا - پھر اس نے سب سے پہلے ایک مسجد پر قبضہ جمایا - بعد از آں شہر بھر پر قابض ھو گیا اور لوگوں کو نا قابل تصور بیدردی سے لوٹا - بے زبان جانوروں کو بھی نہ چھوڑا - ٹھٹھے سے واپسی کے وقت پرتگیز دریا کے دونوں کناروں کی آبادیوں پر یورشیں کرتے رھے اور ھر بستی کو تباہ کیا :

بے شمار مقتولین اور وسیع ذخائر غنیمت کا بدلہ ایک خوفناک طوفان نے لیا بیریٹو نے جگہ جگہ سے جو مال لوٹا تھا ، وہ سارا سمندر میں پھینکنا پڑا اور انتہائی مشکلات سے گزرتا ھوا وہ بندر گاہ میں پہنچا (حـ ۲) -

---

۱ - ''دی انڈس ڈیلٹا کنٹری'' ص- ۹۸ -

۲- ایضاً ایضاً (ص-۹۹-۱۰۰)- یہ حالات اے- بی- ایڈوانی نے ایک مضمون میں پیش کیے ھیں - ملاحظہ ھو ''جرنل سندھ ھسٹاریکل سوسائٹی'' بابت جنوری ۱۹۴۱ء ص- ۴۵-۴۷ -

انگریزوں کی آمد: انگریزوں کے سندھ پہنچنے کا قصہ یہ ہے کہ پہلے پہل دو انگریز ٹھٹھ آئے انھیں ایک پرتگیز پادری نے زہر دے کر مار ڈالا۔ ایسٹ انڈیا کمپنی نے اپنے کارکنوں کو ہدایت کردی تھی کہ سندھ کو بھی تجارتی سرگرمیوں کے حلقے میں لے لیا جائے، لہذا انگریز جہاز ران ٹھٹھ پہنچنے کی کوششیں برابر کرتے رہے۔ ۲۶ ستمبر ۱۶۱۳ء کو پہلا انگریزی جہاز بندر گاہ دیبل میں داخل ہوا۔ پھر جیمز اول شاہ انگلستان کا سفیر ٹامس رو سندھ آیا۔ ۱۶۳۵ء میں انگریزوں نے ٹھٹھ میں پہلی تجارتی کوٹھی قائم کی۔ وہ قلمی شورہ خرید کر یورپ بھیجتے تھے۔ یہ کوٹھی ۱۶۶۲ء میں بند کرنی پڑی۔

خدا جانے ڈاکٹر سارلے نے کس بنا پر یہ رائے قائم کی کہ یہ کوٹھی اس زمانے میں بند ہوئی، جب اورنگ زیب کی تخت نشینی کے بعد ہنگامے رونما ہوگئے تھے (ح۔ ۱)۔ شاہ جہاں کے بیٹوں میں تخت نشینی کے لئے جو لڑائیاں ہوئی تھیں، وہ کوٹھی کی بندش سے کم و بیش چار سال پیشتر ختم ہوچکی تھیں۔ اس کے بعد ملک میں نصف صدی تک ایسا امن قائم رہا کہ ۱۶۳۵ء سے ۱۶۶۲ء تک کا دور بلحاظ امن اس سے بہتر نہ تھا۔ پھر بندش کی اس وجہ کو کس بنا پر قبول کیا جا سکتا ہے؟

ڈاکٹر سارلے نے اپنی کتاب میں دوسری جگہ لکھا ہے کہ ۱۶۵۹ء میں اورنگ زیب اور اس کے بھائیوں کے درمیان لڑائیاں شروع ہوئیں تو ان سے پیدا شدہ بدنظمی سندھ میں بھی واضح طور پر منعکس ہوئی۔ اسی سال اور

۱۔ "شاہ عبدالطیف" ص۔ ۴۸۔

آئندہ سال سندھ میں قحط اور طاعون نے تباھی پھیلائی (حـ ۱)، لیکن یہ معلوم نہ ھوسکا کہ تاج و تخت کی لڑائیوں کے باعث سندھ میں کون سی بدنظمی پیدا ھوئی؟ اگر ۱۶۵۹ء اور ۱۶۶۰ء میں قحط اور طاعون نے سندھ کو تباہ کیا تو انگریزوں کی تجارتی کوٹھی دو سال بعد کیوں بند ھوئی؟

۱۶۹۹ء میں کپتان ھیملٹن ٹھٹھہ پہنچا - اس وقت وھاں وبائے طاعون پڑی جس میں اسی ھزار آدمی فوت ھوئے - ٹھٹھہ میں اس وقت چار سو درس گاھیں تھیں - قلعہ اتنا بڑا تھا کہ پانچ ھزار آدمی بہ سہولت اس میں ٹھہر سکتے تھے -

تجارت کا نیا فرمان: پہلی کوٹھی کی بندش سے پچانوے برس بعد پھر خیال آیا کہ سندھ کے ساتھ تجارتی تعلقات کی تجدید کی جائے - یہ اسی سال کا واقعہ ھے جس سال انگریزوں نے میر جعفر کو نظامت کا لالچ دے کر جنگِ پلاسی میں کامیابی حاصل کی تھی اور بہار و بنگال و اڑیسہ میں ان کے قدم جم گئے تھے - ۲۲ ستمبر ۱۷۵۸ء کو غلام شاہ کلھوڑہ کے دربار سے انھیں تجارت کا پروانہ ملا - رابرٹ سمپٹن نے پروانے کے لئے گفت و شنید کی تھی - جارج بوشیئر جو دارالضرب بمبئی کا افسر تھا - سندھ کی تجارتی کوٹھی کا منتظم مقرر ھوا - سیموئل بیون کو اس کا نائب مقرر کیا گیا (حـ ۲) -

اس وقت انگریزوں کے پیش نظر قلمی شورے کی تجارت تھی جو سندھ میں بکثرت دستیاب ھوتا تھا اور ھر ملک کو

۱- شاہ عبدالطیف (ص- ۷۴) -

۲- اس پروانے اور دوسرے پروانہ جات کا ترجمہ باب کے آخر میں بطور ضمیمہ شامل ھے-

بارود سازی کے لئے اس کی ضرورت تھی۔ ۲۲ اپریل ۱۷۶۱ء کو انگریز کارندے مسٹر ارسکن نے ایک ایک اور پروانہ حاصل کر لیا جس کے مطابق کمپنی کو قلمی شورے کی تجارت کا اجارہ مل گیا۔

انگریز بظاہر تجارت کو فروغ دینا چاہتے تھے، لیکن یہ نہ سمجھ لیا جائے کہ ان کے دل و دماغ سیاسی مقاصد سے یکسر خالی تھے۔ کرناٹک اور بنگال میں اس تجارت نے جو گل کھلائے تھے، وہ کسی سے بھی اوجھل نہ تھے۔ بایں ہمہ سندھ میں انھیں تجارت کی اجازت مل گئی۔ شاہ بندر میں انھوں نے مرکز بنا لیا۔ پریتم داس روپ چند کو جو ایک مقامی تاجر تھا، قلمی شورہ بہم پہنچانے کا ٹھیکہ دے دیا۔

تجارتی پروانے: تجارتی پروانوں کی سرسری کیفیت ذیل میں درج ہے:

۱۔ پہلا پروانہ ۲۲۔ستمبر ۱۷۵۸ء کو حاصل کیا گیا۔

۲۔ دوسرا پروانہ ۱۱۔اکتوبر ۱۷۵۸ء کو ملا۔ اس میں انگریزوں کے لئے خاص رعایتیں تجویز ہوئیں۔ مثلاً حکم دے دیا گیا کہ ان سے صرف ڈیڑھ فیصد محصول لیا جائے اور دوسروں سے درآمد کا جو محصول لیا جاتا تھا، انگریزوں سے اس کا نصف محصول لیا جائے۔ جو مال بک نہ سکے، اسے واپس لے جائیں تو ان سے کوئی محصول نہ لیا جائے۔ جہازوں کے لئے رسد بلا محصول خریدیں۔ مسٹر سمپٹن چاہیں تو ٹھٹھہ میں یا بندرگاہ میں اپنے رہنے کے لئے مکان بنا لیں اور کسی انگریز کو گھر بنانے کی اجازت نہ ہوگی۔

۳ — مسٹر ارسکن کو جو پروانہ ملا تھا ۔ اس میں واضح کر دیا گیا کہ انگریزوں کے سوا کسی فرنگی قوم کو سندھ میں قلمی شورہ خریدنے کی اجازت نہ ہوگی اور ان کا کوئی جہاز ڈوب جائے یا مال کو نقصان پہنچے تو سرکاری آدمی جہاز کو نکالنے میں مدد دیں اور معمول کے مطابق اجرت لے لیں ۔ مال یا جہاز انگریزوں کے حوالے کردیں ۔

اونی کپڑے کی تجارت: انگریز آہستہ آہستہ اپنے وطن سے اونی کپڑا لاکر فروخت کرنے لگے ۔ سندھ میں اس جنس کی چنداں مانگ نہ تھی ۔ افغان اور ایرانی تاجر یہ پارچہ خریدتے تھے ۔ تھوڑی ھی مدت میں حکومت سندھ اور انگریزوں کے درمیان اک گونہ کشمکش کی صورت پیدا ہوگئی ۔ اس کی اجمالی کیفیت یہ ھے کہ سندھ افغانستان کا باج گزار تھا ۔ افغان تاجروں کو کابل سے پروانہ مل جاتا تھا اور وہ محصول ادا کئے بغیر مال خریدنے کے حقدار بن جاتے تھے ۔ حکومت سندھ نے حکم دے رکھا تھا کہ کوئی افغان تاجر مال خریدنے کے لئے شاہ بندر نہ جائے ۔ انگریز اپنا سامان شاہ بندر سے ٹھٹھ لاتے تو محصول ادا کرتے ۔ افغان شاہ بندر جا نہ سکتے تھے ، انگریز محصول دئے بغیر مال ٹھٹھ لا نہ سکتے تھے ۔ اونی کپڑے کی تجارت دلالوں کے ذریعے سے ہوتی تھی ۔ حکومت سندھ دلالوں سے پورا محصول لے لیتی تھی ۔ انگریزوں نے ایک مرتبہ درخواست کی کہ افغان تاجروں کو شاہ بندر آنے کی اجازت دے دی جائے ، ہم سرِ عام اڑھائی روپیے فی صد محصول کے خزانے میں داخل کرتے رہیں گے ۔ یہ درخواست منظور

نہ ہوئی ۔

صورت حال کا نقشہ: غرض صورتِ حال یہ تھی :

۱ ۔ انگریز چاہتے تھے کہ دلالوں کا واسطہ اٹھ جائے اور وہ براہِ راست افغان تاجروں کے ہاتھ مال بیچ سکیں ۔ اس میں انھیں زیادہ نفع نظر آتا تھا ۔

۲ ۔ افغان تاجروں کی خواہش یہ تھی کہ انھیں محصول اور دلالی ادا کئے بغیر مال مل جائے تاکہ نفع کا تناسب بڑھ جائے ۔

۳ ۔ حکومت سندھ کے مفاد کا طبعی تقاضا یہ تھا کہ تجارت فروغ پائے اور تاجر اپنی محنت و مشقت سے برابر فائدہ اٹھائیں ، لیکن حکومت کے جائز منافع کو نقصان نہ پہنچنا چاہیے ۔

۴ ۔ حکومت سندھ کے لئے اونی کپڑے کی تجارت میں مداخلت کا ایک سبب یہ بھی تھا کہ وہ سالانہ خراج کی رقم کا ایک حصہ اونی کپڑے کی شکل میں افغانستان بھیجتی تھی ، لہٰذا وہ اس تجارت پر اپنے کنٹرول سے دست بردار نہ ہو سکتی تھی ۔

یوں اس کشمکش کا آغاز ہوا ۔ انگریزوں کو اپنے جائز منافع کے ساتھ حکومت کے جائز منافع کا بھی خیال رکھنا چاہیے تھا ، جس نے انھیں تجارت میں خاص رعایتیں دے رکھی تھیں افغانوں کو بھی اس امر کا احساس ہونا چاہیے تھا کہ جس حکومت سے وہ خراج وصول کرتے ہیں ، اس کے مالی وسائل کی تضعیف خود ان کے مقاصد تحصیلِ زر کے منافی ہوگی ۔ اگر یہ دونوں فریق حق و انصاف کے مطابق

Missan

کاربند رہتے تو کشمکش پیدا نہ ہوتی ۔ یہ نہ ہوا ۔ آگے چل کر مزید اسباب نے کشمکش میں اضافہ کر دیا ۔ تاہم انگریزوں کے لئے یہ تجارت اس درجہ نفع بخش تھی کہ وہ گو ناگوں تکالیف کے باوجود اس میں لگے رہے ۔

گلاب رائے: انگریزوں کے بیانات سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض سرکاری کارکنوں کو ان فرنگستانی تاجروں کی روش سخت ناپسند تھی اور وہ چاہتے تھے کہ یہ لوگ تنگ ہو کر ملک سے نکل جائیں ۔ ان میں سے انگریزوں نے گلاب رائے کا نام بار بار لیا ہے جو ٹھٹھے میں چونگی کا افسر تھا ۔ انگریزوں کے بیانات کے مطابق وہ ہر موقع پر انگریزوں کے کاروبار میں کوئی نہ کوئی رکاوٹ پیدا کردیتا تھا ۔ کبھی ان کا مال روک لیتا ، کبھی محصول کی رقم کا فیصلہ کرنے میں دیر لگا دیتا ، لیکن تجارت چونکہ بہت نفع بخش تھی ، اس لیے انگریز تمام تکلیفوں کو برداشت کرتے جاتے تھے ۔ بعض اوقات انھوں نے اپنی شکایتیں دربار میں پہنچائیں اور وہاں سے تاکیدی فرمان بھی حاصل کرلیے ۔ مگر انگریز جو حالت پیدا کرنے کے خواہاں تھے ، وہ پیدا نہ ہوسکی ۔ اس کی بڑی وجہ یہ تھی کہ خود انگریزوں کے دل میں چور تھا ۔ وہ تجارت میں زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھانا چاہتے تھے اور یہ خیال نہ تھا کہ حکومت کو بھی اس کا جائز حق ملتا رہے ۔

ایک موقع پر کوٹھی کے انگریز منتظم اعلیٰ کے ساتھ پریتم داس میاں غلام شاہ خاں کے دربار میں شاہ پور پہنچا اور وہاں ان کی بڑی آؤ بھگت ہوئی ۔ پریتم داس ملکی آدمی تھا اور درباریوں سے بے تکلف ملتا رہا ہوگا اس نے مختلف درباریوں سے جو باتیں سنیں ، ان کی بنا پر انگریزوں سے صاف

صاف کہہ دیا کہ تم لوگوں کی نفع اندوزی کے متعلق میاں صاحب کے پاس مبالغہ آمیز اطلاعات پہنچ چکی ہیں۔ اسی وجہ سے سرکاری کارکن تمھیں تنگ کر رہے ہیں۔

مسقط کے لیے قلمی شورہ: انگریز قلمی شورے کا اجارہ لے چکے تھے۔ اسی دوران میں امام مسقط کی طرف سے ایک وکیل قلمی شورے کی خرید کے لیے سندھ پہنچ گیا۔ میاں غلام شاہ خاں کو اس کی خاطر منظور تھی، اس لیے کہ محمدؐ مراد یاب خاں نے جب ملک سے نکل جانے کا ارادہ کیا تھا تو اپنا خزانہ مسقط بھیج دیا تھا۔ پھر وہ اچانک معزول ہوگیا۔ امام مسقط نے محمدؐ مراد یاب خاں کے بھیجے ہوئے خزانے کا بڑا حصہ میاں غلام شاہ خاں کو واپس کردیا تھا۔ باقی خزانہ بھجوانے کا وعدہ کر رکھا تھا۔ عام حالات کے علاوہ اس خاص ضرورت کے پیش نظر میاں صاحب امام موصوف سے دوستانہ تعلقات استوار رکھنا چاہتے تھے، چنانچہ حکم دے دیا کہ امام مسقط کا وکیل جہاں سے جتنا قلمی شورہ چاہے، خرید لے۔

انگریزی کمپنی کی سندھی شاخ کے کارندوں کے لیے یہ فرمان بڑا تشویش انگیز تھا، حالانکہ اس میں ان کے حقوق اجارہ کو کوئی نقصان نہ پہنچا تھا۔ انھوں نے سندھ سے قلمی شورے کی خرید کو اپنی تجارتی مصلحتوں کے خلاف سمجھا۔ اس لیے بمبئی میں صدر دفتر کو لکھ بھیجا کہ امام مسقط کے پاس پان سو من قلمی شورہ معمولی نرخ پر خود بھیج دو تاکہ وکیل یہاں سے واپس چلا جائے۔

انگریزوں کی خود غرضیاں: میاں صاحب نے انگریزوں

کو ایک نفع بخش تجارت کی اجازت دی تھی اور انھیں بجا طور پر امید تھی کہ یہ لوگ ضرورت کے موقع پر کام آئیں گے۔ پہلی مرتبہ کچھ پر حملہ کرتے وقت میاں صاحب نے انگریزوں سے کہا کہ ایک مسلح جہاز میری مدد کے لیے بھیج دو، انھوں نے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ راؤ کچھ سے ہمارے تعلقات دوستانہ ہیں اور انھیں بگاڑنا مناسب نہیں۔

اس اثناء میں ایک اور واقعہ پیش آگیا۔ میاں صاحب کا ایک آدمی جس کا نام علی نواز خاں تھا۔ بیس ہزار روپے، سات گھڑیاں، چند گرجستانی غلام اور حبشی کنیزیں، نیز متفرق سامان لے کر سورت بھاگ گیا۔ انگریزوں کا فرض تھا کہ اس مفرور کو پکڑواتے یا کم از کم روپیہ اور سامان واپس دلاتے۔ میاں نے مطالبہ بھی کیا لیکن انگریزوں نے کوئی مدد نہ کی (حـ ۱)۔

ایک مرتبہ میاں صاحب نے کہا کہ دس ہزار گولے بنوا دو اور مناسب نرخ پر دے دو۔ انگریزوں نے یہ طلب بھی پوری نہ کی۔ پھر میاں صاحب نے دو ماہر توپچی مانگے۔ تجارتی کوٹھی کے کارکنوں نے اپنے طور پر بمبئی لکھ بھیجا کہ اس طلب کو پورا کر دینے سے اگرچہ ہمارے کاروبار کو فائدہ پہنچے گا، لیکن دور اندیشی کا تقاضا یہ ہے کہ اسے پورا نہ کیا جائے اور الٹا سیدھا جواب دے کر میاں صاحب کو ٹال دیا جائے۔

"دور اندیشی" کیا تھی؟ سوال پیدا ہوتا ہے کہ انگریزوں کے نزدیک دور اندیشی کیا تھی؟ یہ تھی:

۱۔ "شاہ عبدالطیف" (ص۔ ٦٠)۔

۱ ـ اگر میاں غلام شاہ خاں کو ہنر ور توپچی مل گئے تو وہ قوی حکمراں بن جائے گا۔

۲ ـ اگر اسے قوت حاصل ہوگئی تو افغانستان کی باج گزاری سے آزاد ہو جائے گا۔

۳ ـ اگر اس نے آزادی حاصل کرلی تو سندھ میں افغانوں کے آنے جانے اور تجارت کرنے کا سلسلہ ختم ہو جائے گا۔

۴ ـ اگر افغانوں کی آمد رک گئی تو سندھ میں ہماری اونی کپڑے کی تجارت کو سخت نقصان پہنچے گا۔

یہ تھی انگریزوں کی دور اندیشی، یہ تھا ان کا نقطۂ نگاہ کہ وہ صرف اونی کپڑے کی تجارت کی خاطر سندھ کو کمزور اور افغانستان کا محکوم رکھنا چاہتے تھے! میاں غلام شاہ خاں نے ان کو اپنے ہاں قلمی شورے کی تجارت کا اجارہ دے دیا تھا اور رعایتوں میں حتی الامکان فراخ حوصلگی سے کام لیا تھا، کیا اس احسانِ عظیم کا بدلہ انگریزوں کے نزدیک یہی تھا کہ سندھ کے پاؤں میں محکومی کی زنجیریں ڈالے رکھنے کی تائید و حمایت میں سر گرم رہتے۔

میاں صاحب کی واشگاف بیانی: انگریزوں نے جب بار بار سرکاری کارندوں کے خلاف میاں صاحب کے پاس شکایتیں کیں تو ایک موقع پر انھوں نے فرمایا۔ تم تاجر ہو اور اپنے تجارتی فائدے کے لئے میرے ملک میں آئے ہو، میں نے تمھیں زیادہ سے زیادہ رعایتیں دیں، لیکن تم نے چار سال میں میری ایک بھی طلب پوری نہ کی، جب مجھے کوئی ضرورت پڑی تم ہمیشہ لیت و لعل کرتے رہے تم صرف منافع کے امیدوار ہو، اس سلسلے میں تمھیں اپنے فرائض

کا کبھی احساس نہ ہوا، یہ خیال کبھی نہ آیا کہ جس کے ملک میں بیٹھ کر اور رعایتیں لے کر ہاتھ رنگ رہے ہو، ضرورت کے وقت اس کی خدمت تم پر واجب ہے۔ شکایت کا حق فریقین میں سے اگر کسی کو ہے تو صرف مجھے ہے۔

میاں صاحب کے غصے کا خمیازہ انگریزوں کے وکیل بمبامل کو بھی بھگتنا پڑا، مسقط میں بمبامل کی تجارتی کوٹھی کا جو کارندہ تھا وہ فوت ہو گیا تو اس کا لڑکا کوٹھی سے ایک لاکھ کا مال لے کر بھاگ گیا، بمبامل نے مال واپس لینے کی کوشش میں استغاثے کی دھمکی دی تو وہ شخص صرف بیس ہزار دینے پر راضی ہوا، پوری رقم ادا کرنے کی ہامی اس نے نہ بھری، آخر بمبامل نے اس خیال سے دعویٰ دائر کر دیا کہ میاں صاحب کی حکومت پورا روپیہ دے دے گی، اور ملزم چونکہ سندھی تھا اس لئے اس کے خلاف ڈگری حاصل کرلینا مشکل نہ تھا، لیکن میاں صاحب نے بمبامل کو صرف سات ہزار روپے دلائے، اس کے ساتھ یہ سلوک صرف اس سبب سے روا رکھا گیا کہ وہ انگریزوں کا وکیل تھا۔

انگریزوں کی حفاظت: غرض انگریز اپنی کامجوئیوں اور اغراض پرستیوں کے باعث میاں صاحب کی نظر سے گر چکے تھے اور درباری ان کے مخالف تھے۔ اس حالت میں بھی انگریزوں اور تمام دوسرے لوگوں کی حفاظت میں میاں صاحب نے کبھی تامل نہ کیا۔ ۲۷ اپریل ۱۷۶۸ء کا واقعہ ہے کہ انگریزی کوٹھی کا ڈاکٹر ٹامس سیٹون ایک سپاھی کے ساتھ باہر سیر کر رہا تھا اچانک صحرائی علاقے سے قزاق نکل آئے، انھوں نے ڈاکٹر کو قتل کر دیا۔ میاں صاحب

کو اس واقعہ کی اطلاع ملی تو انگریزوں کے پاس تعزیت نامہ بھیجا اور اپنے ایک خاص افسر کو مجرموں کی تلاش پر مامور کر دیا، مقام واردات سے تھوڑے فاصلے پر ایک تازہ قبر ملی، اسے کھودا گیا تو لاش نکلی، جس کی کنپٹی میں گولی لگی تھی، یہ گولی مقتول ڈاکٹر کے پستول کی تھی، یوں معلوم ہوا کہ یہ شخص حملہ آوروں میں شامل تھا، ڈاکٹر نے مدافعت میں گولیاں چلائیں تو ایک گولی اس کے لگی اور وہ مارا گیا، اس طرح حملہ آوروں کا کھوج مل گیا، پھر قزاقوں کے سردار کو بلا لیا گیا کہ اصلی مجرموں کو پکڑواؤ یا خود سزا بھگتنے کے لئے تیار ہو جاؤ، چند روز بعد دو مجرم پکڑے آئے، میاں صاحب نے حکم دیا کہ انھیں انگریزی کوٹھی کے سامنے بر سرِ عام پھانسی دی جائے، اس حکم کی حرفاً حرفاً تعمیل ہوئی۔

ٹھٹھ کے لئے خطرہ: مختلف سندھی قبیلے میاں یار محمدؒ کے دور سے پہلے بھی آپس میں لڑتے رہتے تھے، افغانوں کے تسلط اور کلھوڑا صاحبزادوں کی خانہ جنگی کے باعث حالات خراب ہوئے تو پھر لڑائیاں شروع ہوگئیں، انگریزی کوٹھی کے کاغذات سے معلوم ہوتا ہے کہ ۱۷۶۸ء میں نہمردیوں کے سردار نے دس بارہ ہزار آدمی لے کر جام بجار جوکیہ پر چڑھائی کر دی (حـ ۱)، بجار گھبرا کر ٹھٹھ پہنچ گیا، نہمردیوں نے ادھر کا رخ کرلیا، آخر میاں غلام شاہ نے

۱- بجار جوکیہ کے متعلق ایک حکایت پہلے لکھی جاچکی ہے، جسے فرئیر نے میاں غلام شاہ کے عہد سے منسوب کیا ہے، ملاحظہ ہو:

Selections from the Records of the Bombay Govt. (ص- ۶۶۹) -

چھہ هزار آدمی نہمردیوں کی گوشمالی کے لئے مقرر کیے، اور دو هزار ٹھٹھ کی حفاظت کے لئے بھیج دیئے، یوں یہ فتنہ فرو ھوا۔

اس زمانے میں انگریز بھی اپنا مکان چھوڑ کر بمبامل کے مکان میں چلے گئے تھے جو زیادہ پختہ اور محفوظ تھا، یہ تیس هزار میں بنا تھا، اور سو روپیہ ماھانہ اس کا کرایہ مقرر ھوا، بمبامل نے تجویز پیش کی تھی کہ مکان کی کفالت پر اسے تیس هزار کا کپڑا دے دیا جائے، جسے وہ جیسلمیر کی طرف لے جا کر فروخت کر دے گا۔

متفرق حالات: انگریزی تجارتی کوٹھی کے سلسلے میں متفرق باتیں بھی قابلِ ذکر ھیں۔ مثلاً:

۱۔ انگریزوں نے ایک موقع پر تین هزار نو سو دس گز گرم کپڑا پچیس هزار چار سو سترہ روپیے آٹھ آنے میں فروخت کیا۔

۲۔ ایک موقع پر ایک جرمن ڈاکٹر جیکب ھنری مواٹ ملازمت کے لئے سندھ پہنچا۔ بمبئی سے ایک تاکیدی حکم آیا کہ وہ چونکہ غیر انگریز ھے، اس لئے اسے قدم جمانے کا موقع نہ دیا جائے۔

۳۔ ایک موقع پر میاں صاحب نے کوٹھی کے منتظم کو قیمتی خلعت دیا جو کمخاب کے چوغے، شال اور دستار پر مشتمل تھا۔ اس کے ساتھ ایک خنجر، سنہری قبضے اور سنہری میان کی تلوار، جیغہ اور سونے میں جڑے ھوئے یاقوت، نیز نقرئی ساز والا گھوڑا۔ منتظم نے قیمتی اونی اور ریشمی کپڑے اشرفیوں کے ساتھ بطور نذر پیش کئے۔

۴ - ایک موقع پر انگریزوں نے میاں صاحب کی خدمت میں چینی کی ایک سو پلیٹیں بھیجیں -

کوٹھی کی بندش: میاں غلام شاہ خاں کی وفات کے بعد ان کے جانشین میاں سرفراز خاں کے عہد میں سندھ کے حالات بہت بگڑ گئے - انگریزوں نے مجبور ہو کر ۲۴ اکتوبر ۱۷۷۵ء کو تجارتی کوٹھی بند کردینے کا فیصلہ کر لیا (ح ۱) - ٹالپروں کے عہد میں وہ پھر بسلسلۂ تجارت سندھ پہنچے یہاں تک کہ وہ آہستہ آہستہ ٹالپروں کی بیخ کنی کے موجب بن گئے اور انھوں نے سندھ کی آزادی بہ لطائف‌الحیل سلب کر لی -

---

۱- یہ حالات زیادہ تر بی- ڈی- مرچنڈانی کے مقالات سے ماخوذ ہیں ' جو "سندھ ہسٹاریکل جرنل" کے مختلف نمبروں میں شائع ہوئے - مثلاً اگست ۱۹۰۵ء ' دسمبر ۱۹۳۸ء لیکن ترتیب مولف کی اپنی ہے اور ضروری تصریحات بھی مولف ہی کی ہیں- بعض حالات سارلے کی کتاب "شاہ عبداللطیف" سے اخذ کیے ہیں -

پانچویں باب کا ضمیمہ

فرمانروائے سندھ کے تجارتی پروانے

۱ — نقل پروانہ غلام شاہ عباسی مرقومہ ۲۲- ستمبر ۱۷۵۸ء

دستخطی قاضی محمدؐ یحییٰ -

جملہ افسران فوج و ملکی و فقرا و کاشتکاران و باشندگان دورات، لاھری بندر، اورنگا بندر، کراچی، دھراجہ، چوترہ، ماسوتک نخاس، بربندی، غلہ بازار، اگر، گزر راجا گنت، جوھی بار، سرکار چاچکاں، ککرالہ، نصر پور، ھالہ کنڈی، سرکار سیوستان، خدا آباد، سرکار نو شہرہ وغیرہ مواضع ھائے عملداری سرکار پر واضح رہے کہ سمپٹن صاحب گماشتۂ سرکار کمپنی انگریزی نے آج ھم کو بہ نسبت اس امر کے اطلاع دیا کہ جملہ اسباب پر جو صاحب موصوف، واسطے سرکار کمپنی موصوف، کے خرید کر کے

بمبئی کو روانہ کرتے ھیں بنرخ بازار ڈیڑھ روپیہ سیکڑہ سے
زیادہ دستوری نہیں دیتے ، چنانچہ ھم اس کو منظور کر کے
حکم دیتے ھیں کہ صاحب موصوف سے سوائے رقم معمولی
کے زیادہ ایک حبہ نہ لیا جاوے مگر ان اسباب ولایتی پر
کہ جو بمبئی سے خدا آباد و لوھڑی (روھڑی) و ملتان وغیرہ
کو روانہ ھوتے ھیں ، اس سے کہ جو تجار ملتان دیتے ھیں ،
نصف محصول دوان Duan ٹوف Towff کنا Cunah وغیرہ لیا
جاوے - کاش کوئی جنس ایسی ھو کہ جس کو تجار ملتانی کبھی
نہیں لے جاتے ، اس کی دستوری وغیرہ معلوم نہیں ھو سکتی تو
ایسی صورت میں انگریزوں سے صرف نصف اس قدر کا لینا چاھیے
کہ جو بھاری تجار اس قسم کی جنس پر دیتے ھوں مگر احتیاط
١٦ اس امر کی رھے کہ ان سے اس سے زیادہ نہ طلب کیا جاوے -
اور نیل وغیرہ پر بھی کہ جس کو وہ کبھی پیشتر نہیں لائے ،
بشرح متذکرۂ بالا دینا ھوگا اور اگر وے خود خواہ کوئی
اور واسطے ان کے ، شورہ عملداری سرکار میں یا اور کسی
مقام میں خرید کریں اور ایسی صورت میں بھی بشرح ڈیڑھ
روپیہ سیکڑہ کے دینا ھوگا مگر خوب خیال بہ نسبت اس امر
کے رھے کہ کوئی عہدہ دار خواہ کاشتکار وغیرہ کسی حالت
میں شرح متذکرۂ بالا سے زیادہ طلب نہ کریں اور کسی
طرح کی مزاحمت ان کے کار تجارت میں نہ کریں - اور یہ
بھی حکم دیا جاتا ھے کہ کاش بوجہ عدم فروختگی کے کوئی
جنس واپس لے جانی چاھیں تو اس میں کسی طرح کا محصول
نہیں پڑے گا اور نہ کوئی جنس از قسم کھانے پر جو سمپٹن
صاحب اپنے جہاز پر کسی مقام سے روانہ کریں ، محصول
پڑے گا - اور ان کے باغ کے لیے بھی کچھ مطالبہ نہ کریں
اور نہ کوئی باغبان کشتی یا جہاز وغیرہ پر کسی طرح کی

مزاحمت کریں خواہ ان کو کسی کار سرکار پر بھیجیں اور یہ بھی حکم ہوتا ہے کہ انکے کپڑے کے صندوق بھی کسی طرح پر نہ کھلیں ۔ اور نہ ان کی آمد و رفت میں کسی طرح کی دست اندازی ہو کیونکہ خلاف قاعدہ ہے ۔ اور بعد چندے کوئی نیا محصول ان پر نہ لگایا جاوے اور نہ کسی طرح کی دقت ان کو خواہ ان کے لوگوں کو ہووے ۔ ان کو اختیار ہے کہ وہ کوئی جنس از قسم غلہ اور کوئی جنس انگریزی جس نرخ سے چاہیں بیچیں ۔ اور گھی اور تیل وغیرہ کے کپّوں اور کنستروں پر اور نیز اجناس کے صندوقوں اور برتنوں پر محصول بموجب وزن برتنوں وغیرہ کے لگایا جائے گا اور دوبارہ پھر وزن نہیں ہوگا ۔ اور محصول ہاتھی دانت پر بموجب قیمت فروختگی کے ہوگا اور کاش سمپٹن صاحب کوئی مکان اورنگا بندر میں خواہ ٹھٹھہ میں خرید کریں یا بناویں تو ایسی صورت میں ہمارے تابعین کو چاہیے کہ جہاں تک ممکن ہو، صاحب موصوف کو مدد دیویں تاکہ عمارت مطلوبہ میں زیادہ صرف نہ ہو ۔ غرض کہ ہر طرح کی دلجوئی اور دلاسا صاحب موصوف کو ان کے کار تجارت میں کہ جس سے نہایت بہبودی سرکار کی متصور ہے، کرنا چاہیے مگر کوئی دیگر انگریز کو مکان وغیرہ نہیں دینا چاہیے اور چونکہ انگریزوں کو خوش رکھنا اور ان کی دلجوئی کرنا ہر طرح سے مناسب ہے، اس لیے حکم یہ ہے کہ کارروائی حکم نامہ کی بلا انتظاری ایک حکم جدید ہر سال کے، بخوبی ہوا کرے ۔

---

۲ — ترجمہ پروانہ غلام شاہ والیٔ سندھ مشعر محصول وغیرہ سرکار کمپنی بمقام سندھ ۔ مرقومہ ۲۲ ستمبر ۱۷۵۸ء

جملہ فقرا یعنی جملہ کسان از قوم شاھی ، باشندگان اپر سندھ ، ڈیرہ داران ، متصدیان جو کہ اب محکمۂ جومگیون میں موجود ھیں خواہ آئندہ آویں خواہ بہ تحت سرکار خواہ ٹھیکہ ورتھہ ، لاھری بندر ، اورنگا بندر ، کراچی ، دھراجہ ، چوترہ ، مسوٹی، نخاس، بر بندی، غلہ بازار، خواہ مکان محصول غلہ یعنی اگر ، گزر راجا گنت ، جوھی بار، سرکار چاچکان ، ککرالہ ، سرکار نصر پور ، ھالہ کنڈی ، سرکار سیوستان ، خدا آباد ، روھڑی اور جملہ مقامات تحت سلطنت ھمارے کو واضح رھے کہ صاحب دولت صاحب صداقت صاحب ایمان مشفق مہربان سمپٹن صاحب کارندۂ سرکار کمپنی نے یہ درخواست کی ھے کہ سرکار موصوف بمبئی اور ھندوستان سے جملہ اشیائے سوداگری آمدنی خواہ رفتنی ، خرید خواہ فروخت ، پر بموجب اصل قیمت اس مقام کے ڈیڑھ روپیہ سیکڑہ محصول لیا جاوے چنانچہ ھم نے اس کو منظور کیا ۔ ماورائے اس کے ھدایت بہ نسبت اس امر کے ھوتی ھے کہ گماشتۂ موصوف کو جملہ اشیاء پر جو وہ ادھر ادھر سے لاکر خدا آباد ، روھڑی ، ملتان وغیرہ کو روانہ کرتے ھیں ، ایک پٹہ یعنی اجازت نامہ ملنا چاھیے اور جو اسباب کہ وھاں پر وہ خرید کریں ، اس پر بھی شرح متذکرۂ بالا سے زیادہ نہ لیا جاوے اور اجناس مندرجہ پٹہ پر لووسمہ یعنی محصول راہ پر اجناس از قسم راہداری ، دیرہ داری ، منکٹ Munket نٹ Nut فرھت Furhut ننگنا Nunguna دسراھے دوانہ Duana موتا Moota جو بمقام خدا آباد ، کرکاواری، دولی میں ھوتی ھیں و دیگر مثل نوسم، کالسی، دوانہ پیش کاری ، جواب خانہ وغیرہ پر نصف اس قدر کا لیا جاوے جو سوداگران ملتان کے دیتے ھیں اور واضح رھے کہ اس پر خوب احتیاط چاھیے اور جس مقام پر کہ کوئی شرح معینہ

واسطے سوداگران ملتان کے نہ ہو تو ایسی صورت میں اس کا نصف لینا چاہیے جو اور بڑے بڑے سوداگروں سے لیا جاتا ہے اور کسی طرح پر ان سے زیادہ نہ طلب کیا جاوے اور کاش کارندہ موصوف کوئی جنس مثلاً از قسم ہینگ، یا نیل وغیرہ تاتا سے لے آوے یا لے جاوے کہ جس کو وہ پیشتر کبھی نہ لایا ہو اور نہ لے گیا ہو اور نہ جس کے لیے کوئی شرح معین ہو تو ایسی صورت میں مہتمم محصول دوانہ وغیرہ کو بموجب شرح متذکرۂ بالا کے لینا چاہیے۔ ماورائے اس کے اگر گماشتۂ موصوف کسی مقام موقوعہ عملداری ہماری میں شورہ بناویں یا کسی دوسرے سے خرید کریں گو ایسی صورت میں اوپر اصل قیمت مقام خرید نے کے ڈیرھ روپیہ سیکڑہ محصول لینا چاہیے۔ ہمارے متصدیاں و مہتمم محصول دیرہ دار، رواور، گذربان وغیرہ جملہ ملازمان مجاز تحصیل کرنے محصول کشتیوں مریسر، یا چٹ وغیرہ اور محصول معمولی کسی طرح مصری دیگر کسی مقام موقوعہ عملداری ہماری میں نہیں ہے اور نہ کسی طرح کی مزاحمت کریں اور گماشتہ موصوف بہر حال اپنی تجارت و کاروبار بلا روک ٹوک حسب دلخواہ اپنے کرے اور اجناس متذکرۂ بالا سوائے صاحب موصوف اور کوئی نہ لے جانے پاوے اور جو اسباب بباعث عدم فروختگی کے صاحب موصوف واپس لے جاویں تو اس کو کسی طرح کی مزاحمت نہ کی جائے اور نہ ان سے محصول طلب کیا جاوے۔ اور بر وقت پہنچنے جہاز کسی بندرگاہ ہمارے کے اگر صاحب موصوف کوئی جنس واسطے آسائش ہمراہیان جہاز از قسم بیل گائے بھیڑی بکری وغیرہ کی از مقام ٹھٹھ اور کہیں خرید کر کے جہاز میں لے جاویں تو ان سے اس پر محصول نہیں طلب کرنا چاہیے اور نہ باغ وغیرہ پر جو

بنظر آرام ان کے کے ہے، محصول لیا جاوے اور ان کے باغبانوں کو کسی طرح کی تکلیف نہ دی جاوے۔

تم کو واضح رہے کہ ہم نے ان کو ان سب باتوں سے بری کیا اور ان کے پہننے کے کپڑے کی صندوق وغیرہ جو وہ لے جاویں، تو کسی طرح پر کھولی نجاویں اور نہ کسی طرح کا دعویٰ واسطے دیکھنے ان کے، کیا جاوے اور نہ موری و مصری وغیرہ پر جو وہ لے جاویں، محصول طلب کیا جاوے اور نہ ان کے ملازمان اور زیر پناہ ان کے، سے بھی کسی طرح کا محصول طلب کیا جاوے اور نہ ان کو کسی طرح کی تکلیف، بسبب کسی محصول کے جو ہمارے حکم سے لیا جاتا ہو، یا بموجب دستور جدید کے آئندہ کو لیا جاوے، دی جائے۔ اور نرگانہ یعنی محصول چاور جو مقام ٹھٹھ میں یا نیگانہ میں فروخت ہوتا ہے اور نہ روئی پر جو ادھر آدھر سے لاتے ہیں، کسی طرح کا محصول طلب کیا جائے۔ اور تیل یا گھی کے لئے بشرح معین واسطے فی کپہ کے، حسب معمول حساب کر کے محصول لیا جاوے اور خواہ کپہ چھوٹا ہو یا بڑا ہو، فی کپہ آٹھ من قائم ہونا چاہیے اور لووشنہ یعنی ٹکڑے ھاتھی دانت پر بشرح لعہ (۹) سیکڑہ اوپر قیمت خرید کے لیا جاوے اور اس سے زیادہ نہ لیا جاوے۔ اور کاش گماشتہ موصوف بمقام تانا یا اورنگا بندر میں کوئی مکان واسطے کارخانہ اپنے کے بنانا چاہیں تو ایسی صورت میں بہ تعمیر اس مکان کے تم لوگوں کو بخوبی مدد دینا چاہیے تا کہ مکان بکفایت تمام طیار ہو کہ جس سے ہمارے ملک میں خوب جم کر کار تجارت کا حسب دلخواہ اپنے کریں کہ جس سے ترقی مالگزاری اور بہبودی ملک ہمارے کی متصور ہے۔ اور واضح رہے کہ کسی دوسرے انگریز کے ساتھ ایسی عنایت نہ کی

جائے اور نہ ان سے حسب رضا مندی ان کی محصول ان کے کارخانجات کا لیا جائے - چونکہ حضور کو رکھنا دوستی انگریزوں کے ساتھ منظور ہے، اس لیے حکم دیا جاتا ہے کہ سند ھذا پر بخوبی لحاظ رہے اور اسناد جدید کی کچھ حاجت نہیں ہے-

محررہ ۱۸ محرم ۱۱۷۲ھ یعنی ۲۲ ستمبر ۱۷۵۸ء بمقام احمد آباد ملک سندھ -

---

۳ — چٹھی مرسلۂ غلام شاہ صوبہ سندھ بنام مسٹر رابرٹ سمپٹن صاحب کارندۂ سرکار انگریزی مرقومہ ۱۱ دسمبر ۱۷۵۸ء بمضمون ذیل بھیجی گئی -

واضح رہے کہ ہم نے اپنے جملہ ملازمان مقیمان شاہ بندر کو بہ نسبت اس امر کے ھدایت کیا ہے کہ کسی اسباب پر جو تجار بادشاھی شاہ بندر کو لے آویں ، کچھ محصول نہ لیا جاوے بجز اس کے کہ جو وہ یہاں سے لے جاویں کہ جس پر بھی بموجب شرح مقید کے لیا جاوے ، اس لیے ہم آپ کو اطلاع دیتے ہیں کہ آپ بہ دل جمعی تمام شوق سے جو اسباب جہاں سے چاہیے ، خرید لا کر یہاں تجارت کیجیے اور امید ہے کہ آپ کسی شخص کو واسطے پسند کرنے کوئی کام بنا بر طیاری مکان واسطے کے بھیجیں گا -

---

۴ — حکم نامہ ، مرسلۂ غلام شاہ صوبہ سندھ بنام مہتہ کستم داس

مرقومہٴ ۱۸ دسمبر ۱۷۵۸ء مہر کردہٴ قاضی صاحب بمضمون ذیل ہے:

تم کو حکم دیا جاتا ہے کہ سمپٹن صاحب سے کسی اسباب پر جو باھر سے لے آویں، محصول نہ طلب کرو اور نیز جس مقام پر صاحب موصوف واسطے بنانے مکان کارخانہ کے تجویز کریں بنانے دو اور تیاری مکان مذکور میں بخوبی مدد دو اور صاحب موصوف سے یگانگت حاصل کرو تاکہ وہ بآسائش تمام اسباب سوداگری کا لاویں کہ جس سے بہتری لنگر گاہ کی متصور ہے۔

---

۵ — نقل پروانہ غلام شاہ عباسی محررہ ۱۸ محرم یعنی ۲۲ ستمبر ۱۷۵۸ عیسوی مہری قاضی محمدؐ یحییٰ۔

جملہ کمانیران و افسران و باشندگان مقامات دورات، لاھری بندر، اورنگا بندر، کراچی، دھراجہ، چاوترا، مسوٹی، نخاس بر بندی، غلہ بازار، گذر راجہ گنت، جوھی بار، سرکار چاچکاں ککرالہ، سرکار نصر پور، ھالہ کنڈی، سرکار سیوستان، خدا آباد سرکار لورا وغیرہ اور جملہ مقامات متعلق سرکار کو واضح رہے کہ مسٹر سمپٹن صاحب گماشتہٴ سرکار انگریزی نے از جانب گورنر سرکار موصوف ملک ھندوستان و بمبئی کے اطلاع بنسبت اس امر کے کیا ہے کہ جملہ اشیاء پر جو صاحب موصوف از جانب سرکار ممدوحہ کے خرید یا فروخت کریں تو حسب نرخ بازار بشرح ڈیڑھ روپیہ سیکڑہ کے محصول دیتے ھیں چنانچہ ھم اس کو منظور کر کے لکھتے ھیں کہ شرح مذکورہٴ بالا سے یعنی جو صاحب موصوف دیا کرتے ھیں، اس سے زیادہ

محصول نہ لیا جائے اور ان اجناس ولایتی پر جو بمبئی سے اس طرف کو آتی ھیں اور یہاں سے خدا آباد اور لاھری و ملتان وغیرہ کو بھیجی جاتی ھیں یا وھاں سے آتی ھیں، اس قدر کا نصف لینا چاھیے کہ جو تجار ملتان سے بہ نسبت محصول لاری لگاھی اور دوان ٹوف اور کنا اور چوکی وغیرہ کے جو لیا جاتا ھے۔ اور کاش کوئی جنس ایسی ھو کہ جس کو تجار ملتان کبھی نہ لائے ھوں اور جس کی شرح دریافت کرنا ممکن نہ ھو، تو ایسی صورت میں انگریزوں سے نصف اس قدر کا لینا چاھیے جو عموماً اور تجار عظیم اس قسم کے اجناس پر دیتے ھوں، مگر کسی حالت میں اس سے زیادہ مطالبہ نہ کیا جاوے۔ اور ھینگ و نیل وغیرہ پر بھی جو ھنوز کبھی پیشتر نہیں آیا بشرح مذکورۂ بالا کے محصول لیا جائے۔ اور شورہ پر بھی جو وہ خود لاویں یا ان کے لیے اور کوئی دوسرا عمل داری سرکار یا اور کہیں سے لاوے، بشرح ڈیڑھ روپیہ سیکڑہ کے محصول لیا جائے گا اور کوئی شخص اس سے زیادہ نہ طلب کرے، اور ان کے کار تجارت میں کسی طرح کا مخل نہ ھو۔ اور واضح رھے کہ اجناس مذکورۂ بالا کے خرید کرنے کا کوئی شخص مجاز نہ رھے گا اور یہ بھی واضح رھے کہ کوئی چیز جو بباعث عدم فروختگی کے واپس لے جاویں واجب المحصول نہ ھوگی اور نہ کسی چیز از قسم کھانے وغیرہ پر جو تانا وغیرہ سے لے جاویں، بنظر آسائش اپنی کے محصول عائد ھوگا اور ان کے باغ یا باغبانان وغیرہ سے کسی طرح کا مطالبہ نہیں ھونا چاھئے اور ان کی کشتی بار برداری وغیرہ سے کسی طرح کی مزاحمت نہیں کرنا چاھیے اور نہ ان سے کام سرکار ھذا کا لینا چاھیے اور یہ بھی حکم دیا جاتا ھے کہ ان کے صندوق محمولہ کپڑا وغیرہ کھولے نہ جاویں اور نہ

ان کی آمد و رفت میں کسی طرح کی دست اندازی کی جائے کیونکہ یہ بات خلاف قواعد سرکار ھذا کے ھے اور کوئی طریقہ جدید مضر ان کے بجز شرح ھائے اور قواعد سابق کے اختیار نہ کیا جاوے۔

مخفی نہ رھے کہ ان کو اختیار ھے کہ کوئی چیز از قسم غلہ خواہ اور کوئی جنس ولایتی جس شرح پر چاھیں فروخت کریں اور محصول برتن محمولہ گھی اور تیل وغیرہ پر، و نیز صندوق و دیگر ظروف ھائے محمولۂ جنس پر بموجب وزن ظروف کے محصول لیا جاوے گا اور حاجت وزن کرنے دوبارہ کی نہیں ھے۔ اور محصول ھاتھی دانت پر بموجب قیمت فروختگی بشرح مجوزہ شاہ محمدؐ مراد کے لیا جاوے گا۔ کاش گورنر موصوف کوئی مکان واسطے کارخانہ مقام اورنگا بندر یا ٹھٹھ بندر کے خرید کریں یا تعمیر کریں تو ایسی صورت میں جملہ اھالیانِ ممالک مذکورۂ بالا کو مدد دینا صاحب موصوف کو چاھیے تاکہ سر انجام تعمیر مکان بہ کفایت تمام ھو اور صاحب موصوف کو ھر طرح دل جمعی بیچ کارروائی تجارت کے کہ جس سے بہتری سرکار ھذا کی متصور ھے، کرنا چاھیے مگر اور کسی قوم کلاہ پوش کو اس طرح کی اجازت حاصل نہیں اور چونکہ ھم کو سرکار انگریزی کو خوش کرنا ضرور ھے، اس لیے حکم ھوتا ھے کہ پروانۂ ھذا کی بلا انتظاری حکم ثانی کے تعمیل بخوبی عمل میں آوے۔

تین پروانجات شاہ سندھ جو ۱۷۶۱ء میں جاری ھوئے۔

ترجمہ پروانۂ اول: جو غلام شاہ، شاہ سندھ نے

۲۲ اپریل ۱۷٦۱ عیسوی کو ارقام فرمایا ، حسب ذیل ہے :

جملہ فقرا و حاکمان خواہ دیگر عہدہ داران موجودہ حال اور نیز جو آئندہ محکمہٴ محصول ٹھٹھہ ، شاہ بندر ، اورنگا بندر ، کراچی یا دھراجہ و نیز عملگان محکمہ محصول مویشی وغیرہ یعنی نخاس و نیز غلہ و چرسا وغیرہ و گاٹ چوایر سرکار چاچکان ، ککرالہ ، سرکار نصر پور وغیرہ ہالہ کنڈی ، سرکار سیوستان ، خدا آباد ، روھڑی و جملہ مقامات بیچ قلمرو سرکار ھٰذا کو واضح رہے کہ مستر ارسکن صاحب امیر رزیڈنٹ سرکار انگریزی مقام سندھ دیار ہمارے میں آ کر واسطے مستحکم کرنے کار تجارت اپنے افسران اعلیٰ کے درخواست کیا چنانچہ بہ نظر نہایت دوستی باہم سرکار ھٰذا و آنریبل کمپنی کے ، درخواست مذکورہ کو ہم نے منظور کیا اور حکم دیتے ہیں کہ سوائے انگریز کے اور کوئی قوم ولایتی اجناس سوداگری ملک سندھ یا صوبہ ٹھٹھہ اور بچور میں خواہ اور کسی بندرگاہ متعلقہٴ سرکار ھٰذا میں لے آنے خواہ لے جانے کا مجاز نہ ہو وے گا ۔

واضح رہے کہ کوئی اسباب سوداگری متعلقہٴ کمپنی مذکورہ بالا خواہ کسی رعایا کمپنی موصوف کا کہ جو کسی بندرگاہ موقوعہ ملک ہمارے سے روانہ ہو تو مستوجب ادائے محصول حسب الاجازت نامہٴ سابق نہ ہوگا اور نہ ان سے کسی طرح کا مطالبہ کیا جاوے گا اور جو اسباب کسی بندرگاہ سے بعد دینے محصول بشرح سابق کے مقام ٹھٹھہ میں لے آویں تو ایسی صورت میں ان کو سارٹیفکیٹ دینا چاہیے اور کسی طرح کا مطالبہ نہیں ہونا چاہیے تاکہ کار تجارت اپنا اطمینان اور آسائش سے کریں اور جو اجناس کہ کسی بندرگاہ سے اور

کہیں لے جاویں تو اس صورت میں حسب مضمون پروانۂ سابق بشرح ڈیڑھ روپیہ سیکڑہ محصول لیا جاوے اور در حالیکہ اجناس ٹھٹھ سے خرید ہو کر روانہ کی جاویں تو اس صورت میں بجز شرح قرار دادۂ سابق کے اور زیادہ محصول کا مطالبہ نہ کیا جاوے۔ اور مخفی نہ رہے کہ سوائے صاحب رزیڈنٹ موصوف کے اور کسی سوداگر کو اختیار خریدگی و روانگی شورہ جو مقام سندی یا اور کسی مقام موقوعہ عملداری ھماری میں پیدا ھوتا ھے، حاصل نہیں اور اگر کوئی سوداگر ایسا کرے یعنی خرید کر کے روانہ کرے تو اس کی سزا ایسی کی جائے گی کہ آئندہ کو ایسی دست اندازی سے باز آوے اور جو شورہ رزیڈنٹ کمپنی موصوف کسی مقام موقوعہ عملداری ھماری میں لے جائے خواہ کسی سوداگر سے خرید کرے تو ایسی صورت میں اشخاص محکمہ محصول بشرح قرار دادۂ سابق کے محصول لیں تاکہ اھالیان کمپنی موصوف اپنا کار تجارت بہ دل جمعی تمام کریں اور ان کی ڈونگی و کشتی وغیرہ کو بعد حاصل کرنے اجازت کے کسی طرح کی روک ٹوک نہ ھو، اور نہ ان کے جہاز سوداگری کو کہ شاہ گڑھ ھو کے جاویں جہازان گارد نہ روکیں غرض کہ کسی طرح کی دقت واقع نہ ھونے پاوے۔ خدا نخواستہ کوئی جہاز و کشتی وغیرہ ان کی ریت پر آ جاوے خواہ کسی طرح پر ھماری سرحد پر شکست ھو جاوے تو ایسی صورت میں جملہ اھالیان سرکار کو لازم ھے کہ بخوبی مدد دیں اور جو کچھ اسباب وغیرہ متعلق ایسے جہاز کا بچ جاوے تو وہ فوراً سپرد رزیڈنٹ مذکور کے کر دیا جاوے اور صاحب موصوف واسطے جانفشانی اور محنت کے کہ جو بیچ بچانے جہاز کے ظہور میں آئی ھو، انعام معقول دیں گے۔ کاش رزیڈنٹ موصوف ارادہ تعمیر کسی مکان

پختہ خواہ باغیچہ کا مقام شاہ بندر میں کریں ، صاحب موصوف کو اختیار ہے کہ جو مقام پسند کریں ، وہاں تعمیر مکان مطلوبہ کی کریں اور اہالیان سرکار ھٰذا کو لازم ہے کہ صاحب موصوف کی مدد کریں تاکہ تعمیر مکان کی جلد ہو جاوے - اور واضح رہے کہ اسناد سابق کسی طرح پر باطل نہیں متصور ہیں اور ان کی کار روائی بلا عذر ہوتی رہے - چونکہ ہمارا منشاءً راضی رکھنے سرکار انگریزی کو ہے ، نظر براں حکم ہوا کہ تعمیل مضمون پروانۂ ھٰذا کی بخوبی احتیاط رہے اور پروانجات جدید کی انتظاری نہ رہے - محرّرہ ۱۶ رمضان ۱۱۷۴ ھجری یعنی ۲۲ اپریل ۱۷۶۱ ع -

---

پروانہ دوم: پروانہ غلام شاہ صوبۂ سندھ - محررہ ۲۳ اپریل ۱۷۶۱ ع -

جملہ اہالیان محکمۂ محصول خواہ ٹھیکہ داران مال گزاری مقام شاہ بندر و ککرالہ کو واضح ہے کہ مسٹر ارسکن صاحب رزیڈنٹ سرکار انگریزی سندھ نے آج بہ نسبت اس امر کے درخواست کی کہ صـ عـہ (۲۵) جو فی جہاز پر موری سابق میں امام کو دیا جاتا تھا بہ نسبت ان کے جہازوں کے معاف کیا جاوے ، چنانچہ ہم نے درخواست مذکورۂ بالا منظور کر کے روپیہ محصول موری تعدادی مذکورۂ بالا کا معاف کر کے تم کو لکھتے ہیں کہ ان سے مطالبہ موری کا نہ کرو اور واضح رہے کہ کاش سابق میں صـ عـہ (۲۵) سے زیادہ فی جہاز کے ائے دیا گیا ہو تو ایسی صورت میں جس قدر زیادہ دیا گیا ہو پھر واپس کیا جاوے - تاکید مزید جانو -

مورخہ ۱۷ رمضان ۱۱۷۴ ھ مطابق ۲۳ اپریل ۱۸۶۱ ع -

پروانہ سوم : پروانہ غلام شاہ صوبہ سندھ ۔ مرقومہ ۲۲ اپریل ۱۷۶۱ عیسوی کا ترجمہ حسب ذیل ھے :

جملہ فقرا حاکمان و دیگر عہدہ داران کو جو سرشتۂ تحصیل محصول ، خواہ ٹھیکہ محصول سمندر سے مقام راری تک ، یا اور مقامات اور عملداری سرکار ھٰذا میں تعینات ھیں یا آئندہ کو ھوں ، واضح رھے کہ ارسکن صاحب رزیڈنٹ آنریبل کمپنی سرکار ملک سندھ و توابعین ، صاحب موصوف کی کشتیاں و شتر محمولہ اسباب سوداگری ھماری سلطنت میں روانہ کرتے ھیں ، اس لئے تم کو لکھا جاتا ھے کہ بفور ورود پروانۂ ھٰذا ، محصول معمولی سوری و مصری یا گزر بانی یا سوزکا ان سے نہ لو اور نہ کسی طرح پر ان سے اپنا کام لو اور نہ کوئی ھمارے توابعین ان کو کسی طرح پر ایذا پہنچائے خواہ ان کی کشتیاں یا شتر وغیرہ سے کسی طرح پر مزاحمت کرے تاکہ وہ اپنا کاروبار باسائش تمام کریں کہ جس سے ترقی آمدنی محصول کی متصور ھے ۔ تاکید مزید جانو اور اس میں کسی طرح کا اعتراض نہ ھو ۔

محررہ ۱۶ رمضان ۱۱۷۴ھ یعنی ۲۲ اپریل ۱۷۶۱ء ۔

چھٹا باب

متفرق واقعات

میاں عطر خاں کی سرگرمیاں: عطر خاں اوباورہ کی جنگ میں شکست کھا کر بہاول پور چلا گیا تھا، لیکن وہ چین سے نہ بیٹھا۔ اس کے دو بھائی خدا داد خاں اور احمد یار خاں یکے بعد دیگرے ہندوستان جا چکے تھے۔ دو چھوٹے بھائی غلام نبی خاں اور عبدالنبی خاں بھی اہل و عیال کے ساتھ سندھ سے بہاول پور چلے گئے تھے (حـ ۱)۔

عطر خاں پہلے ملتان پہنچا۔ برخوردار خاں گوجر اسے ڈیرہ اسمٰعیل خاں لے گیا۔ ڈیرہ کے آس پاس کے بلوچوں نے برخوردار خاں کو قتل کر دیا۔ عطر خاں گھبرا کر بھاگا اور بہاول پور میں اختیار خاں کے پاس پہنچ گیا، جو

۱- ''جواهر عباسیه'' (ص ۱۸۳)۔

پہلے بہادر خاں کے ساتھ ہو کر اوباورہ میں میاں غلام شاہ کے خلاف لڑ چکا تھا اور امیر محمد مبارک خاں بہاول پوری نے اسے میاں صاحب سے معافی دلائی تھی ۔ اب پھر عطر خاں کو سندھ کی گدی پر بٹھانے کے لئے تیاریاں شروع ہو گئیں ۔

علی محمد خاں ناظم ملتان کی جگہ شاہ افغانستان نے میر ہزار خاں کو ناظم مقرر کر دیا تھا ۔ عطر خاں نے اس کے نام تسخیر سندھ کا فرمان حاصل کر لیا ۔ خدا جانے ، افغانی دربار کن اصول پر یہ سب کچھ کر رہا تھا ؟ سندھ کو خانہ جنگی کا مرجع بنائے رکھنے سے اس کے سوا کیا نتیجہ نکل سکتا تھا کہ عام لوگ تباہ ہوتے اور ملک کے مالی وسائل کو نقصان پہنچتا ۔ افغانی دربار کی یہ حالت تھی کہ جو شخص زیادہ خراج دینے کا اقرار کر لیتا ، اسی کے نام ایالت کا پروانہ جاری ہو جاتا ۔

میاں غلام شاہ کی یورش : میاں غلام شاہ نے جب دیکھا کہ فتنہ سر اٹھا رہا ہے اور بہاول پور از سر نو سندھ کے خلاف شورش کی پرورش گاہ بن رہا ہے تو مقابلے کی تیاری کر لی ۔ علی محمد خاں ناظم ملتان سرکاری روپے میں تغلب کے باعث معزول ہوا تھا اور بہاول پور میں جا بیٹھا تھا ۔ میاں صاحب نے تمام حالات افغانی دربار میں پہنچا دیے اور عرض کیا :

۱ — میرا بھائی عطر خاں بہاول پور میں اختیار خاں کے پاس بیٹھا ہوا سندھ پر حملے کی تیاری کر رہا ہے ۔

۲ — سرکاری روپے میں تغلب کرنے والا بھی وہیں پناہ گزیں ہے ۔

ان فتنوں کا انسداد ہونا چاہیے ۔ چنانچہ شاہ افغانستان ۔

ملتان ، لاھور اور ڈیرہ جات کے ناظموں کے نام احکام جاری کر دیے کہ میاں غلام شاہ کی مدد کرو ۔ خود میاں صاحب ایک لشکرِ جرار کے ساتھ اوباورہ سے گزر کر خان بیلہ پہنچ گئے ۔

مخدوم صاحب اوچ کی سعی مصالحت : عطر خاں ، اختیار خاں اور ان کے ساتھیوں میں مقابلے کی تاب کہاں تھی ۔ وہ بھاگ کر دیراوڑ چلے گئے ۔ امیر محمد مبارک خاں اس وقت مبارک پور شرقیہ میں تھے ۔ میاں غلام شاہ کو ان سے کوئی پرخاش نہ تھی ، صرف فتنے کا انسداد مطلوب تھا ۔ آخر مخدوم حامد گنج بخش خامس کے ذریعے سے فریقین میں صلح کی بات چیت ھوئی ۔ میاں غلام شاہ نے صاف صاف کہہ دیا کہ میں کسی سے لڑنا نہیں چاھتا ۔ اختیار خاں نے پہلے بھی میرے بھائی کو اکسا کر خواہ مخواہ شورش پیدا کی تھی ۔ جنگ میں اسے اور اس کے ساتھیوں کو شکست ھوئی ۔ میں نے درگزر کی ۔ اب وہ پھر شورش پر آمادہ ھیں ۔ میں ان کے قصور کو نظر انداز کرتا ھوں اور اپنے بھائی کو سینے سے لگانے کے لئے تیار ھوں ۔ فیصلہ ھو جائے تو اسے احسان سمجھوں گا ۔ نہ ھو تو یہاں سے ٹل نہیں سکتا ۔ خواہ کیسی ھی خونریز جنگ پیش آئے ۔ غرض مصالحت کی صورت نکل آئی ۔ اس مرتبہ امیر محمد مبارک خاں نے عطر خاں کو میاں صاحب کے حوالے کرنا منافیِ مہمان داری سمجھا ۔ مخدوم صاحب نے اتنی سی بات پر جھگڑے کو طول نہ پکڑنے دیا ۔ احمد خاں اور سمابہ خاں فیروزانی کو میاں غلام شاہ کی خدمت میں یہ پیغام دے کر بھیجا کہ آپ مراجعت فرمائیں اور اطمینان رکھیں کہ اب کوئی فتنہ نہ اٹھے گا ۔

یوں اس جنگ کی آگ بھڑکتے بھڑکتے فرو ہوئی (ح ۱) ۔

میاں عطر خاں کی اطاعت: ۱۱۷۸ھ (۶۵-۱۷۶۴ء)

میں عطر خاں کا سب سے بڑا رفیق مقصودا فقیر فوت ہو گیا ۔ وہی عطر خاں کو بار بار انگیخت دیتا تھا ۔ جب سندھ کی حکومت حاصل ہونے کی کوئی امید باقی نہ رہی تو عطر خاں نادم ہو کر بھائی کی خدمت میں پہنچ گیا (ح ۲) ۔ میاں غلام شاہ نے اس کے اعزاز و احترام میں کوئی دقیقۂ سعی اٹھا نہ رکھا ۔ یوں مدت کے بعد بھائیوں میں سلسلۂ پیکار ختم ہوا ۔

امر بالمعروف و نہی عن المنکر: میاں صاحب کے عہد میں امر بالمعروف و نہی عن المنکر کی بھی ایک مثال ملتی ہے ۔ اس زمانے میں مخدوم محمّد ہاشم سندھ کے بہت بڑے عالم تھے ۔ مخدوم موصوف نے میاں صاحب کو ان خلافِ شرع باتوں پر توجہ دلائی جو مسلمانوں میں رائج تھیں ۔ مخدوم ہی کی تجویز کے مطابق ۲ شعبان ۱۱۷۲ھ (۳۱ مارچ ۱۷۵۹ء) کو ایک فرمان تمام کار پردازان حکومت کے نام جاری ہوا جس میں مندرجہ ذیل امور کی تاکید کی گئی :

۱ ۔ ایام محرم میں ماتم کرنے اور تابوت نکالنے کو روکا جائے ۔

۲ ۔ تمام نشہ آور چیزوں کے استعمال سے منع کیا جائے ۔

۳ ۔ جوئے ، زنان فاحشہ اور مخنثوں کو بند کیا جائے ۔

۴ ۔ مسلمان عورتیں قبرستانوں مں نہ جائیں ۔

۱۔ یہ تمام تفصیلات ''جواہرا عبّاسیہ'' سے ماخوذ ہیں ۔ ص ۱۸۶ - ۱۹۰ -

۲۔ ''تحفۃ الکرام'' جلد سوم ص ۱۱۶ -

۵ - جاندار چیزوں کی تصویریں نہ اتاری جائیں -

۶ - ڈاڑھی مٹھی بھر چھوڑ کر ترشوائی جائے اور منڈانے کی اجازت کسی کو نہ دی جائے -

۷ - تعزیت کے وقت مردوں اور عورتوں کو چیخ کر رونے اور نوحہ کرنے سے روکا جائے -

۸ - مسلمانوں کو نماز روزے اور تمام مالی و جانی عبادتوں کی پابندی پر متوجہ کیا جائے -

ہندوؤں کو حکم دیا گیا کہ دوکانوں ، بازاروں اور کوچوں میں گھٹنے ننگے نہ کریں - ہولی ، گانے بجانے اور ڈھول ڈھمکے سے باز رہیں - بتوں کے سامنے یا دریا اور سمندر کو علی الاعلان سجدے نہ کریں (حـ ۱) -

ڈیرہ جات کی حوالگی: ۱۱۸۱ھ (۱۷۶۷ء) میں احمد شاہ ابدالی نے میاں غلام شاہ خاں کے حسنِ انتظام سے خوش ہو کر ڈیرہ غازی خاں اور ڈیرہ اسمٰعیل خاں کے علاقے بھی حوالے کر دئے - میاں صاحب ان علاقوں کے نظم و نسق کی درستی کے لئے خود ان علاقوں میں گئے - سرکشوں کی سرکوبی کے بعد جابجا اپنے آدمی نگرانی اور تحصیل کے لئے مقرر کر دئے اور وہاں کے مختلف رئیسوں سے یرغمال لے کر واپس ہوئے - ”تحفۃ الکرام“ کے بیان کے مطابق میاں صاحب ربیع الثانی کے اوائل (ستمبر ۱۷۶۷ء) میں ڈیرہ جات کی طرف گئے تھے اور ۱۷ رجب (۹ دسمبر ۱۷۶۷ء) کو لوٹے (حـ ۲) -

---

۱ - یہ فرمان ”الوحید“ کے خاص نمبر بابت ۱۵ جون ۱۹۳۶ء میں شائع ہوا تھا - مخدوم ہاشم کے حالات علماء کے سلسلے میں بیان ہوں گے -

۲ - ”تحفۃ الکرام“ جلد سوم ص- ۱۱۶ -

''جواهر عباسیه،، کا بیان هے که میاں صاحب ڈیرہ جات کے انتظام کے لئے آئے تو امیر محمّد مبارک خاں والیٔ بہاول پور سے بھی ملاقات کا اشتیاق ظاھر کیا - چنانچه علی پور کے مقام پر دونوں میں ملاقات ھوئی اور دونوں نے ایک دوسرے کو نہایت نفیس اور بے شمار تحفے دیے (حـ ۱) -

انتظامات میں رد و بدل: میاں صاحب نے ڈیرہ جات کے انتظام پر پوری توجه مبذول فرمائی تھی ، لیکن ان کی مراجعت کے بعد فساد کی آگ دوبارہ مشتعل ھوگئی اور میاں صاحب کے آدمیوں میں کم و بیش ایک سال مقامی سرکشوں کے ساتھ لڑنے میں گزر گیا - ان سرکشوں میں سے ایک شخص جس کا نام نصرت تھا ، سب سے پیش پیش رھا - ان حالات کا پیش آنا کوئی غیر معمولی واقعه نه تھا - حکومتوں کے رد و بدل نے ھر جگه فتنه انگیز افراد کو بے باک بنا دیا تھا اور ان کی سرکوبی بہر حال وقت کی محتاج تھی ، لیکن مخالفوں کو احمد شاہ کے ذھن میں یه بات بٹھانے کا موقع مل گیا که میاں صاحب ڈیرہ جات کے انتظامات سے عہدہ برآ نہیں ھو سکتے - چنانچه ۱۷۶۸ء میں ڈیرہ جات سردار جہاں خاں سپه سالار کے حوالے کر دئے گئے - مقامی مفسدوں کو ھنگامه آرائی کا حوصله زیادہ تر اس وجه سے ھوتا تھا که آس پاس سکھ غارت گروں کے چھاپے جاری تھے - سردار نے بڑی سختی سے انھیں دبایا - ۱۱۸۳ھ (۱۷۶۹ء) میں ڈیرہ غازی خاں دوبارہ میاں غلام شاہ خاں کو مل گیا - اس کے ساتھ ڈیرہ کا وہ علاقه بھی میاں صاحب ھی کو دے دیا گیا

---

۱ - ''جواھر'' صـ ۱۹۹ -

جو پہلے ملتان سے وابستہ تھا (حـ ۱) ۔ مختلف روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ ڈیرہ جات کے حاصل کرنے میں دیوان گدّو مل کے حسنِ تدبیر کو خاص دخل تھا ۔

انتظامات ٹھٹھ : محمّد قائم خاں کوکلتاش کے بعد محرم ۱۱۸۳ھ (مئی ۱۷۷۰ء) میں میاں صاحب نے حبیب فقیر نائچ کو ٹھٹھ کا انتظام سونپا ۔ پھر محمّد حسین اس خدمت پر مامور ہوا ۔ بعد از آں مراد فقیر نظامانی ۱۱۸۸ھ (۱۷۷۴ء) تک شہر اور علاقے کا کاروبار انتظامی کا نگران رہا ۔

ایک عجیب واقعہ : غالباً فرخ سیر کے عہد میں سرکار بکھر کے پرگنہ جتوئی میں چھوٹے چھوٹے اولوں کی طرح مصری کی ڈلیاں آسمان سے برسی تھیں (حـ ۲) ۔ میاں غلام شاہ کے عہد میں ڈھنڈ چٹی کے قریب ایک بیگھ زمین میں گوشت کے ٹکڑے اوپر سے برسے ۔ ان میں سے کچھ ٹکڑے میاں صاحب کے پاس لائے گئے ۔ انھوں نے کتوں کے آگے ڈلوائے لیکن کسی نے انہیں بھی نہ کھایا ۔ رنگ اور خوش بو میں یہ سور کا گوشت معلوم ہوتا تھا ۔

دریائے سندھ کے بہاو میں تغیر : میاں صاحب کے عہد کا ایک نہایت اہم واقعہ یہ ہے کہ دریائے سندھ نے پرانا بہاو بدل کر نیا بہاو اختیار کیا ۔ آج کل اصل دریا حیدر آباد اور کوٹری کے بیچ میں بہتا ہے ۔ ۱۷۵۹-۵۸ء سے

---

۱ ۔ "تحفة الکرام" جلد سوم ۱۱٦ ۔

۲ ۔ "ماثرالکرام" دفتر اول ص- ۲٦۰ ۔

پیشتر اس جگہ دریا کی صرف ایک شاخ تھی، جس میں پانی اتنا تھوڑا تھا کہ لوگ بے تکلف اس میں سے گزر جاتے تھے - اصل دریا موجودہ حیدر آباد شہر کے مشرق میں بہتا تھا - اس تغیر نے سندھ کی جغرافیائی حیثیت پر گہرا اثر ڈالا - تفصیل میجر جنرل ہیگ کی کتاب میں ملے گی (ح- ۱) -

میاں صاحب کا ایک ظلم: بعض روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ میاں صاحب نے اپنے مشیر خاص، راجہ لیکھی کے ایماء و انگیخت پر میاں مراد یاب خاں مرحوم کے دو صاحبزادوں عباس علی اور حسین علی کو کشتی میں بٹھا کر غرق کرا دیا - اس واقعے کے بعد اتنی پشیمانی ہوئی کہ عمر بھر اس کا قلق رہا -

معلوم نہیں، ان معصوم لڑکوں کو غرق کرانے کی ضرورت کیوں پیش آئی - اغلب ہے، میاں صاحب کو بتایا گیا ہو کہ لوگ ان لڑکوں کو باپ کی مسند پر بٹھانے کے خواہاں ہیں - پوسٹنز کے بیان کے مطابق دونوں لڑکوں کے متعلق معلوم ہوا تھا کہ وہ ایسی سرگرمیوں میں لگے ہوئے ہیں جو میاں صاحب کی ذات کے خلاف تھیں (ح- ۲) - بہر حال اس کے سوا میاں صاحب سے کبھی کوئی غیر مناسب حرکت سرزد نہ ہوئی - اس واقعے پر کسی شخص نے چند شعر بھی کہے تھے جو ذیل میں درج ہیں :

دنیا چو بحر شورے موجش ہمیشہ جوشاں
بس نامور کہ در وے گشتند روی پوشاں

---

۱ - " دی انڈس ڈیلٹا کنٹری " ص- ۱۱۸-۱۲۰ -
۲ - " سندھ کے متعلق ذاتی مشاہدات " ص- ۱۷۴ -

دو گوہرِ گرامی درِّ یتیم ہر یک
از جلوۂ جمالش دلہا شدے خروشاں
چوں قطرہ ہائے نیساں کردند جا بہ دریا
ہم چوں صدف سبک بار رفتند لبِ خموشاں

....

ہر در ز حسن چہرہ گلہائے باغ عباس
زیر آب سیل رحمت ناگہ شدند اوشاں
در قلزمِ ارادت کشتیٔ عقل غرقست
ماندند در تحیر اینجا بلند ہوشاں
از قدرتِ الٰہی الہام شد خرد را
یک جائے ہر دو رفتہ تاریخِ سالِ اوشاں (ح-۱)

تاسیس حیدر آباد: میاں غلام شاہ خاں کو تعمیرات کا بڑا شوق تھا۔ انھوں نے اپنے عہد حکومت میں کئی مقامات کو دارالملک بنانے کا ارادہ کیا، لیکن تھوڑی دیر کے بعد وہ ہر مقام سے اکتا کر اسے چھوڑتے رہے۔ آخر ان کی توجہ دریائے سندھ کے کنارے اس مقام کی طرف منعطف ہوئی جو مسلمانوں سے پیشتر کے زمانے میں نیرون یا نیرون کوٹ کہلاتا تھا۔ محمدؒ بن قاسم نے پیش قدمی کی تھی تو اس شہر کے لوگوں نے مصالحانہ دروازے کھول دیے تھے۔ یہ مقام آب و ہوا کے اعتبار سے اچھا تھا، اس لیے کہ اس کی مغربی سمت میں دریائے سندھ بہتا تھا اور مشرقی سمت میں دریائے مذکور کی

۱۔ یہ اشعار ٹوپن مل کی تاریخ سے ماخوذ ہیں۔ اس کا ایک شعر سمجھ میں نہیں آیا اس کی جگہ مجبوراً نقطے لگانے پڑے۔ مادہ تاریخ کے بارے میں بھی کوشش کے باوجود کچھ پتہ نہ چل سکا۔ دوسری روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ۱۱۷۴ھ (۶۱ - ۱۷۶۰) کا واقعہ ہے۔

ایک شاخ گزرتی تھی جو آج کل پھلیلی کے نام سے موسوم ہے - دوسرے اس مقام کو مملکت سندھ میں مرکزی حیثیت حاصل تھی - تیسرے دریا کے ذریعے سے شمالاً جنوباً آمد و رفت اور تجارت میں بڑی آسانیاں تھیں -

میاں صاحب نے اسی مقام کو دارالسلطنت بنانے کا ارادہ کیا - ذی قعدہ ۱۱۸۲ھ (مارچ ۱۷۶۹ء) میں اس مقام پر قلعے کی تعمیر کا حکم دے دیا گیا - پھر مہاجنوں اور عاملوں کو آس پاس مکانوں کے لیے زمین عطا کردی گئی - تھوڑی ھی دیر میں یہ مقام ایک پر رونق شہر بن گیا - حیدرآباد اس کا نام رکھا گیا - ایک سال کے بعد میاں صاحب اسی شہر میں منتقل ہوگئے - قلعے میں اپنے لیے ایک خاص محل بنوایا ، جس کی صورت شیش محل کی تھی - حرم سرائے کے علاوہ اس محل میں دیوانِ عام و خاص بھی بنے ہوئے تھے -

ھیگ کا بیان: دارالحکومت بہر حال دریائے سندھ کے کنارے پر یا اس سے قریب ھی بن سکتا تھا - چنانچہ مرادآباد ، شاہ پور اور اس سے پیشتر الور ، برھمن آباد ، ٹھٹھ ، منصورہ وغیرہ بھی دریا کے کنارے ھی پر تھے - ان میں سے بعض طغیانیوں کی نذر ھوگئے - بعض دریا کا رخ بدلنے کے باعث اجڑ گئے - ھیگ نے لکھا ھے کہ میاں صاحب کو ایسے مقام کی تلاش تھی جو دریا کی دست برد سے محفوظ ھوتا - دریا کا بہاو بدل چکا تھا اور محفوظ ترین مقام وھی تھا ، جہاں کسی زمانے میں نیرون آباد تھا - اھل سندھ اسے نیرون کافری کہتے ھیں :

> پرانے قلعے کے محض کھنڈر رہ گئے تھے - اس کی دیواریں برباد ھوتے ھوتے ملبے کا انبار بن چکی تھیں -

اردگرد کی بلند سطح پیروں یا تقدس کی شہرت رکھنے والے شخصوں کی آخری آرام گاہ کے لیے منتخب ہوچکی تھی - عام مسلمان حسن عقیدت کی بنا پر اس جگہ دفن ہونے کو بہت اچھا سمجھتے تھے - غلام شاہ نے پوری جگہ صاف کرائی - نہ مقدس پیروں کی خاک کا احترام ملحوظ رکھا اور نہ قدیم نیرون کے باقیات کا کچھ خیال کیا - اس جگہ ایک قلعہ تعمیر ہوا جس کا نام حیدرآباد رکھا - کلھوڑوں کا یہ آخری اور سب سے بڑا تعمیری کارنامہ ۱۷۶۸ء میں شروع ہوا - ۱۷۷۰ء میں فرمانروا نے اس میں سکونت اختیار کی - (حـ ۱) -

بنائے حیدرآباد کی تاریخیں: میاں سرفراز خاں سے بنائے حیدرآباد کی مندرجۂ ذیل تاریخیں منقول ہیں:

۱ - از عطا ہائے واہب منان حیدرآباد گشت آباداں

۱۱۸۲

۲ - یارب اجل ھذا البلد آمنا (حـ ۲)

۱۱۸۲

---

۱ - ''دی انڈس ڈیلٹا کنٹری'' صـ ۱۲۱ -

۲ - دونوں تاریخیں رسالہ ''نئی زندگی'' بابت ماہ فروری ۱۹۵۴ء سے ماخوذ ہیں -

ساتواں باب

میاں غلام شاہ خاں کی وفات

وفات : میاں غلام شاہ خاں نے کامیاب حکومت بعد مستند روایت کے مطابق ۳ جمادی الاولیٰ ۱۱۸۶ھ (۲ - اگست ۱۷۷۲ء) کو وفات پائی ، اس روایت میں وفات کا دن "پنج شنبہ" (جمعرات) بتایا گیا ہے ، لیکن دقت یہ ہے کہ ۳ - جمادی الاولیٰ کو جمعرات کا دن نہ تھا پیر یا منگل کا دن تھا - روایت کے نقل و کتابت میں اگر کوئی غلطی ہوسکتی تھی تو دن کے متعلق نہیں صرف تاریخ کے متعلق ہوسکتی تھی ، اس بنا پر قیاس یہ کہتا ہے کہ تاریخ وفات ۳ کے بجائے ۱۳- جمادی اولالیٰ مطابق ۱۲- اگست ہونی چاہیے ، اس روز جمعرات تھی ، ہیگ نے لکھا ہے کہ میاں صاحب نے یکم اگست کو وفات پائی لیکن اس دن اتوار تھا (حـ ۱) - ایک اور روایت ہے کہ

---

۱ - "دی انڈس ڈیلٹا کنٹری" ص- ۱۲۱ -

جمادی الاولیٰ کی پہلی تاریخ کو لقوہ اور فالج کا حملہ ہوا اور ۲ کو فوت ہوگئے، یعنی یکم اگست ۱۷۷۲ء کو۔ عبدالحمید جوکیہ نے لکھا ہے کہ میاں کبھی کبھی جوشِ شجاعت میں فرمایا کرتے تھے، میں احمد شاہ کے شہر یعنی قندھار کو مسخر کروں گا تمام امراء کو تیار رہنا چاہیے۔ اچانک فالج گرا اور گفتگو سے بھی معذور ہوگئے، میاں سرفراز خاں کو خبر پہنچائی گئی، بیٹے، اعزہ، اربابِ سیاست اور طبیب جمع ہوگئے، بہت علاج کیا، لیکن کوئی دوا سودمند نہ ہوئی اور جان بحق ہوگئے (حـ ۱)۔

تاریخ ہائے وفات: وفات کی کئی تاریخیں کہی گئی ہوں گی۔ لیکن مولف کو صرف پانچ کا علم ہوسکا، جو ذیل میں درج ہیں۔ ان میں سب سے پہلی اور قابلِ توجہ تاریخ میاں صاحب کے فرزندِ ارجمند میاں محمدؐ سرفراز خاں کی ہے۔

۱ — آہ از بے مہری گردوں دوں
آہ از نیرنگ چرخ نیلگوں
خسروِ دوران، غلامِ شاہ دیں
آں کہ بوسیدہ فلک او را زمیں
روضۂ پر نور چوں قصر بہشت
دلکشا چوں جنتِ مینو سرشت
سال تاریخش سرافراز از خیال
جستجو می کرد با صد اختلال

۱۔ ''تاریخ کلھوڑا و استقرار حکومت ٹالپران'' ص ۱۱۰ و ۱۱۱۔

ناگہ از تنزیل در داد ایں ندا
ھاتفے: ''جنات فیھا خالدا'' (حـ ۲)

۱۱۸۶ھ (۱۷۷۲ء)

۲ — ھاتف فریاد کرد ''رفت بجنت ولی'' ۱۱۸۶

۳ — ''میاں خفتہ'' ۱۱۸۶

۴ — غلام شاہ کہ بودہ غلام شاہ نجف
مقام کردہ ارم ھمدمی بہ شاہ نجف

۵ — عبدالمجید جوکیہ نے 'تاریخ کلھوڑا استقرار حکومت ٹالپران' میں ایک تاریخ کہی ھے:

دلا آہ از قضیہ شاہ ما
کہ گردید ناگاہ جان کاہ ما
زھی بود مسند نشین شاہ سند
ز تابش نخوابیدہ حکام ھند
بہمت ھمیشہ قوی حال بود
بجرات جواں مرد را جان ربود
چو نوشیرواں عدل بسیار کرد
چو رستم ز گرداں براورد گرد
اگر بیوہ زن رہ رو از دور بود
ز صیتِ اسانش بمستور بود

۲ - یہاں یہ واضح کر دینا ضروری ھے کہ یہ قطعہ تاریخ مکمل معلوم نہیں ھوتا، چنانچہ دوسرے شعر کے ساتھ تیسرے شعر کی کوئی مناسبت نہیں، میرا یہ خیال ھے کہ کچھ اشعار بیچ میں حذف ھوگئے، اس لئے کہ اس کے کچھ معنی نہیں بنتے، یہ اشعار ''نئین زندگی'' بابت فروری ۱۹۵۴ء سے منقول ھیں -

بنا قلعهٔ حیدرآباد زو
نشاں مانده زو تا جہاں یاد او
جہاں در حیاتی اگر شاد کرد
کنوں ملک مرحومی آباد کرد
چو جستیم تاریخ آں شه جلی
خرد گفت رفته بجنت ولی

١١٨٦ (ح۔ ١)

اشعار ہر لحاظ سے اچھے ہوں یا نہ ہوں، تاہم ان سے میاں غلام شاہ کی سیرت اور اس کے متعلق تاثرات بخوبی واضح ہوتے ہیں۔

ایک سندھی تاریخ منقول ہے ''حاکم غلام مئو،، ١١٨٦

کیفیت وفات: میاں صاحب کا عام طریقہ یہ تھا کہ علی الصباح اٹھتے تھے، اور التزاماً غسل کرتے تھے، نماز اور دوسرے مشاغل سے فارغ ہو کر دو گھڑی میں کچہری جا بیٹھتے تھے، وہاں ملک کے اندر اور باہر کی خبریں سنتے؛ بالک رام جو منشیِ خاص تھا آپ کو خبریں سنایا کرتا تھا، معلوم ہوتا ہے کہ اچانک طہارت خانے میں ان پر فالج اور لقوہ کا حملہ ہوا اور وہ بے بس ہوکر گر گئے، فالج کا اثر زبان پر بھی پڑا، بولنے کی کوشش کرتے تھے لیکن سمجھ میں کچھ نہ آتا تھا، منہ جھاگ سے بھر گیا تھا، اسی روز یا ایک دو دن بعد حالتِ بیچارگی میں وفات پائی۔ حیدرآباد میں دفن ہوئے، ان کی قبر پر نہایت خوب صورت قبہ بنایا گیا۔ کلھوڑوں کے عہد کی دوسری عمارتوں کی طرح اس قبہ کا بھی

١ - ''تاریخ کلھوڑا استقرار حکومت ٹالپراں'' قلمی نسخہ ص۔ ١٣ -

تفصیلی ذکر تعمیرات میں آئے گا۔

ایک عجیب روایت: ایک روایت ہے :

میاں غلام شاہ کلھوڑہ نے قلعۂ حیدرآباد کی تعمیر کے لئے راجہ لیکھی کے مشورے کے مطابق شیخ محمود انصاری معروف بہ پیر مکی کا قبرستان صاف کر دیا، یہ نیرون کوٹ کے ٹیلے پر واقع تھا، اور مردوں کی ھڈیاں بیحرمتی سے نکالیں اس وجہ سے طہارت خانے میں اس کی جان پر ایک غیبی طمانچہ پڑا، اور اس کی روح قفسِ عنصری سے پرواز کر گئی (ح۔ ۱)۔

مرزا قلیچ بیگ نے بھی لکھا ھے کہ ۱۷۷۲ء میں قلعۂ حیدرآباد کے جنوب مغرب میں ایک ٹیلے پر ایک کچے قلعے کی بنیاد رکھی گئی تھی، تاکہ بڑے قلعے کی حفاظت کے لئے چوکی کا کام دے سکے۔ اس ٹیلے پر پیر محمد مکی کے مزار کے اردگرد ایک بڑا قبرستان تھا، اور کئی قبریں قلعہ بنانے کی غرض سے صاف کرنی پڑیں، اس واقعہ سے تھوڑی دیر بعد میاں صاحب فالج کے سبب سے فوت ھو گئے (ح۔ ۲)۔

اولیائے کرام کی کرامتیں اپنی جگہ مسلم ھیں، لیکن مندرجہ بالا روایت محض خوش اعتقادی کا کرشمہ ھے۔ حقیقت یہی ھے کہ میاں صاحب پر اچانک فالج کا حملہ ھوا اور وفات پا گئے، چونکہ موت یکایک واقع ھوئی تھی، اس

---

۱ - ''جواھر عباسیہ'' ص۔۲۰۹ و ۲۱۰ - یہ روایت زبان زد عوام ھے، ''لب تاریخ سندھ'' میں بھی اس کا ذکر ھے ص۔ ۲۲۲ -

۱ - ''تاریخ سندھ'' جلد دوم ص۔ ۱۶۳ و ۱۶۴ -

لئے عجائب پسندوں نے اسے حضرت پیر مکی کی کرامت بنا دیا۔ اگر اس کی کوئی اصل ہوتی تو دستِ غیب کا طمانچہ اسی وقت لگنا چاهئے تھا، جب بیان کردہ بیحرمتی سرزد ہوئی تھی، اور راجہ لیکھی یا قبرستان کو صاف کرنے والے کارکن اس ضرب سے محفوظ نہ رهنے چاهئیں تھے۔

شخصیت: میاں صاحب کلهوڑا خاندان کے آخری جلیل القدر حکمران تھے، بعض لوگوں نے انهیں خاندان کا سب سے بڑا فرمانروا قرار دیا ہے، بلا شبہ ان کے بعض کارنامے بڑے هی قابلِ قدر اور حیرت انگیز هیں، مثلاً ملک بدر ہونے کے بعد حکومت دوبارہ حاصل کی۔ پھر انتظام سنبھالتے هی عوام کو امن و امان کی دولت سے مالا مال کردیا، اور سب لوگ ان کے گن گانے لگے، افغانستان کو باقاعدہ خراج کی رقم ادا کرنے کے علاوہ ملک کی ترقی، اهل ملک کی خوش حالی، نئے شہروں اور عمارتوں کے قیام کا بندوبست کیا، اس کے ساتھ ”کچھ“ پر دو مرتبہ نہایت کامیاب حملے کیے، اور ملک میں وهی حالت پیدا کردی جو نادر کے حملے سے پیشتر موجود تھی۔ یہ سب ایک غیر معمولی شخصیت کے کارنامے تھے۔ لیکن صحیح یہی ہے کہ اس خاندان میں یار محمد خاں باعتبار اوصاف و فضائل بہترین تھا۔ دوسرے درجے پر میاں نور محمد خاں اور تیسرے درجے پر میاں غلام شاہ خاں۔ میاں صاحب اگرچہ پڑھے لکھے نہ تھے، لیکن ملکی انتظام کی جو صلاحیتیں قدرت نے ان میں ودیعت کی تھیں، وہ بروئے کار آئیں تو بڑے بڑے عالم ان کی عظمت کے روبرو هیچ رہ گئے۔

کارکنوں کی سرسری کیفیت: دیوان چیلا رام سیوستانی مالیات کا مدارالمہام تھا۔ بعض روایتوں میں دیوان

گھنشام کا بھی ذکر آیا ھے - بالک رام منشیِ خاص تھا ، جو تحریر و نگارش کے علاوہ ضروری خبریں بھی فراھم کر کے سنایا کرتا تھا - میرزا احمد خراسانی بخشیٔ لشکر تھا ، اسی کی نگرانی میں حیدر آباد کا قلعہ چونے اور گچ سے بنا تھا - میاں صاحب کے دستۂ خاص میں بارہ ھزار سوار اور پیادے تھے - گھوڑوں کا انھیں بے حد شوق تھا اور وہ اچھا گھوڑا زیادہ سے زیادہ قیمت دے کر بھی لے لیتے تھے -

میاں صاحب کی والدہ: مشہور ھے کہ میاں صاحب کی والدہ کا نام مائی گلاں تھا اور وہ ابتدا میں طوائف تھی - میاں نور محمدؐ خاں نے اس سے نکاح کر لیا - ایک کہانی مشہور ھے کہ مائی گلاں کو رقص میں کمال حاصل تھا اور وہ ھر جمعرات کو شاہ عبدالطیف کے ھاں رقص کیا کرتی تھیں - ایک مرتبہ شاہ صاحب اتنے خوش ھوئے کہ فرمایا ، مانگو کیا مانگتی ھو؟ مائی نے عرض کیا کہ ایک فرزند کی آرزو ھے - شاہ صاحب نے دعا کی - مائی گلاں کا نکاح میاں نور محمدؐ خاں سے ھو گیا اور میاں غلام شاہ پیدا ھوئے -

کہتے ھیں کہ شاہ صاحب نے میاں غلام شاہ کے بچپن ھی میں ان کی عظمت کے متعلق پیش گوئی ان لفظوں میں کر دی تھی :

گلاں مان گل پیدا ٿھیو　　　کی ٽڙیو کی ٽڙندو

مطلب یہ کہ گلاں میں سے جو پھول پیدا ھوا ھے ، وہ کس قدر کھلا ھے اور ابھی اور کھلے گا - یہ واقعہ اور یہ پیش گوئی درست ھو یا نہ ھو ، لیکن میاں صاحب کی عظمت کے لئے تاریخ کے صفحات گواہ ھیں -

افغانستان کا خراج: قطعی طور پر معلوم نہیں ہو سکا کہ میاں صاحب سالانہ کتنا خراج کابل بھیجا کرتے تھے۔ انگریزی تجارتی کوٹھی کے کاغذات سے واضح ہوتا ہے کہ خراج با قاعدہ ادا نہ ہوتا تھا۔ جب تقاضوں کی بھرمار ہوتی تو میاں صاحب رقم بھیج دیتے۔ افغانی دربار سے اونی کپڑے کی فرمائشیں آتیں۔ میاں صاحب خرید کر ارسال کر دیتے اور قیمت خراج میں محسوب ہو جاتی (ح ۱)۔ بعض روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ میاں صاحب خراج کی رقم گھٹا کر گیارہ لاکھ پر لے آئے تھے۔

۱۷۶۸ء کے حالات میں بیان کیا گیا ہے کہ افغانستان سے ایلچی آئے اور انہوں نے کہا کہ ہم دھلی کی طرف جا رہے ہیں۔ ایک ہزار آدمی افغانی فوج کے ساتھ کر دیجیے اور خراج کی رقم کا ایک حصہ دے دیجیے۔ چنانچہ میاں صاحب نے سات لاکھ روپیے ادا کیے اور ایک ہزار آدمی ساتھ بھیج دئے۔

آزادی کی تڑپ: حالات ایسے پیدا ہو چکے تھے کہ میاں صاحب کے بر سر حکومت آنے سے پیشتر سندھ محکومی کی زنجیروں میں جکڑا جا چکا تھا۔ مجبوراً انھیں یہ صورت قبول کرنی پڑی۔ انگریزی کوٹھی کے کار کنوں کی شہادت سے معلوم ہوتا ہے کہ میاں صاحب ہر وقت ان زنجیروں کو توڑ پھینکنے کے لئے بیتاب رہتے تھے۔ میاں صاحب نے انگریزوں سے دو ہنرمند توپچی مانگے تو اس سلسلے میں انگریزی کوٹھی کے کارکنوں نے بمبئی خط لکھا کہ میاں کو اگر توپچی مل گئے اور اس نے کچھ فتح کر لیا، تو وہ بڑا

۱۔ ”جرنل سندھ ہسٹاریکل سوسائٹی“ بابت دسمبر ۱۹۳۸ء ص۔۲۷۔

طاقت ور حکمران بن جائے گا :

وہ فوراً محکومی کا جؤا اتار پھینکے گا - خراج ادا کرنا بند کر دے گا - پٹھانوں سے کامل آزادی حاصل کرلے گا ، پھر انھیں سندھ کی سر زمین میں قدم رکھنے کی اجازت نہ دے گا - اس سے ھماری اونی کپڑے کی تجارت کو سخت نقصان پہنچے گا - - - - غلام شاہ آزادی کے ھر موقع سے فائدہ اٹھانے کے لئے کوشاں رھتا ھے - پٹھانوں اور شمالی سمت کے دوسرے تاجروں کے ساتھ ھمارے (انگریزوں کے) تجارتی تعلقات کی جو مخالفت پچھلے دنوں کی گئی ، اس کی علت بھی یہی تھی - وہ سندھ میں افغانوں کی آمد کو بہت برا جانتا ھے اور سمجھتا ھے کہ یہ لوگ ملک میں جاسوسوں کی حیثیت رکھتے ھیں اور اس کی سر گرمیوں کی خبریں اوپر پہنچاتے ھیں (ح - ۱) -

ازواج واولاد : میاں صاحب نے کئی شادیاں کیں - ان کی ایک بیگم راؤ کچھ کے خاندان سے تھی - صرف ایک بیگم کا حال معلوم ھے جو غالباً سب سے بڑی تھی - مائی بھو بیگم اس کا نام تھا - عام لوگ اسے مائی صاحب دولت کہتے تھے - یہ جان نثار خاں گوجر کی صاحبزادی اور نواب اللہ داد خاں کی حقیقی بہن تھی - میاں صاحب کے دو صاحبزادوں کا ذکر عام طور پر کیا جاتا ھے (ح - ۲) - بڑے میاں محمد سرفراز خاں جو میاں غلام شاہ خاں کے بعد مسند نشین ھوئے - میاں محمود خاں ،

---

۱ - "جرنل سندھ ھسٹاریکل سوسائٹی" ص - ۲۷ -

۲ - مثال کے طور پر ملاحظہ ھو "میرزا قلیچ بیگ کی تاریخ سندھ" جلد دوم ص - ۳۰۲ -

وہ بھی چند ماہ برائے نام حکمراں رہے۔ حکیم محمد صادق عباسی نے جو خاندانی شجرہ مرحمت فرمایا، اس میں تیسرے صاحبزادے کا بھی ذکر ہے۔ حکیم صاحب نے اس کا نام میاں محمد خاں بتایا ہے۔

"فتح نامہ" کا بیان: اب میاں صاحب کے متعلق میر عظیم الدین ٹھٹھوی کا بیان سن لیجیے:

غلام شہ آں سرورِ خوش خطاب
که از مسکنت بود حالش خراب

(غلام شاہ کا حال مفلسی سے بڑا خراب تھا)۔

چو بنشست بر مسندِ خسروی
شد از قوتِ بخت حکمش قوی

(لیکن جب وہ حکومت کی مسند پر بیٹھا تو نصیبے کی یاوری سے اس کی فرماں روائی کی بنیادیں مظبوط ہوگئیں)۔

چو حکم آمد از احکم الحاکمین
زمیں آسماں، آسماں شد زمیں

(حاکموں کے حاکم (خدا) کا حکم آیا تو زمین آسمان بن گئی۔ آسمان زمین بن گیا۔ مطلب یہ کہ محمد مراد یاب خاں قید ہوگیا اور غلام شاہ کو مسندِ حکومت مل گئی)۔

نشستے به مسند چو مرداں دلیر
ستادے به میداں چو غرندہ شیر

(دلیروں کی طرح مسند پر بیٹھتا۔ دھاڑنے

والے شیر کی طرح میدان میں کھڑا ہوتا) -

بہ مردانگی در جہاں سر فراز
بہ ہمت بلندی مسافر نواز

(مردانگی کے سبب سے دنیا میں سر فراز تھا - بلند ہمتی سے مسافر نوازی کرتا تھا) -

جفا کار و بے رحم و ظالم نبود
ہمیں عیب بودش کہ عالم نبود

(وہ جفا کار، بے رحم اور ظالم نہ تھا - اس میں صرف یہ نقص تھا کہ عالم نہ تھا) -

بہر رنگ عشرت سر تازہ داشت
و لیکن بہ ہر امر اندازہ داشت (ح ۱)

(عیش و عشرت کے ہر رنگ میں وہ تازہ دم رہتا تھا لیکن ہر کام اندازے سے کرتا تھا) -

ایک چشم دید شہادت: ایک چشم دید شہادت مظہر ہے:

میاں غلام شاہ عباسی جہاندیدہ، آزمودہ کار، سخی اور مسافر نواز تھا - وہ بہادری اور جوانمردی کا پیکر تھا - کئی جنگیں دیکھیں، نصیبے کی یاوری میں شبہ نہیں ہو سکتا - گھوڑوں کو دانہ اور چارا اپنے سامنے کھلاتا - جس شخص کو جوانمرد اور بات چیت میں دلیر پاتا، فوراً ملازم رکھ لیتا - ہر ولایت سے تاجر اور مسافر سندھ

۲- ''فتح نامہ'' ص- ۵۴ و ۵۵ -

آتے تھے - میاں ان کی پرورش میں کوئی دقیقۂ سعی
اٹھا نہ رکھتا - جواہرات ، قیمتی پارچے اور گھوڑے
فروخت کے لئے آتے تو زیادہ قیمت دے کر خرید
لیتا - مقیم و مسافر سب اس کے عہد میں خرم و
شاداں تھے (ح- ۱) -

ہیگ کا بیان: ہیگ نے میاں غلام شاہ کے متعلق لکھا ہے کہ کلہوڑوں میں وہ سب سے بڑھ کر قابل ، قوی اور چست تھا - علاوہ بریں خاندان اور قبیلے کی خود رائی ، عزیمت اور جنگ جوئی کے جوہر بھی اس میں اعلیٰ پیمانے پر موجود تھے - - - - سیرت کی پختگی اور ملک داری کی صلاحیت کے اعتبار سے وہ خاندان کا آخری نمائندہ تھا - کلہوڑوں کی بد عہدی اور بے رحمی سے بھی اسے حصۂ وافر ملا تھا - اس کا مضبوط ہاتھ پورے ملک میں محسوس ہوتا تھا - وہ مرا تو حکمران کی قوتِ گرفت ڈھیلی پڑ گئی اور خطۂ سندھ از سرِ نو بد نظمی کے طوفانِ مہالک میں غرق ہو گیا (ح- ۲) -

کلہوڑوں کی بد عہدی اور بے رحمی کے متعلق ہیگ نے جو کچھ لکھا ہے ، مستند تاریخی واقعات سے اس کی کوئی شہادت نہیں ملتی -

عبدالمجید جوکیہ کا بیان: میرا مسودہ مکمل ہو کر چھپنے کے لئے جا رہا تھا کہ عبدالمجید جوکیہ کی ''تاریخ کلہوڑا و استقرار حکومت ٹالپراں'' کا قلمی نسخہ ملا ،

۱- ٹوپن مل کی'' تاریخ سندھ '' -
۲- ''دی انڈس ڈیلٹا کنٹری'' ص- ۱۲۱ -

اس سے میاں غلام شاہ کے متعلق بعض نئی باتیں معلوم ہوئیں مثلاً :

۱ - میاں کی سخاوت اور قدر شناسی کے باعث ہر طرف سے لوگ آ کر سندھی فوج میں بھرتی ہونے لگے ۔

۲ - میاں نے سرحداتِ سندھ کے زمینداروں کو اطاعت گزار بنایا ، مثلاً ڈیرہ جات کے بلوچ ، سیت پور کے قاضی نور محمد ، پوچھ کاچی ، جام رانا ، جام بجار جوکیہ ، ملک عزت خان نہمردی ، وغیرہ ۔

بعض معمولی حیثیت کے آدمیوں کو نوازش سے سربلندی کی عزت بخشی ، مثلاً محمد صدیق ویس ، محراب جتوئی (حـ ۱) ۔

۳ - افغانستان کی جانب سے گھوڑوں کا ایک سوداگر آیا ، اس نے صرف ایک گھوڑے کی قیمت ساٹھ ہزار بتائی ، اور کہا کہ کم میں نہ دونگا ، میاں نے سوچا کہ اگر یہ گھوڑا میں نے نہ خریدا تو میری جوانمردی کے ناموس میں خلل آ جائے گا ، اور سوداگر سمجھے گا کہ اس حشمت و شکوہ کے باوجود ایک گھوڑا بھی نہ خریدا گیا ، چنانچہ اپنے سائیسوں کے سردار مرزا فولاد کو حکم دیا کہ گھوڑا لا کر طویلے میں باندھو ، اور ساٹھ ہزار روپیے خزانے سے لے کر سوداگر کے حوالے کردو ، سوداگر جانے لگا تو اسے انعامات بھی دئے (حـ ۲) ۔

راجہ لیکھی اور میر بہرام: منور، خوش چشم اور

۱- ”تاریخ کلھوڑا و استقرار حکومت ٹالپران“ صـ ۵ ۔

۲- ”تاریخ کلھوڑا و استقرار حکومت ٹالپران“ صـ ۶ ۔

دولت افزوں، میاں کے خاص ناظر تھے - ایک مرتبہ آن سے پوچھا کہ راجہ لیکھی اور میر بہرام دونوں ہمارے معزز سردار ھیں ، آن میں سے تمہارے نزدیک ھمارا زیادہ بہی خواہ کون ھے؟ منور نے جو ناظروں میں سب سے بڑا تھا ، میر بہرام کو راجہ لیکھی پر ترجیح دی ، میاں نے فوراً ایک خدمت گار کو بھیج کر راجا کو بلوایا ، وہ آیا تو فرمایا ، بھیڑ بکریاں پشم کے لئے خریدی جاتی ھیں نہ کہ چرانے کے لئے ، میں سمجھتا ھوں کہ میر بہرام ھمارے فرمائے ھوئے کام ٹھیک انجام نہیں دیتا ، بے سود اس کی پرورش کیوں کی جائے ، راجہ نے جواب دیا کہ میرا بھی یہی خیال ھے - میاں نے یہ سن کر راجہ کو رخصت کر دیا اور میر بہرام کو بلوایا - اس سے کہا کہ راجہ ہر وقت فتنہ انگیزی اور شرارت کے در پے رھتا ھے ، میرا جی چاھتا ھے کہ آسے شرارت کی سزا دی جائے - میر نے فوراً عرض کیا کہ خداوندِ دولت ! راجا کو کب یہ حوصلہ ھو سکتا ھے کہ ولی نعمت کے خلاف شرارت کرے ، وہ تو تمام سوائیوں میں خیر خواھی کے لحاظ سے بڑھا ھوا ھے ، حکمراں خاندان سے بد خواھی نہیں کر سکتا ، اس کی سرافرازی مناسب ھے -

میاں یہ سن کر بہت خوش ھوا اور حکم دیا کہ میر کو خلعت دیا جائے - میر نے عرض کیا کہ خداوندِ دولت ! خیر خواہ کے نزدیک مناسب یہ ھوگا کہ کل صبح پہلے راجا کو خلعت عطا کیا جائے ، پھر بندہ کو سرفراز فرمایا جائے - یہ سن کر میاں نے انگلی منور کی ٹھوڑی پر رکھ کر فرمایا ، دیکھا ھمارے امراء میں سے نیک نیتی اور تدبیر ملک میں بہرام جیسا کوئی نہیں (حـ ۱) -

---

۱- "تاریخ کلھوڑا و استقرار حکومت ٹالپران" ص- ۷-۹ -

بنائے حیدر آباد: حیدر آباد کی تعمیر کے متعلق ضروری امور پہلے بیان کئے جا چکے ہیں ، عبدالمجید جو کیہ کا بیان ہے کہ میاں نے ایک مرتبہ فرمایا حکومتِ سندھ پشتوں سے ہمارے خاندان میں ہے ، لیکن اب تک کوئی ایسی عمارت نہ بنائی گئی جو ہماری حکمرانی کی یادگار بن سکتی ، میں ایک ایسا قلعہ بنانا چاہتا ہوں جو ہمیشہ کے لئے یادگار کے طور پر قائم رہے - چنانچہ وہ جگہ تجویز ہوئی جہاں زمانۂ قدیم میں نیرون واقع تھا ، میاں ایک مرتبہ شکار کے لئے نکلا اور اس جگہ سے گزرا ، دیکھا کہ وہاں پانی کی کمی نہیں ، گرد و پیش کی زمین سیراب ہے ، اور وہاں گھاس بہت ہوتی ہے ، قلعہ کی تعمیر کے لئے ایک مستحکم ٹیلہ موجود ہے ، چنانچہ وہاں تعمیر قلعہ کا حکم دیا ، اور بیچ میں ایک منارہ بنوایا (حـ ۱) -

---

۱- "تاریخ کلھوڑا و استقرار حکومت ٹالپران" صـ ۱۰ - ۱۱ -

اٹھواں باب

میاں محمد سرفراز خاں

سرفراز کی سیرت: میاں غلام شاہ کی وفات کے دوسرے، یا ایک روایت کے مطابق تیسرے دن محمدؐ سرفراز خاں مسندِ حکومت پر بیٹھا - وہ بڑا عالم سخن سنج اور خوش ذوق شخص تھا - اس کی مجلس کی دھوم ایران تک جا پہنچی تھی - ہر طرف سے مشہور شاعر اور عالم اس کے دربار میں آتے - وہ ہر ایک عالم کے علم و فضل کا اندازہ کرتا - کمالات کا امتحان لیتا - پھر ہر ایک کو حیثیت کے مطابق انعام دیتا - کسی کو روپیہ ، کسی کو خلعت ، کسی کو گھوڑا ، کسی کو خنجر - عظیم الدین ٹھٹھوی بھی اس کے دربار سے وابستہ تھا - وہ خود کہتا ہے:

من از بزم آں خان صاحب کمال
همی یافتم کام دل چند سال (حـ ۱)
(میں بھی اس صاحب کمال خاں کی مجلس
سے چند سال تک دل کا مقصد حاصل
کرتا رہا) ۔

احمد شاہ ابدالی کی وفات: میاں محمدؐ سرفراز خاں کی مسند نشینی سے تقریباً دو مہینے بعد احمد شاہ ابدالی نے ۲۰ رجب ۱۰۸۶ھ (۱۷ اکتوبر ۱۷۷۲ء) کو قندھار میں وفات پائی اور وھاں تخت نشینی کے سلسلے میں منازعت شروع ھو گئی ۔ احمد شاہ کا ولی عہد تیمور ہرات میں تھا ۔ شاہ ولی خاں وزیر اعظم نے دوسرے فرزند شہزادہ سلیمان کو جو وزیر موصوف کا داماد بھی تھا ، تخت پر بٹھا دیا ۔ تیمور فوج لے کر آیا اور بادشاہ بن گیا ۔ شاہ ولی خاں وزیر اور اس کے دو بیٹے مارے گئے ۔ تیمور کی تخت نشینی کے سلسلے میں پائندہ خاں بارک زئی اور دلاور خاں اسحاق زئی نے نمایاں خدمات انجام دی تھیں ۔ شاہ نے پائندہ کو سرفراز خاں اور دلاور خاں کو مدد خاں کا خطاب دیا ۔ پائندہ کی اولاد آگے چل کر افغانستان کی حکمران بنی ۔ مدد خاں کا نام اس لئے یاد رکھنا چاھئے کہ اس نے سندھ کو بہت بری طرح تباہ کیا ۔ اس تباھی کے درد انگیز حالات موقع پر بیان ھوں گے ۔

سندھ افغانستان کے تابع تھا ۔ میاں محمدؐ سرفراز خاں نے میر بہرام خاں ٹالپر کو بسلسلۂ تعزیت قندھار بھیجا ۔ وھاں سے میاں صاحب کو خلعت اور حکمرانی کی سند کے علاوہ خدا یار خاں کا خطاب عطا ھوا ۔

۱۔ ''فتح نامہ'' ص۔ ۶۰ ۔

ڈیرہ جات کی طرف روانگی: میرزا قلیچ بیگ کے بیان کے مطابق ڈیرہ جات کی حکومت بھی میاں ھی کو مل گئی تھی - وہ خود ذی حجہ ۱۱۸۶ھ (مارچ ۱۷۷۳ء) میں ڈیرہ جات گیا اور کم و بیش چار مہینے وھاں رہ کر انتظامات کا نقشہ درست کیا - ۱۲ ربیع الآخر ۱۱۸۷ھ (۳ جولائی ۱۷۷۳ء) کو حیدر آباد واپس آیا -

داؤد پوتروں سے تعلقات: "جواھر عباسیہ" کا بیان ھے کہ سرفراز خاں نے پہلے اپنے وکیل گل راج کو بہاول پور بھیجا - بظاھر اس کا مقصد یہ تھا کہ وکالت کے فرائض بجا لائے ، لیکن در اصل وہ داؤد پوتروں کے حالات معلوم کر کے اپنے آقا کو آگاہ کرنا چاھتا تھا - میاں نے ڈیرہ جات کے سفر میں مخدوم حامد گنج بخش سے بھی اسی لئے ملاقات کی تھی کہ داؤد پوترہ خوانین کو طرفدار بنانے میں مدد دے - مخدوم نے انتہائی کوشش کا وعدہ کیا - میاں نے ایک لاکھ روپیے مخدوم کی ذات اور ایک لاکھ قلعہ اوچ کی تعمیر کے لئے دئے -

مخدوم نے خوانین کو روپیہ دے کر امیر بہاول پور سے برگشتہ کر دینا چاھا - خوانین نے روپیہ لے لیا، لیکن اپنے سردار کے خلاف میاں کا ساتھ دینے پر آمادہ نہ ھوئے - میاں نے ڈیرہ غازی خاں کے ناظم نواب قمر الدین خاں، گل راج وکیل اور اھلکارانِ سیت پور کو بھی حکم دے دیا تھا کہ مخدوم صاحب جتنا روپیہ طلب کریں ، انھیں دیتے جاؤ (حـ ۱) -

---

۱- یہ حالات "جواھر عباسیہ" سے ماخوذ ھیں (ص-۲۱۵-۲۱۸)' لیکن ترتیب مؤلف کی ھے -

غالباً یہی موقع ہے، جہاں سے اوچ کے گیلانی مخدوموں اور فرمانروائے بہاول پور میں رنجش پیدا ہوئی جو دیر تک جاری رہی، حالانکہ ابتدا میں داؤد پوتروں اور مخدومان اوچ کے درمیان گہرے روابط تھے۔ جب بختیار خاں نے شکار پور میں داؤد پوتروں کے لئے نازک حالات پیدا کر دئے تھے تو مخدومانِ اوچ ہی میں سے ایک بزرگ نے مصالحت کی سعی کی تھی۔ پھر داؤد پوتروں اور میاں نور محمدؐ کے درمیان لڑائیاں ہوئی تھیں تو مخدوموں ہی نے صلح کرائی تھی اور وہی داؤد پوتروں کو اس جگہ لائے تھے جہاں بعد میں ریاست بہاول پور کی تاسیس ہوئی۔

کچھ پر حملے: محمدؐ سرفراز خاں نے دو مرتبہ کچھ پر یورش کی۔ ایک مرتبہ شعبان ۱۱۸۸ھ (اکتوبر ۱۷۷۴ء) میں جسے کچھ گزیٹیئر نے غالباً اس وجہ سے ۱۷۷۵ء کا حملہ قرار دیا ہے کہ یہ کئی مہینے جاری رہا اور میاں ۱۷۷۵ء میں سندھ لوٹا۔ یہ حملہ کھادڑہ اور سمراسر کے راستے ہوا تھا۔ فوج چوباری ہوتی ہوئی کنٹی کوٹ پہنچی تو میاں نے وہاں کے ٹھاکر کی بیٹی سے شادی کرلی۔ راؤ کچھ نے مقابلے کی ہمت نہ پائی تو بڑی شان سے میاں کا استقبال کیا۔ یہ صورتِ حال دیکھ کر میاں نے تمام مفتوحہ علاقے چھوڑ دئے اور کچھ سے گجرات کی طرف نکل گیا۔ وہاں بعض جھاریجہ سرداروں کو اطاعت پر مجبور کیا۔ پھر پارکر ہوتے ہوئے واپس آیا۔ پارکر کے سرداروں کی اطاعت کا ذکر منشی شیوک رام عطارد ٹھٹھوی کے مکاتیب میں آیا ہے۔

انشائے عطارد کا بیان: ایک روایت ہے کہ حملہ

اواخر شعبان ۱۱۸۸ھ (اکتوبر ۱۷۷۴ء) میں کیا گیا اور اوائل شوال (دسمبر ۱۷۷۴ء) میں مراجعت ہوئی۔ "انشائے عطارد"، میں اس کے حوالوں کی اجمالی کیفیت ملاحظہ ہو:

۱۔ قمرالدین کا عریضہ جس میں کچھ اور گجرات کی مہمات سے کامیاب مراجعت پر مبارک باد عرض کی گئی ہے (ح۔ ۱)۔

۲۔ صاحبزادہ میر محمود خاں نے مبارک باد کے علاوہ لکھا کہ قلعے کا حاکم بھاگ گیا۔ لوگوں نے بھرا شہر چھوڑ دیا۔ مالِ غنیمت فقیروں کے ہاتھ آیا۔ اسی عریضے میں ہے کہ داؤد جی جھاریجہ مالک کنٹھی کوٹ نے سرِ تسلیم خم کیا اور لاکھا گڑھ کا قلعہ خالی ہو گیا (ح۔ ۲)۔

۳۔ مذکورۂ بالا عریضہ ہی میں ہے کہ مخدوم گنج بخش، قمرالدین، دریا خاں کھوسہ، مرزا خان بیگ، لالہ امرت رائے اور دوسرے وکلأ کے نام تہنیت نامے بھیج دئے گئے (ح۔ ۳)۔

۴۔ ایک عریضے سے معلوم ہوتا ہے کہ کچھ اور گجرات کے قلعے فتح کرنے کے لئے فوجیں ایسے مقامات سے گزریں جہاں پانی کا نشان نہیں ملتا۔ زمانہ سلف کا کوئی سپہ سالار ان مقامات سے گزرا۔ اسی عریضے میں رانا خان جی، ڈھکر جی اور جیواجی "مرزبانان پارکر"، کی

۱۔ "انشائے عطارد" ص۔ ۳، ۴۔

۲۔ "ایضاً ایضاً" ص۔ ۷، ۸۔

۳۔ "ایضاً ایضاً" ص۔ ۱۳، ۱۵۔

اطاعت کا ذکر ہے (حـ ۱) ۔

جیسا کہ عرض کیا جا چکا ہے ، یہ حملہ کچھ کی شمالی و مشرقی سمت سے ہوا تھا ۔ دوسرے حملے کے متعلق کوئی واضح بیان نہ مل سکا ، لیکن حملہ ضرور ہوا ۔

ٹالپروں سے اختلاف : محمد سرفراز خاں کی حکومت کا سلسلہ خوش گوار طریق پر جاری تھا ۔ میر بہرام ٹالپر اپنے تدبر ، جوانمردی ، وفا کیشی اور کثرتِ اقربا و ملازمین کے باعث میاں غلام شاہ کے وقت سے ممتاز چلا آتا تھا اور میاں سرفراز خاں کا بھی بڑا ہی مخلص مشیر تھا ۔ راجہ لیکھی میاں صاحب پر حاوی تھا ، اسے ٹالپروں کا اقتدار پسند نہ تھا ۔ وہ جھوٹی حکایتیں بنا بنا کر میر بہرام کے خلاف میاں کے دل میں بدگمانیاں پیدا کرنے لگا ۔ بعض روایتوں میں بتایا گیا ہے کہ میاں نے ٹالپروں کے اخلاص و وفا کی آزمائش کے لئے میر بہرام سے بیٹی کا رشتہ مانگا ۔ میر نے صاف جواب دے دیا کہ ہمارے خاندان میں غیر کو بیٹی دینے کا دستور نہیں ۔ یہاں سے بدگمانیاں شروع ہوئیں (حـ ۲) ۔

وجہ خواہ کچھ ہو ، بدگمانیاں پیدا ہوئیں اور تھوڑے ہی دنوں میں انھوں نے عداوت کی شکل اختیار کر لی ۔ اس کا انجام بڑا ہی دردناک ہوا ، جس کی تفصیل بیان کرنے سے

۱۔ ''انشائے عطارد'' ص ۱۰۶ ۔

۲۔ حکومت بمبئی کی پرانی دستاویزوں میں بیان کیا گیا ہے کہ میاں محمد سرفراز خاں نے میر فتح خاں ٹالپر کی بیٹی سے شادی کا مطالبہ کیا تھا ۔ ملاحظہ ہو :
Selection from the Records of the Bombay Govt ۶۷۷ (ص) ۔

آٹھواں باب

پہلے ٹالپروں کے حالات سرسری طور پر بتا دینا ضروری ہے۔

میر شہداد ٹالپر: ٹالپروں میں سے جس شخص نے کلھوڑوں کے ماتحت ممتاز حیثیت حاصل کی، وہ میر شہداد تھا جو یار محمدؐ خاں کا نہایت معتمد علیہ کارکن تھا اور اسے برخوردار کا خطاب حاصل تھا جو کلھوڑہ حکمرانوں کی طرف سے صرف خاص آدمیوں کو دیا جاتا تھا۔ یار محمدؐ خاں کو شاہی منصب مل گیا تو شہزادہ محمدؐ معزالدین نے حکم صادر فرمایا تھا کہ ملتان کی طرف فوج بھیجی جائے۔ یار محمدؐ خاں نے میر شہداد ھی کو بھیجا تھا۔ میر کی اعلیٰ خدمات سے خوش ھو کر شہزادے نے اسے پت بارای کی جاگیر دی تھی۔ میر شہداد نے نور محمدؐ خاں کے عہد میں ۲۔ رجب ۱۱۴۷ھ (۱۸ نومبر ۱۷۳۲ء) کو وفات پائی۔ اس کا مقبرہ شاہ پور تعلقہ شہداد پور کے قریب ایک گاؤں میں ہے جو قبہ شہداد کے نام سے مشہور ہے۔

میر بہرام: میر شہداد کے چار فرزند تھے، جن میں سے تین نے کلھوڑوں کے عہد میں اونچی حیثیت حاصل کی۔ میر جام نندو، جو مشہور سپہ سالار تھا، میر چاکر، جو والیان ریاست خیر پور کا مورث اعلیٰ تھا اور میر بہرام، جو ٹالپروں کے پورے خاندان میں سب سے بلند شخصیت کا مالک تھا، اور کلھوڑہ خاندان کے تمام امرا میں غالباً شاہ بہارا کو چھوڑ کر میر بہرام کے پایے کا کوئی شخص نہ تھا۔ میر موصوف نے اپنے والد کی زندگی ھی میں اونچا درجہ حاصل کرلیا تھا۔ اس کی وفات کے بعد تمام ٹالپروں اور بلوچوں کا مرجع بنا رہا۔ جب محمدؐ مراد یاب خاں کو معزول کیا گیا تو اس کی جگہ میاں غلام شاہ خاں کو فرمانروا بنانے میں یہ سب سے بڑھ کر

سرگرم رہا ۔ محمدؐ عطر خاں افغانی دربار سے جانشینی کی سند لے آیا اور میاں غلام شاہ خاکوں ملک چھوڑ کر جیسلمیر جانا پڑا تو میر بہرام نے علٰحدگی اختیار کی، لیکن جن امراءٔ نے عطر خاں اور احمد یار خاں کی بد نظمیوں سے تنگ آکر خفیہ خفیہ میاں غلام شاہ خاں کے پاس دعوت نامے بھیجے تھے اور انھیں وفاداری کا یقین دلایا تھا ، ان میں میر بہرام بھی شامل تھا ۔ روہڑی کی جنگ کے دوران میں وہ عطر خاں اور احمد یار خاں سے الگ ہوکر میاں غلام شاہ خاں سے جا ملا تھا ۔ پھر برابر میاں صاحب کا معتمد علیہ مشیر بنا رہا اور میاں سرفراز خاں کے عہد میں بھی اس کی اس حیثیت میں کوئی فرق نہ آیا ۔

راجہ لیکھی کی شرارتیں: راجہ لیکھی نے میر بہرام کو میاں محمدؐ سرفراز خاں کی نظروں سے گرانے کے لیے جھوٹی شکایات کا سلسلہ جاری کر دیا ، عظیم‌الدین ٹھٹھوی راجہ کو ابوجہل اور ابولہب کا مثنیٰ قرار دیتا ہوا لکھتا ہے :

نہ فضل و نہ علم و نہ دانش نہ دیں
چو بوزینہ می بود بالا نشین

(راجہ کو فضل و علم اور دانش و دین سے کوئی تعلق نہ تھا ۔ وہ بندر کی طرح اونچی جگہ بیٹھ گیا تھا ۔)

چو با میر می رفت تدبیر کار
بجنباندے او ریش بوزینہ وار

(سرفراز خاں جب میر بہرام سے ملک داری کے متعلق مشورے کرتا تو راجہ بندر کی طرح اپنی ڈاڑھی ہلاتا رہتا) ۔

دلش سوختے روز و شب از حسد
که پیش آمدش زاں حسد روز بد

(اس کا دل رات دن حسد سے جلتا اور اسی حسد کے باعث اسے روزِ بد پیش آیا) -

بتزویر و مکر و فریب و فساد
در اول بنائے خرابی نہاد (ح- ۱)

(اس نے دھوکے، مکر، فریب اور فساد کی بنا پر خرابی کا سلسلہ جاری کیا) -

شکایت کی نوعیت: راجہ نے دوسری شکایتوں کے علاوہ جو بات میاں سرفراز خاں کو بار بار سنائی، یہ تھی کہ میر بہرام کی جانب سے ہوشیار رہنا چاہئے، وہ آپ کو گرانے کی غرض سے جال بچھا رہا ہے۔ مجھے اس سلسلے میں خفیہ پیغام بھیجتا ہے کہ سازش میں شریک ہو جاؤ، میں آپ کو متنبہ کرتا ہوں کہ اسے مہلت نہیں دینی چاہیے، اور فوراً اس پر قابو پالینا چاہیے۔ ہر روز اسی قسم کی حیلہ طرازیوں میں لگا رہتا:

اگرچہ محمدؐ سرافراز خاں
نبودہ چنیں غافل و بدگماں

(اگرچہ محمدؐ سرافراز خاں ایسا غافل اور بدگماں نہ تھا) -

که برگفتۂ مفسدے جاہلے
بتقدیم آدابِ حق کاہلے

(که ایک فتنہ انگیز اور جاہل کے کہنے پر جو حق شناسی کے فرائض کی بجا آوری سست تھا) -

---

۱- "فتح نامہ" ص- ۶۰ و ۶۱ -

عداوت کند با چنین شیر مرد
که در عقل و فرزانگی بود فرد

(اس شیر مرد کا دشمن بن جاتا، جو عقل و فرزانگی میں یگانہ حیثیت کا مالک تھا)۔

و لیکن قضا کارہا می کند
نہ یک بار بل بارہا کند (ح ۱)

(لیکن قضا اسی طرح کام کرتی رہتی ہے، ایک مرتبہ نہیں بلکہ کئی مرتبہ ایسے واقعات پیش آتے ہیں)۔

بظاہر میر بہرام کی وفا کیشی اور اطاعت گزاری اس درجہ مسلم و معروف تھی کہ اس پر بدگمان ہونے کی کوئی وجہ نہ تھی، لیکن معلوم ہوتا ہے کہ راجہ لیکھی کی متواتر در اندازیوں نے سرفراز خاں کے دل میں شبہات پیدا کر دیئے، اور ان کے طبعی نتائج آشکارا ہونے لگے۔

دیوان گدو مل کی نیک صلاح: دیوان گدّو مل نے سرفراز خاں کے دل کو میر بہرام کی طرف سے مکدر پایا تو پر خلوص انداز میں عرض کیا کہ اے میرے آقا! میرے سردار! اگرچہ آپ کو میری کوئی پروا نہیں، لیکن حقِ نمک کا تقاضا ہے کہ نیک و بد آپ کے روبرو واضح کردوں۔ خدا کے لئے فتنہ کیشوں سے دور رہئے جو لوگ آگ کو اپنے دامنوں سے ہوا دینے میں سرگرم ہوتے ہیں وہ اس کے بھڑک اٹھنے پر بھاگ جایا کرتے ہیں۔

بیندیش آخر تو تعجیل را
مکن دشمن خود چنیں ایل را

۱- "فتح نامہ" ص ۶۱۔

(آپ سوچئے ، جلدی نہ کیجئے ، ایسے قبیلے کو جیسا بہرام کا ھے اپنا دشمن نہ بنائیے) ۔

ازیں سنجشت فتنہ برپا شود
بناموس تو رخنہ پیدا شود

(اس منصوبے سے جو میر کے خلاف باندھا گیا ھے فتنہ برپا ھوگا ، اور آپ کی عزت میں رخنہ پڑ جائے گا) ۔

گر از میر داری بخاطر هراس
تو احسان بوے کن بروں از قیاس

(اگر میر بہرام کی طرف سے آپ کے دل میں ڈر ھے تو اس پر حد سے زیادہ احسان کیجئے) ۔

باحسان بنہہ بار بر گردنش
کہ از تو نہ پیچد دگر گردنش

(اس کی گردن پر احسانوں کا اتنا بوجھ رکھ دیجئے کہ وہ گردن ادھر ادھر نہ پھیر سکے) ۔

بحکمِ قضا بود چوں سنجشش
نشد سود زیں حرف جز رنجشش (ح-۱)

(لیکن یہ منصوبہ قضا کے حکم سے تیار ھوا تھا ، لہذا دیوان کے نیک مشورے کا نتیجہ رنجش بڑھنے کے سوا کچھ نہ ھوا) ۔

قرآن مجید پر عہد: معلوم ھوتا ھے کہ بے اعتمادی بڑھی تو ایک مرتبہ مصالحت کا بھی انتظام ھوا ، چنانچہ

۱- "فتح نامہ" ص- ۶۲ و ۶۳ -

میاں محمد سرفراز خان عباسی کی ایک تحریر بطور عہد نامہ قرآن مجید کے حاشیے پر مرقوم ہے، یہ عہد نامہ غالباً میر فتح علی خان کے پاس بھیجا گیا تھا، تا کہ میر بہرام کو دکھا دیا جائے، قیاس یہ ہے کہ یہ عہد نامہ فریقین کی گفتگو کے بعد لکھا گیا جیسا کہ عبارت سے واضح ہوتا ہے، عہد نامہ یہ ہے:

ایں عاصی پر معاصی محمد سرفراز عباسی کلام اللہ کہ بخط حضرت شاہ ولایت است، درمیان آورد کہ باوجود خدمت و ثبوت عہد و خدمات کہ بر ذمہ او گزاشتہ شدہ است، اعزاز و آبروے برخوردار کامگار بہرام فقیر و صوبدار فقیر بدستور حضرت مغفرت منزلت نگاہ خواہم داشت و از خود خواہم دانست ... در آں تفاوت نخواہد شد و کسی را ز اولادِ بہرام فقیر مثل صوبدار فقیر نخواہم دانست، و ایشاں را لازم کہ سوائے ایں و میاں میر محمد طول عمرہ احدے از قومِ کلہوڑہ و خواہ سرائی الفت نگاہ ندارند و در ہر حال با ما متفق باشند (حـ ۱) -

گناہوں سے بھرا ہوا گناہگار محمد سرفراز عباسی اسی کلام اللہ کو بیچ میں رکھ کر جو حضرت شاہ ولایت علی کا مرقومہ ہے، کہتا ہے کہ میری جو خدمات انجام دی گئیں، اور وفاداری کے عہد پر ثابت قدمی کا جو نمونہ پیش کیا گیا، اسے مدِ نظر رکھتے ہوئے میں بہرام فقیر اور صوبدار

---

۱ - یہ تحریر اس قرآن مجید سے منقول ہے جو ٹالپروں کے کتبخانے واقع حیدر آباد میں موجود ہے-

فقیر کی عزت و حرمت اُسی طرح بر قرار رکھوں گا ، جس طرح حضرت مغفرت و منزلت (میاں غلام شاہ کلھوڑہ) کے زمانے میں بر قرار تھی اور انھیں اپنے خواص میں شمار کرونگا ، اس میں کبھی فرق نہ آئے گا ، بھرام فقیر کی اولاد میں سے کسی کو صوبدار فقیر کے برابر نہ سمجھوں گا ، اُن کے لئے بھی لازم ہے کہ میرے اور میاں میر محمدؐ کے سوا کلھوڑوں یا سرائیوں میں سے کسی کے ساتھ محبت نہ کریں اور ہر حال میں مجھ سے متفق رہیں -

تحریر سے ظاہر ہے کہ بے اعتمادی پیدا ہو چکی تھی اور میر بھرام کا وہ درجہ قائم نہ رہا تھا جو اُسے میاں غلام شاہ کے عہد میں حاصل تھا ، نیز میر بھرام کے نزدیک صوبدار کو میر بجار پر ترجیح حاصل تھی ، میر محمدؐ میاں سرفراز خاں کا بیٹا تھا جس سے الفت و محبتِ خصوصی کا عہد میر بھرام اور میر صوبدار سے لیا گیا -

فرزندوں سے میر بھرام کا مشورہ: سرفراز خاں کے اوضاع و اطوار اور طرزِ سلوک میں جو تغیر رو نما ہو گیا تھا ، وہ میر جیسے دور اندیش اور بالغ نظر مدبر کی نظروں سے پوشیدہ نہ رہ سکتا تھا ، جب اُسے یقین ہوگیا کہ میاں کا دل پھر گیا ہے اور اُس کی روش بدل گئی ہے تو اُس نے اپنے بیٹوں میر بجار اور میر صوبدار کو بلایا اور صورتِ حال کے متعلق مشورہ کیا ، پھر خود فرمایا کہ جو کچھ ہمارے مقسوم میں لکھا ہے وہ ضرور تمھیں پہنچے گا ، ہم قرآن مجید پر میاں کی وفاداری کا حلف اُٹھا چکے ہیں اُس پر قائم رہیں گے ، اگر موصوف کو بے وجہ ہم سے پرخاش

ہوگئی ہے تو اس کی ذمہ داری ہم پر نہیں ، ہر شخص کی جیسی نیت ہوگی وہ اسی کا پھل پائے گا ، ہم اپنا سر رضائے الٰہی کے حوالے کر چکے ہیں ، قضا کے حکم سے کسی کو سرتابی کا یارا نہیں ، میں تم دونوں کو خدا کے سپرد کرتا ہوں اور اجازت دیتا ہوں کہ کچھ دیر کے لئے مجھ سے الگ ہوجاؤ ، اور قدرت کی نیرنگیاں دیکھو ۔

یہ سنتے ہی میر بجار نے حج کی تیاری کرلی ، اور حرمین شریفین کے لئے رختِ سفر باندھ لیا ۔ میر صوبدار نے جواب دیا ، میری آرزو صرف یہ ہے کہ آپ کے قدموں میں اپنا سر قربان کردوں ، آپ میرے قبلہ گاہ ہیں آپ کے دروازے کے سوا کوئی پناہ کی جگہ نہیں ، دعا کیجیے کہ مجھے اس آرزو کے پورا کرنے کی توفیق نصیب ہو ۔

میر بہرام کا قتل: بہر حال سرفراز خاں نے راجہ لیکھی کے مشورے کے مطابق میر بہرام اور اس کے بیٹے صوبدار کے قتل کا فیصلہ کر لیا ، بظاہر میر کے ساتھ سلوک میں فرق نہ آنے دیا ۔ بعض اوقات قسمیں کھا کر صاف دلی کا یقین دلاتا ، لیکن خفیہ خفیہ اس نے قتل کی تیاری جاری رکھی ۔ اس المناک واقعے کے متعلق تفصیلات میں ایک حد تک اختلاف ہے ۔ ” فتح نامہ “ کا بیان ہے کہ میر بہرام بزمِ خاص میں آیا ، وہاں خواص کے سوا کوئی موجود نہ تھا ۔ فریب خوردہ سرفراز نے ریشمی ملفوف سے ایک خط نکال کر میر کے ہاتھ میں دیا ، اور کہا کہ میر بجار کا خط ہے ۔ بہرام نے خط ہاتھ میں لیا ، اور عینک لگا کر پڑھنے لگا ۔ اس کی نظریں خط پر جمی ہوئی تھیں ، حسین نام ایک ظالم غلام نے پیچھے سے تلوار ماری ، اور اس مردِ میدانِ سیاست

کا سر تن سے الگ کر دیا ، (حـ ۱) جو کلھوڑا سلطنت کا سب سے بڑا ستون تھا ۔

”فریئر نامہ ،، کا بیان اگرچہ فتح نامہ سے ماخوذ ہے ، لیکن اس میں اتنی بات مستزاد ہے کہ میر بہرام اور صوبدار دونوں آئے ۔ بارگاہ کے دروازے پر حکم ملا کہ تلواریں اتار دو ، میر بہرام نے اپنی تلوار دس سال کے ایک بچے کو دے دی اور خود اندر چلا گیا ۔ صوبدار نے تلوار اتارنا گوارا نہ کیا اور باھر دروازے پر کھڑا راجہ لیکھی کے بیٹے اللہ بخش سے باتیں کرتا رھا ۔ اس اثنا میں میر بہرام مارا گیا (حـ ۲) ۔

عبدالمجید جوکیہ کے نزدیک واقعہ کی تفصیل یہ ہے میر بہرام کو صوبدار نے مشورہ دیا کہ قتل ھوجانے سے سرکشی بہتر ہے ، ٹالپروں نے اس مشورے کی تائید کی ۔ میر بہرام نے اسے قبول نہ کیا ۔ ۱۵۔ جمادی الاخریٰ ۱۱۸۹ھ (۱۳۔ اگست ۱۷۷۵ء) کو میر بہرام صوبدار کے ھمراہ سلام کے لئے آیا ، اور معمول کے مطابق اپنی جگہ بیٹھ گیا ۔ میاں وھاں سے فوراً اٹھا ۔ راجہ لیکھی ، اللہ بخش جھنجن اور جام فیروز ساتھ تھے ۔ مشورہ کیا ، حسین نام ایک شخص نے سر اڑانے کا عہد کیا ۔ میر کو وھاں بلایا اور سر قلم کر دیا ۔ میر کے ایک خادم نے صوبدار کو خبر دی ، اس نے فوراً اللہ بخش لیکھی کا پیٹ چاک کر دیا ۔ اس کے ھمراہ کمال رند اور غلام محمد بھی تھے ، میر صوبدار پر تلواریں برسنے

---

۱ ۔ ”فتح نامہ“ ص ۶۶ و ۶۷ ۔

۲ ۔ ”تاریخ سندھ“ مصنفہ قلیچ بیگ جلد دوم ص ۱۶۷ ۔

لگیں اور وہ شہید ہو گیا (ح۔ ۱)۔

''جواہر عباسیہ،، نے لکھا ہے کہ میاں سرفراز خان کو علی رضا ایرانی کی بیٹی سے عشق ہو گیا، اُس سے شادی کرلی، اس وقت سے علی رضا کے حکموں پر چلنے لگا۔ علی رضا اور راجہ لیکھی کی انگیخت سے سرفراز خاں نے میر بہرام کو بنگلے کی چھت پر بلایا اور قتل کرا دیا، مولوی محمد صالح نے مندرجہ ذیل مصرع سے تاریخ شہادت نکالی۔ ع

شہیدِ سر افراز بہرام جنگ (ح۔ ۲)

۱۱۸۹

میر صوبدار کا قتل: میر بہرام کی شہادت کے ساتھ ہی دشمن میر صوبدار پر پل پڑے، صوبدار اُس وقت راجہ لیکھی کے بیٹے اللہ بخش سے ہمکلام تھا، دل میں شبہات تو پہلے سے موجود تھے، لوگوں کو شور کرتے ہوئے اپنی طرف آتے دیکھا تو صوبدار نے تلوار نکال کر اللہ بخش کا کام وہیں تمام کر دیا، پھر دوسروں سے لڑنے لگا، سب نے آتے نرغے میں لے کر شہید کر ڈالا (ح۔ ۳)۔

۱۔ ''تاریخ کلہوڑا و استقرار حکومت ٹالپران'' ص۔ ۲۳، ۲۶۔

۲۔ ''جواہر عباسیہ'' قلمی نسخہ ص۔ ۲۱۸، ۲۱۹۔

۳۔ ''فتح نامہ'' ص۔ ۶۷، ۶۸۔ فریئر نامہ کا بیان بھی یہی ہے۔ معلوم نہیں میجر جنرل ہیگ نے کس بنا پر لکھا کہ میاں غلام شاہ خاں نے میر بہرام کو شبہات کی بنا پر خدمات سے سبکدوش کر دیا تھا، اور سرفراز خاں نے ایک قدم آگے بڑھا کر میر بہرام اور صوبدار کو قتل کروا دیا۔ (دی انڈس ڈیلٹا کنٹری ص۔ ۱۲۶)۔ میر بہرام کی خدمات سے علحدگی کی کوئی شہادت نہیں ملتی، بلکہ سرفراز خاں کے

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۰۷ پر)

"جواهر عباسیه"، نے لکھا ہے کہ جب میر بہرام بارِ خاص میں بلایا گیا تو صوبدار بارِ عام میں بیٹھا رہا۔ خدمت گار نے باپ کی شہادت کی اطلاع دی تو صوبدار اُچک کر باپ کے گھوڑے پر بیٹھ گیا اور شہداد پور جا پہنچا۔ سرفراز خاں نے ایک جمعیت صوبدار کے قتل کے لئے بھیج دی۔ یہ اطلاع پا کر صوبدار میدان میں نکل آیا۔ ایک ضرب سے اللہ بخش کے دو ٹکڑے کر دئے، پھر شیر کی طرح میدانِ جنگ میں قدم جما کر کھڑا ہو گیا۔ تلواریں اور گولیاں کھا کر شہادت پائی (حـ ۱)۔

تاریخ شہادت: میر بہرام کی شہادت ربیع الاول ۱۱۸۹ھ (مئی ۱۷۷۵ء) میں ہوئی۔ تاریخِ شہادت منشی پال چند ساکن ٹھٹھہ نے یوں لکھی:

زہے میر بہرام بہرام رزم
که عزمش سرِ نیزه بر ماه زد

بہ بازیچه در عرصه گاهِ نبرد
اگر رخ زدے بر رخِ شاه زد

و لیکن چو تقدیر بود ایں چنیں
قضا از جفا تیغ ناگاه زد

عہد میں بھی خدمات پر مامور تھا، احمد شاہ ابدالی کی وفات پر تعزیت کے لئے جو وفد افغانستان گیا تھا اس کا رئیس میر بہرام ہی تھا۔ وہی نہیں بلکہ اس کا پورا خاندان خدمات پر مامور تھا۔

۱۔ "جواهر عباسیه" صـ ۲۱۹۔

بسالِ وصالش ملک بر فلک
بگفتا بفردوس خرگاہ زد
۱۱۸۹ھ

میر کو خدا آباد نو میں جو ھالے کے قریب ھے، دفن کیا گیا (ح۔ ۱)۔

---

۱ - "فریئر نامہ" قلمی نسخہ ص۔ ۱۳، "لب تاریخ سندھ" ص۔ ۱۲۳ و ۱۲۴ - پوسٹنز نے لکھا ھے یہ امر مشتبہ ھے کہ میر بہرام کو سرفراز خاں نے یہ سزا کسی غداری کی بنا پر دی یا سرفراز کے دل میں میر کے متعلق شبہ پیدا ھو گیا یا اس کی ھر دلعزیزی اور اثر و رسوخ کی بناء پر رقابت کی رو میں بہہ نکلا - لیکن اس میں شبہ نہیں کہ میر بہرام مدت سے سندھ کے معاملات کا مختار چلا آتا تھا - مخدوم اس کی بہت عزت کرتے تھے اور اس سے محبت رکھتے تھے - اس سبب سے واقعہ قتل سے بہت متاثر ھوئے - "سندھ کے متعلق ذاتی مشاھدات" ص۔ ۱۷۶ -

نواں باب

سر فراز خاں کی معزولی اور اسیری

سر فراز کا فرار: میر بہرام کا قتل سر فراز خاں کی معزولی اور اسیری کا پیش خیمہ بن گیا۔ میر کے رشتہ داروں اور ہم قوموں کی جمعیت بہت زیادہ تھی۔ عام لوگوں میں بھی میر کو بڑی عزت اور احترام سے دیکھا جاتا تھا۔ پھر وہ اور اس کا بیٹا اس حالت میں شہید ہوئے کہ بظاہر ان سے کوئی گناہ سرزد نہ ہوا تھا اور ان کی زندگیوں کا ایک ایک سانس ملک و حکومت کی خدمت میں بسر ہوچکا تھا۔ اس خوفناک واقعے نے دور و نزدیک سراسیمگی پھیلا دی۔ میر کے اقربا اور ہم قوموں نے ہر طرف سے سرفراز خاں پر حملہ بول دیا۔ ان کا سردار میر فتح خاں تھا۔ جو میر بہرام کا چچیرا بھائی تھا۔

"فتح نامہ" کا بیان: سرفراز نے حالات کی یہ اضطراب

انگیز رفتار دیکھی تو خدآباد (ح ۱) سے کھڑکی کے راستے ننگے پاؤں بھاگا۔ صرف پانچ چھ آدمی ساتھ تھے۔ جنگل میں سے ہوتے ہوئے یہ لوگ دریا پر پہنچے۔ ایک ماہی گیر کی کشتی ملی۔ اسی میں سوار ہوکر راتوں رات حیدرآباد پہنچ گئے۔ وہاں روپیہ بہت تھا۔ سامانِ رسد اور گولہ بارود کی کمی نہ تھی، لیکن اقبال یاور نہ تھا، اس لیے قلعہ، روپیہ اور سامان اسے کوئی فائدہ نہ پہنچا سکا۔

خدا آباد کے قلعے پر میر فتح خاں کے حملے اور سرفراز خاں کے فرار کی کیفیت ''فتح نامہ،، میں یوں بیان ہوئی ہے:

سر افراز خاں گشت ز اندیشہ آب
برون شد ز کاریز با صد شتاب
(سرفراز خاں ڈر کے مارے پسینہ پسینہ ہوگیا اور نہایت تیزی سے کاریز کے راستے باہر نکلا)۔
نہ فرصت کہ کس کفش در پاش داد
بدریا رخ از راہِ جنگل نہاد
(اتنی فرصت کہاں تھی کہ کوئی شخص جوتا اس کے پاؤں میں پہناتا۔ جنگل کے راستے اس نے دریا کا رخ کرلیا)۔
ز خدّام شش پنج ہمراہ داشت
ولے جملہ شش پنج از بیم کاست
(جو پانچ چھ آدمی ہمراہ تھے، وہ بھی خوف کے مارے الگ ہو گئے)۔
ببینید حالات دنیای دون
مسازید خود را بہ دانش زبون

---

۱ - اس سے مراد ''خدا باد نو" ہے جو ہالہ کے نزدیک ہے۔

(کمینی دنیا کے حالات کا تماشا کرو، اپنے
آپ کو اس کے جال میں نہ پھنساؤ ۔)
سحرگاہ چون چرخ بر کام داشت
به دل قصدِ سلطانیٔ شام داشت
(صبح کے وقت زمانہ سازگار تھا — تو اس کے
دل میں شام کی سلطانی کا قصد تھا ۔)
شبانگه به یک دور این تیره فام
میسر نیامد چراغش به شام
(رات کے وقت سیاہ فام آسمان نے ایسا چکر
کھایا — کہ میاں کو شام کے وقت دیا بھی
نہ مل سکا ۔)
ز تاریکیٔ شب درآن خارزار
به پایش بیفتاد بس نوک خار
(اندھیری رات کے وقت اس خارزار میں — اس
کے پاؤں میں بیشمار کانٹے چبھے ۔)
هم آن پا که بر فرش مخمل کشید
قضا بین که خارِ مغیلان درید (ح ۱)
(وھی پاؤں جو مخمل کے فرش پر پڑتے تھے،
قضا کے ھاتھوں ببول کے کانٹوں سے بے طرح
زخمی ھوئے)۔

فریئرنامے کی تفصیلات: فریئر نامے میں مرقوم ھے کہ اللہ بخش لیکھی کی لاش اٹھا کر حیدرآباد لے گئے اور اسے میاں غلام شاہ کے روضے کے سامنے دفن کیا ۔ میر فتح خاں کو جب میر بہرام اور میر صوبدار کی شہادت کا واقعۂ ھائلہ معلوم ھوا تو اس نے:

---

۱ - ”فتح نامہ“ ص ۱۷ -

بہادر بلوچوں کی ایک جماعت لے کر خداباد کے قلعے پر شبخون مارا اور پاسبانوں کو قتل کر کے قلعے میں داخل ہوگیا . . . . سرفراز خاں مردِ میدان نہ تھا - بہادروں کی ضرب پڑی تو بھاگ نکلا - کاریز کے راستے قلعے سے باھر آیا - چھ خدمت گار ساتھ تھے - سر بھی ننگا تھا ، پاؤں بھی ننگے تھے ، صرف جان سلامت لے کر نکل سکا - جنگل میں سے ہو کر دریا کا رخ کیا ، ماھی گیروں کی کشتی میں سوار ہوکر حیدر آباد کا راستہ لیا (حـ ۱) -

معزولی اور اسیری: بعض روایتوں میں مذکور ھے ، میر بہرام کے قتل نے سرفراز کے دل پر اتنا گہرا اثر ڈالا کہ نیند حرام ہوگئی - رات کے وقت تنہائی میں جب آنکھیں کھولتا ، در و دیوار پر میر بہرام کی شکل نظر آتی اور وہ سراسیمہ وار چیخنے لگتا -

راجہ لیکھی اور اس کے ساتھی جن میں سے اللہ بخش جھنجن اور محراب جتوئی خاص طور پر قابل ذکر ہیں ، میر بہرام کو قتل کرانے میں سرفراز کے خاص مشیر اور رفیق تھے - جب سرفراز قلعہ چھوڑ کر بھاگا تو ان سب نے ساتھ چھوڑ دیا اور میر فتح خاں سے مل گئے - میر نے سرفراز کے چھوٹے بھائی محمود خاں کو مسند پر بٹھایا - ایک شخص کو اپنا

---

۱ - '' فریئر نامہ '' ص - ۱۳-۱۴ - '' فریئر نامہ '' کا یہ بیان صحیح نہیں کہ سرفراز حیدر آباد سے سونا چاندی لے کر نکل گیا (ص - ۱۴) - آگے چل کر خود لکھا ھے کہ جب حیدر آباد کے قلعے کا محاصرہ ھوا اور سرفراز کو بچاؤ کی کوئی امید نہ رھی تو کنجیاں ٹالپروں کو دے دیں (ص - ۱۵) -

نائب بنا کر اس کے پاس چھوڑا اور خود تند سیل کی طرح جوشاں و خروشاں حیدر آباد کی طرف روانہ ہو گیا (ح- ۱)۔

راجہ لیکھی کا معاملہ عجیب ہے۔ وہ میر بہرام کے قتل کی انگیخت میں پیش پیش تھا۔ حالات نے پلٹا کھایا تو بے توقف ٹالپروں سے مل گیا، لیکن دل سے ان کے ساتھ بھی نہ تھا، جیسا کہ آگے چل کر معلوم ہوگا۔

اوپر عرض کیا جا چکا ہے کہ حیدرآباد میں سامانِ جنگ بکثرت موجود تھا۔ رسد کی بھی کمی نہ تھی، لیکن سرفراز ہمت ہار چکا تھا۔ یا فریئر نامہ کے قول کے مطابق سمجھ لیجئے مردِ میدان نہ تھا۔ بلوچوں کے علاوہ خود اس کے رفیق بھی مخالف ہو گئے تو وہ مقابلے کی تدبیر بھول گیا۔ سات دن میں قلعہ فتح ہو گیا۔ اس وقت سرفراز خاں نے راجہ لیکھی سے کہا کہ تو بہت ہی بری قسم کا کتا ہے۔ مجھے کیا رائے دی تھی، پھر میرے ساتھ کیا سلوک کیا۔ جہانوں کا خدا تجھے سزا دے گا۔ میری عزت کا گوشۂ کلاہ آسمان پر پہنچا ہوا تھا۔ تیرے مکر نے مجھے مٹی میں ملا دیا۔ میں تیری مکاری کا اندازہ نہ کر سکا اور ناحق اپنے ایک وفادار امیر کو قتل کرا دیا (ح- ۲)۔

ان طعنوں سے دل کی بھڑاس تو نکل سکتی تھی، لیکن چھوٹی ہوئی سلطنت واپس نہ مل سکتی تھی۔ سرفراز کو ناچار قید و بند قبول کرنی پڑی۔

---

۱ - ''فریئر نامہ'' ص- ۱۴، ۱۵ -

۲ - ''فتح نامہ'' ص- ۲۷ و ۳۷ - اور ''فریئر نامہ'' ص- ۱۵- ''فریئر نامہ'' میں ہے کہ سرفراز خاں نے لاچار ہو کر قلعے کی کنجی میر فتح خاں کے حوالے کر دی۔

دیوان گدو مل سے سلوک: بعض روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ دیوان گدّو مل سے بھی سرفراز خاں کا سلوک اچھا نہ تھا۔ دیوان کا قد غالباً چھوٹا تھا۔ ایک روز کچھری میں سرفراز خاں نے دیوان کی تحقیر کے لئے کوتاہ قدوں کی فتنہ انگیزی کا ذکرشروع کردیا۔ گدّو مل نے برجستہ کہا:

درازی ہائے دست مرد باید دید درمیدان
قد کوتاہ نبود عیب مانند نرانگشتاں
(مرد کی بہادری میدانِ جنگ میں دیکھنی چاہیے۔ قد کا چھوٹا ہونا عیب کی بات نہیں۔ یقین نہ ہو، انگوٹھے کو دیکھ لو)۔

ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے، صدیق خدمت گار کے بیٹے فرید کے ذریعے سے یہ افواہ مشہور کرائی گئی تھی کہ فرید دیوان کی بیٹی کا آشنا ہے۔ وہ دیوان کی اکلوتی اولاد تھی۔ اس نے افواہ سنی تو راتوں رات بیٹی کا گلا گھونٹ کر اس کی لاش جلادی۔

انتظامات: میاں سرفراز خاں کی معزولی کے بعد سلطنت ٹالپروں کے قبضے میں آچکی تھی، لیکن انھوں نے اس طرف بالکل توجہ نہ کی۔ جب حیدرآباد کے خزانوں کی کنجیاں میر فتح خاں ٹالپر کے سامنے پیش ہوئیں تو اس نے کہا کہ میں یہ کنجیاں نہیں لے سکتا۔ ہمارا سردار میر بجار ہے۔ وہ آئے گا تو جو چاہے گا، کرے گا۔ میں نے جو کچھ کیا اس کی غرض یہ نہ تھی کہ مال و زر حاصل کروں۔ میں تو اپنے خاندان کے بزرگ اور بھائی کا بدلہ لینا چاہتا تھا۔

فریئر نامے کا بیان: فریئر نامے میں مرقوم ہے:

راجہ لیکھی و اللہ بخش جھنجن کلید خزانہ پیش میر فتح خاں حاضر کردند ۔ میر صاحب موصوف گفت کہ من برائے خزائن و دفائن دودمان کلھوڑہ نیامدہ ام بلکہ خون خواہی شہیدان خود آمدہ ام ۔ الحمداللہ کہ امیدم بہ کام رسید ۔ حالا میر بجار خاں کہ سردار تمامیٔ بلوچاں و مایاں و مختارالدولہ جزو و کل امورات سندھ است ، دریں جا از حرمین شریفین زاد ھمااللہ شرفاً و تعظیماً مراجعت خواھند فرمود ، ھرچہ خواھش او خواھد بود خواھد کرد (حـ ۱) ۔

راجہ لیکھی اور اللہ بخش جھنجن نے خزانے کی کنجیاں فتح خاں کے سامنے حاضر کیں تو موصوف نے کہا کہ میں کلھوڑہ خاندان کے خزانوں اور دفینوں کے لیے نہیں بلکہ اپنے شہیدوں کا بدلہ لینے کے لیے آیا تھا ۔ خدا کا شکر ھے ، میری امید پوری ھو گئی ۔ اب میر بجار خاں حرمین شریفین سے یہاں آئے گا تو جو چاھے گا کرے گا ۔ وھی ھمارا اور تمام بلوچوں کا سردار ھے ، وھی سندھ کے تمام معاملات کا مختار ھے ۔ ”فتح نامے ،، کا بیان بھی یہی ھے (حـ ۲) ۔

ناقابل فہم روش : فتح خاں ٹالپر کی یہ روش سراسر ناقابلِ فہم ھے ۔ میر بھرام اور میر صوبدار شہید ھو چکے تھے ۔ میر بجار خاں سندھ سے باھر تھا ۔ اس وقت فتح خاں ھی سندھی بلوچوں کا رئیس و رھنما تھا ۔ اس نے شہیدوں کے خون کا بدلہ لیا ۔ خدا آباد کے قلعے پر شبخون مارا اور سرفراز

۱ - ”فریئر نامہ“ صـ ۱۵-۱۶ -
۲ - ”فتح نامہ“ صـ ۴۷ -

کو وھاں سے بھگایا - پھر اس کا بھائی محمود کو مسندِ حکومت پر بٹھایا - حیدر آباد کے قلعہ پر حملہ کیا - سرفراز کو گرفتار کر کے قید میں ڈالا - ان میں سے کسی اقدام میں میر بجار کے انتظار کی ضرورت نہ سمجھی ، لیکن راجہ لیکھی کو کوئی سزا نہ دی ، حالانکہ وہ بہت بڑا مجرم تھا اور سرفراز نے اسی کو حیقیقی مجرم قرار دیا تھا - خزانے کو بھی اپنی نگرانی میں نہ لیا بلکہ اسے راجہ لیکھی کے قبضے میں دے دیا ، حالانکہ خزانہ نہ سرفراز کا تھا ، نہ راجہ لیکھی کا اور نہ فتح خاں کا بلکہ ملک و قوم کی امانت تھا - فتح خاں یقیناً بہادر تھا - . غرض بھی ہوگا ، لیکن وہ دانش مندی اور دور اندیشی سے عاری تھا - آگے چل کر اس کی مزید شہادتیں ملیں گی -

دور اندیش سردار کی حیثیت میں اسے یا تو یہ چاہیے تھا کہ کوئی قدم نہ اٹھاتا اور میر بجار کے انتظار میں متوقف رہتا ، یا قدم اٹھایا تھا تو میر بجار کی آمد تک تمام معاملات کا مختار بنا رہتا - راجہ لیکھی اور اس کے ساتھیوں کو قید کرلیتا - فتح خاں نے نہ توقف گوارا کیا اور نہ اقدام کے واجبات پورے کیے - اس روش کا کوئی بھی پہلو معقول و محکم نہیں - پھر کیا یہ سمجھا جائے کہ حالات کا جو نقشہ سوانح نگاروں نے پیش کیا - وہ نامکمل تھا ؟ یعنی کیا فتح خاں کے حیدرآباد پہنچتے پہنچتے راجہ لیکھی اس درجہ قوی ہوچکا تھا کہ فتح خاں کو اپنی مرضی کے مطابق کوئی قدم اٹھانے کی ہمت نہ پڑی اور وہ انتظامات کو ادھورا چھوڑنے پر مجبور ہوا - ھوسکتا ھے کہ راجہ لیکھی نے اپنی عیاریوں سے اکثر اکابر کو ساتھ ملا لیا ھو اور فتح خاں کے لیے توقف کے سوا چارہ نہ رھا ھو - تاریخی اصفار میں اس کے متعلق اشارہ تک

موجود نہیں اور یہ بھی حقیقت ہے کہ فتح خاں زیادہ دور اندیش آدمی نہ تھا۔

خزانے کی بربادی: راجہ لیکھی نے جب سنا کہ فتح خاں نے خزانے کو سنبھالنے سے انکار کر دیا تو بہت خوش ہوا۔ اس نے اپنے بیٹے تاجہ کو میاں محمود خاں کی سرکار کا مختار بنا دیا اور خزانے کو اپنے متفنی ساتھیوں میں بے دریغ بانٹنے لگا مثلاً اللہ بخش جھنجن، پیروز پتافی کھوسہ۔ سوانح نگاروں نے لکھا ہے کہ آخرالذکر کا پیشہ چوری اور رہزنی تھا۔ میر بہرام کی موجودگی میں اس پیشے کو جاری رکھنے کا کوئی امکان نہ تھا، اس وجہ سے پیروز اور اس کے ہم قوم میر بہرام کے دشمن بن گئے تھے۔ بہرحال راجہ لیکھی نے اپنے ساتھیوں کو جمع کیا اور:

> ہر یک را چنداں سیم و زر داد کہ در خیال ایشاں نمی‌گنجید و وقت شب محمود خاں را برداشتہ بر جائے کہ چارسو آب داشت، در آں جا پناہ برد و نہ دانست کہ پئے بدی بدی ست۔ اگر بر آسماں برود سزائے اعمال خود خواهد یافت (حـ ۱)۔

ہر ایک کو اتنا سونا چاندی دے دیا جو ان کے خیال میں بھی نہ آسکتا تھا۔ رات کے وقت محمود خاں کو اٹھا کر ایسی جگہ لے گیا جس کے چاروں طرف پانی تھا۔ وہاں پناہ لی، اسے یاد نہ رہا کہ برائی کی پاداش برائی ہی ہوتی ہے۔ اگر کوئی آسمان پر بھی چلا جائے تو اپنے اعمال کی سزا ضرور پائے گا۔

۱۔ "فرنٹیر نامہ" ص۔ ۱۶، ۱۷۔

''فتح نامے،، کا بھی یہی بیان ہے کہ راجہ لیکھی نے اپنے بیٹے تاجہ کو مدارالمہام بنایا۔ اس کے دل میں میر بجار کی ہیبت سمائی ہوئی تھی۔ معاون پیدا کرنے کے لیے مال و زر لٹانے لگا اور خزانہ خالی کر دیا۔ فتح خاں چپ چاپ یہ حالات دیکھتا رہا پھر لشکر لے کر اپنے مرکز میں جا بیٹھا اور میر بجار کا انتظار کرنے لگا۔ راجہ لیکھی نے اندھیری رات میں محمود خاں کو اٹھایا اور ایسی جگہ لے گیا، جس کے چاروں طرف پانی تھا (حـ ۱)۔

سرفراز خاں کی شخصیت: سرفراز خاں کے متعلق فریئر نامے میں مرقوم ہے:

> محمدؐ سرفراز خاں حاکمے بود دانش مند و فضیلت پرور۔ در علم و شعر فہمی یکتائے روزگار بود و قدر شعراءؔ و علماءؔ کما ینبغی بجا می آورد (حـ ۲)۔

> محمدؐ سرفراز خاں دانش مند اور فضیلت پرور حاکم تھا۔ علم اور شعر فہمی میں یکتائے روزگار مانا جاتا تھا۔ عالموں اور فاضلوں کی قدر و منزلت کماحقہٗ کرتا تھا۔

یہ ٹالپر خاندان کے ایک فرد کی شہادت ہے اور الفضل ماشہدت بہِ الاعداءؔ۔ اس کے علم و فضل کی اور بھی شہادتیں موجود ہیں۔ مثلاً عارف باللہ حضرت شاہ فقیراللہ علوی کے مکاتیب میں دو مکتوب اس کے نام ہیں ان سے ظاہر ہوتا ہے

۱۔ ''فتح نامہ'' ص۔ ۸۷، ۵۷۔ پناہ گاہ کا نام ''کھاھہ'' تھا۔
۲۔ ''فریئر نامہ'' ص۔ ۸۔

کہ سرفراز خاں وقت کے علماءؒ و عرفاءؒ سے نہایت اہم علمی سوالات کیا کرتا تھا اور اُن کی خدمت گزاری میں بھی کوئی دقیقۂ سعی اٹھا نہ رکھتا تھا۔ شاہ فقیراللہ کے دل میں اس کی جو قدر و منزلت تھی، وہ مکاتیب کے القاب سے واضح ہو سکتی ہے:

۱ - زبدۂ محبانِ خاص، و نقاوۂ ارادت مندانِ خاص الخواص، عزیز دلہائے درویشانِ دعا گو، انیس قلوبِ دعا گویانِ یک دل و یک روئے، مہبطِ انوارِ عظمت، محورِ فلکِ حشمت، عالی جاہ، رفیع جائگاہ، محبِ صادق الاراده میاں محمدؐ سرفراز خاں (حـ ۱)۔

۲ - زبدۂ محبانِ اہل اللہ، خلاصۂ مخلصان فقراء، عاکف باب اللہ، عالی جاہ، رفیع جائگاہ، محبِ صادق میاں محمدؐ سرفراز خاں سلمہ اللہ تعالیٰ و ابقاہ (حـ ۲)۔

خطوط کے مطالب: ان خطوط سے مندرجہ ذیل مطالب واضح ہوتے ہیں:

۱ - سرفراز خاں نے ایک مرتبہ پان سو روپیے، ایک مرتبہ ایک ہزار روپیے، دو مرتبہ سو سو روپیے شاہ صاحب کی خدمت میں بھیجے۔ یہ اس امر کا ثبوت ہے کہ وہ وقت کے علماءؒ و اصفیاءؒ کو اسی طرح نذرانے بھیجتا رهتا تھا۔ شاہ صاحب کی تحریر سے مترشح ہوتا ہے کہ یہ رقمیں خلوص سے بہ غرضِ خدمت اہل اللہ دی جاتی تھیں۔

۲ - ایک مرتبہ شاہ صاحب نے دو گھوڑے بطور تحفہ

۱- ''مکتوب شاہ فقیر اللہ علوی'' صہ ۱۲۰ -

۲- ''ایضاً ایضاً'' صـ ۱۵۷ -

سرفراز خاں کے پاس بھیجے -

۳ - ایک مکتوب سے ظاہر ہوتا ہے کہ سرفراز خاں نے دعوات و تصرفات کے باب میں سوال کیا - شاہ صاحب نے جواب میں لکھا کہ اہل اللہ تجلیات جمالیہ و جلالیہ دونوں سے لذت حاصل کرتے ہیں - خوشی اور رنج دونوں صورتوں میں ایک حال پر رہتے ہیں :

آنچہ او ریخت بہ پیمانۂ ما نوشیدیم
اگر از خمر بہشت است وگر بادۂ خام (حـ ۱)

علی شیر قانع کا قصیدہ : میر علی شیر قانع کے قصائد کا جو مخطوطہ میری نظر سے گزرا ، اس میں ایک قصیدہ میاں سرفراز خاں کی مدح میں بھی ہے ، جس کے صرف چند اشعار بہ طور نمونہ یہاں درج کئے جاتے ہیں :

زہے بہ ملک ولایت امیر پاک نہاد
سپہر شوکت و شان و محیط انس و وداد

جہاں خدیو سرافراز خان عباسی
کہ یافت سندھ بہ عہدش ز عدل نو بنیاد

ولیٔ وقت بود سند را خدیو بہیں
کزو ولایت آبا گرفت نو ارشاد

مدام راتبہ داران بزم انعامش
کشند جام عطا دجلہ دجلہ تا بغداد

قصیدے کے آخر میں ایک شعر سے ظاہر ہوتا ہے کہ قانع نے زیادہ قصیدے میاں صاحب کی مدح میں لکھے تھے :

۱- ''مکتوب شاہ فقیراللہ علوی'' ص- ۱۲۰، ۱۲۱ -

جہاں نواز خدیوا ! منم کہ در مدحت
ہمیشہ داد سخن دادہ ام ز طرزِ وداد

قصیدے سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ میاں سرفراز کے عہد میں علم و فضل کی قدر و منزلت درجۂ کمال پر پہنچ گئی تھی اور اہلِ فہم و دانش اس بارگاہ میں بہ کثرت جمع ہو گئے تھے :

ز قدر دانی آں بحرِ فضل و کانِ کرم
رواج یافتہ جنس سخن کہ داشت کساد
ز درگہت کہ بود مرجع ذوی الافہام
برائے اہل کمال است بس خجستہ معاد (حـ ۱)

تعجب بالائے تعجب: حیرت ہوتی ہے کہ اس علم و فضل اور دانش و بینش کا حکمراں ، راجہ لیکھی جیسے شخص کی سخن سازی کے دام میں کیونکر الجھ گیا کہ اس نے میر بہرام جیسے دیرینہ و مخلص رکن سلطنت اور اس کے فرزند کو ناحق قتل کرادیا ۔ اس طرح اپنے لیے خوفناک مصیبتیں پیدا کیں ۔

سرفراز کی عمر کے باقی چند مہینے قید میں گزرے ۔ میر بجار اسی کو دوبارہ حکمران بنانا چاہتا تھا، جیسا کہ آگے چل کر معلوم ہوگا، لیکن عبدالنبی نے جو کلھوڑوں کی حکومت اور سندھ دونوں کی بربادی کا بہت بڑا ذمہ دار ہے ، سرفراز اور بعض دوسرے افراد خاندان کو بیدردی سے قتل کرا دیا ،جو حکمرانی میں اس کے کامیاب حریف بن سکتے تھے ۔

۱۔ یہ اشعار قصائد قانع کے اس مخطوطہ سے ماخوذ ہیں، جو سید حسام الدین راشدی کا مملوکہ ہے ۔

سوانح نگاروں نے لکھا ہے کہ وہ خوش ذوق شاعر تھا۔ خصوصاً سندھی زبان کا بہت بڑا سخنور تھا۔ سندھی شاعری میں نعت و مناجات کا آغاز اسی سے ہوا، لیکن تلاش کے باوجود اس کا کلام نہ مل سکا۔

زراعت و تجارت: زراعت کی ترقی کا سلسلہ سرفراز خاں کے عہد میں بھی جاری رہا۔ ضلع حیدرآباد میں "سرفراز واہ" کے نام سے جو نہر جاری تھی، اسی نے بنوائی تھی۔

انگریزوں کے بیانات سے معلوم ہوتا ہے کہ سرفراز کے عہد میں سندھ کی تجارت پر کڑی ضرب لگی اس لیے انگریزوں نے اپنی تجارتی کوٹھی بند کر دی۔ ڈاکٹر سارلے نے اس بندش کے حالات کی چھان بین کرتے ہوئے پرانے خطوط بھی دیکھے تھے جو حکومت بمبئی کے محافظ خانے میں موجود ہیں۔ ڈاکٹر موصوف نے لکھا ہے:

> بندش کا بڑا سبب یہ تھا کہ سرفراز خاں نے افغان بادشاہ کے ہاتھ فروخت کئے ہوئے اونی پارچات پر پچاس فی صد محصول عائد کر دیا تھا۔ کمپنی نے جب اسے خلاف معاہدہ بتاتے ہوئے احتجاج کیا تو حکم واپس لے لیا گیا (ح۔ ۱)۔

ڈائرکٹروں کی مجلس کے صدر کو اطمینان نہ ہوا۔ اس کی رائے یہی رہی کہ جس ملک کی حکومت اس درجہ متلون مزاج ہے، وہاں تجارتی حالات ایسی صورت کبھی اختیار نہیں کر سکتے کہ مزید ذمہ داریاں قبول کرنا مناسب سمجھا جائے۔

۱۔ "شاہ عبدالطیف" ص۔ ٦٧۔

جب یہ حکم واپس لے لیا گیا تو انگریزوں کے لئے شکایت کی کون سی وجہ باقی رہ گئی تھی ؟ احتجاج ہوتے ہی حکم واپس لے لینا اس حقیقت کا ثبوت ہے کہ سرفراز خاں کو تمام معاہدات کا پورا پاس تھا ۔ حقیقت یہ معلوم ہوتی ہے کہ انگریزی مال کی بکری کم ہو گئی تھی ، جو نفع وہ پہلے کماتے تھے ، وہ ملتا نہ تھا ، لہٰذا تجارتی کوٹھی بند کر دی ۔

ایک بے سر و پا بیان : ڈیوڈ سیٹن نے لکھا ہے کہ سرفراز خاں نے میر بہرام اور میر صوبدار کے قتل کے بعد ایک آدمی کو مسقط بھیج دیا تھا کہ میر بجار کا بھی فیصلہ کر آئے ۔ اس اثناء میں نصیر خاں بروھی سندھ پہنچ گیا ۔ اس نے سرفراز خاں کو معزول کیا اور اس کے دو بھائیوں عبدالنبی اور محمد خاں پسران غلام شاہ کو مسند پر بٹھایا (ح ۔ ۱) ۔

ظاہر ہے کہ بیان کا آخری حصہ بالکل بے سر و پا اور مہمل ہے ۔ نہ نصیر خاں بروھی نے سرفراز خاں کو معزول کیا ، نہ عبدالنبی سرفراز کا بھائی اور غلام شاہ کا فرزند تھا ۔ وہ سرفراز کا چچا اور غلام شاہ کا علاتی بھائی تھا ۔

عبدالمجید جوکیہ کا بیان : عبدالمجید جوکیہ نے میاں سرفراز خاں کے متعلق جو کچھ لکھا ہے ، اس کی سرسری کیفیت بھی سن لیجیے :

۱ ۔ میاں سرفراز خاں کا نانا ایک ایرانی مغل تھا ۔

۱۔ "تاریخ کلھوڑہ" انگریزی ٹائپ کیا ہوا نسخہ ص۔ ۱۸ ۔

۲ - میاں کی مسند نشینی کے وقت قابلِ ذکر امیر یہ تھے ، میر بہرام ، اللہ بخش جھنجن ، راجا لیکھی ، جام فیروز ، محمدؐ حسن کھادر ، فرید سامتیہ ، سداری اوتیوان ، روحل جویہ اور روحل کھوسہ -

۳ - میاں کے دل میں یہ بات بیٹھ گئی تھی کہ میر بہرام کے ہوتے ہوئے اسے اطمینان کی حکومت کا موقع نہ ملے گا اور بعض کم عقل لوگ اس بارے میں اس کے ہم رائے تھے ، لھٰذا میاں نے جام فیروز ٹالپر سے عزیز داری کا رشتہ پیدا کیا ، اور اسے ٹالپروں کی سرداری دے دی ، اس کے بعد میر بہرام کو قتل کرا دیا -

۴ - میر بجار خاں اس زمانے میں حج کے لئے گئے ہوئے تھے ، میر فتح خاں ، میر سہراب خاں اور دوسرے ٹالپر سردار اس واقعہ سے بیحد متالم تھے ، لیکن ظاھر داری کے طور پر میاں سرفراز کے پاس آمد و رفت جاری رکھی ، اس اثنا میں میاں نے میر فتح خاں سے رشتہ مانگا ، انھوں نے ضبط کرتے ہوئے فرمایا کہ اگر خدا کو منظور ھے تو مجھے کیا عذر ھو سکتا ھے ، لیکن شرط یہ ھے کہ اللہ بخش جھنجن اور راجا لیکھی بھی ایسے ھی رشتے قبول کرلیں -

۵ - آخر سب پر واضح ھوگیا کہ میاں سرفراز خاں کو قید کئے بغیر چارہ نہیں -

۶ - سرفراز یہ سن کر چند خدمتگاروں کے ساتھ قلعے کے دریچے سے بھاگا ، جنگل میں سے ھوتا ھوا کنار دریا پر پہنچا ، اور کشتی میں سوار ھو کر حیدر آباد چلا گیا -

۷ - لوگوں نے اس کی جگہ بھائی کو مسند پر بٹھا دیا جس کا

نام ہم نے محمود خاں بتایا ہے، اور عبدالمجید جوکیہ کے نزدیک اس کا نام محمدؐ خاں ہے، اور سرفراز حیدر آباد میں قید کر دیا گیا۔

۸ - میاں علمیت و قابلیت میں بہت بلند پایہ تھا، لیکن گردشِ روزگار کے باعث آس نے اسلاف کی نصیحت پر عمل نہ کیا اور عقل سے کام نہ لیا (حـ ۱)۔

محمود خاں کی حکومت: سرفراز خاں کی معزولی اور اسیری کے بعد محمود خاں مسند نشین ھوا، اس نے پورے اختیارات راجه لیکھی کے حوالے کر دئے، راجه ھی کے حکم سے میاں عطر خاں، میاں غلام نبی اور میاں عبدالنبی قید ھوئے، اس نے اپنے بیٹے تاجه کو حیدر آباد کی نوابی کے علاوہ سمندر سے سرحد "کچھ" تک پورے علاقے کی حکومت دے دی۔

میر بجار آیا تو راجه نے سوچا که محمود خاں کمسن ہے، لھذا اسے آتار کر میاں غلام نبی کو والیٔ ملک و مملکت بنا دیا جائے (حـ ۲)۔

ظاھر ہے که جو کچھ اوپر بیان ھوا ہے، آن میں سے بعض باتیں قابلِ قبول نہیں، مثلاً میر فتح خاں یا ٹالپروں نے ظاھرداری قائم رکھی اور میاں سے تعلق نه توڑا، جب دوسرے لوگ بر خلاف ھو گئے تو آسے مسند سے آتار دیا۔

سرفراز کا دیوان: کتاب مکمل ھو چکی تھی که سرفراز

۱- "تاریخ کلھوڑا و استقرار حکومت ٹالپران" ص- ۱۳، ۲۱ -
۲- "ایضاً" ص- ۲۷، ۳۰ -

خاں کے دیوان کا سراغ ملا اور اس کے بعض فارسی اشعار ھاتھ آئے ، جن میں سے چند تاریخیں پہلے نقل ھو چکی ھیں - یہ دیوان ٹالپروں کے کتبخانے میں موجود ھے۔ اور اس میں سے کلام کا نمونہ باب کے آخر میں بہ طور ضمیمہ درج ھے - سرفراز خاں کا تخلص شہادت تھا لیکن کبھی کبھی سرفراز تخلص بھی کر لیتا تھا۔

ضمیمہ

سرفراز خاں عباسی کا منتخب کلام

(عطیہ جناب حکیم محمد صادق صاحب عباسی)

هستیِ موهوم در دنیا سرائے بیش نیست
وین طلسم زندگانی هم حبابے بیش نیست
اسپ و فیل و تاج و تخت و اعتبارِ ایں جهاں
می نماید هرچه در چشم تو خوابے بیش نیست
در جهاں از شوقِ دل سامانِ آبادی مخواه
بے گماں معمورهٔ او جز خرابے بیش نیست

آشیاں بستم ز نادانی برنگِ عندلیب
اے خوشا بادِ سحرگه کز چمن آزاد رفت

خوش آں گروه که با یادِ حق هم آغوش اند
برنگِ پیکر تصویر جمله خاموش اند

بعقل کل همه دانائے جلوۂ ذات اند
بچشم مردم ظاهر اگرچه بے هوش اند

ز ملکِ لا مکانت می رسد پیک طلب هر دم
تو از غفلت به تسخیرِ بخارا و سمرقندی

می روم از خود شهادت در طلب همچوں سرشک
از تو ام کافی براهِ عشق یک ایما بود

(منقول از ''سندھ زمیندار،، - مارچ ۱۹۳۲ء)

گفتم که صبح وصل نمایاں شود نشد
شام درازِ هجر بپایاں شود نشد
یا چشمِ فتنه باز به بیند بمن ندید
یا لعل جانفزائے تو خنده شود نشد
یا جاں ز زخم تیر تو آساں رهد نرست
یا سو چو گوے لائق چوگاں شود نشد
یا ایں شبِ فراق رود از میاں نرفت
یا آفتابِ وصل نمایاں شود نشد
یا ''سرفراز،، ناله چو قمری کند نکرد
یا! آں قد چو سرو خراماں شود نشد

(منقول از ''نئی زندگی''، فروری ۱۹۵۴ء)

تو اے مرغِ چمن دل شاد می کن
بمرغان قفس هم یاد می کن
تو چوں با گل نشینی هم نگاهی
بدام افتادهٔ صیاد می کن
تو چون بر شاخ گل باشی نوا سنج
بیادِ ما دمے فریاد می کن
تو چوں پرواز گیری در گلستاں
ز بالِ بستهٔ من یاد می کن
تغافل چند اے سرو ''سرفراز''
ز بندم پا بلطف آزاد می کن

(منقول از ''بیاض علی شیر قانع'')

تغافل چند، چشمت را بسویم از وفا بکشا
گر از بهرِ وفا نکشائی از بهر جفا بکشا
چو روے نازنینت از می لعلِ شود گلگوں
سرت گردم بیادِ آں دو لعل دل کشا بکشا

هرگز نمی فتد نظرت بر سر مراد
تا خاکِ پائے دوست بچشمت نمی رسد
شکر خدا گرت بزباں ورد دائم است
بر خاطرت غبار ز زحمت نمی رسد

''سرافراز،، از اهلِ سندھ کس شعرت نمی فہمد
به بند ایں دستهٔ گل را برِ اهلِ صفاهاں بر

دوش دیدم خجسته دخترکے
ایستادہ نیاز در برکے
دست بگرفتمش به هندی گفت
چھوڑ دے ھاتھ چوریاں کر کے

دسواں باب

میاں غلام نبی خاں

حالات کا نقشہ: حالات کا جو نقشہ گزشتہ باب میں پیش کیا جا چکا ہے، اسے پھر اجمالاً اپنے سامنے رکھ لیجیے:

۱ - سرفراز خاں کو معزول کر کے قید میں ڈال دیا گیا تھا۔ اس کا بھائی محمود خاں فرمانروا بن گیا تھا، لیکن اس کی حیثیت شاہ شطرنج سے زیادہ نہ تھی۔

۲ - فتح خاں ٹالپر تمام معاملات سے دست کش ہو کر اپنے مرکز میں جا بیٹھا تھا اور میر بجار کی مراجعت کا انتظار کر رہا تھا۔

۳ - راجہ لیکھی تمام انتظامی امور کا کفیل و مختار تھا اور خزانہ اس کے ہاتھ میں تھا اس نے اپنے بیٹے کو محمود

خاں کا مدارالمہام بنایا اور ان تمام سرداروں میں دل کھول کر روپیہ تقسیم کیا جو میر بجار اور ٹالپروں کے خلاف اسے مدد دے سکتے تھے -

۴ - راجہ لیکھی محمود خاں کو کھاھہ لے گیا تا کہ آئندہ بازی میں ٹالپر آسے نرد کے طور پر استعمال نہ کر سکے -

غلام نبی کی مسند نشینی: راجہ نے خوب غور و فکر کے بعد اپنی پوزیشن کو مستحکم بنانے کے لئے ایک اور قدم اٹھایا - اس نے سوچا کہ محمود خاں کی فرمانروائی کو بچانے کے لئے لڑائی بھڑائی کی تمام ذمہ داریاں خود برداشت کرنی پڑیں گی - کیوں نہ اس کی جگہ ایسے آدمی کو مسند نشین کر دیا جائے - جس کی حمایت میں جانیں دینے کے لئے ایک بڑا اور طاقتور قبیلہ تیار ہو؟ ایسے حکمران کی تلاش میں اس کی نظر میاں غلام نبی خاں پر جمی ، جو میاں نور محمدؐ خاں کا فرزند تھا اور جس کی والدہ جونیجہ قبیلے سے تھی - اغلب ھے کہ فیصلہ کرنے سے پہلے مذکورہ خاتون سے بات چیت کر کے قول و قرار لے لیا گیا ہو اور خاتون نے اپنے قبیلے کے لوگوں کو ہر ممکن امداد کے لئے تیار کر لیا ہو -

غرض میاں محمود خاں کو مسند سے اتار کر میاں غلام نبی خاں کو سندھ کا حکمران بنا دیا گیا - یوں راجہ لیکھی نے ٹالپروں کے خلاف اپنا جتھا خوب مضبوط کر لیا - جونیجہ قبیلہ سمجھتا تھا کہ ان کا بھانجا گدّی کا مالک ھوگا تو نظم و نسق میں سب سے اونچی پوزیشن انھیں کو حاصل ھوگی - بلا شبہ اس سلسلے میں خونریز لڑائیوں کا

خطرہ موجود تھا ، لیکن ملکی اقتدار میں اشتراک کی خاطر جانی و مالی قربانیوں میں انھیں کیا تامل ہو سکتا تھا ؟

میر بجار کے خاتمے کی تدبیریں : میر بجار خاں حج و زیارت سے فارغ ہو کر مسقط پہنچ چکا تھا کہ اسے والد اور بھائی کے درد انگیز قتل کی اطلاع ملی - پیشتر ڈیوڈ سیٹن کے حوالے سے عرض کیا جا چکا ھے کہ سرفراز نے بہرام و صوبدار کے قتل کے بعد ایک آدمی کو مسقط بھیج دیا تھا کہ وھیں میر بجار کو موت کے گھاٹ اتار دے - پوسٹنز کا بیان ھے :

> غلام نبی خاں کو خوف تھا کہ میر بجار آتے ھی ٹالپروں کی سرداری سنبھال لے گا اور وہ لوگ بغاوت پر تلے بیٹھے تھے - اس وجہ سے اس (غلام نبی) نے ھر ممکن تدبیر سے حکومتِ مسقط کو اس امر پر راضی کرنا چاھا کہ میر کو یا تو ختم کر دیا جائے یا گرفتار کر کے میرے (غلام نبی خاں کے) حوالے کر دیا جائے ، لیکن اس کی کوشش عربی سیرت کی ممتاز ترین خوبی (مہمان نوازی) کو مسخ کرنے میں کامیاب نہ ھو سکی - میر بجار خاں کے تعلق میں مہمان نوازی کے آداب کی بجا آوری پورے اھتمام سے کی گئی بلکہ کہا جاتا ھے ، حفاظتِ جان کے علاوہ اس سے بہت عمدہ برتاؤ کیا گیا (ح- ۱) -

یہ بات تو قرینِ قیاس معلوم نہیں ھوتی کہ سرفراز خاں نے کسی آدمی کو میر بجار کے قتل کے لئے مسقط بھیجا

۱- ''سندھ کے متعلق ذاتی مشاھدات'' ص- ۱۷۷ -

ھو - بہرام اور صوبدار کے قتل کے بعد اسے اتنی مہلت ھی نہ مل سکی کہ ایسی کسی تدبیر پر عمل پیرا ھوتا - میاں غلام نبی خاں کینہ ور اور شر پسند آدمی ھی نہ تھا کہ ایسے اقدامات کو جائز رکھتا - اغلب ھے، راجہ لیکھی نے نظم و نسق کا کفیل بنتے ھی ایسی کوشش کی ھو - یہ کوشش حکومتِ مسقط کے تعاون ھی سے کامیاب ھو سکتی تھی - حکومتِ مذکورہ نہ محض تعاون پر آمادہ نہ ھوئی بلکہ اس نے میر کی حفاظت کے انتظامات اس پیمانے پر پہنچادئے کہ کسی آدمی کو قاتلانہ حملے کا موقع ھی نہ مل سکا -

میر بجار کی آمد: میر بجار مسقط سے جہاز میں سوار ھو کر کراچی میں اترا، جو نادر شاہ کے زمانے سے حکومتِ قلات میں شامل تھا اور وھاں سے قلات گیا - نصیر خاں بروھی نے بڑی آؤ بھگت کی - پیشوائی کے لئے کچھ دور آیا اور عزت و توقیر سے اپنے ھمراہ لے گیا - روابطِ اتحاد کو پختہ کرنے کے لئے دستار بدل لی (حـ ۱) - اور میر کی اعانت کے لئے فوج تیار کر دی :

چو میر ایں چنیں دید دادش قسم
کہ من گرچہ مظلومم و بے کسم

(میر بجار نے جو یہ صورتِ حال دیکھی تو میر نصیر کو قسم دے کر کہا کہ اگرچہ میں مظلوم اور بے کس ھوں) -

---

۱- ''فریئر نامہ'' ص ۱۸ - ''فریئر نامے'' نے لکھا ھے- کہ دستار بدل کر بھائی بننا سندھیوں کی رسم ھے دراصل یہ رسم اکثر مشرقی ملکوں میں رائج ھے-

مدد خواہ از کس نیم جز خدا
نہ جستم درے جز درِ مصطفیٰ ص

(لیکن میں خدا کے سوا کسی کی مدد نہیں چاہتا ۔ رسول اکرم صلعم کے دروازے کے سوا مجھے کوئی دروازہ درکار نہیں) ۔

همی آیدم شرم ز اندازہ بیش
کہ فوجے برم بر سرِ ملکِ خویش

(مجھے اس بات پر حد سے زیادہ شرم آتی ھے کہ اپنے ملک پر فوج لے کر چڑھائی کروں) ۔

اگر حق مدد می کند فتحِ ما است
و گر نوعِ دیگر رضائے خدا است

(اگر خدا کی مدد شاملِ حال ھوئی تو فتح میری ھے ۔ اور اگر دوسری صورت پیش آئی تو خدا کی رضا پوری ھو) ۔

مرا با رضائے خدا جنگ نیست
ولے عرصۂ فضلِ او تنگ نیست (حـ ۱)

(مجھے خدا کی رضا سے اختلاف نہیں ھو سکتا ۔ یقین ھے کہ اس کے فضل کا میدان تنگ نہیں) ۔

”فریڈر نامہ،، کا بیان ھے کہ میر نصیر خاں نے از راہِ تاسف میر بجار خاں سے کہا :

من از تو شرمندگی مے کشم ، ازیں جہت کہ من جناب میر بھرام خاں را بجائے والد می داشتم و از شنیدن خبر شہادتِ شاں خواستم کہ انتقام از کلھورہ

۱- ”فتح نامہ“ صـ ۷۹ -

بگیرم ، تو چرا رفیقم نمی کنی ؟ ازیں جہت عالم غم بر دلم ھجوم می آرد (ح۔ ۱) ۔

میں آپ سے شرمندہ ھوں اس لئے کہ میں جناب میر بہرام خاں کو اپنے والد کے برابر سمجھتا تھا ، اُن کی شہادت کی خبر سن کر چاھتا تھا کہ کلھوڑوں ، سے بدلہ لوں ، آپ مجھے اپنا ساتھی کیوں نہیں بناتے ، یوں میرا دل غم سے لبریز ھے ۔

سیٹن کا بیان : سیٹن نے لکھا ھے کہ میر بجار زابلستان چلا گیا ، جہاں نصیر خاں نے اسے روک لیا ، لیکن جب میر بچ نکلا اور سندھ کی طرف آیا تواغماض سے کام لیا (ح۔ ۲) ۔

ظاھر ھے کہ اگر میر نصیر خاں ، میر بجار کو روکنے کا خواھاں تھا تو اُسے بچ کر سندھ پہنچنے کا موقع نہ دے سکتا تھا ، اگر اُس نے میر بجار کے بچ نکلنے پر اغماض سے کام لیا تو سمجھنا چاھیے کہ اسے روکنے کا قصہ محض ایک خیالی افسانہ ھے ۔

صحیح حالات وھی ھیں جو ''فتح نامہ،، اور ''فریئر نامہ،، نے بیان کئے ۔ میر نصیر خاں کو بوجوہ میر بجار سے ھمدردی ھو نی چاھیے تھی مثلاً یہ :

۱ - میر بجار بلوچ تھا ، سندھ میں کلھوڑوں کی جگہ بلوچوں کا مختار کار بنا قومی نقطۂ نگاہ سے اُسے مرغوب ھونا چاھیے تھا ۔

۱- ''فریئر نامہ'' قلمی نسخہ ص۔ ۲۰ ۔

۲- ''تاریخ کلھوڑا'' ص۔ ۱۸ ۔

۲ - میر نصیر خاں کے خاندان کو کلھوڑوں سے دیرینہ دشمنی تھی - اس کتاب کی جلد اول میں دشمنی کے تمام واقعات تفصیلاً بیان ہو چکے ہیں -

۳ - میر بجار سندھ پہنچتا تو بہر حال ٹالپروں اور دوسرے طبقوں میں رزم و پیکار شروع ہو جانے کا یقین تھا - میر نصیر خاں اپنے ہمسایہ ملک میں بے اطمینانی اور بد امنی کے حالات پیدا کرنے کا بہر حال خیر مقدم کرتا ، اس لئے کہ اس طرح اسے اپنی حکومت کی حدیں وسیع کر لینے کا امکان نظر آتا تھا ، یا کم از کم خانہ جنگی سندھ کی قوت و طاقت کو ضرور نقصان پہنچاتی ، اور میر نصیر خاں کے نزدیک یہ حالت نا پسندیدہ قطعاً نہ ہو سکتی تھی -

اقربا کی طرف سے استقبال: میر بجار قلات اس غرض سے گیا تھا کہ وہاں بیٹھ کر اپنے اقربا کی جمعیت کی فراہمی کا موقع بہم پہنچائے ، پھر مناسب مقام پر ان سے ملاقات کر کے آیندہ اقدام کا فیصلہ کرے - چنانچہ وہ قلات سے شکار پور پہنچا ، وہاں مندرجہ ذیل اصحاب پہنچے ہوئے تھے :

۱ - میر عبداللہ خاں (فرزند میر بجار خاں) -
۲ - میر فتح علی خاں (برادر زادہ میر بجار خاں) -
۳ - میر غلام علی خاں " "
۴ - میر فتح خاں
۵ - میر سہراب خاں
۶ - میر اللہ یار خاں
۷ - میر محمود خاں

۸ - میر شاد علی خاں
۹ - میر ٹھارہ خاں

ان کے علاوہ بھی بلوچ سردار موجود تھے، ان سب نے کلھوڑوں کی جفاؤں کو تفصیلاً میر بجار خاں کی خدمت میں پیش کیا (حـ ۱) -

اس اثنا میں راجہ لیکھی مر گیا، اور اس کا بیٹا تاجہ باپ کا جا نشین بن گیا - تمام اختیارات اس نے سنبھال لئے - فتح نامہ میں لکھا ہے کہ میر بجار کی آمد کی خبر سُن کر دوزخ کا کتا ہیبت سے مر گیا، بعض لوگ کہتے ہیں کہ اس نے زہر کھا لیا (حـ ۲) -

حالات کا اندازہ: میر بجار نے تمام حالات اقرباء سے معلوم کر لئے - وہ سب خواہاں تھے کہ جلد سے جلد یورش کا حکم دے دیا جائے، لیکن بجار کو ملک میں خانہ جنگی کے نقصانات کا پورا اندازہ تھا، اس لئے وہ انتقام کے جوش میں اہلِ ملک کے لئے نقصانات کے دروازے کھولنے پر آمادہ نہ ہوا - سب کو ساتھ لے کر آگے بڑھا اور دارالحکومت سے بارہ میل پر ڈیرے ڈال دئے - اگلا قدم اٹھانے سے پہلے اہلِ ملک کے جذبات و احساسات کا اندازہ ضروری تھا - جو

۱- ''فریئر نامہ'' قلمی نسخہ ص- ۲۱ - ''فتح نامہ'' ص- ۸۰، ۸۱ -

۲- راجہ لیکھی جیسے شخص کی خودکشی قرین قیاس نہیں کہا جاتا ہے کہ اسے اسہال کی بیماری ہوگئی تھی، اور اسی میں وفات پائی، زہر کھانے کی افواہ غالباً اسہال کی وجہ سے مشہور ہوئی -

لوگ فتح خاں کے ساتھ ہو کر حیدر آباد کی تسخیر اور سرفراز کی معزولی میں معاون بن چکے تھے ، اگر وہ مخلص ہوتے تو بے تامل بہرام اور صوبدار کی تعزیت کے لئے بجار کے پاس پہنچ جاتے اور یوں تمام اختلافات مٹ جاتے ، لیکن تاجہ لیکھی نے اللہ بخش جھنجن ، محراب جتوئی ، پیر روز پتانی اور تمام دوسرے ساتھیوں کو لے کر بجار کے مقابلے کی تیاری شروع کر دی - یہ اس امر کا ثبوت تھا کہ خونریزی کے بغیر معاملات کو سلجھانا غیر ممکن ہے -

میر کے نام فرمان: تاجہ لیکھی اور دوسرے مفسدوں نے غور و مشورہ کے بعد ایک مکتوب میر بجار کے نام مرتب کیا اور اس پر باقاعدہ مہر لگا کر میاں غلام نبی خاں کی طرف سے فرمان کی صورت میں میر بجار کے پاس بھیج دیا - اس کا مضمون تھا :

که اے میر با لشکر ایں جا مقام
چرا کرده ای هم چه داری تو کام

(کہ اے میر ! تو نے لشکر کے ساتھ اس جگہ کیوں مقام کیا ہے - اور تیرا مقصد و مدعا کیا ہے ؟)

بگو چیست آخر تمنائے تو
چه باشد سوی ما تقاضائے تو

(تو بتا آخر کیا چاہتا ہے - اور ہم سے کس چیز کا طلب گار ہے ؟)

بگو تا چه آهنگ داری به ما
مگر خواهش جنگ داری به ما ؟

(بتا ھمارے متعلق تیرا ارادہ کیا ھے؟ شاید
تو ھم سے جنگ کرنا چاھتا ھے؟)

اگر جنگ خواھی، بیا پیش گیر
و گر نه ازینجا رہِ خویش گیر (حـ ۱)

(اگر لڑنا چاھتا ھے تو بسم اللہ آگے آ ۔ ورنه اس
جگه کو چھوڑ کر اپنا راسته لے) ۔

"فریئر نامے" میں اس خط کا مضمون یوں بیان کیا گیا ھے:

دریں جا مقام کردن چیست وتمنائے تو چه باشد ۔ بگو تا چه آھنگ داری ۔ اگر خیالِ جنگ است، بسم اللہ بیا که ما یاں آمادہ ایم (حـ ۲) ۔

(اس جگه کیوں مقام کیا ھے؟ تو کیا چاھتا ھے؟ بتا، تیرا کیا ارادہ ھے؟ اگر لڑائی کا خیال ھے تو بسم اللہ، آ، ھم تیار ھیں) ۔

میر عمر کوٹ میں: یه مکتوب یا فرمان اس امر کا واضح ثبوت تھا که مفسد جنگ کے لئے تیار ھیں اور غلام نبی خاں ان کے ھاتھ میں بالکل بے بس ھے ۔ جوشیلے ٹالپروں نے پھر میر بجار پر زور دیا که جنگ کی اجازت دیجئے، لیکن میر راضی نه ھوا ۔ اس نے خط کا کوئی جواب نه دیا اور دوسرے دن سارا سامان اٹھا کر عمر کوٹ کا راسته لیا ۔ اھل و عیال اور توپ خانه بھی ساتھ تھا ۔ عمر کوٹ کے قلعے پر کھوسے قابض تھے ۔ وہ میر کے آنے کی خبر سن کر

---

۱ - "فتح نامه" صـ ۸۲ و ۸۳ ۔
۲ - "فریئر نامه" صـ ۲۲ ۔

اس طرح نکل گئے جس طرح تیز ھوا کے جھونکے سے پتے آڑ جاتے ھیں - اور پوری کیفیت لکھ کر غلام نبی کے پاس بھیج دی - میر بجار اطمینان سے قلعے میں بیٹھ گیا (حـ ۱) -

نئے حکمران کی حیثیت : غلام نبی خاں اخلاق و محاسن میں اپنے والد کا نمونہ تھا - ''فریئر نامے،، کا مصنف ٹالپر خاندان کا فرد اور ''فتح نامے،، کا مصنف ٹالپروں کا درباری تھا ؛ گویا دونوں اس فریق سے متعلق تھے، جس نے کلھوڑوں سے حکومت چھینی تھی - ان سے کلھوڑوں کی مدح و ستائش کی امید نہ ھو سکتی تھی ، لیکن دونوں نے غلام نبی خاں کا ذکر بہت اچھے الفاظ میں کیا ھے - ''فریئر نامے،، کا بیان ھے :

غلام نبی صاحبے بود با حلم و کرم ، به صورت معنوی و ظاھری پیراسته و از فتنه ھائے راجه لیکھی بیزار - ھر گاہ راجه لیکھی شکایت میر صاحبان کردے ، ازاں روے تا فتے (حـ ۲) -

(غلام نبی بڑا حلیم و کریم آدمی تھا - اس کا ظاھر و باطن آراسته تھا - وہ راجه لیکھی سے بیزار تھا - جب کبھی راجه میر صاحبان کی شکایت کرتا ، غلام نبی اس کی جانب سے منه پھیر لیتا) -

''فتح نامے،، میں مرقوم ھے :

جوانے خرد مند پیر آشنا
مسافر پرست و فقیر آشنا

۱- ''فتح نامه'' ص ۸۴ ، ''فریئر نامه'' ص ۲۲ و ۲۳ -
۲- ''فریئر نامه'' ص ۱۷ -

(وہ عقل مند تھا ، اگرچہ جوان تھا ، مگر بوڑھوں کی صحبت پسند تھی - مسافروں کا خدمت گار ، فقیروں کا دوست) -

کرم پیشه و قابل قدر داں
به آلِ نبی چوں پدر مهرباں

(وہ صاحبِ کرم ، قابل اور قدرداں تھا - آلِ رسول پر باپ کی طرح مہربان تھا) -

غلامِ نبی مرد فرزانه بود
دلش از بداں دور و بیگانه بود

(غلام نبی فرزانہ آدمی تھا - اس کا دل برے لوگوں سے متنفر تھا) -

به صورت به وے راجه را قربتے
به معنی همی داشت زو نفرتے

(ظاہر میں راجہ لیکھی کو اس سے بہت قرب حاصل تھا - لیکن دل میں وہ اس سے نفور تھا) -

شکایات بلوچ کردے چو پیش
ز رویش همی تافتے کارِ خویش

(راجہ بلوچوں کی شکایت کرتا تو غلام نبی منہ پھیر کر اپنے کام میں لگ جاتا) -

چو از دور دیدے رخش هر زماں
به لاحول خواندن بجستے اماں (حـ ۱)

(جب وہ دور سے راجہ کا چہرہ دیکھتا تو ہر وقت لاحول پڑھ کر خدا سے پناہ مانگتا) -

---

۱- ''فتح نامہ'' ص ۷۷ -

گیارھواں باب

جنگ لا نیاری

عمر کوٹ پر چڑھائی: تاجہ لیکھی نے جب دیکھا کہ میر بجار عمر کوٹ میں جا بیٹھا ھے تو اپنے ساتھیوں اور لاؤ لشکر کو لے کر اُدھر کا رخ کر لیا۔ میاں غلام نبی کو بھی ساتھ لے لیا۔ اگرچہ عام روایت کے مطابق تاجہ کے ساتھ تیس ھزار فوج تھی، لیکن عمر کوٹ کے قلعے کو لڑ کر میر بجار سے لے لینا سہل نہ تھا، لھٰذا اسَ نے مکر کا جال بچھایا۔ اس کی کیفیت یہ ھے کہ اللہ بخش جھنجن کو میر بجار کی خدمت میں بھیجا۔ اس نے ملاقات میں تاجہ کے خلاف سخت شکایتیں کیں اور کہا کہ میں اُس سے بے حد ناراض ھوں۔ آپ یقین کریں، ھم سب مل کر اُس کا قلع قمع کر دیں گے، لیکن آپ نے میاں صاحب کو جو خط

بھیجا ، وہ مناسب نہ تھا :

که آں موجب رائے آقا نہ بود
موافق بہ اندیشۂ ما نہ بود

(وہ ھمارے آقا کی رائے کے مطابق نہ تھا ۔ اور ھم نے بھی اسے اپنے خیال میں مناسب نہ سمجھا تھا) ۔

تو باید کہ اعزازِ آقا کنی
بہ تعظیمِ او در دلش جا کنی

(آپ کو چاھیے کہ آقا کی عزت کریں ۔ اور تعظیم کے ذریعے سے اس کے دل میں گھر کر لیں) ۔

بروں آر زیں قلعہ اثقالِ خویش
در اقبالِ او داں تو اقبالِ خویش (ح۔ ۱)

(اس قلعے سے اپنا مال و اسباب نکال لیں اور آقا ھی کے اقبال کو اپنا اقبال سمجھیں) ۔

تاکہ اس سے ان کی آنکھیں کھل جائیں اور وہ غور و فکر کے بعد تصفیے کے لئے گفت و شنید شروع کر دیں ۔ اللہ بخش جھنجن کی باتیں سن کر میر نے سارا مال و اسباب اٹھالینے کا حکم دے دیا اور قلعے کی کنجیاں اللہ بخش کے حوالے کر کے خود ایک علٰحدہ مقام پر جا بیٹھا ۔

"فریئر نامے" کا بیان : "فریئر نامے" کا بیان بھی یہی ھے ۔ اس کے اھم اجزاء یہ ھیں :

۱ ۔ اللہ بخش جھنجن نے میر سے بات چیت میں شکایت کی کہ آپ نے میاں غلام نبی کو جو خط بھیجا ، وہ مناسب نہ تھا ۔

۲۔ "فتح نامہ" ص۔ ۸۴ و ۸۵۔

۲ - آپ کے لئے لازم ھے کہ میاں صاحب کی تعظیم کریں ، وہ آپ کے ولی نعمت ھیں -

۳ - قلعے کو میاں صاحب کے عاملوں کے حوالے کر دیں -

۴ - ھم سب تاجہ لیکھی کی شرارتوں اور فتنہ پردازیوں سے سخت بیزار ھیں - آپ ھی سے امید ھے کہ اس مصیبت سے ھمیں نجات دلائیں گے (ح- ۱) -

ایک عقدہ: ''فتح نامے،، اور ''فریئر نامے،، دونوں کے بیان میں ایک ایسا عقدہ ھے جس کا کوئی حل سمجھ میں نہیں آتا - دونوں نے لکھا ھے کہ جب تاجہ لیکھی اور اس کے ساتھیوں نے ایک فرمان تیار کر کے میاں غلام نبی کی مہر کے ساتھ میر بجار خاں کے پاس بھیجا تھا تو میر نے اس کا کوئی جواب نہ دیا - مثلاً ''فتح نامہ،، مظہر ھے :

چو بشنید میر ایں خط ناصواب
نہ فرمود از بس تحمل جواب (ح-۲)

(میر نے جب یہ نا مناسب خط سنا تو تحمل سے کام لیتے ہوئے — اس کا کوئی جواب نہ دیا) -

''فریئر نامے،، کے الفاظ یہ ھیں

چوں ایں خط بہ میر صاحب رسید، ھیچ جواب نہ فرمودند(ع)

جوابِ جاھلاں باشد خموشی (ح- ۳)

(جب یہ خط میر صاحب کے پاس پہنچا تو اس

۱- ''فریئر نامہ'' ص- ۲۳ - ۲۴ -

۱- ''فتح نامہ'' ص- ۸۳ -

۳- ''فریئر نامہ'' ص- ۲۲ -

کے جواب میں کچھ نہ فرمایا - ''جاھلوں کا جواب خاموشی ھی ھوتا ھے -)

اگر یہ درست ھے تو یہ قول کیونکر مان لیا جائے کہ اللہ بخش جھنجن نے میر کے پاس پہنچتے ھی سب سے پہلے خط کے نامناسب ھونے کی شکایت کی - ''فتح نامے،، کے شعر اوپر نقل ھو چکے ھیں - ''فریئر نامے،، کا بیان ھے :

گفت اے میر والا شان ! نظر بر عذر من کنید و خطے کہ پیش ازیں در خدمت والا فرستادہ آید، آن موجب رائے غلام نبی و بندہ نہ بود (حـ ۱) -

جھنجن نے کہا کہ اے اونچی شان والے میر ! میرے عذر پر توجہ فرمائیے - آپ نے پیشتر جو خط میاں صاحب کی خدمت والا میں بھیجا تھا، وہ صاحبِ ممدوح کی اور میری رائے میں مناسب نہ تھا -

یہ عقدہ اسی صورت میں حل ھو سکتا ھے کہ مان لیا جائے، میر بجار نے اس وقت واقعی کوئی جواب نہ دیا تھا، لیکن عمر کوٹ جاتے جاتے خط لکھ دیا ھوگا، جس میں اپنے والد اور بھائی کے قتل پر اظہار قلق کے ساتھ ساتھ شکایت کی ھوگی کہ ان خونچکاں واقعات پر ھمدردی کے بجائے مجھ سے دشمنی کا سر و سامان کیا جا رھا ھے - ''فتح نامے،، اور ''فریئر نامے،، میں سے کسی نے بھی اس خط کا ذکر نہیں کیا -

تاجہ لیکھی اور اس کے ساتھیوں کو جب معلوم ھوا کہ تدبیر کامیاب ھوگئی ھے تو جھٹ اپنے دو ھزار سپاھی قلعے میں بٹھا دیئے - ان کے لئے گولہ بارود اور رسد مہیا کر دی اور

۱- ''فریئر نامہ'' ص- ۲۳ -

خود خیمہ گاہ میں جا بیٹھے - اس اثناء میں کسی نے میر بجار سے بات چیت نہ کی - یوں دو مہینے گزر گئے اور میر کو یقین ھوگیا کہ لڑائی کے بغیر کسی امر کا فیصلہ محال ھے اس لئے فراھمی لشکر شروع کر دی -

تاجہ لیکھی کو پیغام: آخر میر نے تاجہ لیکھی کو پیغام بھیجا :

اگر مرد باشی بہ میدان بیا
زما ھر کرا فتح بخشد خدا

(اگر مردانگی کا جوھر تجھ میں باقی ھے تو میدان میں آ کر لڑلے - خدا جسے چاھے گا، فتح عطا کر دے گا) -

غلامِ نبی را بجایش گزار
تو یارانِ زر جملہ ھمراہ آر

(تو میاں صاحب کو الگ رھنے دے - اپنے پیسے کھانے والے ساتھیوں کو لے کر آ جا) -

کہ پرسند یاراں ز یاراں حساب
دمِ تیغ گوید سوال و جواب (حـ ۱)

(اس طرح دوست دوستوں سے حساب لیں گے اور زبانِ تیغ سے سوال و جواب ھوں گے) -

اس پیغام کا مقصد بھی یہی تھا کہ لڑائی عام نہ ھو - خلقِ خدا کو بے وجہ نقصان نہ پہنچے اور میاں صاحب کو اس میں ملوث نہ کیا جائے - ایک مصلحت یہ بھی تھی

۱- ''فتح نامہ'' ص- ۸٦ - ''فریئر نامہ'' ص- ۲۵ -

کہ تاجہ لیکھی اور اس کے ساتھی میاں صاحب کے نام پر نہ لڑیں - تنہا اپنی قوت کی بنا پر مقابلہ کریں تا کہ لڑائی زیادہ سے زیادہ دو گروھوں تک محدود رہے، لیکن تاجہ صرف میاں صاحب کے بل پر یہ فتنہ انگیزیاں کر رہا تھا - اس میں الگ ہو کر قوت آزمائی کا حوصلہ نہ تھا -

تاجہ اور اس کے ساتھیوں کے مشورے: میر بجار کا یہ پیغام سن کر تاجہ نے میاں صاحب کے حضور میں اپنے تمام ساتھیوں سے مشورہ کیا - میاں صاحب کی رائے یہ تھی کہ لڑائی نہ ھونی چاھیے اور جب معاملات گفت و شنید سے طے ھو سکتے ھیں تو خونریزی پر اصرار کیوں کیا جائے، لیکن وہ بے دست و پا تھے اور عنانِ اختیار تاجہ کے ھاتھ میں تھی - وہ جانتا تھا کہ اگر صلح ھوگئی تو میر بجار اپنے تدبر، دانش مندی اور معاملہ فہمی کی بنا پر سلطنت کا مختار بن جائے گا اور کوئی دوسرا شخص اس کے مقابلے میں کامیاب نہ ھو سکے گا، لھٰذا اس نے طے کر لیا کہ لڑائی ھونی چاھیے - اللہ بخش جھنجن، پیروز پتافی، محمدؐ حسن کھادر اور محراب جتوئی میدان میں نکل آئے - ان کے اپنے لشکروں کے علاوہ کھوسے اور افغان بھی بکثرت موجود تھے اور پورا لشکر تیس ھزار سے کم نہ تھا -

عبدالمجید جوکھیہ کا بیان ھے کہ عبدالرحیم کہردری میر بجار سے ملنے کے لئے آئے - وہ میاں محمدؐ زمان لواری کے مرید تھے- انھوں نے میر کی فتح کے لئے دعا کی اور تین شرطیں مقرر کر دیں:

۱ - خلقت سے عدل اور انصاف کا برتاؤ کیا جائے - کوئی

ظالم کسی کو گزند نہ پہنچا سکے -

۲ - جو غیر مشروع اور نا جائز محصول رائج ھیں ، وہ ختم کر دئے جائیں -

۳ - مستحق فقیروں اور سیدوں کی خدمت بیت‌المال سے کی جائے (حـ ۱) -

جنگ لانیاری : غرض میر بجار کی مخلصانہ کوششوں کے باوجود جنگ نہ رک سکی - لانیاری (تعلقہ شہداد پور) کے میدان میں دونوں فریقوں کا مقابلہ ھوا - ایک طرف تیس ہزار آدمی تھے - میر بجار کے ساتھ اس وقت صرف چھ ہزار بلوچ تھے ، لیکن وہ بڑی بہادری سے لڑے - لڑائی کی کیفیت میر عظیم‌الدین ٹھٹھوی نے یوں بیان کی ھے :

چناں شد بلند آتش کار زار
که شد تا به فرسنگ‌ها شعله بار

(لڑائی کی آگ اس زور سے بھڑکی کہ اس کے شعلے گرد و پیش کوسوں تک جا پہنچے) -

گزشت از سر سروراں آب تیغ
سراں سجده کرده بمحراب تیغ

(تلوار کا پانی سرداروں کے سروں سے گزر گیا اور سر محراب تیغ میں سجدے کرنے لگے) -

شده موج زن دجلهٔ خون ناب
سر کشتگاں غوطه خور چوں حباب (حـ ۲)

۱- ”تاریخ کلھوڑا و استقرار حکومت ٹالپران“ ص- ۳۹ -

۲- ”فتح نامہ“ ص- ۸۹ -

(خون کا دریا لہریں لینے لگا - کشتوں کے سر اس میں بلبلوں کی طرح غوطے کھانے لگے) -

''فریئر نامے،، میں جنگ کی کیفیت یوں پیش کی گئی ھے :

موت جوانوں اور بوڑھوں پر مسلط کردی گئی - ملک‌الموت کا بازار گرم ھو گیا - دونوں جانب کے جوانوں نے نیزہ بازی شروع کر دی - نیزے بہادروں کی جانیں لینے کے لئے سانپ کی طرح زھر افشانی کرنے لگے - تیر کی آواز کرۂ ھوائی سے گزر گئی - ترھی کی صدا اور نقارے کی دھوں دھوں سے آسمان کے برجوں میں زلزلہ پڑگیا - معلوم ھوتا تھا کہ قیامت نمودار ھوگئی - جوانوں کے پاؤں اور تمام اعضاٗ الگ الگ ھو کر بکھر گئے (حـ ۱) -

میاں غلام نبی خاں کی شہادت: تھوڑی دیر بعد میاں غلام نبی خاں کے لشکر میں سراسیمگی پھیل گئی - پیروز پتافی لڑتا ھوا مارا گیا - تو باقی لوگوں کے حوصلے بھی پست ھو گئے - میاں غلام نبی خاں نے یہ حال دیکھا تو اپنے خاص خدمت گاروں میں سے ایک دو کو قرآن مجید دے کر میر بجار کے پاس بھیج دیا ، کہ اے دانش ور میر ! میں ان لوگوں کے ھاتھ میں قید ھوں - مجھے اس مصیبت سے نجات دلا - میری جانب سے خدا کے پاک کلام کو شفیع سمجھ -

''فریئر نامے،، کے الفاظ یہ ھیں :

ایں فقیر از جنگ متنفر بود ، لیکن از گردشِ افلاک

۱- ''فریئر نامہ'' صـ ۲٦ -

در پنجۂ لئیماں گرفتار بودم ، کشاں کشاں مرا
در ایں جا رسانیدند ۔ کلام ملک الانام را پیش آں
مہربان شفیع سازم که بہر طور توانی ، مرا وا رسی
(ح ۔ ۱) ۔

یه فقیر جنگ سے متنفر تھا ، لیکن گردش افلاک
سے ظالموں کے پنجے میں گرفتار ہو گیا ۔ وہ مجھے
کشاں کشاں یہاں لے آئے ۔ اب خدائے انام کے
کلام پاک کو آپ کے سامنے شفیع بناتا ہوں که
جس طرح بھی ممکن ہو ، میرے پاس پہنچئے ۔

یه پیغام اگرچه خفیه بھیجا گیا تھا ، لیکن تاجه لیکھی کو اس کا حال معلوم ہو گیا ۔ وہ جوش غیظ میں چند ساتھیوں کے ہمراہ میاں صاحب کے پاس آیا ، اور بولا که تمھارا مدعا پہلے وقت سے یہی تھا ، روز اول سے تم ہمیں برا سمجھتے تھے ،اور ہم پر توجه کرتے وقت تمھیں دکھ ہوتا تھا ۔

چو ما را نخواہی تو ہم خوش مباش
زدندش دگر تیغ جوشن تراش

(تجھے ہم پسند نہیں، تو تو کیوں خوش رہے ۔
یه کہتے ہی میاں صاحب پر جوشن کو
پارہ پارہ کرنے والی تلواریں چلائیں) ۔

شدش تیغ بران حمائل نشین
پیام شہادت شدہ دل نشیں

---

۱ ۔ ’’فریئر نامه‘‘ ص ۲۶ ۔ ۲۷ ۔

(کاٹنے والی تلوار نے میاں صاحب کا کام تمام
کر ڈالا - یہ شہادت کا دل نشین پیغام
بن گیا) -

چو بر خاک افتاد از تختِ زین
تو گوئی فتاد آسماں بر زمین (ح- ۱)

(میاں صاحب زین کے تخت سے خاک پر گر
گئے - کہنا چاہیے کہ آسماں زمین پر گر پڑا) -

"فریئر نامہ" میں ہے کہ تاجہ نے کہا "تیرا مکر مجھ پر ظاہر ہو گیا تھا، تیرا دل پہلے وقت سے بلوچوں کی طرف مائل تھا، تو نے ہمارے سارے احسان بھلا دئے"، یہ کہتے ہی اس فرشتہ خصلت جوان کو تلوار مار کر ملکِ عدم کا راہی بنا دیا (ح- ۲) -

میاں صاحب کو شہید کرتے ہی تاجہ اپنے آدمیوں کے ایک گروہ کو لے کر دریا کی طرف بھاگا اور کشتی میں بیٹھ کر شاہ گڑھ پہنچ گیا، میر عظیم الدین ٹھٹھوی نے "شکست شقی" سے اس کے فرار کی تاریخ نکالی :

۱۱۹۰ء

چو بگریخت آں زر پرستِ شقی
خرد گفت سالش "شکست شقی" (ح- ۳)

عبدالمجید جوکیہ نے لکھا ہے کہ لشکر میں افرا تفری پھیل گئی، میاں دستۂ خاص سے الگ ہو گیا -

---

۱- "فتح نامہ" ص- ۹۰ -
۲- "فریئر نامہ" ص- ۲۷ -
۳- "فتح نامہ" ص- ۹۱ -

اس اثنا میں کسی ظالم نے اس کے کاری زخم لگائے (حـ ۱) ۔

"جواھر عباسیه" کا بیان: "جواھر عباسیه" کا بیان ھے کہ میر بجار مسقط سے کراچی پہنچا ، جو اس وقت میر نصیر خاں بروھی والیٔ قلات کے قبضے میں تھا، پھر سندھ سے گزر کر کھانه میں جا بیٹھا جو ریاست جیسلمیر کا ایک گاؤں ھے ۔ میاں غلام نبی خاں نے میر کی آمد کو اپنی قوت کا ذریعه سمجھا ، اور ایک دستخطی رقعه میر کے نام خفیه بھیج دیا کہ میں آپ کے آنے پر بہت خوش ھوں ، اور سرائیوں کی خود سری سے مجھے خوف ھے ۔ تاجه لیکھی اور محراب جتوئی اس خط کا بھید کھل جانے پر میاں صاحب سے سخت ناراض ھو گئے ۔ انھیں یقین تھا کہ اگر میر بجار آگیا تو ان سب کو نکلنا بلکه ختم ھونا پڑے گا ۔ انھوں نے میاں صاحب سے ماجرا پوچھا ۔ میاں صاحب نے ڈر کے مارے انکار کر دیا ، غرض صلاح مشورے کے بعد وہ لڑائی کے لئے تیار ھو گئے ، میاں صاحب کو بھی چار و ناچار ساتھ دینا پڑا ، میر بجار فتح یاب ھوا :

بان مجبور اول عتاب نمود کہ ما را بالتجا طلبیدی و از نفاق بر ما لشکر کشیدی ، بعد از آں میاں غلام نبی و اکثر سرائیاں را بخاکِ مذلت انداخت (حـ ۲) ۔

(اس مجبور پر پہلے خفگی کا اظہار کیا کہ ھمیں خود التماس کر کے بلایا ، پھر نفاق سے کام لیتے ھوئے ھم پر لشکر کشی کر دی اس کے بعد میاں

۱- "تاریخ کلھوڑا و استقرار حکومت ٹالپران" ص ۱۴ ۔

۲- "جواھر عباسیه" ص ۲۲۰ ، ۲۲۱ ۔

غلام نبی اور اکثر سرائیوں کو موت کے گھاٹ
آتار دیا) ۔

الزام کی حیثیت: حالات کی صورت ایسی تھی کہ میر بجار کو میاں غلام نبی خاں کے قتل کا ملزم قرار دینا بعید از قیاس نہ تھا ۔ لیکن ''جواھر عباسیہ،، کا یہ بیان سراسر خلافِ واقعہ ھے، اس لئے کہ :

۱ - اس واقعے کے قریب ترین راویوں کا بیان اس کے خلاف ھے، اور صحیح اسی کو ماننا چاھیے، جو قریب ترین راویوں نے بیان کیا، اس لئے کہ وہ تمام حالات سے بلا واسطہ واقف تھے ۔

۲ - میر بجار کو میاں غلام نبی خاں کے خلاف شکایت کی کوئی وجہ نہ تھی ۔ اس کے والد اور بھائی کو میاں غلام نبی خاں نے نہیں بلکہ میاں سرفراز خاں نے قتل کرایا تھا ۔

۳ - معلوم ھے کہ میاں صاحب کی آقائی کا واسطہ دے کر میر بجار سے عمر کوٹ کا قلعہ خالی کرایا گیا تھا، اور میر بجار نے اس واسطے کو قبول کرنے میں تامل نہ کیا تھا ۔

۴ - اگر میر بجار، میاں غلام نبی خاں کے قتل کا ذمہ دار ھوتا تو میاں کے چھوٹے بھائی عبدالنبی کو کیوں جا نشین بناتا ۔

۵ - میر بجار کو جو خط لکھا گیا ھوگا، اس کے ورودِ سندھ پر لکھا گیا ھوگا ۔ لا نیاری کی جنگ کم و بیش تین ماہ بعد ھوئی، کیا وجہ ھے کہ میر بجار کو میاں کے

پاس حیدر آباد جانے کی بجائے عمر کوٹ جانا پڑا ؟

بہر حال ''جواھر عباسیہ،، کا یہ بیان بالکل غلط ھے۔ اصل روایت میں بعض اور غلطیاں بھی ھیں، مثلاً تاجہ لیکھی کی جگہ راجہ لیکھی کا نام لکھا گیا ھے، حالانکہ جنگِ لا نیاری سے پہلے راجہ مر چکا تھا۔ روایت میں شاہ بہارا کا بھی ذکر ھے، حالانکہ شاہ بہارا اس واقعے سے اکتالیس سال پیشتر وفات پا چکا تھا۔

میر بجار کا حسن سلوک: تاجہ لیکھی بھاگ نکلا تو اللہ بخش جھنجن، محمد حسن کھادر اور محراب جتوئی میر بجار کی خدمت میں پہنچ کر اپنے قصوروں کی معافی کے طلبگار ھوئے، میر نے سب سے درگزر کی، اور کمال یہ کہ کسی کی خاطرداری میں کمی روا نہ رکھی۔ میر بہرام کی طرح میر بجار بھی تدبر و جوانمردی کے علاوہ صبر و تحمل کا پیکر تھا۔ میر بجار کے بعد پورے خاندان میں ان اوصاف کا جامع صرف میر عبداللہ خاں ھوا۔

جب معلوم ھوا کہ میاں غلام نبی خاں تاجہ لیکھی کے ھاتھ سے ناحق شہید ھوگئے تو میر کو بیحد قلق ھوا۔ وہ اسی حالت میں میاں صاحب کی نعش کی طرف دوڑا ھوا آیا، نعش کے پاس زمین پر بیٹھ گیا، اور دیر تک شدتِ غم سے زانو پر ھاتھ مارتا رھا، پھر تابوت بنوایا، اس کے لئے زربفت کا غلاف تیار کرایا، اس تابوت میں میاں صاحب کی نعش رکھ کر حیدر آباد روانہ کردی اور ایک فوج تاجہ لیکھی کی گرفتاری کے لئے مقرر فرمادی (حـ ۱)۔

۱- ''فتح نامہ'' صـ ۹۱-۹۳ -

"فریئر نامے" کا بیان: "فریئر نامہ" نے اس واقعے کے متعلق ایک اور روایت پیش کی ہے جو ذیل میں درج ہے:

میاں غلام نبی خاں اپنے غلاموں کے ساتھ دستۂ خاص میں موجود تھا۔ بلوچ لشکر کے خوف سے سراسیمگی پھیلی تو وہ اپنے دستے سے جدا ہو گیا اور ایک ظالم کے ہاتھ سے اسے کاری زخم لگے، لیکن زندگی کے چند سانس باقی تھے کہ میر بجار اس کے سرھانے پہنچ گیا۔ میر نے میاں کے سر اور آنکھوں کو بوسہ دیا۔ اس کے وجودِ مبارک پر جو گرد و غبار تھا، اسے ریشمی کپڑے سے پونچھا۔ پھر افسوس اور پشیمانی کا اظہار کرنے لگا۔ اس نے کہا، میرے لئے بہتر ہوتا کہ اس واقع سے پہلے مر جاتا اور ولی نعمت کی بے ادبی اپنی آنکھوں سے نہ دیکھتا۔ میاں نے آہستہ سے فرمایا۔ تیری کوئی خطا نہیں۔ قادر قدیر نے میری تقدیر یونہی لکھی تھی۔ اب میں وصیت کرتا ہوں کہ میرے بھائی عبدالنبی کو مسندِ خلافت پر بٹھانا اور حتی الامکان اس کے ساتھ نیکی اور بھلائی میں کوتاہی نہ کرنا۔ یہ وصیت فرماتے ہی رحلت کی۔ انّا للہ و انّا الیہ راجعون (حـ ۱)۔

ممکن ہے، یہ سب کچھ درست ہو، لیکن بظاہر یہ روایت دارا اور سکندر کی آخری ملاقات کا چربہ معلوم ہوتی ہے۔ میاں کی وصیت کے متعلق یقین سے کچھ کہنا مشکل ہے۔

۱۔ "فریئر نامہ" قلمی نسخہ ص ۲۸۔ "تاریخ کلھوڑہ و استقرار حکومت ٹالپران" کی تحریر کا مضمون بھی یہی ہے ص ۲۱۴۔

قانع کا قصیدہ: قانع کے قصائد میں ایک قصیدہ میاں غلام نبی کی مدح میں بھی ہے، جس میں سے چند اشعار ذیل میں درج کئے جاتے ہیں:

گزیدہ دوحۂ عباس و زیب نامۂ عز
به خلق و خلق نه دیده مثالِ او دوران

سریر سند به ذاتش چنان منور شد
کز انفعال شده ماه تیره در سرطان

کسی که شد به وجود شهی غلام نبی
گزیده باد به الطاف ایزد منّان

عزیز بود به نزدِ خدا چه شد که فلک
چو یوسفش ننموده به دیدۂ اخوان

فروغِ نور محمّد بلے ز جبهۂ او
به چشم دهر ز روز الست بود عیان

ظاھر ھے کہ اوپر کے اشعار میں غلام نبی اور نور محمّد صنعت ایہام کے حامل ھیں - یعنی یہ ناموں کے طور پر بھی استعمال ھوئے ھیں اور الفاظ کے طور پر بھی -

مندرجۂ ذیل دو شعروں میں میاں غلام نبی کی نوبت جلوس واضح کی گئی ھے:

ورا سعادت تثلیث داد در طالع
پس از هبوط بهین نجم شاه وردی خان

و یا مثالِ علی ولی شده چارم
به نسبت خلفای کبار در اخوان

مطلب یہ ھے کہ اگر مستقل حکمرانوں کی فہرست

سامنے رکھی جائے تو بھائیوں میں عبدالنبی کی نوبت جلوس تیسری ھے - یعنی اول مراد یاب خاں ، دوم غلام شاہ خاں مخاطب بہ شاہ وردیِ خاں، سوم غلام نبی خاں - چونکہ میاں غلام نبی خاں سرفراز کی معزولی کے بعد بیٹھے، اس لئے قانع نے کہا کہ شاہ وردی خاں کا روشن ستارہ ڈوبا تو میاں کے لئے جلوس کا موقع پیدا ھوا - اگر خلافتِ راشدہ کی نسبت پیش نظر رکھی جائے تو بھائیوں میں غلام نبی خاں کا درجہ چوتھا ھوا یعنی اول مراد یاب خاں دوم عطر خاں سوم غلام شاہ خاں چہارم غلام نبی خاں -

آخر میں اپنا اور میاں غلام نبی خاں کا تعلق بڑے خوب صورت طریقے پر واضح کیا ھے :

منم غلام علی شیر ''قانع،، از لطفش
توئی غلام نبی ای گزیدۂ رحماں (حـ ۱)

۱- یہ اشعار قصائد قانع کے اُس مخطوطہ سے ماخوذ ھیں، جو سیّد حسام الدین راشدی کا مملوکہ ھے -

بارھواں باب

میاں عبدالنبی خاں

میر بجار کی خواھش : میاں غلام نبی خاں کی شہادت کے بعد میر بجار خدا بادِ نو میں جا بیٹھا ۔ اس کی خواھش یہ تھی کہ میاں سرفراز خاں کو قید سے نکال کر از سر نو مسندِ حکومت پر بٹھا دے ۔ سرفراز خاں نے اگرچہ بعض بد باطنوں کی انگیخت پر میر بجار کے والد اور بھائی کو قتل کرا دیا تھا ، لیکن وہ عالم اور دانش مند تھا ۔ ملک داری کے معاملات کو بہتر طریق پر سنبھالنے کی پوری اھلیت رکھتا تھا (حـ ۱) ۔ اور میر بجار کے نزدیک ملکی مقاصد و مصالح ذاتی جذباتِ انتقام پر ترجیح کے مستحق تھے ۔ میر اس تاریک دور میں ان عظیم‌القدر جذبات و احساسات کا

---

۱ - ''جواھر عباسیہ'' ص- ۲۲۱ اور ''فتح نامہ'' ص- ۹۳ -

حامل تھا ، جب خود غرضی عام تھی ۔ یہی احساسات و جذبات اس کی یگانہ عظمت کی بنیاد ھیں ۔ عظمت کا ایسا ھی پاکیزہ پیکر اس کا بیٹا میر عبداللہ خاں تھا ، جیسا کہ آگے چل کر معلوم ھوگا ۔ میر بجار ابھی اس باب میں مشورے ھی کر رھا تھا ، کہ حیدر آباد کے قلعے میں اچانک قیامت برپا ھوگئی ۔

عبدالنبی کی شقاوت : میاں غلام نبی خاں مرحوم کا عینی بھائی عبدالنبی حیدر آباد میں تھا ۔ سرفراز خاں ، اس کا بیٹا محمدؐ خاں ، بھائی محمود خاں اور چچا عطر خاں قلعے میں نظر بند تھے ۔ عبدالنبی جانتا تھا کہ ان چاروں کو خود اس پر ترجیح دی جائے گی ، لھٰذا اس نے اپنی مسند نشینی کا راستہ صاف کرنے کے لئے ان چاروں کو ختم کردینے کا منصوبہ بنا لیا ۔ جب غلام نبی خاں کا تابوت حیدر آباد پہنچ گیا اور لوگ کفن دفن سے فارغ ھو چکے تو عبدالنبی نے حکم دے دیا کہ چاروں نظر بندوں کو بے تامل موت کے گھاٹ اتار دیا جائے تاکہ کوئی شخص اس کے مقابلے میں جا نشینی کا دعویدار نہ بن سکے ۔

" فریئر نامہ " کا بیان ھے کہ جونیجہ قبیلے کے لوگ ان اسیروں کی پہرہ داری پر مامور تھے ، وہ عبدالنبی کا ننھیالی قبیلہ تھا ۔ عبدالنبی نے ان سے کہا :

> ان چاروں قیدیوں کی جانب سے میرے دل کو بہت خوف لگا ھوا ھے میں امیدوار ھوں کہ انھیں ملکِ عدم کا راھی بنا دو ۔

ان بیدردوں نے چند لمحوں میں چاروں بیکسوں کو

ته تیغ کر ڈالا (حـ ۱) -

یوں چند روز میں اس عباسی خاندان کے پانچ افراد نے شہادت پائی - کسی نے اس دردناک واقعے کی تاریخ کہی :

پنج کم از گلِ باغِ عباس (حـ ۲)

"فتح نامه" کا بیان : "فتح نامه" کا بیان ہے :

طلب کرد جونیجه ها زود تر
که بودند حارس بر آن چند سر

(اس نے جلد آن جونیجوں کو بلایا جو آن اسیروں پر پہره دار تھے) -

به شاں گفت کاے دوستاں ایں زماں
مرا هست فکرِ اسیراں بجاں

(ان سے کہا که دوستو ! اس وقت مجھے ان قیدیوں کی بڑی فکر ہے) -

۱- "فریئر نامه" صـ ۱۳۰ و "تاریخ کلھوڑا و استقرار حکومت ٹالپران" صـ ۱۴ -

۲- "گل باغ عباس" کے عدد ۱۱۸۶ بنتے ہیں - پانچ ان میں شامل کئے جائیں تو ۱۱۹۱ بن جائیں گے - یہی اس دردناک واقعے کی تاریخ ہے - تاریخ گو کا مطلب یه ہے که اگر "گل باغ عباس" سے پانچ کم نه ہوتے تو ۱۱۹۱ رہتے - بعض روایتوں میں مذکور ہے که سرفراز خاں کے دو بیٹے اس موقع پر شہید ہوئے - مستند روایتوں میں صرف ایک کا ذکر ہے -

بر آنها چنیں تیز دستی کنید
که آزاد از قیدِ هستی کنید

(ان پر ایسی تیز دستی کرو کہ وہ زندگی کی قید سے چھوٹ جائیں) -

که ایں کارها بادشاهاں کنند
پئے مصلحت قتلِ اخواں کنند

(بادشاہ ایسا ہی کرتے ہیں - مصلحت کی خاطر بھائیوں کو قتل کرا دیتے ہیں) -

بریں امر آں قومِ بیداد گر
ببستہ به قتلِ اسیراں کمر

(اس حکم پر ان ظالموں نے اسیروں کے قتل پر کمر باندھ لی) -

رسیدند آں جمع بے شرم و باک
بر آں بے گناهاں بقصدِ هلاک

(وہ بے شرم و بے باک لوگ ان بے گناہوں کو ہلاک کرنے کی غرض سے پہنچ گئے) -

سرِ سروراں را جدا ساختند
ز مہماں سرا کربلا ساختند

(سرداروں کے سر جدا کر دئے اور مہماں سرا کو کربلا بنا دیا) -

ز حسرت قضا دست بر دست زد
قدر نیز زیں غم به سر دست زد (ح-۱)

۱- "فتح نامه" ص-۶۱ -

(قضا نے عالمِ حسرت میں ھاتھ پر ھاتھ مارا
قدر نے بھی اس غم میں سر پیٹ لیا) ۔

عبدالنبی کی جانشینی: جب خاندان میں اور کوئی مدعیِ سلطنت باقی نہ رھا تو میاں عبدالنبی ھی کو مسند پر بٹھانے کا فیصلہ ھو گیا ۔ میر بجار نے دو معتبر آدمیوں کو میاں صاحب موصوف کے پاس حیدر آباد بھیج دیا کہ تشریف لائیے اور اپنے بھائی کی جگہ مسند کو زینت بخشیے ۔ عبدالنبی یہ پیغام پاتے ھی لاؤ لشکر کے ساتھ حیدر آباد سے چلا اور ایک روز میں ھالہ کنڈی پہنچ گیا ، جو خدا بادِ نو سے قریب تھا ۔ دوسرے دن میر بجار اور امرائے ملک میاں کی خدمت میں حاضر ھوئے اور حضرت مخدوم نوح کی درگاہ میں میر بجار نے اپنے ھاتھ سے میاں کے سر پر دستار باندھی ۔ وھاں میاں سرفراز خاں کے محل میں اسے شوکت ، عزت اور شان سے بٹھایا (حـ ۱) ۔

ھیگ: عام روایت وھی ھے جو اوپر بیان ھوئی ، لیکن بعض بیانات میں حالات کی تصویر دوسرے ھی رنگ میں پیش کی گئی ھے ، مثلاً ھیگ لکھتا ھے:

> غلام نبی نے میدانِ جنگ میں (میر بجار) کا مقابلہ کیا اور مارا گیا ۔ اس کا بھائی عبدالنبی حیدر آباد مس قلعہ بند ھو کر بیٹھ گیا ۔ اس نے اپنے تین قریبی رشتہ داروں کو موت کے گھاٹ اتار کر ، تین اغلب امیدوارانِ مسند سے نجات حاصل کر لی ۔ میر بجار نے حیدر آباد کے گرد گھیرا ڈال

۱- ''فتح نامہ'' صـ ۹۵ ۔

لیا ، لیکن جب دیکھا کہ قلعہ بہت مستحکم ھے
تو خونی عبدالنبی سے صلح کر لی ، اور اس شرط پ
عبدالنبی کو رئیس تسلیم کر لیا کہ خود میر
وزیر اعظم اور مدارالمہام رھے (حـ ۱) ۔

پوسٹنز : '' پوسٹنز ،، کہتا ھے کہ میر بجار آیا تو غلام نبی خاں نے فوراً اس پر حملہ کیا ۔ لڑائی ھوئی ، جس میں غلام نبی خاں مارا گیا ۔ میر بجار نے میدانِ جنگ میں فتح حاصل کرنے کے بعد حیدر آباد کے قلعے پر دھاوا بول دیا ۔ وھاں غلام نبی کا بھائی عبدالنبی موجود تھا :

اس نے بھائی کی موت کی خبر سنتے ھی قلعہ بندی کر لی ۔ عطر خاں ، سرفراز خاں ، میر محمدؐ خاں اور بعض دوسروں کو قتل کرا دیا ، جن کے متعلق شبہ ھو سکتا تھا کہ ان کے دعاوی حصول مقاصد میں حائل ھونگے ۔ ۔ ۔ ۔ میر بجار خاں نے قلعے کے سامنے پہنچ کر معلوم کر لیا کہ یہ ناقابلِ تسخیر ھے ، پھر اس نے کئی پیغامات عبدالنبی کے پاس بھیجے ، جن میں اس سے عقیدت ، وابستگی اور اطاعت کا یقین دلایا گیا تھا ۔ عبدالنبی خاں دانائی اور دور اندیشی کی بنا پر نہیں بلکہ ان پیغامات پر یقین کرتے ھوئے قلعے سے باھر آ گیا ۔ میر بجار نے اپنے عہد کی پابندی انتہائی خلوص اور پاکیزہ استقامت سے کرتے ھوئے ملاقات کی ۔ یہ بات اھلِ ایشیا میں شاذ ھی پائی جاتی ھے ، خصوصاً اس حالت میں بہت کم لوگ اپنے عہد کی پابندی کرتے

۱- ''انڈس ڈیلٹا کنٹری'' ص- ۱۲۲ -

ھیں ، جب ذاتی فائدہ عہد شکنی کی ترغیب دے
رہا ھو (حـ ۱) ۔

سیٹن : ''سیٹن،، کا بیان بالکل بے سر و پا ھے لیکن وہ بھی چونکہ ایک قابلِ ذکر ماخذ ھے ، لہٰذا اسے نظر انداز نہیں کیا جا سکتا ۔ وہ لکھتا ھے :

میر بجار خاں کا مقابلہ محمود خاں سے ھوا ۔ بجار نے محمود خاں کو شکست دی اور وہ مارا گیا ۔ پھر بجار نے عبدالنبی کو مجبور کر دیا کہ ملک کا انتظام اس کے حوالے کر دے (حـ ۲)۔

فریئر نامہ : ''فریئر نامے،، نے لکھا ھے کہ میر بجار خاں نے میاں غلام نبی خاں کا تابوت حیدر آباد بھیجا تو ساتھ ھی میاں صاحب کی وصیت کے مطابق عبدالنبی کو پیغام ارسال کیا :

که منشورِ دولت بنامِ تو شد
ھمائے سعادت بدامِ تو شد

(سلطنت کا منشور تیرے نام لکھا گیا ۔ سعادت کا ھما تیرے جال میں آ گیا) ۔

بیا و بجائے برادر نشیں
به اقبال بر مسندِ زر نشیں (حـ ۳)

۱۔ ''سندھ کے متعلق ذاتی مشاھدات'' ص۔ ۱۷۸ ۔

۲۔ ''تاریخ کلھوڑا'' انگریزی ٹائپ کیا ھوا نسخه ص۔ ۱۸ ۔

۳۔ ''فریئر نامه'' ص۔ ۲۹ ۔ یه شعر ''فتح نامے'' کے ھیں ۔ ملاحظه ھو ص۔ ۹۵ ۔

(آ اور اپنے بھائی کی جگہ بیٹھ۔ اقبال مندی سے سنہری مسند کی زینت بن)۔

خلاصۂ مباحث: تمام بیانات پیش کرنے کے بعد مناسب معلوم ہوتا ہے کہ مرقعِ حالات کے مختلف اجزاء خلاصتہ درج کر دئے جائیں:

۱۔ غلام نبی خاں ٹالپروں سے جنگ کا خواہاں نہ تھا، لیکن تاجہ لیکھی اور اس کے ساتھیوں نے اسے محصور کر رکھا تھا۔ ان کی رائے کے خلاف وہ قدم نہ اٹھا سکتا تھا۔ اغلب ہے، اس کی والدہ مفسدوں کی ہم نوا بن گئی ہو۔ اسے یہ خیال ہوگا کہ جب تک ٹالپروں کا زور نہ ٹوٹے گا۔ جونیجہ قبیلے کے لوگوں کو مختار بننے کا موقع نہ ملے گا۔

۲۔ غلام نبی خاں کو تاجہ لیکھی نے شہید کیا۔ آخری وقت میں میر بجار کا اس سے ملنا اور میاں کا بھائی کے لئے وصیت کرنا درست معلوم نہیں ہوتا۔

۳۔ میر بجار واقعی چاہتا تھا کہ کلھوڑہ خاندان میں سے کسی قابل شخص کو مسند حکومت پر بٹھائے، اس کا رجحان سرفراز کی طرف تھا، لیکن عبدالنبی نے قتلِ عام سے ایسی صورت پیدا کر دی کہ خود اس کے سوا کوئی وارثِ مسند نہ رہا۔

۴۔ میر بجار پر تعجب ہے کہ اس نے عبدالنبی کی مسند نشینی قبول کی، در آں حالیکہ وہ چار قریبی رشتہ داروں کو قتل کرا چکا تھا۔ ایسے سنگدل آدمی کو حاکم بنانا شرعاً اور اخلاقاً ناقابلِ تصور تھا، لیکن اس واقعے

پر پونے دو سو سال گزر چکے ہیں ۔ حالات کا پورا نقشہ سامنے نہیں ۔ کیا کہا جا سکتا ہے کہ کن اسباب نے میر کو اس امر پر مجبور کر دیا ؟

عبدالنبی کی حیثیت: ''فریئر نامے'' کا بیان ہے کہ عبدالنبی فاسق اور ناقابلِ اعتماد آدمی تھا ۔ خونریزی میں وہ بڑا بے باک تھا (حـ ۱) ۔ لیکن ایسے شخص کو کس وجہ سے حاکم تسلیم کیا گیا ؟ اس سے کسی کو ملک و قوم کی بھلائی کی کیا امید ہو سکتی تھی ؟ جس شخص نے ذاتی غرض کے لئے اپنے عزیزوں کو بے دریغ قتل کرا دیا اور ان کے خون کی ندی بہا کر اپنی حکمرانی کے سفینے کے لئے روانی کا بندوبست کیا ، وہ عوام کے اموال و نفوس کی حفاظت کا حق کیونکر ادا کر سکتا تھا ؟ اس غلطی کا نتیجہ یہ ہوا کہ میر بجار ، اس کا بیٹا عبداللہ خاں ، عم زاد بھائی فتح خاں مارے گئے اور سندھ پر وہ آفتیں نازل ہوئیں ، جن کا تصور آج بھی دل پر کپکپی طاری کر دیتا ہے ۔

ملکی انتظامات کی درستی: عبدالنبی کی مسند نشینی پر میر بجار نے ملک کا انتظام خود سنبھال لیا ۔ بگڑے ہوئے کارخانے کو از سرِ نو درست کیا ۔ رعایا برسوں سے پریشانی میں مبتلا تھی ۔ باہمی جنگوں میں کئی علاقے تباہ ہو چکے تھے ۔ ان سب کو نئے سرے سے آباد کیا ۔

اللہ بخش جھنجن سلام کے لئے دربارِ عام میں حاضر ہوا ، تو عبدالنبی کے دل میں بھائی کے قتل کی یاد تازہ

۱۔ ''فریئر نامہ'' ص۔ ۲۹ ۔

ھو گئی - وہ سخت غصے میں آ گیا اور بولا - کہ اے نا بکار ! تو میدان چھوڑ کر بھاگ گیا - اپنی جان بچانے کے لئے مضطرب رھا اور آقا کے تمام حقوق بھلا دئے - جب لیکھی نے میرے بھائی کو شہید کرنے کے لئے ھاتھ اٹھایا تھا، تو تو نے اسے کیوں نہ بچایا ؟ تجھے لیکھی کا اتنا پاس کیوں تھا ؟ جو مال لیکھی نے تجھے دیا ، وہ اس کا نہ تھا ، ھمارا تھا - تو نے ننگ و نام کے رشتے کو توڑا اور ھمارا نمک کھا کر ھمیں سے بے وفائی کی -

یہ کہتے ھی حکم دے دیا کہ ا قید میں ڈال دو -

تاجہ لیکھی کی گرفتاری اور رھائی : تاجہ لیکھی بھی اپنے بھائیوں ، بیٹوں اور ساتھیوں کے ھمراہ قید ھو کر آ گیا - عبدالنبی نے اس کے قتل کا حکم صادر کر دیا - اس موقع پر میر بجار نے سفارش کر کے اس کی جان بخشی کرائی - صاحبِ ''فتح نامہ،، نے کیا خوب کہا ھے :

نہ دیدم بجز میر کس در جہاں
کہ کردہ است جاں بخشیِ دشمناں

(میں نے میر بجار کے سوا کسی کو نہیں دیکھا ، جس نے دشمنوں کی جان بخشی کی ھو) -

نہ بودش ازیں امر مقصد جز ایں
کہ آرد بجا سنتِ شاہِ دیں

(اس کا مقصد صرف یہ تھا کہ حضرت رسول اکرم صلعم کی سنت ادا کرے) -

چنانچہ میر کی سفارش پر جھنجن کو قید سے نجات ملی - تاجہ کی جان بچی اور اس کے اھل و عیال قید سے رھا ھوئے (حـ ۱) -

---

۱- یہ تمام حالات ''فتح نامے'' اور ''فریئر نامے'' سے ماخوذ ھیں ''فتح نامہ'' صـ ۹۵ - ۹۸، ''فریئر نامہ'' صـ ۳۱ - ۳۲- میاں نے جس لیکھی کی مذمت اس شدت سے کی ، آگے چل کر اسی کو اپنا مشیر خاص بنایا -

تیرھواں باب

عزت یار خاں کی ھنگامہ آرائی

حالات کا نقشہ: میر بہرام ٹالپر اور اس کے فرزند صوبدار کے قتل پر سندھ میں بد امنی اور کشت و خون کا جو ھنگامہ بپا ھوا تھا ، اس میں مالی و جانی نقصان بھی خاصا ھوا اور ملک کے نظم و نسق کو بھی سخت گزند پہنچا ۔ عوام و اکابر کے علاوہ کلھوڑا خاندان کے پانچ افراد اسی ھنگامے میں موت کے گھاٹ اترے ۔ راجہ لیکھی اور اس کے بیٹے تاجہ نے ٹالپروں کے خلاف گروہ بندی کے سلسلے میں ملک کا خزانہ بری طرح برباد کیا ، حالانکہ اصلاً یہ خزانہ راجہ ، تاجہ ، کلھوڑوں یا ٹالپروں کا نہ تھا ، ملک و قوم کا تھا اور اسے ملک و قوم ھی کی بہبود میں صرف ھونا چاھئے تھا ۔ میر بجار نے نظم و نسق کی بحالی کا کام شروع کر دیا تھا

اور امید پیدا ہوگئی تھی کہ سندھ کے عوام پھر امن و اطمینان کی زندگیاں بسر کرنے لگیں گے اور افراتفری کے زمانے میں ان کے وسائلِ معاش پر جو ضربیں لگی تھیں، ان کی تلافی ہو جائے گی - عین اس وقت افغانستان کی جانب سے فتنہ و فساد کی نئی آندھی اٹھی اور دیکھتے دیکھتے سندھ کے مطلع کو از سر نو تاریک بنانے کے سامان فراہم ہوگئے -

عزت یار خاں: یاد ہوگا کہ مراد یاب کی معزولی کے بعد میاں نور محمد خاں کے تین فرزندوں میں مسند نشینی کے متعلق جھگڑا شروع ہوگیا تھا - اکابرِ سندھ نے غلام شاہ کو حاکم چنا - افغانی دربار نے عطر خاں کو پروانۂ ایالت دے دیا - احمد یار خاں نے عطر خاں کی حمایت کی - انجام کار ملک ان تین بھائیوں میں منقسم ہوگیا - پھر عطر خاں اور احمد یار خاں آپس میں جھگڑ پڑے - آخرالذکر نے اپنے بیٹے عزت یار خاں (ح۔ ۱) کو یرغمال میں دے کر سندھ کی حکومت کا پروانہ حاصل کر لیا - لیکن غلام شاہ کے مقابلے میں نہ عطر خاں ٹھہر سکا نہ احمد یار خاں - وہ دونوں سندھ کو چھوڑ کر بہاول پور پہنچے - احمد یار خاں ہندوستان چلا گیا - عطر خاں کچھ مدت کی ہنگامہ آرائی کے بعد غلام شاہ کے پاس پہنچ گیا - باقی زندگی خاموشی میں گزاری یہاں تک کہ عبدالنبی نے اسے ناحق قتل کرادیا - عزت یار خاں افغانستان ھی میں رہا -

دربار میں شکایات: سرفراز خاں کی معزولی پر سندھ میں

۱- ''جواھر عباسیہ'' نے عزت یار خاں کو عطر خاں کا فرزند قرار دیا ھے، ص۔ ۲۳۰- وہ دراصل احمد یارخاں کا فرزند تھا۔

خانہ جنگی کی آگ بھڑکی تو عزت یار خاں نے اپنے لئے پروانۂ ایالت حاصل کرنے کی کوشش شروع کردی۔ محمود خاں کی مسندنشینی اور معزولی یا غلام نبی خاں اور عبدالنبی خاں کی مسندنشینی کے لئے دربار سے بالکل استصواب نہ کیا گیا۔ ان حالات نے عزت یار خاں کے لئے سخن طرازی کا سازگار موقع بہم پہنچا دیا۔ اس نے بعض درباریوں کو ساتھ ملا کر تیمور شاہ کے پاس عرضداشت پیش کی کہ سندھ میں تفرقہ بپا ہے۔ حالات بہت بگڑ گئے ھیں۔ ٹالپر بلوچ تمام معاملات پر حاوی ھو چکے ھیں۔ ھر طرف شور مچا ھوا ھے۔ عبّاسی خاندان کے ایک فرد کو برائے نام مسند پر بٹھا رکھا ھے اور اختیار کے مالک ٹالپر ھیں۔

پروانۂ ایالت سندھ: چونکہ افراتفری کے زمانے میں مالیہ وصول نہ ھوا تھا اور مقررہ خراج ادا نہ ھوسکا تھا، اس لئے تیمور شاہ نے عرضداشت کو درست سمجھ کر عزت یار خاں کو ایالتِ سندھ کا پروانہ دے دیا۔ اسے ایک ھاتھی اور گراں بہا خلعت عطا ھوا۔ محفوظ خاں حکیم شاھی کو حکم ملا کہ دس ھزار درانی اور بابری سوار لے کر عزت یار خاں کے ساتھ جائے اور اسے سندھ کا حاکم بنا دے۔ ڈیرہ جات کے نائب ناظم قمر الدین کے نام فرمان جاری ھوا کہ لشکر کے لئے خرچ بہم پہنچائے، نیز ڈیرہ جات سے افغانوں اور بلوچوں کا لشکر محفوظ خاں کی اعانت کے لئے تیار کرے۔ میر نصیر خاں والیٔ قلات، ملتان و شکار پور کے ناظموں اور داؤد پوتروں کو بھی ھدایت کر دی گئی کہ عزت یار خاں کی حمایت و اعانت میں کوئی دقیقۂ سعی اٹھا نہ رکھیں۔ ان کے علاوہ کھوسوں کا بھی ایک لشکر تیار ھو گیا۔ یوں مل ملا کر عزت یار خاں

کے جھنڈے کے نیچے تیس ھزار آدمی جمع ھوگئے (ح۔ ۱)۔

میر بجار کی پریشانیاں: میر بجار خاں کی پریشانیوں کا اندازہ فرمائیے۔ وہ ملک اور اھل ملک کو بدامنی کی مصیبتوں سے نجات دلانے کے لئے کوشاں تھا، لیکن دربار افغانستان حقیقی حالات کی چھان بین کئے بغیر سندھ کو رزم و پیکار کے شعلوں کا جولان کدہ بنانے پر تلا بیٹھا تھا۔ میر بجار کی خواھش یہ نہ تھی کہ مدافعت کے ضروری انتظامات کئے بغیر افغانستان کے خلاف جنگ کا اعلان کردے، لیکن اسے یہ بھی گوارا نہ تھا کہ اھل ملک اپنی صوابدید کی بنا پر جو بندوبست کرلیں، دربار افغانستان بے وجہ درھم برھم کر ڈالے۔ دربار افغانستان کا حق، بشرطیکہ اسے حق قرار دینا جائز ھو، یہ تھا کہ خراج وصول کرتا رھے۔ خراج اسی صورت میں وصول ھوسکتا تھا کہ ملک کے انتظامی کاروبار میں خلل نہ آئے۔ اس مصلحت سے افغانستان بالکل بے پروا تھا۔ اسے یہ بھی احساس نہ تھا کہ کوئی قدم اٹھانے سے پہلے سندھ کے اکابر سے بات چیت کرے۔ میر بجار کے سامنے دو راستے تھے۔ اول یہ کہ تیمور شاہ کے فرمان کے سامنے سر جھکا دیتا اور اپنے وطن کی خدمت کے امکانات کو خواہ وہ کتنے ھی محدود تھے، معرض خطر میں ڈال دیتا۔ دوم یہ کہ مردانہ وار اس غلط فیصلے کا مقابلہ کرتا۔ اس نے غور و فکر کے بعد دوسرا راستہ اختیار کیا اور عزت خاں کے مقابلے کو تیار ھو گیا۔

عزت یار خاں کا خط: ''فریئر نامے،، کے قول کے مطابق

۱۔ ''فتح نامہ'' ص۔ ۹۹ - ۱۰۲ و ''فریئر نامہ'' ص۔ ۳۲ - ۳۳۔

ایک فرمان میر بجار خاں کے نام آیا کہ عبدالنبی کو معزول کر کے عزت یار خاں کی فرمانبرداری قبول کرلو۔ خود عزت یار خاں نے بھی ایک خط بھیجا جس میں مرقوم تھا:

اے میر! میں آپ کو چچا کے برابر جانتا ہوں۔ آپ کے لئے بہتر یہی ہے کہ میری اطاعت قبول کریں اور صدق ارادت سے میرے پاس آ جائیں۔ میں تمام مہماتِ امور کو آپ کے حوالے کردوں گا۔ نیز آپ جانتے ہیں کہ میں اجنبی نہیں، میرا دادا خدا یار خاں تھا۔ آپ یہ طریقہ اختیار کریں گے تو تیمور شاہ کی طرف سے آپ کے عز و جاہ میں اضافہ ہوگا۔ اگر آپ جنگ کریں گے تو مجھے افسوس ہوگا۔ مبادا ایسا امیر جنگ میں ضائع ہوجائے (ح۔ ۱)۔

''فتح نامے،، کا بیان بھی یہی ہے۔ یعنی عزت یار خاں نے لکھا:

تو مختار اندر اموراتِ ملک
بہ تو می سپارم مہماتِ ملک

(تو ملکی امور کا مختار ہوگا— میں ملک کا کاروبار تیرے حوالے کردوں گا)۔

بہ تقدیم حکم ہمایونِ شاہ
ترا روز افزون شود عز و جاہ

(بادشاہ کا حکم مبارک پورا کر دینے میں— تیری عزت اور مرتبہ روز افزوں ہوگا)۔

۱- ''فریئر نامہ'' ص۔ ۳۴۔

اگر جنگ جوئی ترا سود نیست
که در کشت و خون هیچ بهبود نیست (حـ ۱)

(اگر تو جنگ کرے گا تو اس سے کچھ فائدہ نہ ہوگا — کشت و خون میں کوئی نفع نہیں)۔

میر بجار کا جواب: میر بجار نے اس خط کا جواب دیا۔ اس میں شکریے کے بعد لکھا:

عبدالنبی خان هم عم توهست گویا جنگ او جنگِ پدرهست با پدر جنگ کردن ثمرهٔ خوب ندارد۔ هم عبدالنبی خان قدیم ولی نعمتِ من است وازو سر کشیدن نه شرطِ وفا است. نیک و بد در اختیارِ خدا است و من در رکابِ آقای خود در آن طرف می آیم. والسلام (حـ ۲)۔

عبدالنبی خاں آپ کا چچا ہے، اس سے جنگ گویا باپ سے جنگ ہے اور باپ سے جنگ کرنے کا پھل اچھا نہیں ہوتا۔ نیز عبدالنبی خاں میرا قدیم ولی نعمت ہے۔ اس کی مخالفت کرنا آئینِ وفا کے خلاف ہے۔ نیک و بد خدا کے ہاتھ ہے۔ میں بھی اپنے آقا کے هم رکاب اس طرف آرہا ہوں۔

جنگ: غرض میر بجار اور عبدالنبی اٹھارہ ہزار فوج لے کر خدا باد نو سے روانہ ہوئے اور منزلیں طے کرتے ہوئے روہڑی پہنچ گئے۔ وہاں پہلے سے دو سو کشتیاں تیار تھیں۔

۱۔ ''فتح نامہ'' ص۔ ۱۰۲ - ۱۰۳ -

۲۔ ''فریئر نامہ'' ص۔ ۳۴-۳۵ - بعض دوسرے مقامات کی طرح ''فریئر نامے'' نے یہاں بھی ''فتح نامے'' کے اشعار کو نثر کا جامہ پہنا دیا۔

ان سے دریا پر پل باندھا گیا اور ایک دو راتوں میں پورا لشکر گذر کر شکار پور کی جانب روانہ ھوا ۔

لکھی اور شکار پور کے درمیان جنگ ھوئی جس کا نقشہ ''فتح نامے''، میں یوں کھینچا گیا ھے:

چو شمشیر بلوچ بران شدہ
زمین سرخ از خونِ افغان شدہ
(جب بلوچوں کی تلواریں چلنے لگیں — تو زمین
افغانوں کے خون سے سرخ ھوگئی ۔)
شدند از صف آخر گریزان ھمہ
نیامد جز افغان ز افغان ھمہ
(تمام صفوں سے بھاگنے لگے — اور افغانوں
سے آہ و فغاں کے سوا کچھ بن نہ آیا ۔)
فتادہ یکی بر زمین امن خواہ
گریزان دگر با سرِ بی کلاہ (حـ ۱)
(ایک زمین پر گرا ھوا امان مانگ رھا تھا —
تو دوسرا ننگے سر بھاگا جا رھا تھا ۔)

کھوسوں نے بڑے زور سے حملہ کیا ۔ میر بجار گھوڑے سے اتر آیا اور شیر کی طرح ان پر جھپٹا ۔ تھوڑی دیر میں کھوسوں کا زور بھی ٹوٹ گیا ۔ بہت سے تلواروں کا لقمہ بن گئے ۔ جو باقی رھے، وہ بھاگ نکلے ۔ عزت یار خاں نے بھی محفوظ خاں کے ساتھ اپنی جان سلامت لے کر راہِ فرار اختیار کی ۔ اس کا سارا سامان، مسندِ خاص، پالکی، نالکی، وغیرہ بلوچوں کے ھاتھ آیا ۔

۱۔ ''فتح نامہ'' صـ ۱۰۵ ۔

"فریئر نامے" کا بیان: "فریئر نامے" نے جنگ کی کیفیت یوں لکھی ھے:

صبح کے وقت دونوں لشکر جنگ کے لئے کمربستہ ھوئے۔ دونوں طرف سے اژدر اساس توپیں آگ برسانے لگیں۔ بندوقوں کی گولیاں موسم بہار کے اولوں کی طرح برسنی شروع ھوئیں۔ جوانوں نے... تلواریں اٹھائیں اور جنگ کی آگ کو تلواروں کے پانی سے بجھایا۔ زمین ایک دوسرے کے خون سے لالہ زار بن گئی۔ میدانِ جنگ کے پتھر مرجان کی طرح سرخ ھوگئے۔ آخر فتح و ظفر کی نسیم سے میاں عبدالنبی خاں کے فتح نشان جھنڈوں کے پرچم لہرانے لگے۔ عزت یار خاں بے عزتوں کی طرح خوفِ جان سے اور محفوظ خاں... خوفِ ھلاکت سے بھاگ نکلے (ح۔ ۱)۔

شکار پور کا محاصرہ: شکست خوردہ افغان لشکر کا ایک حصہ بھاگ کر شکار پور پہنچ گیا اور قلعہ بند ھو بیٹھا۔ فریئر نامے کے بیان کے مطابق ان لوگوں میں وزیراعظم کابل کا بیٹا بابری خاں، حاکم شکار پور اور بعض دوسرے سردار بھی تھے (ح۔ ۲)۔ میر بجار نے آگے بڑھ کر شہر کا محاصرہ کرلیا۔ کچھ مدت تک اندر سے توپوں کے گولے آتے رھے۔ میر بجار نے حکم دے دیا کہ ھلہ کر کے قلعہ لے لو۔ جب محصورین کو کوئی چارہ نظر نہ آیا تو قلعے کے دروازے

۱۔ "فریئر نامہ" ص۔ ۳۵، ۳۶۔
۲۔ "فتح نامہ" ص۔ ۹۹، ۱۰۸۔

ان سے دریا پر پل باندھا گیا اور ایک دو راتوں میں پورا لشکر گذر کر شکار پور کی جانب روانہ ہوا۔

لکھی اور شکار پور کے درمیان جنگ ہوئی جس کا نقشہ ''فتح نامے''، میں یوں کھینچا گیا ہے:

چو شمشیر بلوچ بران شده
زمین سرخ از خونِ افغان شده
(جب بلوچوں کی تلواریں چلنے لگیں — تو زمین
افغانوں کے خون سے سرخ ہو گئی۔)
شدند از صف آخر گریزان همه
نیامد جز افغان ز افغان همه
(تمام صفوں سے بھاگنے لگے — اور افغانوں
سے آہ و فغاں کے سوا کچھ بن نہ آیا۔)
فتاده یکی بر زمین امن خواه
گریزان دگر با سرِ بی کلاه (۱)
(ایک زمین پر گرا ہوا امان مانگ رہا تھا —
تو دوسرا ننگے سر بھاگا جا رہا تھا۔)

کھوسوں نے بڑے زور سے حملہ کیا۔ میر بجار گھوڑے سے اتر آیا اور شیر کی طرح ان پر جھپٹا۔ تھوڑی دیر میں کھوسوں کا زور بھی ٹوٹ گیا۔ بہت سے تلواروں کا لقمہ بن گئے۔ جو باقی رہے، وہ بھاگ نکلے۔ عزت یار خاں نے بھی محفوظ خاں کے ساتھ اپنی جان سلامت لے کر راہِ فرار اختیار کی۔ اس کا سارا سامان، مسندِ خاص، پالکی، نالکی، وغیرہ بلوچوں کے ہاتھ آیا۔

۱۔ ''فتح نامہ'' ص۔ ۱۰۵۔

"فریئر نامے" کا بیان: "فریئر نامے" نے جنگ کی کیفیت یوں لکھی ہے:

صبح کے وقت دونوں لشکر جنگ کے لئے کمربستہ ہوئے۔ دونوں طرف سے اژدر اساس توپیں آگ برسانے لگیں۔ بندوقوں کی گولیاں موسم بہار کے اولوں کی طرح برسنی شروع ہوئیں۔ جوانوں نے . . . تلواریں اٹھائیں اور جنگ کی آگ کو تلواروں کے پانی سے بجھایا۔ زمین ایک دوسرے کے خون سے لالہ زار بن گئی۔ میدانِ جنگ کے پتھر مرجان کی طرح سرخ ہوگئے۔ آخر فتح و ظفر کی نسیم سے میاں عبدالنبی خاں کے فتح نشان جھنڈوں کے پرچم لہرانے لگے۔ عزت یار خاں بے عزتوں کی طرح خوفِ جان سے اور محفوظ خاں . . . خوفِ ہلاکت سے بھاگ نکلے (ح۔ ۱)۔

شکار پور کا محاصرہ: شکست خوردہ افغان لشکر کا ایک حصہ بھاگ کر شکار پور پہنچ گیا اور قلعہ بند ہو بیٹھا۔ فریئر نامے کے بیان کے مطابق ان لوگوں میں وزیراعظم کابل کا بیٹا بابری خاں، حاکم شکار پور اور بعض دوسرے سردار بھی تھے (ح۔ ۲)۔ میر بجار نے آگے بڑھ کر شہر کا محاصرہ کرلیا۔ کچھ مدت تک اندر سے توپوں کے گولے آتے رہے۔ میر بجار نے حکم دے دیا کہ حملہ کرکے قلعہ لے لو۔ جب محصورین کو کوئی چارہ نظر نہ آیا تو قلعے کے دروازے

۱۔ "فریئر نامہ"، ص۔ ۳۵، ۳۶۔

۲۔ "فتح نامہ" ص۔ ۹۹، ۱۰۸۔

کھول دیئے - میر بجار نے عام منادی کرادی کہ اگر میرے لشکر میں سے کسی نے دودھ کا ایک گھونٹ بھی جبراً چھینا تو اس کا ھاتھ کاٹ دیا جائے گا - یہ بادشاہ کا شہر ھے اور ھم بادشاہ کے فرمانبردار ھیں - یہاں کسی چیز کو ھاتھ نہیں لگایا جاسکتا - اس حکم نے ھزاروں غریبوں کی جانیں اور شریفوں کی عزتیں محفوظ کردیں -

افغان سرداروں کا اعزاز: جب اطمینان ھو گیا تو میر بجار نے ایک ایک افغان سردار کو یکے بعد دیگرے عبدالنبی خاں کے سامنے پیش کیا - اس کے نام اور رتبے کا حال معلوم کر کے ھر ایک کو مناسب خلعت، گھوڑا، خیمہ اور راستے کا خرچ دلا کر رخصت کر دیا - وہ لوگ اپنا سامان بھی ساتھ لے گئے -

یہ واقعہ میر بجار کی دو بلند خصوصیتوں کا آئینہ دار ھے - وہ لڑائی کا خواھاں نہ تھا - ناخواستہ پیش آ گئی تو مردِ میدان کی طرح اھتمام کو پہنچایا، لیکن جوشِ فتح میں بھی اس کے تدبر و مآل اندیشی کی صلاحیت ماؤف نہ ھوئی - وہ جانتا تھا کہ شکار پور کے ساتھ مفتوحہ شہر کا سا سلوک شاہ افغانستان کے خلاف اعلانِ جنگ کے مترادف ھوگا - اس کے لئے وہ اس وقت تیار نہ تھا - اس سے اندازہ ھوسکتا ھے کہ بجار کتنا نادر شخص تھا - دیکھئے، اٹھارھویں صدی میں سندھ نے یار محمدؐ خاں، نور محمدؐ خاں، شاہ بہارا، میر بہرام، غلام شاہ خاں اور میر بجار جیسے آدمی بھی پیدا کئے جو ملک داری، جنگ آزمائی اور سیاست آرائی میں اتنے رفیع الشان تھے کہ انھیں بہترین مشاھیر کے برابر انتہائی عزت کے مقام پر بٹھایا جاسکتا ھے -

"جواھر عباسیہ" کا بیان: "جواھر عباسیہ"، میں عزت یار خاں کو عطر خاں کا بیٹا قرار دے کر لکھا گیا ھے کہ وہ عبدالنبی سے اپنے والد کے خون کا بدلہ لینے آیا تھا اور تیمور شاہ کے حکم کے مطابق نور محمد خاں بابری (ابن امیر الملک گل محمد خاں) اور بعض دوسرے امرائے شاھی ساتھ تھے - عزت یار خاں نے نواب بہاول خاں سے بھی مدد مانگی تھی - نواب کے نام میر بجار کی طرف سے بھی ایک رقعہ پہنچ گیا تھا کہ آپ ضرور تشریف لائیں -

نواب بہاول خان میر بجار کی امداد کے لئے تیار ھو کر گیا، لیکن اس کے پہنچنے سے پیشتر میر جنگ میں کامیابی حاصل کرچکا تھا-عزت یارخاں اور کھوسہ بلوچوں کو سادات و علماء کی سفارش سے نجات مل گئی - نور محمد خاں بابری میر بجار کی خاطر داری سے متاثر ھو کر دوست بن گیا - بجار شکار پور سے واپس ھوا تو نواب بہاول خان اوباوره پہنچ چکا تھا - میر کے فرزند عبداللہ خان نے نواب موصوف کا استقبال کیا - نواب روھڑی پہنچا تو میاں عبدالنبی کا فرزند محمد عارف اور میر بجار پیشوائی کے لئے آئے - نواب کی بڑی تواضع ھوئی - میر نے نہایت قیمتی تحفے اور تبرکات نذر کئے - ان میں سیماب مکاس کے چند دانے بھی تھے - دس روز روھڑی میں گزار کر نواب نے مراجعت کی (حـ ۱) -

عبدالنبی خان کا خط: آخر میں عزت یارخاں کی ھنگامہ آرائی کے متعلق صرف ایک دستاویز رہ گئی، وہ عبدالنبی خاں کا ایک خط ھے جو وزیر شاہ ولی خاں کے فرزند شیر خاں وزیر اعظم تیمور

۱- "جواھر عباسیہ" صـ ۲۳۰ - ۲۳۳ -

کو لکھا گیا، تھا اور ''انشائے عطارد''، میں شامل ھے، اس خط کے آغاز میں بتایا گیا ھے کہ نیازمندی میں قطعاً کوتاھی نہ ھوئی تھی، البتہ رقم خراج کے پہنچنے میں دیر ھو گئی تھی اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ سندھ کی ایالت کا پروانہ برخوردار عزت یار خاں کو مل گیا -

عالی‌جاہ خان صاحب سردار نور محمد خان بتائیدِ او از حضورِ معلّٰی منزل بہ منزل ورودِ شکارپور گردیدند، موجب تعجب افزود کہ باوجود وجودِ مبارک ملازمان عالی ایں ھمہ غضب بادشاھی از بہرچیست؟ ولیکن بعد از مقابلہ لشکر کہ برخوردار مذکور تاب نیاوردہ ھزیمت را غنیمت شمردہ، خان صاحب مذکور در قلعہ شکارپور مکث فرمود، ساکنان قلعہ از دستبرد حادثات دوران برکنار شدند (حـ ۱) -

نور محمد خاں، عزت یار خاں کی حمایت میں بادشاہ کی طرف سے مقرر ھوا، اور منزل بمنزل دونوں شکارپور پہنچے، بڑا تعجب ھوا کہ آپ کے ھوتے ھوئے بادشاھی غضب کی وجہ کیا تھی ؟ لشکروں کا مقابلہ ھوا تو برخوردار عزت یار خان تاب نہ لا سکا، اور شکست کھا کر بھاگ گیا، اور محمد خان شکارپور کے قلعے میں جائے گا، قلعہ نشینوں نے مقابلے سے کنارہ کشی اختیار کرلی اور یوں حادثاتِ روزگار کی دستبرد سے محفوظ رھے-

آگے لکھا ھے کہ غلام صدیق خاں حاکم شکارپو میرے پاس آیا، میں نے اسلاف کے طریقہ کے مطابق نیازمندی کی

۱- ''انشائے عطارد'' ص- ۵۹-

شرطیں پوری کردیں، وھاں سے کوچ کر کے دریا کو عبور کیا اور ملکی انتظامات میں مشغول ھوگیا، جو بہت ابتر و پریشان ھوچکے ھیں۔ بادشاہ جب میر محمدؐ نصیر خاں والیٔ قلات پر خفا ھوا تھا تو نواب شاہ ولی خاں (والدِ مکتوب الیہ) نے مربی گری فرماتے ھوئے بادشاہ کی خفگی دور کردی تھی۔ آپ بھی مربی گری فرماتے ھوے بادشاہ کے غصے کو ٹھنڈا کریں (حـ ۱)۔

جنگ کے متعلق مثنوی: تکملۂ مقالات الشعراء سے معلوم ھوا کہ بندہ علی متخلص بہ ''علی'' نے جو میرزا باقر گرجی کا فرزند تھا، عبدالنبی اور عزت یار خاں کی جنگ کے متعلق ''جنگ نامہ'' کے نام سے ایک مثنوی لکھی تھی۔ یہ مثنوی کہیں نظر سے نہ گزری، اور نہ صاحبِ تکملہ مقالات نے اس کا کوئی حصہ یا کوئی شعر بطور نمونہ نقل کیا۔ کسی نے اس جنگ کے ختم کی تاریخ نکالی تھی۔

آخرش اماں

۱۱۹۳ھ

۱- ''انشائے عطارد'' ص- ۶۰ - ۶۱ -

چودھواں باب

تیمورشاہ کی یورش

شاہ کی چڑھائی: تیس ہزار افغانی فوج کا اٹھارہ ہزار سندھیوں کے مقابلے میں شکست کھانا معمولی واقعہ نہ تھا - میر بجار کے مخالفوں اور حاسدوں کو ایک پختہ دستاویز ھاتھ آگئی اور وہ شاہ کو بر انگیختہ کرنے لگے - انھوں نے کہا کہ سلطنت کا نظم درھم برھم ھورھا ھے - سندھ کے بلوچ حدِ ادب سے تجاوز کر چکے ھیں - انھوں نے شاھی لشکر کا مقابلہ کیا - شاہ کے فرمان و خلعت کا احترام ملحوظ نہ رکھا - اس واقعے کی شہرت دور و نزدیک تک جا پہنچی ھے - بادشاہ کو بہ نفسِ نفیس تدارک فرمانا چاھئے - اگر سندھیوں کو عبرت ناک سزا نہ دی گئی تو دوسرے خطّوں کے ناظم بھی حضور کی اطاعت کا جؤا گردنوں سے اتار پھینکیں گے -

چنانچہ شاہ جوشِ غیظ میں بھاری لشکر لے کر سندھ پر یورش کے ارادے سے نکل پڑا۔ محفوظ خاں اگرچہ میر بجار سے شکست کھا چکا تھا۔ لیکن شکست کے بعد میر کے حسن سلوک کے باعث مخلص دوست بن گیا تھا۔ وہ بھی اس یورش میں شاہ کے ساتھ تھا۔ اس نے اپنے طور پر میر کو اطلاع دے دی کہ میں نے معاملات کو درست کرنے کی بڑی کوششیں کیں لیکن مزاج مقدس بے حد برہم ہے۔ امید نہیں کہ رقم خراج پیش کر کے بھی مخلصی کی کوئی صورت پیدا ہو۔ جو کچھ امکان میں ہو، کر لیجیے (حـ ۱)۔

میر بجار کے اقدامات: یہ اطلاع پاتے ہی میر بجار فوج لے کر دوبارہ روہڑی کی جانب روانہ ہو گیا۔ عبدالنبی ساتھ تھا۔ روہڑی پہنچتے ہی میر نے حکم دیدیا کہ شاہ کی تشریف آوری سے پیشتر دریا پر کشتیوں کا پل تیار کردیا جائے۔ پھر چند منزل آگے بڑھ کر شاہ کی خدمت میں عریضہ بھیجا کہ آپ ظل اللہ ہیں۔ ہماری خوش نصیبی ہے کہ دھقاں سرا کی طرف قدم رنجہ فرمایا، اس بندۂ درگاہ کو مدت سے زمین بوسی اور باریابی کا اشتیاق تھا۔ بعض خود غرضوں نے حضور کی خدمت میں الٹی سیدھی باتیں پیش کر کے سوءِ ظن پیدا کردیا۔ اس عاجز کی آرزو یہ ہے کہ دور و نزدیک کے تمام حالات بلاواسطہ بارگاہ میں پیش کروں تاکہ مدعیوں کا جھوٹ ظاہر ہوجائے اور

۱۔ ''فریئر نامہ'' ص۔ ۳۸۔ اصل الفاظ یہ ہیں:
محفوظ خاں۔۔۔ تمامی احوال نوشتہ پیش میر بجار خاں و عبدالنبی خاں فرستاد کہ من در باب صلح بسیار عرض نمودم، لیکن ھیچ پذیرائی در درگاہ نہ شد۔ ہر طوری کہ باید، بہ احوال خود پردازند۔

حضور یقین فرمالیں کہ سچا کون ہے اور جھوٹا کون (حـ ۱) -

شاہ کی واپسی: یہ عریضہ ملاحظہ فرماتے ھی بادشاہ کا غصہ بڑی حد تک فرو ھو گیا۔جب اس نے سنا کہ میر نے میری آمد کی خبر سن کر دریا پر کشتیوں کا پل بندھوادیا ہے تاکہ عبور میں زحمت نہ ھو اور مجھے پل کا انتظام نہ کرنا پڑے تو اسے یقین ھو گیا کہ میر کے خلاف سرکشی اور بغاوت کی تمام شکایتیں بے اصل ھیں -

اس وقت میر کے ھمراہ تیس ھزار فوج تھی - دربار میں حاضر ھوا تو اس نے عرض کیا کہ میں پہلے بھی لڑنا نہ چاھتا تھا - افغانی فوج کے شدید اصرار نے مجھے مدافعت پر مجبور کر دیا - فتح کے بعد میں نے کارپردازانِ شاھی کے ساتھ جو برتاؤ کیا، اس کی شہادت حضور خود ان لوگوں سے لے سکتے ھیں - شاہ بالکل مطمئن ھو گیا - چنانچہ اس جگہ عبدالنبی کے نام سندھ کی حکومت کا فرمان صادر کردیا -

لشکر کشی کا خرچ: فریئر نامہ کا بیان ہے کہ عفو و درگزر کے ساتھ ھی شاہ نے فرمایا :

> ھر قدر خرچ کہ دریں لشکر کشی خدام بادشاھی نمودہ اند میر صاحب و عبدالنبی ادا نمایند - میرصاحب وعبدالنبی خاں از خدا می خواستند کہ جنگ نہ شود، آں را قبول نمودند (حـ ۲) -

اس لشکر کشی میں بادشاہ کو جو کچھ خرچ کرنا پڑا وہ میر بجار اور عبدالنبی ادا کریں - میر صاحب اور

۱- ''فریئر نامہ'' صـ ۳۹ اور ''فتح نامہ'' صـ ۱۱۳ ' ۱۱۴ -
۲- ''فریئر نامہ'' صـ ۴۰ -

میاں صاحب دعائیں مانگ رہے تھے کہ جنگ نہ ہو۔ انھوں نے خرچ ادا کرنا قبول کرلیا۔

''فتح نامہ،، سے ظاہر ہوتا ہے کہ صرف خراج ادا کرنے کی تاکید کی گئی تھی:

رسد زود زیں پس زر مالیات
که جاری شود بهر لشکر برات

(اب جلد خراج کا روپیہ پہنچایا جائے تاکہ لشکر کی تنخواہ ادا ہو)۔

دریں راہ شد خرج زرہا کثیر
رسد زود تر مالیات خطیر (ح۔ ۱)

(اس سفر میں بہت روپیہ خرچ ہوا۔ بڑی رقمیں جلد پہنچنی چاہئیں)۔

خلعت و خطاب: اس موقع پر تیمور شاہ نے میاں عبدالنبی کو ''معتمد الدولہ شاہ نواز خاں فیروز جنگ،، کا خطاب اور خلعت عطا کیا۔ میرعلی شائق کے قصیدے سے ظاہر ہوتا ہے کہ خطاب کے ساتھ شاہ نے میاں عبدالنبی کو ایک ہاتھی دیا تھا جس کی جھول زریں تھی اور عراقی گھوڑے عطا کیے تھے۔ نیز:

جیغه و سر پیچ و بالا پوش سنجاب و سمور
همره فرمان والا شهپر بال هما

۱۔ ''فتح نامہ'' ص۔ ۱۱۴۔

شائق نے خلعت با امن سے ان عطیات کی تاریخ نکالی (ح۔ ۱) -
۱۱۹۴

"فتح نامہ" کا بیان: فتح نامہ سے معلوم ہوتا ہے کہ شاہ نے میر بجار خاں کی معروضات سنیں تو ان لوگوں پر سخت خفا ہوا جو جنگ کی آگ بھڑکانے کے درپے تھے:

به فرسود با اهل فتنت همه
که ای دشمن ملک و دولت همه

(فتنہ انگیزوں سے اس نے کہا — کہ اے
ملک اور سلطنت کے دشمنو!)

اگر مرتکب وی به عصیان شدی
ز اردوی شاهی گریزان شدی

(اگر میر بجار سرکشی کا مرتکب ہوتا —
تو شاہی لشکرگاہ سے بھاگ جاتا)

چو در دعوئ خویش او صادق است
به حجت چنین بر شما فائق است

(وہ چونکہ اپنے دعوے میں سچا ہے — اس لئے
آج تم سب پر فوقیت لے گیا ہے)

۱- "قصیدہ شائق" قلمی نسخہ ص۔ ۳۰ - صبح صادق سے معلوم ہوا کہ ۱۱۹۳ھ میں تیمور شاہ سندھ کے انتظام کے لئے آیا تھا - مخالفوں نے اسے برانگیختہ کر کے بہاول پور پر حملہ کرادیا - تاخت و تاراج میں بہاول پور کو سخت نقصان پہنچا - اور تیمور شاہ واپس جاتے وقت صاحبزادہ مبارک خاں کو بہ طور یرغمال ساتھ لے گیا - چنانچہ صاحبزادہ ایک سال کابل میں رہا ("صبح صادق" ص-۸۹)-

محفوظ خاں نے شاہ کو مائل بہ لطف پایا تو سادات کو بلا لیا ۔ وہ قرآن مجید ساتھ لائے ۔ پھر خان موصوف نے عرض کیا کہ حضور مناسب یہ ہے کہ ان سادات کی خاطر اور کلام پاک کی تقدیس کی خاطر یہاں سے لوٹ چلیں :

همان وقت آن سایهٔ ذوالجلال
نمود از کرم زان مکان انتقال

(اس وقت خدا کا وہ سایہ — لطف و نوازش سے
کام لیتے ہوئے اس جگہ سے روانہ ہو گیا)

رقم گشت صادر بہ لطفِ کثیر
بہ تسکین عبدالنبی خان و میر

(اسی وقت کمال مہربانی سے — عبدالنبی خاں
اور میر بجار کی تسلی کے لئے لکھ دیا)

کہ ما عفو کردیم عصیانِ شان
ترحم نمودیم بر جان شان (ح۔ ۱)

(کہ ہم نے ان کے گناہوں کو معاف کر دیا
— اور ان کی جانوں پر رحم کیا)

میر بجار کا عریضہ : انشائے عطارد میں تیمور شاہ کے نام میر بجار کا ایک عریضہ درج ہے ۔ نفس مضمون سے متبادر ہوتا ہے کہ غالباً یہی عریضہ اس نازک موقع پر بھیجا گیا تھا جس کا ذکر اوپر آیا ہے ۔اس کے مطالب کا خلاصہ ذیل میں درج ہے :

۱ ۔ احقر میاں غلام شاہ اور محمد سرفراز خاں کے زمانے میں بھی خدمت پر مامور تھا اور خراج کا روپیہ اس اہتمام سے

۱۔ ''فتح نامہ'' ص۔ ۱۱۳ - ۱۱۴ -

ادا کرتا رہتا تھا کہ ایک حبہ بھی باقی نہ تھا ۔

۲ - اس مرتبہ زر خراج کے ارسال میں جو توقف ہوا ، اس کی وجہ یہ ہے کہ ملک ویران ہوگیا ۔ محمد سرفراز خاں کی معزولی کے بعد حق ناشناش نمک حراموں نے انتظامات کے سلسلے درھم برھم کر ڈالے ۔ ایک طرف سے اھلِ کچھ، دوسری طرف سے نہمردی، تیسری طرف سے راجہ لیکھی کے بیٹوں، بلاول اور سجاول نے سندھ کے مختلف پرگنوں کو تاخت و تاراج سے بے چراغ کر دیا ۔

۳ - ان حالات کے باوجود احقر کی کوشش یہ تھی کہ نو روز سے پہلے پہلے روپے کا بندوبست کر کے بارگاہِ عالیہ میں پہنچا دے ۔ اس اثنا میں حضور کی جانب سے سندھ کی سرداری کا فرمان عزت یار خاں کے نام جاری ہوگیا ۔ اس وجہ سے جو حالت پیدا ہوئی ، اس میں ساری رعایا بیم و ہراس کے باعث گھر بار چھوڑ کر ادھر آدھر بھاگ گئی اور میری خواھش کے پورا ہونے کی کوئی صورت باقی نہ رہی ۔

۴ - دست بستہ عرض ہے کہ حضور تمام حالات کو پیش نظر رکھتے ہوئے ہم پر رحم فرمائیں اور کسی معتبر و حق شناس شخص کو مقرر فرما دیں ، جو سندھ کے حاصلات اپنے پاس بہ طور امانت جمع کرتا جائے ۔ لشکر اور عملہ کی تنخواھیں ادا کرنے کے بعد جو کچھ باقی بچے خزانۂ عامرہ میں داخل کردے ۔

۵ - حضور خود اس ملک میں پہنچ گئے ھیں ۔ حاصلاتِ ملک کو ملاحظہ فرمالیں اور مالیات کی تشخیص کرائیں ۔ اس وقت حضور پر غلام کی صدقِ ارادت اور رسوخ عقیدت

کی حقیقی حیثیت آشکارا ہو جائے گی - یہ بھی معلوم ہو جائے گا کہ غلام مقررہ رقم کے پہنچانے میں شرائط بندگی کو کس اہتمام سے پورا کرنے کا خواہاں ہے (حـ ۱) -

عریضہ پر تبصرہ: اس عریضہ پر مفصل تبصرے کی ضرورت نہیں لیکن چند امور کی طرف اشارہ کر دینا ضروری ہے:

۱ - اس میں ملک کی حالت کا جو نقشہ پیش کیا گیا ہے، وہ بڑا ہی دردناک ہے - اس سے اندازہ ہوسکتا ہے کہ افغانستان کے تسلط اور بعض ملکی فتنہ انگیزوں کی حق ناشناسی نے اہلِ ملک کو کن مصائب کا ہدف بنا دیا تھا -

۲ - اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ میر بجار خاں اگرچہ وقت کا بہت بڑا مدبر اور سیاست دان تھا لیکن اس کے تدبر و سیاست میں سخن طرازی اور سخن سازی کو کوئی دخل نہ تھا - وہ ہر معاملے میں راستبازی اور صداقت شعاری پر کاربند تھا - چنانچہ ملاحظہ فرمائیے کہ اس نے ادائے خراج کے بارے میں توقف کے متعلق سارے حالات بے کم و کاست شاہ کی خدمت میں پیش کر کے عرض کیا کہ ذرا تحمل سے کام لیجئے اور مہلت دیجئے - کوئی اور شخص ہوتا تو مبالغہ آمیز وعدے کر کے وقت گزارنے کا طریقہ اختیار کرتا -

۳ - یہ تجویز بھی پیش کردی کہ اپنا کارندہ مقرر کر دیجئے جو انتظامی مصارف ادا کرنے کے بعد بچت کی رقم خزانۂ عامرہ میں داخل کرتا جائے - اس سے یہ نہ

۱- "انشائے عطارد"، ص- ۳۵ — ۳۸ -

سمجھا جائے کہ میر بجار سندھ میں دوعملی پیدا کرنا چاھتا تھا ۔ حاشا وکلا ۔ وہ صرف اس روشن حقیقت کو شاہ کے دل پر نقش کرنا چاھتا تھا کہ ملک کے حالات واقعی بے حد خراب ھوچکے ھیں اور ان کو معمول پر لانے میں وقت لگے گا ۔

۴ ۔ ادائے زر کی ذمہ داری قبول کرلی لیکن صاف صاف کہہ دیا کہ جب تک ملک میں امن قائم نہ ھوگا اور لوگ اطمینان اور دلجمعی سے کام کاج شروع نہ کریں گے، روپیہ کہاں سے آئے گا ۔

۵ ۔ اپنے بلیغ انداز میں شاہ پر یہ بات بھی آشکارا کر دی کہ ادائے زر خراج میں تاخیر کی ذمہ داری ھم پر عائد نہیں ھوتی ۔ اس کا ذمہ دار دربار ھے ، جس نے تحقیقِ احوال کے بغیر عزت یار خاں کو ایالت سندھ کا پروانہ دے دیا اور نظم و نسق کا شیرازہ درھم برھم کیا ۔

یہ میر بجار خاں تھا ۔ اگر ایسے لوگوں کو اطمینان سے کام کا موقع ملتا تو اس حقیقت میں کسے کلام ھوسکتا ھے کہ سندھ کہیں سے کہیں پہنچ جاتا ۔

ایک ضروری بات : آخر میں ایک ضروری بات عرض کر دینی چاھئے اور وہ یہ کہ اگر شاہ نے فوج کشی کا خرچ سندھ پر ڈالا تو اس کے لئے شرعاً یا اخلاقاً کون سی وجہ جواز پیش کی جا سکتی ھے؟ شاہ نے خود بے سبب عزت یار خاں کو پروانۂ ایالت دے کر سندھ میں خانہ جنگی کی آگ بھڑکائی اور میر بجار خاں کو مدافعت کی غرض سے لڑنا پڑا جس میں افغان فوج نے شکست کھائی ۔ پھر شاہ خود

فوج لے کر آگیا ۔ اس کا خرچ سندھ کے ذمے ڈالنا سراسر خلافِ انصاف تھا ۔ اس سے بھی ظاہر ہو گیا کہ سندھ کو ابدالی سلطنت کا ایک حصہ ماننے کے باوجود اس کے ساتھ خویشوں کا سا برتاؤ نہ کیا گیا اور اجنبیت بہ دستور قائم رہی ۔ گویا افغانی دربار کے نزدیک سندھ کی حیثیت ایک ایسے دودھیل جانور کی تھی جو اپنے کھانے پینے، دانے چارے کا انتظام خود کرے لیکن ہر موقع پر دربار کے لئے حسب دلخواہ دودھ مہیا کرتا رہے ۔ اس اجنبیانہ اور غیر ہمدردانہ برتاؤ کے بعد اہل سندھ اور کارپردازان سلطنت افاغنہ کے درمیان خویشی کے روابط پیدا ہونے کا کیا امکان تھا ؟

پندرھواں باب

میر بجار کا قتل

نئی آفت کا نزول: میر بجار خاں نے اپنے تدبر اور دور اندیشی سے سندھ کے بگڑے ہوئے حالات درست کردیے تھے - ملکداری کا سفینہ مشکلات کے خوفناک طوفانوں سے گزر چکا تھا اور امید پیدا ہوگئی تھی کہ میاں محمدؐ سرفراز خاں کی معزولی کے بعد ملک پر جو آفتیں نازل ہوئی تھیں، ان کی تلافی جلد سے جلد ہوجاتی - لیکن سندھ کی برگشتہ بختی اور تیرہ اختری ملاحظہ ہو کہ اصلاح و درستی کا یہ امید افروز سلسلہ چشم فلک کو پسند نہ آیا اور اچانک میر بجار خاں کے قتل کا واقعۂ ہائلہ پیش آگیا - جس نے سندھ کو امن و اطمینان کی حالت سے نکال کر پھر تفرقہ و خونریزی کے شعلہ زار میں گرا دیا -

تحقیقی طور پر اب تک معلوم نہ ھوسکا کہ میر بجار کو کس بناء پر قتل کرایا گیا - اس بارے میں مختلف رائیں ظاھر کی گئیں :

۱ - اس قتل کا ذمہ دار عبدالنبی تھا ، جو سمجھ رھا تھا کہ میر کو بیچ میں سے ھٹائے بغیر آزادانہ حکمرانی کا موقع پیدا نہیں ھوسکتا - ایک روایت میں بتایا گیا ھے کہ عبدالنبی نے میر بہرام کی بیٹی کا رشتہ مانگا تھا - انکار ھوا تو وہ میر بجار کا دشمن بن گیا (ح ۱) -

۲ - میر بجار کو عبدالنبی کی والدہ نے قتل کرایا - اس کے سامنے دو غرضیں تھیں :

الف : میر مارا جائے گا تو عبدالنبی کو استقلالاً حکومت کا موقع ملے گا - خاتون مذکورہ کے ھم قوم (جونیجہ) تمام معاملات کے کفیل بن جائیں گے اور میر بجار کے ھوتے ھوئے یہ دونوں مقصد پورے نہ ھوسکتے تھے -

ب : بعض لوگوں نے اس خاتون کو یقین دلادیا تھا کہ اس کے بڑے بیٹے غلام نبی خاں کو لانیاری کے میدانِ جنگ میں قتل کرانے کا ذمہ دار میر بجار

---

۱ - ''رؤسائے پنجاب'' جلد چہارم ص ۵۷۳ - بیٹی کا رشتہ مانگنے کی ایک روایت میاں سرفراز خاں کے حالات میں بھی پیش کی جا چکی ھے لیکن مجھے دونوں سلسلوں میں یہ روایت بے سر و پا نظر آتی ھے - میر بجار نے میاں کو مسند پر بٹھایا تھا - میر ھی نے افغانوں سے لڑ کر میاں کے لئے سند ایالت اور خطابات حاصل کئے تھے - میر ھی کی قابلیت و صلاحیت ملک پر امن و اطمینان سے حکمرانی کی کفیل تھی اسے قتل کرانا کسی نقطہ نگاہ سے بھی قرین عقل نہ تھا

تھا - لہذا وہ اپنے بیٹے کے خون کا بدلہ لینا چاھتی تھی (ح- ۱) -

۳ - میر بجار نے جودھپور کے راجہ بجے سنگھ سے بیٹی کا رشتہ مانگا تھا- اس پر بجے سنگھ کو اتنا غصہ آیا کہ میر کی جان کا دشمن بن گیا (ح- ۲) -

۴ - میر بجار نے جودھپور کی سرحد سے قریب ایک قلعہ بنوایا تھا- بجے سنگھ کا خیال تھا کہ اگر اس میں ٹالپروں کا لشکر مستقل طور پر مقیم رھے گا تو خود اس کے ملک میں خلل پیدا ھوجائیگا، لہذا اس نے میر کو قتل کرانے کا بندوبست کیا (ح- ۳) -

ان میں سے یہ وجہ بہت بعید از قیاس معلوم ھوتی ھے- پہلی دو وجہوں میں سے کسی ایک یا دونوں کو قابل تسلیم سمجھا جاسکتا ھے، اگرچہ وہ بھی عقل و فکر اور دانش و تدبر کے لحاظ سے سراسر خویش دشمنی معلوم ھوتی ھیں - پہلی وجہ بھی چنداں معقول معلوم نہیں ھوتی -

---

۱- یہ عجیب معاملہ ھے - میر نے عبدالنبی کو حکومت دلائی تھی - میر ھی شاہ افغانستان اور عزت یار خاں کے خلاف خلوص کے ساتھ میاں کی اعانت کر چکا تھا - خاتون کو ایک فرزند کا خون تو یاد رہ گیا - دوسرے کے لئے جانیں لڑانے کا واقعہ کیوں یاد نہ رھا -

۲- ٹاڈ کا بیان ھے کہ میر بجار راٹھوروں سے تکبر کے ساتھ پیش آتا تھا، اور لڑکی کے رشتے کے علاوہ جودھپور سے خراج مانگتا تھا- یہ سب باتیں ٹاڈ کی اکثر افسانہ بافیوں کی طرح بالکل بے سر و پا ھیں -

۳- ''تاریخ کلھوڑا و استقرار حکومت ٹالپران'' ص- ۱۵ -

قتل کی سازش: جواھر عباسیہ کے بیان کے مطابق عبدالنبی کی والدہ نے شیخ محفوظ، اس کے بیٹے شیخ قمرالدین، منشی بالک رام نیز آدھا اور بودھا دربانوں کو اس مشورے میں شریک کیا - یوں قتل کی سازش پختہ ھوئی - اس کے ساتھ ایک طرف میر کے خلاف تیمور شاہ کے پاس گونا گوں شکایتیں پہنچائی گئیں، دوسری طرف مہاراجہ جودھپور سے مدد مانگی گئی کہ وہ کسی طرح اس سازش کو پروان چڑھانے کا بندوبست کردے -

بجے سنگھ نے میر کو قتل کرنے کا بیڑا اٹھا لیا - غالباً یہی پہلا موقع ھے کہ لالچ کے طور پر اسے عمر کوٹ دے دینے کا وعدہ کیا گیا، مہاراجہ نے اپنے دو راٹھوروں کو اس غرض کے لئے تیار کیا - حسن سلوک کے مختلف وعدوں کے علاوہ انھیں ضلع ناگور میں تیس ہزار روپے کی جاگیر دی - علاوہ بریں موتیوں کے گوشوارے، چغے، کمربند اور دوشالے کے خلعت، خنجر اور مالائیں عطا کیں -

میر نصیر خاں والیٔ قلات نے یہ ذمہ اٹھایا کہ اگر بلوچوں نے کوئی فتنہ برپا کیا تو اس کا انسداد کر دیا جائیگا (حــ۱) - گویا سندھ، جودھپور اور قلات کی حکمران شخصیتیں میر بجار خاں جیسے فرزانۂ زماں کو موت کے گھاٹ اتارنے کے لئے متحد ھوگئی تھیں -

میر کا قتل: یہ تمام انتظامات مکمل ھوگئے تو مہاراجہ نے دو راٹھوروں کو وکیل بنا کر میاں عبدالنبی کے پاس بھیج دیا - ان کے ساتھ کچھ اور آدمی بھی تھے - وہ کئی

۱- "جواھر عباسیہ" صـ ۲۳۸-۲۳۹ -

مرتبہ میاں صاحب اور میر بجار سے الگ الگ ملے۔ ایک روز انھوں نے میر سے عرض کیا کہ ہمارے مہاراجہ کا خط ابھی آیا ہے۔ اس کے مطالب ایسے ہیں کہ خلوت ہی میں آپ کے روبرو پیش کئے جاسکتے ہیں۔ خط میں بتایا گیا ہے کہ میاں عبدالنبی نے کئی خطوط مہاراجہ کے پاس بھیجے، جن میں آپ کی (میر کی) سخت شکایتیں کی گئی تھیں۔ مہاراجہ کا خط ھندی میں ہے۔ آپ کے آدمیوں میں سے ھندی کوئی نہیں جانتا۔ اجازت ہو تو تنہائی میں خود خط سنا دیں۔

میر نے تمام لوگوں کو پاس سے ہٹا دیا اور جودھ پوریوں کو بلا لیا۔ صرف ایک ملازم ایسر نام پاس رہ گیا۔ دو آدمی وکیلوں کے ساتھ آئے۔ ایک وکیل میر کے قریب ہو کر خط پڑھنے لگا۔ پڑھتے پڑھتے اس نے فریب کاری سے کہا کہ یہ لفظ میری سمجھ میں نہیں آئے اور جھٹ دوسرے کو پاس بلا لیا۔ یوں ان دونوں نے میر کو خط سننے میں مشغول کر کے اچانک اس پر تلواروں کے وار شروع کر دئے۔ اگرچہ میر بے طرح زخمی ہوچکا تھا، لیکن اس نے تنہا دونوں قاتلوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔

''جواھر عباسیہ'' کی روایت: ''جواھر عباسیہ،، کا بیان ہے کہ میر کی بائیں آنکھ میں بینائی نہ تھی۔ دونوں راٹھوروں نے اسے باتوں میں لگا لیا اور اسی حالت میں تیز خنجر میر کے پیٹ میں بھونک دیا۔ میر نے دو گہرے زخموں کے باوجود ان دونوں میں سے ایک کو پکڑ کر اس زور سے دبایا کہ جان لئے بغیر نہ چھوڑا۔ دوسرا بلوچوں کے ھاتھ

سے بصد ذلت و خواری موت کے گھاٹ اترا (حـ ۱) -

"فتح نامہ" کا بیان: میر عظیم الدین ٹھٹھوی نے لکھا ہے :

گرفتند قرطاس بر روی میر
سپردند خنجر بہ پہلوی میر

(وہ خط کے کاغذ کو میر کے سامنے لئے کھڑے رھے اور خنجر اس کے پہلو میں بھونک دیا) -

بپا خاست آن سروِ گل پیرھن
تنش از گلِ زخم رنگین چمن

(وہ پھول جیسے پیراھین والا سرو پاؤں کے بل کھڑا ھوا — اس کا بدن زخموں کی گلکاری سے چمن کی طرح رنگین تھا)

بیک ضرب شمشیر آن شیرِ نر
فرستاد ھر چار سگ در سقر

(تلوار کی ایک ھی ضرب سے اس شیر نر نے چاروں کتوں کو جہنم رسید کر دیا)

ز بس زخم خنجر گرفتش درون
ز ھر زخم جاری شدہ سیلِ خون

(اسے خنجر کے کئی کاری زخم لگ چکے تھے اور ھر زخم سے خون کا سیل جاری تھا)

۲- "جواھر عباسیہ" ص- ۲۳۹-۲۴۰ -

دمِ نزع می گفت شاداں بہ ناز
بحمد اللہ کز حق شدم سرفراز

(جاں کنی کے وقت وہ فخر و ناز سے خوش خوش کہتا تھا خدا کا شکر ہے کہ اس نے مجھے سرفرازی بخشی) -

بہ باب و برادر دلم رشک داشت
دریں آرزو چشمِ من اشک داشت

(اپنے باپ اور بھائی کی حالت پر میرے دل کو رشک تھا اور میں اس آرزو میں روتا رہتا تھا) -

بحمد اللہ کاں آرزوے دلم
ز شاہِ شہیداں شدہ حاصلم

(خدا کا شکر ہے کہ میرے دل کی یہ آرزو شاہِ شہیداں کے طفیل حاصل ہوگئی) -

چنیں گفت و جاں عرض جاں بخش کرد
خدایش بجنت مکاں بخش کرد (حـ ۱)-

(یہ کہا اور جان جان آفریں کے حوالے کردی خدا نے اسے جنت میں مکان عطا کیا) -

فریئر نامہ کا پیش کردہ نقشہ : فریئر نامہ میں مرقوم ہے کہ دونوں وکیل مہاراجہ جودھپور کی طرف سے میر کے ساتھ محبت و اخلاص کا اظہار کرتے رہتے تھے - چند روز کے بعد انھوں نے کہا :

خطے از مہاراجہ امروز پیش مایاں آمدہ است

۱- "فتح نامہ" ص- ۱۲۳-۱۲۵ ! -

و در آن بسیار اخبارهای بوالعجب است و نقلیات خطوط عبدالنبی که پیش راجه فرستاده است در او مندرج هستند، و بسیار شکایتهاے ایشاں میاں صاحب فرستاده است - چوں خطِ مکتوبات هندی است و کسے ایں جا ایں حرف را نمی فهمد و نمی تواند خواند، پس بهتر است که در جائے که اغیار نه باشد بلکه جز میر صاحب کسے دیگر نه باشد، مبادا که شهرت پذیر شود - مطابق حکم سرکاری یک جائے خالی ساختند - مگر هندوے ایسر نام که ملازم میر صاحب بود و درمیان میر صاحب و وکلائے راجه آمد و رفت و داشت و راز دار بود و بحکم میر صاحب آں چهار مکار را در آن خلوت گاه آورد - ازیں ها دو اندرون ماندند و دو بر دروازه - از آن یکے خواندن خط شروع کرد - و بعد از خواندن اندکے ، عرض کرد که سواد خط هندی در خواندن مشکل است ، چنانچه بعضے اوقات نوشته خود را خود خواندن نمی تواند ، اگر حکم شود تا دو آدمی که بیرون استاده اند آنها را بطلبم، تا در خواندن خط مشکل نماند و به من همراه شوند - میر صاحب مطابق درخواستِ او اجازت فرمود - آمده حاضر شدند و یک بخواندنِ خط مشغول شد و خیالِ میر صاحب به طرفِ او بود که آں هر دو مکار از یمین و یسار خنجر کشیده به هر دو پهلوے میر صاحب زدند، و میر صاحب شمشیرے که پهلو داشته بود کشیده یکے را زد که هماں جا جاں داد، و دیگرے را نیم مرده گزاشت - ملازمانِ میر صاحب کارِ او را تمام ساختند، و دو دیگر که بودند آنها گریخته راهِ ملکِ خود شدند ، میگویند

ت:که راجه جودهپور مطابق خواهش عبدالنبی خاں مرتکب ایں امر گردید، و در عوض ایں کار میاں عبدالنبی خاں قلعه عمر کوٹ پیشکش راجه نمود (حـ ۱) ـ

مہاراجه کے پاس سے ایک خط آج ھمارے پاس آیا ھے، اُس میں عجیب و غریب باتیں لکھی ھیں ـ عبدالنبی نے جو خط راجه کو بھیجے تھے، ان کی نقلیں بھی ساتھ ھیں ـ ان میں آپ کی بہت شکایتیں کی ھیں ـ چونکه وہ خط ھندی میں ھے اور یہاں اس زبان کا سمجھنے والا کوئی نہیں اور نہیں پڑھ سکتا، بہتر یه ھے که ایسی جگه تجویز کریں، جہاں غیر کوئی نه ھو، بلکه آپ کے سوا کوئی وھاں نه رھے، مبادا ان خطوں کی شہرت ھوجائے ـ میر صاحب کے حکم کے مطابق ایک جگه خالی کردی گئی ـ صرف ایک ھندو جس کا نام ایسر تھا، وہ میر صاحب کا ملازم تھا، وھاں رہ گیا ـ راجه کے وکیلوں اور میر صاحب کے درمیان وہ نامه و پیام لاتا تھا، اور راز داں تھا ـ ایسر میر صاحب کے حکم کے مطابق چاروں مکاروں کو لے آیا ـ آن میں دو اندر آگئے، دو دروازے پر رھے ـ اندر والوں میں سے ایک نے خط پڑھنا شروع کیا ـ تھوڑا سا پڑھنے کے بعد بولا که ھندی خط کا پڑھنا بہت مشکل ھے ـ بعض اوقات اپنا لکھا بھی پڑھا نہیں جاتا ـ حکم ھو تو باھر کے دو آدمیوں کو بھی بلا لاؤں، تاکه پاس رھیں، اور خط پڑھنے میں مشکل پیش نه آئے ـ میر نے اجازت دے دی ـ چنانچه وہ آدمی بھی آگئے، ایک خط پڑھنے میں مشغول رھا ـ

میر کا دھیان اس کی طرف تھا ۔ ان دو مکاروں نے دائیں اور بائیں جانب سے خنجر میر کے پہلو میں مارے ۔ میر کے پاس جو تلوار تھی اس نے وہی کھینچی، اور ایک کا کام تمام کرڈالا ۔ دوسرے کو ادھ موا کردیا ۔ میر کے ملازموں نے اسے ختم کرڈالا ۔ دو بھاگ کر اپنے ملک میں پہنچ گئے ۔ کہتے ھیں کہ راجہ جودھپور ۔ نے یہ کام میاں عبدالنبی کی خواھش کے مطابق کیا ۔ اس کے عوض میں عبدالنبی نے عمر کوٹ کا قلعہ راجہ کو پیشکش کردیا تھا (ح ۔ ۱) ۔

تبصرہ : اس بیان میں بعض باتیں ایسی ھیں جنھیں بے تکلف درست مان لینا مشکل ھے، مثلاً :

۱ ۔ دو آدمی اندر آئے، اور دو باھر رھے ۔ پھر اندر والوں میں سے ایک باھر والوں کو بھی یہ کہہ کر بلا لایا، خط پڑھنے میں دقت پیش آئے گی تو وہ مدد دیں گے قرینہ یہ تھا کہ دو ھی اندر رھتے ۔ ایک خط پڑھتا، اور دوسرے کو بہانے سے قریب بلا لیتا، مثلاً کہتا کہ دیکھنا یہ لفظ پڑھا نہیں جاتا ۔

۲ ۔ وہ لوگ بہر حال خط پڑھ چکے تھے، اور پڑھے بغیر مطالب سے آگاہ نہ ھوسکتے تھے ۔ لہذا کسی ایک لفظ پر اٹکنا تو سمجھ میں آسکتا ھے، قدم قدم پر اٹکنا سمجھ میں نہیں آسکتا ۔

۳ ۔ یہ امر بھی محتاج تصریح نہیں کہ وکالت کے لئے ھمیشہ

---

۱ ۔ فریئر نامہ ص ۔ ۱۳ ۔ ۳۲ ۔

قابل اور سمجھ سوچ والے آدمی بھیجے جاتے تھے۔ ایسے آدمیوں کو یہ خدمت سونپنا قرین قیاس نہیں، جو ایک مرتبہ خط پڑھ چکنے کے بعد بھی اسے بے تکلف دوسرے کو سنا نہ سکیں۔

۴ - قرینہ یہ ہے کہ دونوں آدمی میر بجار کے دونوں جانب بیٹھ گئے ہوں، اور اچانک انہوں نے خنجر چلا دئیے ہوں۔ یہ بات ٹھیک معلوم نہیں ہوتی کہ دو دائیں بائیں بیٹھ رہے، ایک خط پڑھتا رہا اور چوتھا کھڑا رہا۔

۵ - دو آدمیوں کا ایسی جگہ سے بھاگ کر اپنے وطن پہنچ جانا، جہاں میر بجار خاں قتل ہوا تھا سراسر نا قابل یقین ہے۔

بہر حال پوسٹنز کا بیان عین قرین قیاس ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ کلہوڑوں کا زوال مقدر ہو چکا تھا میاں عبدالنبی خواہ مخواہ میر بجار کی تباہی کے درپے ہو گیا۔ اس نے کئی طریقے آزمائے اور کسی میں بھی کامیاب نہ ہوا:

> انجام کار اپنے دوست راجہ جودھپور کے تعاون سے اس نے اپنا مقصد پورا کرلیا، راجہ کی طرف سے دو قاتل میر بجار خان کے پاس وکیلوں کے بھیس میں بھیجے گئے۔ انھوں نے قرب حاصل کرنے کے لئے خفیہ مراسلے کا بہانہ تراشا، میر کے سینے میں خنجر بھونک دیا، اور وہ فوراً جاں بحق ہو گیا (حـ ۱)۔

میر بجار کی شخصیت : میرزا قلیچ بیگ نے لکھا ہے کہ یوں سندھ کا وہ امیر جاں بحق ہوا، جس کے برابر عقل و دانش

۱- سندھ کے متعلق ذاتی مشاہدات ص ۱۷۹۔

مردانگی و شجاعت ، خدا ترسی و حق شناسی میں کوئی دوسرا نہ پہنچ سکا بلا شبہ ٹالپروں میں میر بجار بہت بڑی شخصیت کا مالک تھا ، اُس کی موت سندھ کے لئے نہایت الم انگیزحادثہ ثابت ہوئی ، اس سبب سے اہل سندھ پر جو آفتیں آئیں اُن کی مفصل سرگذشت آیندہ صفحات میں بیان ہوگی، کہنا چاہئے کہ میر بجار خاں ایک مضبوط بند تھا ، جس نے سیکڑوں فتنوں کے سیل روک رکھے تھے ، وہ بند ٹوٹا تو فتنے موج در موج ہر ہر طرف بہہ نکلے ، کسی شخص نے میر بجار کی تاریخ شہادت کہی جو ذیل میں درج ہے۔

ھاتف بگوش ھوشم گفتا بفکر بسیار
''حاجی شہید خنجر،، تاریخ موت بجار

۱۱۹۳ھ

منشی بال چند نے دو تاریخیں کہیں

۱- بمحفل شہدا جلوہ کرد میر بجار

۱۱۹۳ھ

۲- میر شد با حمد ہر ھندو شہید

۱۱۹۳ھ

سندھی زبان میں ایک مثل بن گئی ''کن جی گالھین میر بجار مارایو،، (کان میں باتیں سننے کے باعث میر بجار مارا گیا) یہ مثل یوں بنی کہ اگر میر بجار تخلیہ میں باتیں نہ سنتا تو قاتلوں کو اس پر قابو پانے کا موقع نہ ملتا ۔

مخدوم محمد ابراھیم کی رائے : مخدوم محمد ابراھیم

۲- مرزا قلیچ بیگ کی تاریخ سندھ جلد دوم ص- ۱۷۹ -

ٹالپروں کی عہد حکومت میں اھلِ جودھپور کو حربی کافر قرار دیا تھا ، وقت کے ایک اور عالم اجل شیخ عثمان ٹھارو نے اس رائے سے اختلاف کیا ، اور اس پر دونوں میں بحث چھڑ گئی، مخدوم محمدؒ ابراھیم نے اپنی رائے کی تائید میں دوسرے اُمراء کے علاوہ یہ بھی لکھا تھا ۔

۱ - رئیس جودھپور نے سندھ کے امیرالامرا میر بجار کو دھوکے سے اپنے آدمی بھیج کر قتل کروادیا تو اب اُن کے حربی ھونے میں کیا شبہ باقی رھا ۔ (حـ ۱)

۲ - مرحوم میر بجار ٹالپر نے سندھ کے اطراف میں اُن کی (جودھپوریوں کی) خالی اور بنجر زمین کے قریب قلعہ تعمیر کیا تو اُنھوں نے دھوکے سے اُس کو قتل کرا کے دیارِ سندھ میں ایسا فتنہ عظیم برپا کردیا جس کی آگ کے شرارے اب تک نہ بجھ سکے (حـ ۲)۔

میر عظیم الدین ٹھٹھوی ابتدا ھی سے ٹالپروں کے ساتھ وابستہ تھے ، اُنھوں نے میر بجار خاں کے قتل پر مندرجہ ذیل مرثیہ کہا ۔

فغاں زخدعۂ ھندو و چرخِ نا ھنجار
که یافته همه دیں پروراں ازو آزار
دغا کنند به امدادش اھل کفر و نقاں
به انبیائے کرام و به اولیائے کبار
گھے به حیلۂ شامی به تیغ بن ملجم
رساند ضربِ شھادت به حیدر کرار

---

۱ - رسالا امرت الحق کراچی بابت جنوری و فروری ۱۹۵۳ ص- ۳۳ -
۲ - رسالا امرت الحق کراچی بابت جنوری و فروری ۱۹۵۳ ص- ۳۳ -

گہے بہ بازئ کفارِ کوفہ بہر یزید
سر حسین جدا کرد از تنِ افگار

گہے بہ زہر و گہ از تیغ و گاہ از خنجر
چہ ظلم ھا کہ نہ کردہ بہ عزت اطہار

ز خون آل نہ شد سیر آں سیہ کاسہ
بریخت رنگ دغا با جماعۂ دیندار

ہمہ سلوک بہ احباب خانداں سر کرد
کہ سر گرفتہ ازیشاں بہ خدعۂ اشرار

بہ صد ستم سر بہرام و صوبدار گرفت
بہ تیغ مکر دغا پیشہ کاں حیلہ شعار

دگر نمود قیامت بہ اھلِ دیں برپا
شہادت سرِ دیں پروراں میر بجار

سگان چند بہ مکر و وکالت خنزیر
بہ شیر بیشۂ دیں کرد دوستی اظہار

سیاہ کارئ ہندوئے آسمانست ایں
کہ رکن دین بہ فگند آب خنجر کفار

شد ایں قضیہ بہ بوباہ بازئ افلاک
و گر نہ شیر کجا و کجا سگاں خو کرد

امیر سندھ کہ تاب تقابلش ناورد
سپاہ خصم شدے جمع گر ہزار ہزار

فدائے نام نبی و محب آلِ علی
فقیر دوست غریب آشنا و نیکو کار

نرفت او کہ ازو نام نیک برجا ماند
بماند او کہ ازو عالم است شکر گزار

شنید این سال شہادت دلم زہاتف غیب
شہید ابن شہید ولی (امیر بجار)

کدام دل که نه شد داغ از جدائی او
کدام چشم که از خرقش نه شدخونبار

خصوص تعزیه دارانش اهل بیت شدند
که کرده بر سر آن نقد اعتقاد نثار

منم عظیم حسین و داغ دار حسین
دلم به داغ شهیدان همیشه باشد یار

مکان میر شهید و برادر و پدرش
به خلد نزد حسین علی درائے دادار (حـ ۱)

میر علی شاہ شائق کا بیان: میر علی شاہ شائق نے اپنے طویل قصیدے میں میر بجار کے متعلق لکھا ھے:

میر با تدبیر، شاه سنده را نیکو وزیر
پهلوان شیر گیرد رستم روز دغا

(با تدبیر میر، شاہ سندھ کا نہایت اچھا وزیر — شیروں کو پکڑنے والا پہلوان، لڑائی کے دن کا رستم)

حاجی میر بچار، آن غازئی دشمن شکار
آسمان اقبدار و آفتاب اعتلار

(حاجی میر بجار، وہ دشمنوں کو شکار کرنے والا غازی اقتدار کا آسمان، بلندی کا آفتاب)

---

۳ - ماخوذ از دیوان عظیم ٹھٹھری قلمی مملوکہ سندھی ادبی بورڈ -

مومن پاکیزہ دین و دوستدار مومنیں
صاحب تیغ و نگیں و پہلوان پارسا

(پاکیزہ دین والا مومن ، مومنوں کا دوست — تیغ و نگیں کا مالک ، پارسا پہلوان)

ضارب سیف و حسام و خارب بیخ خصام
راکب خنگ مرام و شارب شرب ولا

(تلوار چلانے والا، دشمنوں کی جڑیں اکھاڑنے والا — مقاصد کے گھوڑے کا سوار، محبت کی شراب پینے والا)

از اطیعوالله دارد خلعت روشن به بر
تاج اتقاکم بفرقش سایۂ بال ہما

(''اطیعو الله،، کا خلعت روشن اس کی بغل میں ھے — ''اتقاکم،، کا تاج اسکے سر پر بال ھما کا سایہ بنا ھوا ھے)

شاہ ھمچوں آسماں و اوست چوں بدر منیر
شاہ ھمچوں گلستان و اوست چوں باد صبا (ح - ۱)

(فرمانروا آسمان کی مانند ھے اور میر بجار روشن چاند — فرمانروا کو باغ مانا جائے تو میر بجار اس میں باد صبا ھے)

مرقع عبرت : غرض میر بجار کا قتل اس مرکزی ستون کا انہدام تھا - جس کے سہارے نظم و نسق سندھ کی پوری عمارت کھڑی تھی - یہ ملک و قوم کی ایک نہایت بیش بہا

۱ - قصیدہ شایق قلمی نسخہ ص ۲۵ - ۲۶ -

متاع کا ضیاع تھا ۔ لیکن اس ستون کو گرانے کی غرض سے خود سندھ ہی کا ایک بیش بہا ٹکڑا کاٹ کر مہاراجہ جودھپور کے حوالے کیا گیا ۔ عمرکوٹ اس وقت سے مدت تک جودھپور کے قبضے میں رہا ۔ ٹالپروں کے عہدِ حکومت میں میر غلام علی خاں نے اسے دوبارہ واپس لیا ۔ تقدیر کے سیل کو کوئی روک نہیں سکتا ۔ لیکن سوچئے کہ پہلے محمد سرفرازخاں نے بے وجہ اور بے سبب میر بہرام اور میر صوبدار کو قتل کرا اپنے لئے مصیبت پیدا کی ۔ حکومت گنوائی ۔ باقی عمر قید میں گزاری اور مظلومی کی موت مرا ۔ عبدالنبی نے بھی اس حرکت کا اعادہ کیا اور اس حرکت نیز ایسی ہی ایک اور حرکت کا انجام یہ ہوا کہ کلہوڑوں کی حکومت کا نقش صفحہ، روزگار سے مٹا دیا گیا اور خود عبدالنبی کی باقی عمر بے وطنی میں خاک چھانتے چھانتے تمام ہوئی ۔

سولہواں باب

میاں صادق علی خاں عباسی

میر عبداللہ خاں ٹالپر: میر بجار قتل ہوا تو اس کا لائق فرزند میر عبداللہ خاں موقع پر موجود نہ تھا۔ فتح خاں ٹالپر نے تجہیز و تکفین کا بندوبست کیا۔ صرف اہلِ شہر ہی نہیں سارا ملک اس شہید کی موت پر رو رہا تھا۔ عبداللہ خاں واپس آیا تو تمام ٹالپروں نے اسی کو اپنا سردار تسلیم کرلیا۔ تدبر، شجاعت، خدا ترسی، اور اہلِ وطن سے ہمدردی میں وہ اپنے باپ دادا سے کم نہ تھا، روشن خیالی میں غالباً ان پر بھی فائق تھا۔

عام افواہ پھیل گئی کہ دشمنوں نے میر بجار سے جو سلوک کیا، وہ عبدالنبی کے ایما اور انگیخت کا نتیجہ تھا۔ نیز معلوم ہوا کہ عبدالنبی نے کھوسوں اور لیکھیوں کو

بلاوے کے خط بھیج دئے ھیں ، تاکہ وہ ٹالپروں کے خلاف ھر ممکن امداد دیں ۔

میر عبداللہ خاں نے یہ افواھیں سنیں تو یقین نہ آیا۔ اس نے کہا میرے والد نے میاں عبدالنبی کا کیا بگاڑا تھا کہ وہ دشمنی پر آمادہ ھوجاتا؟ گویا واقعاتی شہادت عبدالنبی کے خلاف ھونے کے باوجود میر عبداللہ خاں نے فیصلے میں جلد بازی سے کام نہ لیا ، حالانکہ معاملہ اس کے والد کا تھا ، اور الم انگیز حوادث کے وقت اکثر طبعیتیں ایسی ھوجاتی ھیں کہ معمولی سے شکوک بھی انسان کے جذبات میں اشتعال پیدا کردیتے ھیں :

فریئر نامہ کا بیان: فریئر نامہ کا بیان ھے کہ فتح خاں موقع پر موجود تھا ۔

تجہیز و تکفین کے بعد وہ تین روز عزاداری کے لئے بیٹھا رھا۔ شہر کے تمام بوڑھے، جوان ، دولتمند اور غریب فاتحہ خوانی کے لئے آتے رھے، عبدالنبی بھی فاتحہ خوانی کے لئے میر فتح خاں کے پاس آیا ، سردار اس کے ساتھ تھے۔ تین روز بعد میر فتح خاں اپنے ڈیڑہ جات یعنی شہداد پور کی طرف روانہ ھو گیا ۔

شہادت کے واقعہ ھائلہ کی خبر میر (عبداللہ خاں) نے سنی تو والد کی زیارت کے لئے خدا باد کا قصد کیا ۔ میر سہراب خیر پوری اور میر صاحب فتح علی خاں علیہ الرحمہ" بانی حکومت ٹالپراں اس کے ساتھ تھے ، راستے میں میر عبداللہ خاں نے یہ بات سنی کہ یہ کام عبدالنبی کے اشارے سے ھوا ھے۔ اس نے

کھوسوں اور لیکھیوں کے قبیلوں کو خط بھیج کر بلایا ہے۔ نیز لشکر جمع کرنے میں مشغول ہے۔ اس بارے میں خبردار رھنا چاھئے۔ میر عبداللہ خاں نے اس پر اعتبار نہ کیا، بلکہ کہا میرے والد نے اپنے آقا کے ساتھ کون سی بدی کی تھی کہ وہ ھمارے ساتھ دشمنی پر اتر آتا، اس سے ایسی امید نہیں ھوسکتی کہ جان نثاروں کی جان کا لاگو بن جائے (ح۔ ۱)۔

عبدالنبی کا فرار: عبدالنبی کے دل میں چور بیٹھا ھوا تھا۔ آسے ایک طرف یہ معلوم ھوا کہ لوگ میر بجار کے قتل کا ملزم اسے گردان رھے ھیں۔ دوسری طرف خبر ملی کہ میر عبداللہ خاں، فتح علی خاں اور سہراب خاں آرھے ھیں۔ بس اس کے دل پر ایسی ھیبت طاری ھوئی کہ راتوں رات اھل و عیال کو لے کر راہِ فرار اختیار کی۔ دو سو آدمی اس کے ساتھ تھے۔ دو سو ھی گھوڑے تھے۔ مال و زر جتنا عجلت میں سمیٹا جاسکا اونٹوں پر لاد لیا، اور دریا عبور کرکے قلات کی جانب روانہ ھوگیا۔ اپنے بیٹوں کو اس نے دوسرے راستے سے جودھپور بھیج دیا (ح۔ ۲)۔

''جواھر عباسیہ،، کا بیان ھے کہ میاں نے اپنے بیٹوں محمد عارف اور تاج محمد اور بھتیجے شاہ محمد (ابن غلام

۱۔ ''فریئر نامہ'' ص۔ ۳۳۔۳۴

۲۔ ''فتح نامہ'' ص۔۱۲۶-۱۲۹۔ فریئرنامہ میں ساتھیوں کے متعلق مرقوم ھے' چند تن از جتدوئیاں، جھنجن و خدمتگاران و دو کس از مصاحباں ص۔ ۴۴۔

نبی) کو چند خواص اور خیل و حشم کے ساتھ اس امید پر جودھپور بھیج دیا کہ مہاراجہ اُن کے لئے خرچ وغیرہ کا انتظام کردے گا۔ شاہ محمدؐ کی والدہ نے اپنا سارا مال ساتھ لے لیا، اور اپنے عزیزوں میں سے وڈیرا مہتہ خاں اور پیر محمدؐ کے ہمراہ سندھ کو چھوڑ کر پوکرن چلی گئی (حـ ۱)۔

قابل غور امر: یہاں ایک امر غور کے قابل ہے۔ اور وہ یہ کہ اگر عبدالنبی کا دامن میر بجار کے قتل سے آلودہ نہ تھا۔ تو اس نے راہِ فرار کیوں اختیار کی؟ حد درجہ تعجب اور افسوس اس پر ہے کہ اپنے بیٹوں اور دوسرے عزیزوں کو جودھپور کیوں بھیجا؟ جودھپور والے میر بجار کے قاتل تھے۔ اگر یہ کام مہاراجہ جودھپور کے ایما سے ہوا تھا تو عبدالنبی کو تو مہاراجہ سے بدلہ لینا چاہئے تھا۔ میر بجار کے دوسرے عزیزوں کے متعلق کچھ کہنا مشکل ہے، لیکن میر عبداللہ خاں کو جو مرحوم کا فرزند ہونے کی حیثیت میں اس خون کا پہلا دعویٰ دار تھا کم از کم اس وقت تک عبدالنبی پر کوئی شبہ نہ تھا۔ عبدالنبی اطمینان سے بیٹھا رہتا تو وہ اور میر عبداللہ خاں مل کر جودھپور والوں سے بدلہ لے سکتے تھے۔ حالات سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ عبدالنبی کا دامن آلودہ تھا، پاداش کے خوف نے اسے بیٹھنے نہ دیا۔ سخت رنج اس بات پر ہے کہ وہ خود ایک طرف بھاگا، اور اپنے بیٹوں کو اس فرمانروا کے پاس بھیج دیا جس کی گردن پر میر بجار کا خون تھا۔ اگر عبدالنبی بالواسطہ بھی میر بجار کا قاتل نہ تھا تو اس حقیقت سے کون انکار کرسکتا ہے کہ اس نے قاتلوں کے وطن کو مامن بنا کر اپنے جرم پر مہر تصدیق

۱- "جواہر عباسیہ" ص- ۲۴۰-

ثبت کردی، اپنے متعلق شریک قتل ہونے کا شبہ یقین کی منزل پر پہنچا دیا، اور اس خون ناحق کا بدلہ لینے کا دروازہ خود بند کیا۔

میر عبداللہ خاں کی کوششیں: میر عبداللہ خاں نے عبدالنبی کے فرار کی خبر سنی تو حیران رہ گیا۔ اس کی سمجھ میں نہ آیا کہ میاں کس وجہ سے ملک چھوڑ کر بھاگا۔ اس نے نیک طینت آدمی کی طرح اصلاح احوال کی سعی شروع کردی، اور دو معتبر آدمیوں کو قرآن مجید دے کر میاں کے پیچھے بھیج دیا کہ ہمارے اور آپ کے درمیان یہ پاک کلام ہے۔ ہمیں آپ پر کسی قسم کی بدگمانی نہیں۔ آپ کے مشیر فتنہ انگیز ہیں، انھوں نے بے وجہ آپ کو بہکایا۔ وہ بظاہر آپ کے دوست بنے ہوئے ہیں، حقیقت میں دشمنی کر رہے ہیں۔ آپ کو در بدر لئے پھریں گے، اور غیروں کا محتاج بنائیں گے۔ اپنے ملک میں واپس آئیے اور اپنی گدی سنبھالئے۔

میاں واپس ہونا چاہتا تھا، لیکن اس کے مشیروں نے مراجعت سے اختلاف کیا، اور میر عبداللہ خاں کے بھیجے ہوئے آدمی ناکام لوٹے (ح۔ ۱)۔

میاں صادق علی خاں: میر عبداللہ خاں کے لئے اس کے سوا چارہ نہ رہا کہ عباسی خاندان میں سے کسی اور شخص کو مسندِ حکومت پر بٹھائے۔ میاں نور محمّد خاں کی اولاد میں سے جو لوگ اس منصب کے لئے چنے جاسکتے تھے، انھیں عبدالنبی اپنی مسند نشینی سے پیشتر ہی موت کے گھاٹ آتار

۱۔ "فتح نامہ" ص۔ ۱۲۹۔

چکا تھا - میاں محمد اسلام خاں کے اخلاف میں سے میاں صادق علی کو بہت نیک، صالح اور خدا پرست مانا جاتا تھا - میر عبداللہ خاں نے اسی کو مسند نشینی کے لئے منتخب کیا اور انتظامات کی درستی میں مشغول ہوگیا -

" فریئر نامہ " میں مرقوم ہے کہ میر عبداللہ خاں نے نئے حاکم کے بارے میں مشیروں سے صلاح پوچھی تو انھوں نے بتایا:

صادق نامی فقیر کہ از قرابتیاں سرفراز خاں است، در فلاں جائیگاہ نشستہ است او را بہ سروری باید برداشت - میر صاحب مردمان را مع کارخانہ حکومت برائے طلب او فرستاد - چوں او بر گھاٹ دریا رسید، میر صاحب میر عبداللہ خاں باتمامی لشکر استقبال کردہ، بر فیل نشانیدہ باصد شان و شکوہ داخل شہر کردند (حـ ۱) -

---

۱- "فریئر نامہ" ص ۴۴، ۵۴ - میاں صادق علی خاں کا نسب حکیم محمد عباسی نے یوں لکھا ہے: میاں صادق علی، بن میاں اللہ بخش، بن میاں محمد شفیع، بن میاں محمد اسلام خاں، بن میاں یار محمد خاں - لیکن میری تحقیق کے مطابق میاں محمد اسلام خاں یار محمد خاں کا بیٹا نہیں، غالباً بھتیجا تھا - فریئر نامہ میں میاں صادق علی خاں کا نام میاں محمد صادق مرقوم ہے - یہ معلوم نہ ہوسکا کہ اسے میاں سرفراز خاں کا قرابتی کیوں قرار دیا گیا؟ جو میاں سرفراز خاں کا قرابتی تھا، ظاہر ہے کہ وہ میاں عبدالنبی کا بھی قرابتی ہوگا - اس سے متبادر ہوتا ہے کہ میاں صادق علی کو ہم نسبی کے علاوہ سرفراز خاں سے کوئی اور رشتہ بھی تھا -

صادق نامی فقیر سرفراز خاں کے قرابتیوں میں سے
فلاں جگہ بیٹھا ھے، اسے حاکم بنانا چاھئے - میر
نے لوگوں کو سر و سامان حکمرانی کے ساتھ اس کی
طلب میں بھیج دیا - جب وہ دریا کے گھاٹ پر پہنچا
تو میر عبداللہ خاں نے لشکر کے ساتھ اس کا استقبال
کیا - ھاتھی پر سوار کرایا اور شان و شکوہ کے ساتھ
شہر میں داخل کیا -

عبدالمجید جوکھیہ نے لکھا ھے کہ ٹالپر ڈیرہ شاہ پور میں جو ھالہ کنڈی کے قریب ھے ٹھہر گئے - اسی جگہ کلھوڑوں کی مسند نشینی کی رسم ادا ھوتی تھی، عبدالنبی کے تعاقب کا انتظام کیا اور

صادق کلھوڑہ کہ از اولاد یار محمد کلھوڑہ بود، بر نموند خلافت نزد خود طلبانیدند، و امورات داد و ستد بدو تعین نمودند (حـ ۱) -

اس اثنا میں خبریں آنے لگیں کہ ایک طرف سے مہاراجہ بجے سنگھ والیٔ جودھ پور بڑی فوج لے کر سندھ کے مشرقی حدود پر بڑھا چلا آرھا ھے - اور دوسری طرف سے میاں عبدالنبی نے بروھیوں کا لشکر لے کر چڑھائی کردی ھے، یہ حالات بڑے اضطراب انگیز تھے - لیکن میر عبداللہ خاں قطعاً ھراساں نہ ھوا - غور و مشورے کے بعد فیصلہ ھوا کہ پہلے پہلے جودھ پور والوں سے لڑنا چاھئے، پھر دوسری جانب توجہ کی جائے گی -

---

۱- ''تاریخ کلھوڑہ و استقرار حکومت ٹالپران'' ص- ۵۰ -

جودھ پوریوں سے جنگ: غرض میر عبداللہ خاں سندھی فوج کو لے کر جودھپوریوں کے مقابلے کے لئے نکلا میاں صادق علی خاں بھی ساتھ تھا۔ سامنے بے آب و گیاہ ریگ زار تھا۔ میر عبداللہ خاں نے فوج کے لئے پانی کا انتظام پہلے ھی سے کردیا تھا۔ صحرا سے گزرے تو ایک ٹیلا نظر آیا جس پر تقریباً ایک سو راٹھور سردار بیٹھے تھے۔ نیچے بے شمار فوج تھی اور بجے سنگھ والیِ جودھپور کا بیٹا اس کا سالار تھا۔

میر نے وھاں پہنچتے ھی جنگ کی تیاری کرلی۔ وقت کے دستور کے مطابق فوج کو چار حصوں میں بانٹا۔ خود قلب میں رھا۔ میاں صادق علی بھی ساتھ تھا۔ میمنے اور میسرے پر میر فتح علی اور میر سہراب کو متعین کیا۔ میر فتح خاں، مرزا فقیر (ح۔ ۱) اور اس کے بیٹے باغہ فقیر کو سب سے آگے رکھا۔ فوج زیادہ تر نظامانیوں، جمالیوں اور لغاریوں پر مشتمل تھی۔

میر فتح علی خاں نے میمنے کی طرف سے ایسا شدید حملہ کیا کہ اس کے بالمقابل جو راٹھور تھے، بھاگ نکلے۔ دوسرے گروہ بھی قدم جما کر نہ لڑ سکے اور تھوڑی ھی دیر میں میدان خالی ھوگیا۔ بے شمار مال، مختلف قسم کی سینکڑوں من جنسیں، خیمے، فرش، توپیں، بندوقیں، اونٹ اور ھاتھی سندھیوں کے ھاتھ آئے۔ جو راجپوت مارے گئے تھے،

۱۔ ''فتح نامہ'' کے مطابق اس کا خطاب سلطان جنگ تھا۔ ص۔ ۱۳۴۔ ''فریئر نامہ'' میں اس کے بیٹے کو باگر خاں، لکھا ھے۔ کتاب مذکور میں اس جنگ کی کیفیت ص۔ ۴۹، ۵۰۔ پر ملاحظہ فرمائیے۔

انھوں نے سونے کے کڑے پہن رکھے تھے - وہ بھی فاتحوں نے اتار لئے -

بروھی فوج کی آمد: عبدالنبی نے جودھپور کی جانب سے جو مصیبت پیدا کی تھی، وہ تو ختم ھوگئی، لیکن وہ خود جس مصیبت کو اپنے وطن عزیز پر لانے کے لئے تیار بیٹھا تھا، اس سے مقابلہ ابھی درپیش تھا - عبدالنبی نے میر نصیر خاں بروھی والیِ قلات سے درخواست کی کہ آپ مجھے فوجی مدد دیں - میں نئے سرے سے سندھ کا حکمران بن جاؤں گا تو تین لاکھ روپے کے علاوہ اپنے ملک کا ایک حصہ آپ کی نذر کردوں گا -

یاد ھوگا کہ جب میر بجار اپنے والد اور بھائی کے قتل کی خبر سن کر قلات پہنچا تھا تو میر نصیر خاں نے خود درخواست کی تھی کہ میرا لشکر ساتھ لے جائیے - میر بجار نے انکار کردیا تھا اور کہا تھا، مجھے اپنے ملک پر فوج لے کر چڑھائی کرتے ھوئے شرم آتی ھے لیکن میاں عبدالنبی ملک کی دولت اور زمین دوسروں کے حوالے کرکے غیروں کا لشکر لانے میں متامل نہ ھوا -

غرض میر نصیر خاں نے فوج دے دی اور اپنے داماد میر زرک کو اس کا سپہ سالار بنایا - تاریخ بلوچستان سے معلوم ھوتا ھے کہ اس مہم میں میر زرک زھری کے علاوہ میر ولی محمدؐ کوڑے زئی، جام خدا داد موسیانی اور میر بازوجتک بھی ھمراہ تھے (حـ ۱) -

---

۱ - ''تاریخ بلوچستان'' صـ ۱۹۷ -

پل چالک کی لڑائی: جب معلوم ھوا کہ میاں عبدالنبی بروھی فوج لے کر لاڑکانہ پہنچ گیا ھے اور اس کے ساتھ محراب جتوئی، ڈھنگانہ جتوئی، جھنجن، کھوسے، نہمردی اور دوسرے قبیلے بھی مل گئے ھیں تو میر عبداللہ نے ساتھیوں کو حکم دیا کہ کمریں کھولے بغیر آدھر کا رخ کرلو۔ چنانچہ وہ پل چالک پر پہنچے تو دشمن سے مٹ بھیڑ ھوگئی۔ میاں کے مشیروں نے صلاح دی کہ بلوچ تھکے ماندے آئے ھیں۔ فی الفور ان پر حملہ کردینا چاھئے۔ میاں خود جتوئیوں اور کھوسوں کو لے کر قلب میں رھا۔ میر زرک بروھی لشکر کو لے کر میمنے پر کھڑا ھوگیا۔ نہمردیوں نے میسرہ سنبھال لیا۔

میر عبداللہ خاں نے بھی تیزی سے لشکر کو لڑائی کے لئے آراستہ کیا۔ میاں صادق علی خاں کو ھاتھی پر سوار کردیا۔ مرزا فقیر اور باغہ فقیر کو اس کے ساتھ کردیا اور کہا کہ آپ لوگ میاں عبدالنبی سے لڑیں۔ نظامانیوں کو میر فتح خاں کی سرکردگی میں نہمردیوں کے مقابلے پر متعین کردیا۔ خود بروھیوں کے مقابلے پر کھڑا ھوگیا۔ میر فتح علی خاں اس کے دائیں ھاتھ اور میر سہراب خاں اس کے بائیں ھاتھ تھا۔

جنگ توپوں کی گولہ باری سے شروع ھوئی۔ شدید مقابلے کے بعد میر فتح خاں پسپا ھوگیا۔ حقیقت یہ ھے کہ جودھپوریوں کے خلاف جنگ کرتے ھوئے اسے سخت زخم لگا تھا، جس کے باعث وہ جنگ کے قابل نہ رھا تھا۔ عین اسی موقع پر عبدالنبی نے میاں صادق علی خاں کو پیچھے ھٹا دیا۔ میر عبداللہ خاں نے یہ حالت دیکھی تو بھائیوں سے کہا۔

جانیں لڑانے کا وقت آگیا - تیار ھوجاؤ - چنانچہ میر عبداللہ خاں، میر فتح علی خاں اور میر سہراب خاں گھوڑوں سے اتر پڑے، تلواریں لے کر بجلی کی طرح قلب اور میمنے پر جا گرے- تھوڑی ھی دیر میں دشمن کا لشکر تتر بتر ھو گیا - میر زرک بروھی، محراب جتوئی، آدہ خاں جتوئی اور بہت سے آزمودہ کار سردار مارے گئے - بلوچوں کو اس جنگ میں بے شمار مالِ غنیمت ملا (حـ ۱) -

عبدالنبی حاجی پور میں : میاں عبدالنبی میدانِ جنگ سے بھاگا اور قلات پہنچ کر دم لیا - میر نصیر خاں والئی قلات نے تعلقہ حاجی پور کا نصف مالیہ میاں کے خرچ کے لئے مقرر کردیا - چنانچہ وہ اھل و عیال اور والدہ کو لے کر حاجی پور جا بیٹھا - میر نصیر خاں سے فوری امداد کی امید نہ رھی تھی، اس لئے ''خاک از تودۂ کلاں بردار،، کے مطابق اس نے تیمور شاہ کے دربار کا رخ کرلیا اور شاہ ھی سے امداد کا طلب گار ھوا (حـ ۲) -

---

۱- ''فتح نامہ،، صـ ۱۳۱-۱۳۸ - فرایئر نامہ صـ ۵۰-۵۳ - مرزا قلیچ بیگ کی ''تاریخ سندھ،، جلد دوم صـ ۱۸۳ و ۱۸۴ - ''تاریخ بلوچستان،، میں مرقوم ھے کہ او سبحانہ و تعالیٰ ھمہ ابواب پردہ داریٔ بندگان خود را می نماید - باوجود قلت عسا کر خوش نامی نصیب حال میر زرک گردانید کہ بھمراہ معتبران خود در مکان سکرنڈ سردار نامدار بہ شہادت رسید کہ تا الیوم بپاس ننگ داری شہرۂ آفاق است صـ ۱۹۷ - پوسٹنز نے لکھا ھے کہ بروھی فوج عبدالنبی کے فرار سے قریباً ایک برس بعد آئی تھی (سندھ کے متعلق ذاتی مشاھدات صـ ۱۸۱) -

۲- ''جواھر عباسیہ،، صـ ۲۴۱ و ۲۴۲ -

سترھواں باب

افغانوں کی ترکتازی

میر عبداللہ خاں کے انتظامات: میر عبداللہ خاں نے جنگ سے فرصت پاتے ھی اھل ملک کے حالات بہتر بنانے پر توجہ مبذول کردی ۔ بیچارے عوام کئی سال کی خرابیوں اور خواریوں کے بعد میر بجار کی مدارالمہامی کے زمانے میں ذرا اطمینان سے بیٹھے تھے کہ میاں عبدالنبی نے انھیں پھر قتل و غارت کی آفتوں میں مبتلا کردیا تھا ۔ ''فتح نامہ،، کے بیان کے مطابق میر عبداللہ خاں نے دو محصول معاف کردیے :

به فرسودهٔ میر والا عطا
نوشتند پروانه ها جا بجا

(اونچی بخشش والے میر کے فرمان کے مطابق
پروانے لکھ کر جگہ جگہ بھیج دیے گئے) ۔

که مرفوع شد جا بد سجاشر بسر
یکے پیشکش سر شماری دگر
(که دو محصول ہر جگه سے کا ملاً منسوخ
کردیے گئے - ایک پیشکش اور دوسرا سر
شماری) -
که آں ہر دو تکلیف دشوار بود
مروج ز عہد خدا یار بود
(یه دونوں محصول سخت تکلیف کا باعث تھے
اور یه خدا یار خاں کے زمانے سے رائج تھے) -
چوں آں ہر دو تکلیف مالایطاق
ہمیں بود ہر سال بر خلق شاق
(یه دونوں ناقابلِ برداشت تکلیفیں لوگوں پر
ہر سال شاق گزرتی تھیں) -
ز سختیٔ تحصیل از ہر طرف
رعایا بہر سال می شد تلف
(محصول وصول کرنے کی سختی میں رعایا ہر
سال تلف ھوتی تھی) -
رسیده چو در گوشِ خلق ایں نوید
شمردند آں روز را روز عید (ح-۱)
(جب لوگوں کے کانوں میں یه خوش خبری پہنچی
تو وہ اس دن کو روزِ عید سمجھنے لگے) -

مدد خاں کا تقرر: میاں عبدالنبی کی پے در پے درخواستوں

۱- ''فتح نامه'' ص-۱۳۳- ''فریئر نامه'' کا بیان بھی یہی ہے -
ص-۴۷، ۴۸ -

کا نتیجہ یہ نکلا کہ دربار افغانستان سے سردار مدد خان، (ح-۱) میاں صاحب کی اعانت کے لئے متعین ہوا - دربار میں محفوظ خان، میاں صاحب کا خاص معاون تھا اور اسی کی کوششوں سے میاں صاحب کی درخواست پر منظوری کی مہر لگ جاتی تھی- ''تاریخ بلوچستان،، میں مرقوم ہے :

میر زرک کی شہادت کے بعد تیمور شاہ کا حکم میر محمد نصیر خان کے نام صادر ہوا کہ سردار مدد خان اسحاق زئی کو میاں عبدالنبی کلھوڑے کی امداد کے لیے مقرر کیا گیا ہے- وہ لشکر لے کر آئے گا- آپ کے لیے بھی حکم ہے کہ بروھیوں اور بلوچوں کا لشکر سردار موصوف کے ساتھ سندھ کی طرف روانہ کریں اور ٹالپروں کی قوم کو پامال کیا جائے، جو میاں صاحب موصوف کے دشمن ہیں - یوں ملک کو ان کے ہاتھ سے چھین کر کلھوڑو مذکور کے حوالے کیا جائے- اس وقت محمد نصیر خان بیمار تھا- اس نے اخوند ملا فتح محمد خان اور بروھی و بلوچ سرداروں کو اس غرض سے تیار کیا کہ وہ سردار مدد خان کے ھمراہ ھوکر بادشاہ کی خدمت انجام دیں (ح- ۲) -

---

۱- اس شخص کا نام دلاور خان تھا- تیمور شاہ کو تخت پر بٹھانے کے سلسلے میں اس نے بہت خدمات انجام دی تھیں - اس وجہ سے شاہ موصوف کے زمانے میں اسے بہت عزت حاصل رہی - ''مدد خان'' خطاب تیمور شاہ ھی نے دیا تھا - یہ اسحاق زئی قبیلے سے تھا - ''صبح صادق'' میں اسے علی خان لکھا ہے (ص- ۸۹) -

۲- ''تاریخ بلوچستان'' ص- ۱۹۷ ' ۱۹۸ - تاریخ مذکورہ میں (بقیہ حاشیہ صفحہ ۸۲۳ پر)

مدد خاں کی زر طلبی: سردار مدد خاں ڈیرہ اسماعیل خاں کے راستے آیا - فریئر نامہ میں لکھا ھے کہ سردار بہاول پور آیا ھوا تھا - عبدالنبی نے کچھ نذرانے بھیجے اور فتح سندھ کے بعد بہت بڑی رقم دینے کے وعدے پر اسے مدد کے لئے بلایا - محفوظ خاں نے شاھی حکم مدد خاں اور نصیر خاں بروھی کے نام جاری کرادیا کہ وہ اعانت میں کوئی دقیقہ سعی اٹھا نہ رکھیں (ح ۱) -

غرض عبدالنبی ، بروھیوں اور نہمردیوں کا لشکر سردار سے آملا ، مدد خاں نے سب سے پہلے یہ مطالبہ پیش کیا کہ میری فوج کو تنخواہ نہیں دی گئی - جو روپیہ دینے کا وعدہ کیا ھے - اس میں سے آدھا فوراً دے دو - باقی بعد میں وصول کرلونگا - میاں پر دباؤ پڑا تو اس نے کہا کہ میرا سارا خزانہ قلعہ میں مدفون ھے - وھاں پہنچ کر کوڑی کوڑی حوالے کردونگا - فی الحال اپنی ضرورتیں لوٹ مار کے ذریعے سے پوری

مختلف رئیسوں کی فہرست دیدی گئی ھے مثلاً میر عبدالنبی رئیسائی، سردار حاجی محمد خاں شہرانی ، میر جنگی سرپرہ ' میر احمد خاں مینگل' وڈیرہ بہادر خاں بنگل زئی، احمد خاں محمد شہی' دینار کوردی ' ولانگولہڑی ' وڈیرہ میر ورند ' جلال خاں ڈونیکی ' جلال خاں مغیری ' وڈیرہ غلام علی بلیدھی' میر یوسف خاں زھری' میر نور محمد موسیانی' میر ولی محمد مینگل شاھی زئی ' میر رحمت ' میر مراد خاں ' سردار شہباز خاں ' میر فقیر محمد ' وڈیرہ قیصر خاں مگسی ' وڈیرہ قلانی دیناری -

۱- "فریئر نامہ" ص ۵۳ - بہاول پور گزیٹیر میں ھے کہ بعض رئیسوں نے مدد خاں کو بہاول پور کی طرف متوجہ کردیا تھا -

کرو (ح۔ ۱)۔

مدد خاں نے بے توقف لوٹ مار شروع کردی ۔ اسے شبہ پیدا ہوگیا کہ عبدالنبی جھوٹے وعدے کررہا ہے ۔ چنانچہ اس نے میاں کے خاص مشیروں میں تاجہ لیکھی کے بیٹے عبلاول، تاجہ ساتیہ اور بوڑہ دربان کے ہاتھوں، پاؤں اور گردنوں میں زنجیریں پہنادیں ۔ اپنے آدمیوں کو حکم دے دیا کہ انہیں مار مار کر مدفون خزانوں کا پتہ لگاؤ ۔ ''فریئر نامہ،، کا بیان ہے کہ انہیں اپنے سامنے بلایا اور ان کے اعضا کو ڈنڈوں سے توڑا ۔ ہر منزل پر ان سے یہی سلوک ہوتا (ح۔ ۲) ۔ یوں مدد خاں نے سندھ کے دارالحکومت کا رخ کرلیا (ح۔ ۳) ۔

سندھ پر ہولناک آفت: مدد خاں کی غارت گری کا نقشہ ''فتح نامہ،، نے یوں کھینچا ہے کہ اسے نہ خدا کا خوف تھا ۔ نہ رسول اکرم صلعم کی شرم تھی ۔ افغان لشکری

۱۔ ''فرائر نامہ'' ص۔ ۵۵ ۔ اصل الفاظ یہ ہیں: ''از غارت ملک سندہ بہ دست آرید'' ۔ ممکن ہی نہیں اغلب ہے میاں عبدالنبی نے یہ کہا ہو اس لئے کہ اس سے روپیہ مانگا جارہا تھا اور اس تقاضے کو پورا کرنے کا اور کو ذریعہ نہ تھا ۔ لیکن اگر میاں نہ کہتا تو کیا مدد خاں غارت گری سے باز رہتا؟ کیا وہ اس باب میں میاں کی اجازت کا محتاج تھا ۔ اگر عبدالنبی اسے رقم دے بھی دیتا تو اس امر کی کیا ضمانت تھی کہ مدد خاں یا اس کے لشکری غارت سے مجتنب رہتے ؟

۲۔ ''فریئر نامہ'' ص۔ ۵۵ ، ۵۶ ۔

۳۔ ''فتح نامہ'' ص۔ ۱۴۹ ، ۱۵۱ ۔ میرزا قلیچ بیگ کی تاریخ سندھ جلد دوم ص۔ ۱۸۴ ۔

دیوانوں کی طرح لوگوں کو بے خطا مارتے تھے - جہاں سے گزرتے تھے ، آبادیاں ویران ھوجاتی تھیں :

همه بے کس آزار و بے زور کش
همه ناتواں دشمن و مور کش

(وہ سب بیکسوں کو دکھ دیتے تھے - کمزوروں کو مارتے تھے - ناتوانوں کے دشمن اور ضعیفوں کے قاتل تھے) -

همه موذی و ناکس و نابکار
همه نیش زن کژ دم و کہنه مار

(وہ تمام موذی ، نالائق اور نابکار تھے - سب بچھوؤں اور زھریلے سانپوں کی طرح نیش زن تھے) -

همه بے نصیب از صفا و سلوک
همه بے سبب کش چو دیوانه خوک

(وہ تمام صفا و سلوک سے بے بہرہ تھے - دیوانے سور کی طرح لوگوں پر بے وجہ حملے کرتے تھے) -

همه با ضعیفاں ستیزاں چو برق
همه روزِ میداں گریزاں چو برق

(ضعیفوں سے لڑنے کے لئے وہ تمام بجلی کی طرح تیز تھے - کہیں مقابلے کی صورت پیدا ھوجاتی تو بجلی کی تیزی سے بھاگ جاتے تھے) -

رعیت کشد تیغ شاں بے دریغ
گریزند بینند چوں روئے تیغ

(ان کی تلوار رعایا کی گردن پر بے دریغ چلتی تھی - مقابلے پر تلوار اٹھتی تھی تو بھاگ جاتے تھے) -

بغارت چناں دست گسترده اند
که تا بوریائے کہن برده اند (حـ ۱) -

(لوٹ مار میں وہ ایسے دراز دست تھے کہ پھٹا پرانا بوریا بھی نہ چھوڑتے تھے) -

فریئر نامے کا مصنف لکھتا ھے کہ:

مدد خاں ظالمے بود اشد چنانکه مرد مان ایں وقت هر گاه کر ظالمے را می بینند مدد خاں نامش می نهند و اگر احیاناً کسے بر آواز کلاں فریاد می کند یا کسے بجائے بزودی می رود، یا کسے را کسے برائے کدام کار بزودی می طلبد، دیگر می گویند: ''مدد آمد؟ چه شد؟،، (حـ ۲) -

مدد خاں بڑا ھی ظالم تھا - یہاں تک کہ اس وقت بھی لوگ کسی کو ظلم کرتا ھوا پاتے ھیں تو اس کا نام مدد خاں رکھ دیتے ھیں اور اگر کبھی کوئی بلند آواز سے چلاتا ھے یا کوئی کہیں تیزی سے جاتا ھے، یا کسی کو کوئی کسی کام کے لئے جلدی بلاتا ھے تو دوسرے کہتے ھیں مدد آگیا؟ کیا ھو؟

یہ بلائے بے درماں تھی جسے میاں عبدالنبی اپنی

۱- ''فتح نامه،، صـ ۱۵۲ -

۲- ''فریئر نامه،، صـ ۵۶ -

حکومت کی خاطر سندھ پر چڑھا لایا تھا - حالانکہ وہ حکومت بھی اس نے صرف اپنی بدطینتی اور حماقت سے ضائع کی تھی -

میر عبداللہ خاں کا جذبۂ ہمدردی: میر عبداللہ خاں کو اہلِ ملک کی تباھی و بربادی کا حال معلوم ھوا تو وہ بے تاب ھوگیا - اس نے اپنے اقربا کو بلا کر صاف صاف کہہ دیا کہ چلو میدان میں نکلیں اور مردوں کی طرح کمزوروں کے بچاؤ کا سہارا بنیں - سب نے اس دعوت پر لبیک کہی - صرف میر فتح خاں نے یہ کہتے ھوئے اختلاف کیا کہ یہ شاھی فوج ھے - بادشاہ زمین پر خدا کا سایہ ھوتا ھے، لہٰذا تلوار اٹھانا جائز نہیں - میر عبداللہ خاں نے جواب دیا:

> بادشاہ وہ ھے جس میں خدا کی صفتیں موجود ھوں - وہ ھے جو خدا کی طرح لوگوں کی پرورش کرے - بادشاہ وہ ھے جو خلقِ خدا کو آرام پہنچائے - وہ نہیں جو لوگوں کا خون بہائے - اگر ھم نے اس وقت لوگوں کے حال پر توجہ نہ کی تو وہ تباہ ھوجائیں گے - ھم سب سے ربیع و خریف میں مالیہ وصول کرتے رھے ھیں - اب ان کے سروں پر تلواریں چمک رھی ھیں - کیا ھمارے لئے ضروری نہیں کہ اپنے آپ کو ان کے لئے ڈھالیں بنائیں؟ ھم خراج اور مالیہ لیتے رھے ھیں - اگر آج اپنی جانیں بچاتے ھوئے لوگوں کو بلاؤں کے گرداب میں چھوڑ دیں تو ھمارا لیا ھوا مال ھمارے لئے کب حلال رھا؟ ضروری ھے کہ ھم، لوگوں کی غمخواری کی کوئی تدبیر کریں (ح- ۱) -

---

۱- "فتح نامہ" ص- ۱۵۴ -

فریئر نامه کا بیان: اس سلسله میں فریئر نامه کے مندرجه ذیل اقتباسات قابل ملاحظه هیں - میر عبداللہ خاں کو جب خبر ملی که :

تمامی سندھ را آن ظالم جهول برابر خاک سیاه کرده است و ناموس هاے تمام اهالیٔ سندھ برباد رفته است همون وقت میر فتح علی خاں و میر سهراب خاں را طلبید و گفت که دریں باره راے ایشان چیست ؟ هردو میر فرمودند که بر توکل خداے تعالیٰ بایں موزی جنگ باید کرد (ح- ۱)-

اس ظالم جاهل نے پورے سندھ کو خاک سیاه کر کے برابر کر دیا هے اور سارے سندهیوں کا ناموس برباد هو گیا هے تو اسی وقت میر فتح علی خاں اور میر سهراب خاں کو بلایا اور پوچھا که بتاؤ اس بارے میں کیا رائے هے؟ دونوں نے کہا که خدا کے بھروسے پر اس موزی سے جنگ کرنی چاهئے -

میر فتح خاں نے بادشاهی کے غلط تصور کی بناء پر اس رائے سے اختلاف کیا تو میر عبداللہ خاں نے کہا :

بادشاه آن کس است که عادل و خدا ترس باشد نه آنکه بے گناه خون خلق بریزد و ناموس شرفا برباد دهد- در وقت ربیع و خریف از رعایا پول بگیریم و در وقت سختی مظلومان بے پر و بال را در چنگل خونخواران گزاریم ؟ فرض است بر ما که غمخواری رعایاۓ مظلوم بکنیم (ح- ۲) -

---

۱- ''فریئر نامه'' ص- ۵۶ -
۲- ''فریئر نامه'' ص- ۵۷ -

بادشاہ وہ ہے جو عادل و خدا ترس ہو نہ کہ رعایا کا خون بے وجہ بہائے اور شریفوں کی عزت برباد کرے۔ ہم ربیع و خریف کی فصلوں پر رعایا سے روپیہ لیتے ہیں - آیا یہ مناسب ہے کہ سختی کے وقت ان بے دست و پا مظلوموں کو خونخواروں کے پنجوں میں چھوڑ دیں ؟ ہمارا فرض ہے کہ مظلوم رعایا کی غمخواری میں کوشاں ہوں -

یہ اٹھارھویں صدی کی باتیں ہیں ، جب بادشاہوں کے بارے میں نہایت غلط اور مہمل تصورات رائج تھے یہانتک کہ نادر شاہ جیسے ظالم و جابر کا مقابلہ بھی شرعی و اخلاقی گناہ سمجھا جاتا تھا - لیکن دیکھئے - میر عبداللہ خاں کے تصورات اس تاریک و مظلوم عہد میں بھی کتنے روشن اور پاکیزہ تھے اور پھر اس مردِ خدا کے دل میں فرائض ملکداری کا کس درجہ قابلِ قدر احساس موجزن تھا -

اقدام : بہرحال میر عبداللہ خاں نے مقابلے پر نکلنے کا فیصلہ کرلیا - میر فتح علی خاں ، میر غلام علی خاں اور میر سہراب خاں اس کے ساتھ ھو گئے - میر فتح خاں اور میرزا فقیر ، بعض نظامانی سرداروں کے ساتھ اپنی جگہ بیٹھے رہے - میر عبداللہ خاں نے دو منزلیں طے کرلیں تو پس ماندوں کے دل میں بھی بے چینی رونما ہوئی - وہ تیزی سے پیچھے پیچھے روانہ ہوئے - میر عبداللہ خاں سے ملے تو قرآن ھاتھ میں لے کر کہا کہ اس پاک کتاب کی پیروی ہم سب پر فرض ہے - خدا اور رسول پاک کے لئے ہماری ایک عرض قبول فرما لیجئے اور وہ یہ ہے کہ پیش دستی نہ کیجئے اور تدبیر سے انھیں شکست دیجئے - ہم سب یہیں ان کے راستہ میں بیٹھ جاتے ہیں وہ آئیں گے اور

ھم پر حملہ کریں گے تو ھم ''البادی اظلم،، کے پیش نظر انھیں تلواروں سے کاٹ کر رکھدیں گے۔ میر عبداللہ خاں اس پر راضی ھو گیا (ح۔ ۱)۔

فریئر نامہ میں مرقوم ھے کہ میر عبداللہ خاں اور آن کے ساتھی دو منزل جا چکے تو میر فتح خاں نے سوار بھیج کر آنھیں ٹھیرایا اور پیغام بھیجا کہ میں بھی آتا ھوں۔ دوسرے روز دو سیدوں کو قرآن مجید دے کر میر عبداللہ خاں کے پاس بھیجا کہ خدا اور رسول پاک کے لئے ھماری عرض قبول کیجئے۔ دشمنوں پر حملے میں عجلت سے کام نہ لیجئے۔ تدبیر سے آنھیں باھر نکالیں گے ۔ اگر وہ ھم پر حملہ کریں گے تو ھم تیغ آبدار سے جواب دیں گے (ح۔ ۲)۔

مدد خاں کا پیغام: مدد خاں آگے بڑھا تو آسے جاسوسوں کے ذریعے سے میروں کے عزم جنگ کی کیفیت معلوم ھوگئی۔ وہ غارت گری سے دست کش ھو گیا۔ ھراول دستوں کی تعداد بڑھا دی اور ھر قسم کی احتیاط کرلی کہ اچانک اور ناگھانی حملے کا ھدف نہ بن جائے۔ پھر اپنے ساتھیوں سے مشورہ کیا۔ ان میں سے نواب جنگ، اخلاص خاں اور بابری خاں کے نام مذکور ھیں۔ سب نے رائے دی کہ جنگ سے پیشتر صلح کے لئے سعی و کوشش مناسب ھے۔ چنانچہ مدد خاں نے میر عبداللہ خاں کو لکھا کہ آپ بڑے بہادر اور عقلمند ھیں۔ عبدالنبی نے آپ پر جو ظلم کئے، وہ سب مجھ پر واضح ھوگئے۔

۱۔ ''فریئر نامہ'' ص۔ ۱۵۵-۱۵۶، مرزا قلیچ بیگ کی تاریخ سندھ جلد دوم ص۔ ۱۸۵ ۔

۲۔ ''فریئر نامہ'' ص۔ ۵۷-۵۸ ۔

اس کا دل کسی کی طرف سے بھی صاف نہیں - جو آدمی اس کے مشیر ھیں، وہ بھی سب کے سب جھوٹے، افترا پرداز اور فتنہ انگیز ھیں - نہ انہیں مردانگی سے حصہ ملا ھے اور نہ وہ عقل‌مند ھیں - یہی وجہ ھے کہ میں نے ان سب کو زنجیریں پہنا دی ھیں - آپ اپنے گھروں کو لوٹ جائیں - میں ان لوگوں کے ساتھ خداباد (خداباد نو) جانا چاھتا ھوں - اس لئے کہ یہ کہتے ھیں، وھاں ھمارا خزانہ مدفون ھے - اگر روپیہ مل گیا تو خیر، ورنہ یہ لوگ شاہ کی نظر میں جھوٹے ثابت ھوں گے - میں آپ کی دوستی کا خواھش مند ھوں اور اس پر خدا کو گواہ ٹھہراتا ھوں (ح-۱) - یہ خط ایک بابری رئیس اور منشی خاص کے ھاتھ میر کے پاس بھیج دیا -

میر کا جواب: میر نے سردار کے ایلچیوں کا بہت اعزاز و اکرام کیا - ان میں سے ھر ایک کو گھوڑا، خلعت اور روپیہ دیا اور اپنی طرف سے اللہ داد لیکھی بن جاں نثار خاں اور امرت رائے کو سردار کی خدمت میں بھیجا - انھوں نے عرض کیا کہ میر اور اس کے ساتھی شاہ کے جاں نثار ھیں آپ کو (سردار مدد خاں کو) چچا کے برابر سمجھتے ھیں حکم ماننے میں تامل نہیں - لیکن میر نے عرض کیا ھے، میں قسم کھا چکا ھوں کہ خواہ کتنی ھی بڑی فوج سے مقابلہ پیش آجائے، منہ نہ موڑوں گا - آپ میری قسم نہ تڑوائیں - خداباد جانا

۱- ''فتح نامہ'' ص- ۱۶۰-۱۶۲' میرزا قلیچ بیگ کی ''تاریخ سندھ'' جلد دوم ص- ۱۸۵-۱۸۶ ''فریئر نامہ'' میں مذکور ھے کہ پہلے رات کو مشورہ کیا - سب نے صلح کی رائے دی- صبح کو دوبارہ مشورہ کیا تو اس وقت بھی سب نے اسی رائے کا اظہار کیا - ص- ۶۰، ۶۱ -

چاھتے ھیں تو دریا کے راستے چلے جائیں - جب آپ کی فوج نکل جائے گی - میری قسم پوری ھوجائے گی اور ھم سب آپ کی خوشنودی کے لئے عمرکوٹ میں جائیں گے - ھمارا سر و سامان وھیں ھے، وھیں رھیں گے -

سردار نے بھی میر کے ایلچیوں کی بڑی عزت و تکریم کی - انعام دیا اور دریا کے ساتھ ساتھ روانہ ھوگیا (حـ ۱) -

---

۱- ''فتح نامہ'' صـ ۱۶۲-۱۶۴ ' میرزا قلیچ بیگ کی تاریخ سندھ صـ ۱۸۶ ' '' فریئر نامہ'' صـ ۹۲ - یہ عذر کہ میں قسم کھا چکا ھوں - ضرور مقابلہ کروں گا کچھ معقول معلوم نہیں ھوتا - لیکن چونکہ '' فتح نامہ '' اور '' فریئر نامہ '' کا بیان یہی ھے ' اس لئے اسے نقل کئے بغیر چارہ نہ تھا -

اٹھارھواں باب

سندھ میں تباہی کا طوفان

ملک کی دردناک حالت: میر عبداللہ خاں چاھتا تھا کہ مدد خاں سے جنگ کرے اور اسے ظلم و جور کا مزا چکھائے - بادشاھی و سرداری کے متعلق اس کے تصورات و نظریات پہلے پیش ھوچکے ھیں - لیکن میر فتح خاں کی غلط اندیشی یا خوش فہمی اس طرح میر عبداللہ خاں کی عناں گیر ھوگئی کہ اسے، با دلِ ناخواستہ ایک گوشے میں معطل ھوکر بیٹھنا پڑا - اگر ٹالپروں کا باھمی اختلافِ راے، جنگ میں حائل نہ ھوجاتا تو یقین ھے کہ مدد خاں ابتدا ھی میں مراجعت پر مجبور ھوجاتا اور سندھ ان ھولناک آفات و مصائب سے محفوظ رھتا، جو اس افغان سردار کی آمد کے سبب سے نازل ھوئیں -

مدد خاں کے ھراول میں نہمردی اور بروھی تھے - وہ ایک دن رات میں خداباد (خداباد نو) پہنچ گیا - عبدالنبی سے تقاضہ کیا کہ جس دفن شدہ خزانے کا وعدہ کیا تھا - اسے نکالو اور پیش کرو - عبدالنبی نے ھر طرف اپنے آدمی دوڑا دیے کہ جہاں جہاں سے تھوڑا بہت روپیہ مل سکے، مار پیٹ اور جرح و قتل سے حاصل کیا جائے -

فریئر نامہ میں مرقوم ھے :

ناخدا ترس عبدالنبی نے تلاشِ زر کے لئے آدمی ھر موضع، ھر شہر اور ھر مکان میں بھیج دیے - وہ ظالم جہاں پہنچے - جو چیز ملی اٹھا کر لے گئے - اس سلسلے میں بہت سے گھر برباد ھوئے - رعایا کے بہت سے مکان بے چراغ ھوگئے (ح- ۱) -

دل گداز نقشہ: افغانی لشکر کے آدمی اس ظالمانہ دستبرد میں پیش پیش تھے - میر عظیم الدین ٹھٹھوی کہتا ھے :

چناں ھول در ملک سند اوفتاد
که ھول قیامت در آمد به یاد

(سندھ میں ایسی خوفناک حالت پیدا ھوگئی
کہ قیامت کی ھولناکی یاد آگئی) -

رسیدند آن ظالماں جا بجا
به بستند و کشتند بے چارہ ھا

(وہ ظالم جگہ جگہ پہنچے — غریب لوگوں کو
گرفتار اور قتل کرتے رھے) -

۱- ''فریئر نامہ'' ص- ۶۳ -

ز حق چشم پوشید آں ظالماں
نمودند تاراج بس خانماں

(ان ظالموں نے انصاف کی طرف آنکھیں بند کرلیں — گھروں کے گھر تاراج کر ڈالے) -

بجستند از روشنائی سراغ
نمودند بس خانه ها بے چراغ

(روشنی ھاتھوں میں لے کر نکلے — اور گھر کے گھر بے چراغ کرڈالے) -

زدند آں ستم پیشگانِ جهول
بصد ضرب از بهرِ یک ضرب پول

(ان جاھل ظالموں نے ایک ایک پیسے کے لئے لوگوں کے دو دو سو ضربیں لگائیں) -

در اقلیم ما کس توانگر نماند
چو عنقا بجز نام از زر نماند

(ھمارے ملک میں کوئی مال دار نه رھا اور عنقا کی طرح مال کا صرف نام باقی رہ گیا) -

دگر جانب از فوج نکبت نشان
بروھی و افغان و نهمردیاں

(دوسری طرف تباھی پھیلانے والی فوج نے جو بروھیوں، افغانوں اور نهمردیوں پر مشتمل تھی) -

چناں دستِ غارت نموده دراز
کز انسان و حیواں نماند امتیاز

(اس وسیع پیمانے پر غارت گری کی که انسان اور حیوان کا امتیاز بھی مٹ گیا) -

نہ کس را بہ تن جامہ بگزاشتند
نہ بر فرق عمامہ بگزاشتند

(نہ کسی کے تن پر کپڑا چھوڑا، نہ کسی کے سر پر عمامہ باقی رہا) -

گرفتند از خلق تا کفش پا
برفتند ہر خانہ تا بوریا (حـ ۱) -

(لوگوں کے جوتے تک اتروا لیے اور گھروں کے بوریے تک سمیٹ کر لے گئے) -

خدا کی بارگاہ میں فریاد: میر عظیم الدین نے لکھا ہے کہ جو ظلم و جور ہوئے، ان کے بیان کا یارا نہیں - ہر فرد کی زبان پر جو فریاد تھی، اس کی سرسری کیفیت یوں بیان کی ہے کہ:

الٰہی خداوندِ عالم توئی
کشائندۂ بندِ عالم توئی

(اے خدا! جہان کا مالک تو ہی ہے اور جہان کے بندھنوں کو بھی تو ہی کھولتا ہے) -

فروماندگاں را ز تو یاوری
توئی داورِ ما بہ ہر داوری

(عاجزوں کا سہارا تو ہی ہے اور ہر مقدمے میں تو ہی، ہمارا منصف ہے) -

تو سر پنجۂ ظلم را بشکنی
تو درندہ ناخن ز بن برکنی

۱- "فتح نامہ" ص- ۱۶۴، ۱۶۵ -

(تو ظلم کے پنجے کو توڑتا ھے ۔ تو چیر پھاڑ کرنے والے ناخن کو جڑ سے اکھاڑتا ھے) ۔

چساں بسپری اے خدائے بزرگ
تو ایں گلۂ گوسفنداں بہ گرگ

(اے خدائے بزرگ! تونے بھیڑوں کے اس گلے کو بھیڑیے کے حوالے کیوں کردیا ھے؟) ۔

بدریا تواں غوطہ زد بے درنگ
بہ کشتیٔ ما ناخدا شد نہنگ

(دریا میں بے توقف کود پڑنے کے سوا چارہ نہیں کیونکہ مگرمچھ ھماری کشتی کا ناخدا بن گیا ھے) ۔

عنانِ ضعیفاں بہ سرکش مدہ
تو ایں مشتِ خس را بہ آتش مدہ

(کمزوروں کی باگ ڈور ظالم کے حوالے نہ کر ۔ تو اس مٹھی بھر خس و خاشاک کو آگ میں نہ ڈال) ۔

جہاں ظلمتِ ظلم تاریک کرد
شبِ مرگ با خلق نزدیک کرد

(ظلم کی تاریکی نے دنیا تاریک کردی ۔ موت کی رات لوگوں کے نزدیک آ پہنچی) ۔

بما ایں قیامت کم از حشر نیست
تزلزل کم از بعث و از نشر نیست

(ھم پر جو قیامت نازل ھوئی ۔ یہ روزِ حشر سے کم نہیں ۔ جس زلزلے میں ھم مبتلا ھیں

وہ بعث و نشر کے برابر ہے) ۔

در آنجاست پرسش ز اعمالِ خلق

دریں جاست پرسش ز اموالِ خلق

(قیامت میں عملوں کے متعلق سوال ہوگا ۔

یہاں مال و زر کے باب میں پوچھ گچھ ہو رہی ہے) ۔

در آنجا گنہگار در پرسش اند

دریں جا ہمہ بے گناہ می کشند

(وھاں گنہگاروں سے حساب کتاب لیا جائے گا ۔

یہاں بے گناھوں کو مارا جارھا ہے) ۔

دلِ عالمے از جفا شد دو نیم

ترحم کن اے کردگار عظیم (حـ ۱)

(ظلم سے دنیا کا دل ٹکڑے ٹکڑے ھوگیا ۔

اے خدائے بزرگ! رحم فرما) ۔

میر عبداللہ خاں کا پیچ و تاب: میر عبداللہ خاں نے جب عمر کوٹ میں اس ظلم و جور کی خونچکاں داستان سنی تو بے قابو ھوگیا اور یہ درد بھری دعا لب پر آئی :

اے خدا! تو میرے حال سے آگاہ ہے ۔ اھلِ دانش نے میرے پر وبال باندھ دیے ۔ اس جرم کے متعلق مجھ سے پرسش نہ کر ۔ تو جانتا ہے اس دکھ نے میری جان کو گھلا دیا ہے ۔ تو جانتا ہے کہ میں اس میں قصور وار نہیں ۔ میرے ساتھیوں نے مجھے مجبور کردیا ۔ بے شک میں تیری مخلوق کے روبرو شرمندہ ھوں ۔ لیکن تجھ پر دل کا حال روشن ہے ۔

۱۔ "فتح نامہ" ص۔ ۱۶۶، ۱۶۷ ۔

میرے دانش مند ساتھیوں نے مجھ پر ظلم کیا اور مجھے اس شرمندگی میں مبتلا کردیا - لوگ دشمنوں کے ہاتھ سے جو ظلم برداشت کرتے ھیں وہ اس وقت مجھے دوستوں کے ھاتھ سے برداشت کرنا پڑا - دانش ور لوگ نادانوں پر ھنستے ھیں - میں نے دانش مندوں کے ھاتھ سے دکھ اٹھایا ھے (حـ ۱) -

ایک اور روایت مظہر ھے کہ عالمِ رنج و قلق میں میر عبداللہ خاں نے کہا :

دیکھو، میر فتح خاں کی سوچی ھوئی تدبیر بچارے عوام پر کیا بلا لائی - خدایا! تو میرا حال جانتا ھے - میں اس صلح سے بیزار تھا - اس کا وبال میری گردن پر نہیں (حـ ۲) -

جنگ کی تیاری: میر فتح علی خاں نے اپنے سردار کی یہ بےتابی دیکھی تو خود بےتاب ھوگیا - میر سہراب سے بولا ! چچا جان! اب ھم ھاتھ پاؤں توڑ کر بیٹھے نہیں رہ سکتے - اپنے بھائی غلام علی کو مخاطب کرکے فرمایا :

اے وہ کہ حضرت علی کا نام تیرا حرز جان ھے، اٹھ اور جنگ کی تیاری کر، تاکہ ھم اپنے جواں بخت سردار کے ھمراہ چلیں - اس وقت اس کی رضا سب سے بڑھ کر ضروری ھے - ھم کب تک تدبیریں سوچتے رھیں گے - لازم ھے کہ تقدیر پر بھروسہ کرکے اٹھیں - خدا کی جو رضا ھے، وہ پوری ھو(حـ۳) -

---

۱- ” فتح نامہ “ صـ ۱۶۸ -
۲- ” فریئر نامہ“ صـ ۶۴ -
۳- ” فتح نامہ “ صـ ۱۶۸-۱۶۹ -

چنانچہ راتوں رات تیاری مکمل کرلی اور صبح کو کوچ کردیا ۔

میر فتح خاں نے جب یہ حالت دیکھی تو اپنے ہم نواؤں سے کہا کہ ہمیں بھی ساتھ چلنا چاہئے ۔ اگر افغان سردار سے میر عبداللہ خاں کی بات چیت ہوگی تو سنیں گے ۔ اگر جنگ کا سر و سامان دیکھیں گے ، تو روکیں گے ۔

فریئر نامہ کا بیان: فریئر نامہ کا بیان ہے کہ فتح علی خاں نے میر سہراب سے رائے پوچھی ، ساتھ ھی میر غلام علی خاں سے کہا کہ ہمیں میر عبداللہ خاں کے ہم رکاب جنگ کے لئے چلنا چاہئے ۔ زیادہ ظلم برداشت نہیں ھوسکتے ۔ غلام علی خاں نے جواب دیا کہ جو آپ کی مرضی ہے ، وھی میری مرضی ہے ۔ چنانچہ اسی وقت تیاری کا حکم دے دیا۔ دوسرے روز لشکر لے کر نکل پڑے ۔ میر فتح خاں نے یہ خبر سنی تو بہت پریشان ھوا ۔ سلام کے لئے میر عبداللہ خاں کے پاس پہنچا ۔ میر نے فرمایا کہ ہم نے آپ کی رائے کے مطابق صلح کی تھی ۔ نتیجہ یہ نکلا کہ غریبوں پر مصیبتیں نازل ھوئیں ۔ فتح خاں نے جواب دیا کہ آپ کا فرمانا بالکل بجا ہے کہ یہ ربانی تقدیر تھی جو پوری ھو کر رھی ۔ مدد خاں کا ظلم حد سے گذر گیا ۔ فساد کا جو مادہ جمع ھوچکا ہے ، اس کی دوا شمشیر تیز کے سوا کچھ نہیں (حـ ۱) ۔

میر کا ارشاد: میر عبداللہ خاں نے جب دیکھا کہ میر فتح خاں بھی ساتھ دینے کے لئے تیار ہے تو بہت خوش ھوا،

۱- ”فریئر نامہ“ صـ ۶۴-۶۵ ۔

لیکن صاف صاف کہہ دیا کہ آپ بڑے عقلمند اور تجربہ کار ھیں - میں پوچھنا چاھتا ھوں کہ رعایا نے آپ کا کیا گناہ کیا تھا کہ غلط رائے دے کر اس پر مصیبتیں نازل کیں - لوگ تباہ ھوگئے - دشمنوں کے سوا آپ کی عقل مندی سے کسی کو فائدہ نہ پہنچا - کل موت آپ کے اور میرے سر پر آئے گی تو یہ ھوشمندی اور دور اندیشی میرے اور آپ کے کسی کام نہ آئے گی - احکم الحاکمین کے سامنے عقل بیکار ھوجاتی ھے - اگر اب بھی آپ پہلی رائے پر قائم ھیں تو بہتر ھے، جہاں بیٹھے ھیں، وھیں بیٹھے رھیں -

میر فتح خاں نے جواب دیا کہ آپ کا ارشاد درست ھے - بڑھاپے کے باعث میرے حواس بجا نہیں رھے - میری وجہ سے لوگوں کو نقصان پہنچا، وہ خدا کی طرف سے مقرر تھا - ھندو اور مسلمان نے جو دیکھنا تھا، دیکھ لیا - اب بھی بات چیت سے معاملات کو سلجھایا جا سکتا ھے - یہ الفاظ سن کر میر عبداللہ خاں خاموش ھوگیا (حـ ۱) -

مدد خاں کے نام پیغام: مدد خاں کو جب معلوم ھوا کہ میر عبداللہ خاں جنگ کے ارادے سے نکل پڑا ھے تو بہت پریشان ھوا - مشیروں سے بات چیت کے بعد حکم دے دیا کہ شہر سے باھر نکلو - شہر میں بیٹھ کر کچھ نہیں ھوسکتا - ھر تدبیر باھر نکل کر اختیار کی جاسکتی ھے - چنانچہ وہ دوسرے ھی دن خدا باد سے روانہ ھوگیا -

میر عبداللہ خاں نے تیزی سے تعاقب کیا - جب اس

۱- ''فتح نامہ'' صـ ۱۷۰ -

کا لشکر مدد خاں کے لشکر سے صرف چھ میل پر رہ گیا تو میر نے اللہ داد کے ہاتھ ایک خط مدد خاں کو بھیجا جس کا مضمون یہ تھا:

اے نامور سردار! میں نے تیرے قول پر اعتماد کیا۔ میری نظر تیری سرداری پر تھی۔ لیکن تیرے قول کی سچائی کہاں گئی؟ تو نے پہلے کیا کہا اور آخر میں کیا کیا؟ تیرا ظاہر کیا تھا اور باطن کیا نکلا؟ تیری فوج نے ملک پر کیا ظلم ڈھایا! خدا قوت اس لئے عطا کرتا ہے کہ لوگوں سے مہربانی کا برتاؤ کیا جائے۔ کسی بڑے کے لئے جائز نہیں کہ کسی چھوٹے پر زبردستی کرے۔ تجھ پر خدا نے احسان کیا تو تو اس کے بندوں پر احسان کر۔ تمام لوگ ایک خدا کے بندے ہیں اس غیور خدا سے ڈرنا چاہئے۔

دوسری روایت: ''فرائیڈ نامے،، میں خط کا مضمون یوں بیان ہوا ہے:

اے نامدار! میں نے تیرے قول پر اعتماد کیا لیکن اس میں دوستی کا کوئی پہلو نظر نہ آیا۔ تو نے پہلے کیا کہا اور آخر میں کیا کیا؟ جو صاحبِ قوت ہو، خدا اسے اختیار دیتا ہے۔ لیکن اس لئے کہ وہ خلقِ خدا پر لطف و عنایت کرے۔ نہ اس لئے کہ ظلم و ستم سے پیش آئے۔ آپ نے نہ خدا کا خوف کیا اور نہ رسولِ پاک کا لحاظ فرمایا۔ ضعیفوں اور غریبوں پر ایسا ظلم کیا کہ حجاج

کے ظلم بھی اس کے سامنے ماند پڑ گئے (ح- ۲)۔

مدد خاں کا جواب: مدد خاں نے میر کا خط پڑھتے ہی وفورِ شرم سے گردن جھکا لی اور اپنے خاص آدمیوں کے ھاتھ جواب بھیجا:

اے میر! میں نے تیرے پیام کو آویزۂ گوش بنا لیا۔ تو جوانمردی میں شیروں سے بڑھا ھوا ھے۔ نیک طبعی میں بوڑھوں سے آگے نکل گیا ھے۔ میں عوام پر ظلم کا خواھاں نہ تھا۔ عبدالنبی نے جو روپیہ دینے کا وعدہ کیا تھا، نہ دیا۔ بلکہ رسد بھی مہیا نہ کی۔ مجبوراً غارت گری کرنی پڑی۔ خدا کی بارگاہ میں اسی سے پرسش ھوگی۔ باقی رھا آپ کے ساتھ میرا قول تو میں کئی مرتبہ حضور میں عرضیاں بھیج چکا ھوں کہ آپ کے سوا سندھ کا انتظام کوئی نہیں کرسکتا۔ وھاں سے جواب آیا ھے کہ جو انتظام چاھو کرو لیکن یہ ضروری ھے کہ مقررہ خراج باقاعدہ ادا ھوتا رھے۔ آپ اگر مجھے قول دے دیں اور میری تسلی کردیں تو میں شاہ کے رو برو آپ کی طرف سے ذمہ داری قبول کرنے کے لئے تیار ھوں۔ نیز اگر آپ سچے دل سے ھمارے دوست ھیں تو میر فتح علی خاں، میر سھراب خاں اور میر فتح خاں کو لے کر میرے پاس آئیے اور اپنے لشکر کو رخصت کردیجئے۔ اس طرح اطاعت گزاری سے آپ کا عز و جاہ دوچند ھوجائے گا اور آپ کے دشمن ذلیل

۲- ”فریئر نامہ“ ص- ٦٦ -

و شرمسار ھوں گے۔ یہ میرا خیر خواھانہ مشورہ ہے۔
آیندہ آپ کی مرضی۔

میر کا فیصلہ: میر نے جواب میں مدد خاں کو صاف کہلا بھیجا کہ میری فوج میری برادری کے لوگوں پر مشتمل ہے۔ انھیں ایسے وقت میں الگ نہیں کرسکتا۔ اگر الگ کرونگا تو وہ بگڑ جائیں گے۔ عین اس موقع پر میر فتح خاں بول اٹھا کہ ھمیں سردار کا حکم ماننا چاھئے۔ میر عبداللہ خاں نے یہ صورتِ حال دیکھی تو کہا کہ لڑنا ھمارے لئے مشکل نہیں۔ لیکن ھم میں نا اتفاقی رونما ھوگئی ہے۔ بہتر یہ ہے کہ الگ ھوجائیں۔ میر فتح خاں مدد خاں کے پاس چلا جائے۔ وہ جو کچھ حاصل کرے گا، ھم دیکھ لیں گے۔

چنانچہ میر عبداللہ خاں، میر فتح علی خاں، میر غلام علی خاں اور میر سہراب خاں لڑائی کے لئے نکل پڑے۔ فتح خاں اور باغہ فقیر اپنے آدمیوں کو لے کر عمر کوٹ چلے گئے (ح۔ ۱)۔

سندھی کی ضرب المثل: مدد خاں کا جبر و تشدد سندھی میں ضرب المثل بن گیا۔ مثل ہے "مدد تھو اچئی" (مدد آرھا ہے) یہ مثل ایسے موقع پر بولی جاتی ہے۔ جب کوئی ھولناک مصیبت پیش آنے والی ھو۔ مسٹر ایڈوانی نے لکھا ہے کہ مدد خاں کی غارت گری مدت تک سندھیوں کو

۱۔ ان تفصیلات کے لئے ملاحظہ فرمائیے: "فتح نامہ" ص۔ ۱۶۷-۱۶۶، میرزا قلیچ بیگ کی تاریخ سندھ جلد دوم ص۔ ۱۸۷-۱۸۹، "فریئر نامہ" ص۔ ۶۶-۶۸۔

یاد رھی - اس کا نام سن کر چہروں پر زردی چھا جاتی تھی اور جسم کانپ اٹھتے تھے - بچوں کو ڈرانے کے لئے یہ کلمہ عموماً بولا جاتا تھا (ح ۱) -

ظلم و جور کی شہادتیں: مدد خاں نے بہ ظاھر عبدالنبی کی حمایت کے سلسلے میں اہلِ سندھ پر جو ظلم و جور کیے، ان کا اجمالی نقشہ اوپر پیش کیا جاچکا ھے - حقیقت یہ ھے کہ ان بیانات سے بربادی سندھ کی پوری کیفیت واضح نہیں ھوتی - صرف سرسری نقشہ سامنے آجاتا ھے - ماؤنٹ سٹوارٹ الفنسٹن ۱۸۰۹ میں کابل گیا تھا اور اس نے اپنی کتاب ''سلطنت کابل،، اس کے بعد مرتب کی تھی - جب تباھی سندھ پر کم و بیش تیس سال گزر چکے تھے وہ لکھتا ھے:

> مدد خاں نے ملک (سندھ) کو تلوار اور آگ سے ویران کرڈالا اور اس کی غارت گری اس درجہ شدید و بے پناہ تھی کہ اس کی مہم کے بعد خوفناک قحط شروع ھو گیا - بیان کیا جاتا ھے کہ سندھ کو اس موقع پر جو نقصان پہنچا اس کی تلافی اب تک نہیں ھوسکی -

یعنی مدد خاں کی غارت گری نے سندھ میں اتنی سکت نہ چھوڑی کہ تیس برس میں بھی اس نقصان کی ضرب سے عہدہ برا ھوسکے -

ایک اور شہادت: ایک اور شہادت مظہر ھے:

> غارت گری سے سادات کے دیہات بھی محفوظ نہ رھے، حالانکہ سب لوگ ان کا غیر معمولی احترام کرتے تھے - عامِ رعایا کی حالت بیان نہیں ھوسکتی - خاص و عام قتل و غارت کا ھدف بنے اور فقیروں کی

۱- ''جرنل سندھ ھسٹاریکل سوسائٹی'' بابت جنوری ۱۹۳۸ء - ص- ۵۹ -

طرح روٹی کے لئے در بدر پھرنے لگے - ایسا معلوم ہوتا تھا کہ قیامت کی گھڑی سر پر آ پہنچی -

اس کے بعد قحط پڑا اور ایسا شدید و سخت کہ بڑے بوڑھوں نے بھی کبھی ویسا قحط نہ دیکھا تھا - سندھ جیسے زرخیز ملک میں جہاں غلے کی ہمیشہ افراط رہی - روپیہ کا ڈیڑھ سیر آٹا ملتا تھا - اس قحط میں ہزاروں آدمی بھوک کے باعث لقمۂ اجل بن گئے -

عماد الملک کا مرثیہ: عماد الملک ہندوستان کا وزیر رہ چکا تھا اور اس نے سلطنت مغلیہ کو برباد کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی تھی - سنہ ۱۷۸۰ء کے قریب وہ سورت میں تھا اور حج کر کے پھر سورت ہی آیا - اس نے سندھ کی تباہی کے حالات سنے تو بیتاب ہو گیا اور مندرجہ ذیل مرثیہ اس کی دردمندی کا آئینہ ہے:

در سند چہ فتنہ و بلا شد
گوئی کہ قیامتے بپا شد

(سندھ میں کیسا فتنہ بپا ہوا اور کیسی بلا نازل ہوئی — معلوم ہوتا ہے کہ قیامت آگئی) -

آں سند کہ مامنِ جہاں بود
اے آہ چہ گویمت چہا شد

(جو سندھ دنیا بھر کے لئے جائے امن تھا — میں تجھ سے کیا کہوں کہ اس کا کیا حال ہو گیا) -

ہر خانہ بہ خاک شد برابر
ہر صاحبِ دولتے گدا شد

(ہر گھر تباہ ہوکر خاک کے برابر ہوگیا — ہر صاحبِ دولت فقیر بن گیا) ۔

ہر تاجورے برہنہ سر گشت
ہر ماہ سرے برہنہ پا شد

(ہر وہ شخص جس کے سر پر تاج تھا لباس سے عاری ہوگیا — ہر چاند جیسے سر والا پاؤں سے ننگا رہ گیا) ۔

تا ناموراں بہ بند رفتند
سررشتۂ صبرِ دل رہا شد

(بہت سے نامور قید میں پڑ گئے — دل کے ہاتھ سے صبر کا رشتہ چھوٹ گیا) ۔

مادر ز پسر، پسر ز مادر
سر از تن و تن ز سر جدا شد

(ماں بیٹے سے جدا ہو گئی، بیٹا ماں سے بچھڑ گیا — سر تن سے اور تن سر سے الگ ہوگیا) ۔

منعم پئے مشت آرد یک سیر
سرگرداں ہمچو آسیا شد

(دولت مند مٹھی بھر آٹے کے لئے — چکی کی مانند سرگردانی پر مجبور ہوگیا) ۔

ہر گل رخے را ز خارِ صحرا
خونِ کفِ پائے خود حنا شد

(پھول جیسے چہرے والے ہر شخص کی یہ حالت ہے کہ جنگل کے کانٹے چبھنے سے اس کے پاؤں کے لئے مہندی کا سامان ہوا) ۔

ہر پردہ نشینِ کنجِ عصمت
بے برقع و معجر و ردا شد
(عصمت کے گوشے کی ہر پردہ نشین خاتون — برقع، اوڑھنی اور چادر سے محروم ہوگئی) -

زرہا بہ نثارِ حفظِ جان رفت
جانہا بہر آبرو فدا شد
(دولت جانوں کی حفاظت کے لئے قربان کرنی پڑی — جانیں آبرو کے پاس میں، نذرِ اجل ہوئیں) -

رفت از ہمہ ہر چہ در گرہ بود
زین گونہ فلک گرہ کشا شد
(افراد کی گرہ میں جو کچھ تھا، وہ جاتا رہا — آسمان نے اس طریق پر گرہ کشائی کی) -

یک ظلم نشد کہ شد دو صد ظلم
یک کار نہ شد کہ کارہا شد
(ایک ظلم نہیں بلکہ دو سو ظلم ہوئے — ایک کام نہیں بلکہ سیکڑوں کام ہوئے) -

بر اہلِ زمیں عجب بلائے
یک مرتبہ نازل از سما شد
(اہلِ زمین پر عجیب بلا — ایک ہی مرتبہ آسمان سے نازل ہوگئی) -

دل خوں شد زیں ستمگرے چند
ہر چند کہ جملہ از قضا شد
(ان چند ظالموں کے ہاتھوں دل خوں ہوگیا — اگرچہ کہنا چاہئے کہ جو کچھ ہوا حکمِ قضا سے ہوا) -

بے ستری طرفہ آہ صد آہ
بر سیدہ ہا و پارسا شد
(آہ ! کیا کہا جائے کہ خواتین سادات اور پارسا عورتوں کی کس قدر بے ستری ہوئی) ۔
از امت مصطفےٰ چہ ظلمے
امروز بر آل مصطفےٰ شد
(امت مصطفےٰ کے ہاتھوں آج آل مصطفےٰ پر کیا ظلم ہوا) ۔
امسال پس از ہزار و صد سال
احوال عراق رونما شد
(آج گیارہ سو سال کے بعد عراق کا حال رونما ہوا) ۔
جستم چو نظام سال تاریخ
از ہاتف غیبیم ندا شد
(اے نظام میں نے اس واقعہ کی تاریخ معلوم کرنی چاہی — تو ہاتف غیبی نے آواز دی) ۔
کاے بندۂ اہل بیت بشنو
ہیہات کہ سند کربلا شد (حـ ۱)
(اے اہل بیت کے غلام سن — ہیہات سندھ کربلا بن گیا) ۔

۱- یہ مرثیہ کوین مل کی تاریخ میں منقول ہوا ہے ۔ آخری مصرع ٹھیک پڑھا نہیں گیا اور اس سے صحیح تاریخ نہیں نکلتی ۔ اس تاریخ کا دوسرا کوئی نسخہ نظر سے نہیں گزرا کہ مصرع کی تصحیح کرلی جاتی' لیکن تاریخ اصل شے نہیں، اصل شے مرثیہ ہے' جس سے ملک کی حالت کا ایک حد تک اندازہ ہو جاتا ہے ۔

ہیگ کا بیان: میجر جنرل ہیگ نے لکھا ہے:

مدد خاں نے، جس کی شہرت سندھ میں آج تک نہایت بری ہے - اپنی فوجوں کو اس وفادار صوبے میں من مانی کارروائیوں کے لئے آزاد چھوڑ دیا - وہ شمال سے جنوب تک گیا - جہاں جہاں سے گزرا گاؤں اور قصبے لوٹے اور جلائے اور آدمی بے دریغ قتل کئے - یہاں تک کہ انجام کار وحشی پٹھان بھی خونریزی اور بربادی سے سیر ہوگئے - عبدالنبی کی بحالی کا بندوبست ہوگیا - تمیور شاہ کی فوج نے مراجعت کی لیکن مدد خاں کی تباہ کاری کے باعث سندھ میں خوفناک قحط پڑا - پھر وبا پھوٹ پڑی اور سیہ نصیب عوام کو جن مصائب سے سابقہ پڑا، ان کا کوئی مرقع سندھ کی گذشتہ تاریخ میں موجود نہ تھا - ظاہر ہے کہ عوام کو ان جھگڑوں اور کشاکشوں سے کوئی تعلق اور کوئی دلچسپی نہ تھی جو متحارب سرداروں کے درمیان حکمرانی کی حرص کے سلسلے میں بپا تھے (حـ ۱) -

مان لیجئے کہ عبدالنبی نے روپے دینے کا وعدہ کیا تھا - لیکن کیا اس وعدے کے ایفا کی ذمہ داری اہل سندھ پر عائد ہوتی تھی؟ نیز کیا اسے پورا کرانے کی صورت یہ تھی کہ عوام کو لوٹا جاتا - قتل کیا جاتا اور ان کے گھر جلائے جاتے؟ واضح رہے کہ سندھ اجنبی ملک نہ تھا بلکہ تیس پنیتیس برس سے ابدالی سلطنت کا باجگزار چلا آتا تھا اور اہل سندھ کی حفاظت ہر افغان سردار پر اسی طرح واجب تھی، جس طرح خود افغانوں کی حفاظت واجب تھی -

---

۱- ''انڈس ڈیلٹا کنٹری'' صـ ۱۲۳ -

انیسواں باب

میر عبداللہ خاں کا قتل

مدد خاں کی عیاری: گذشتہ باب میں بتایا جاچکا ھے کہ مدد خاں کے خلاف جنگ کے باب میں ٹالپروں کے درمیان اختلاف پیدا ھوچکا تھا۔ میر عبداللہ خاں جنگ کی تیاری میں لگا ھوا تھا۔ فتح علی خاں اور سہراب خاں اس کے ھمراہ جانبازی و جاں نثاری کے لئے ھمہ تن آمادہ تھے۔ لیکن میر فتح خاں بادشاھی کے غلط تصور کے ماتحت جنگ سے انکار کرچکا تھا۔ وہ عمر کوٹ کی طرف روانہ ھوگیا۔ اس صورتِ حال نے میر عبداللہ خاں اور اس کے ساتھیوں کو بھی مجبور کردیا کہ کسی محفوظ مقام پر بیٹھ کر انتظار کریں کہ اونٹ کس کروٹ بیٹھتا ھے۔ وہ دین گڑھ چلے گئے۔

مدد خاں کو میروں کے درمیان تفرقہ و اختلاف کی

اطلا ملی تو بڑا خوش ہوا - اس نے میر فتح خاں کو چاپلوسی اور خوشامد سے اپنے ساتھ ملا لینے کا فیصلہ کرلیا - ٹالپروں میں وہی اُس کے ڈھب کا آدمی تھا - چنانچہ مدد خاں نے عمر کوٹ کا رخ کرلیا - قریب پہنچا تو میر فتح خاں کو پیغام بھیجا کہ آپ بڑے دانشمند ہیں - امیرانِ سندھ میں آپ جیسا دوربیں و عاقل کوئی نہیں - میرے پاس چلے آئیے تاکہ آپ کی ہر آرزو پوری کردوں - میر فتح خاں نے یہ پیغام سنا تو کہلا بھیجا کہ خدمت میں حاضر ہونے کے لئے تیار ہوں، بشرطیکہ مجھے پورا اطمینان دلایا جائے - مدد خاں نے اپنی طرف سے نواب جنگ کو اور میاں عبدالنبی کی طرف سے محمّد حسن کہادر کو بھیج دیا کہ وہ فتح خاں کو پورا اطمینان دلا دیں - دونوں وکیل عمر کوٹ کے قلعہ میں گئے - گفتگو کے بعد عہد و پیمان ہوگئے اور میر فتح خاں بے تکلف مدد خاں کے خیمے میں پہنچ گیا - وہ بڑی عزت سے پیش آیا - باتوں میں اسے ''بھائی،، کہہ کر خطاب کرتا رہا اور روھڑی کا رخ کیا -

چند منزلیں طے کرنے کے بعد مدد خاں کی روش بالکل بدل گئی اور وہ اپنے اصل رنگ میں نمودار ہوگیا - فتح خاں سے کہا کہ تم باغی ہو - جرمِ بغاوت کی معافی اور مواخذہ سے رھائی اسی صورت میں ممکن ہے کہ دو لاکھ روپے ادا کرو - یہ سن کر میر فتح خاں کی آنکھیں کھلیں لیکن وہ بے بس تھا - اقربا سے بچھڑ چکا تھا اور فوج سے الگ ہو کر مدد خاں کے دامِ تصرف میں پھنس چکا تھا - مجبوراً دو لاکھ کا تاوان قبول کرنا پڑا - اس کے بعد مدد خاں نے حکم دے دیا کہ میر عبداللہ خاں ، فتح علی خاں ، غلام علی خاں اور سہراب خاں کو خط لکھ کر یہاں بلواؤ ، ورنہ میرے ہاتھ سے جان

سلامت نہ لے جا سکوگے ۔

فتح خاں اپنی سادگی اور خوش فہمی پر نفریں کرنے لگا لیکن وہ مدد خاں کے حکم کو ٹال نہ سکتا تھا ۔ لہذا روھڑی پہنچ کر میر صاحبان کو بلاوے کا خط بھی لکھ دیا۔

فتح خاں کی مخلصی : شتر سوار خط لیکر روانہ ھوگیا۔ مدد خاں نے فتح خاں کو ایک محفوظ خیمہ میں بٹھا دیا اور پچاس افغان سپاھی اس پر پہرے کے لئے مقرر کردئیے ۔ بہ ظاھر رھائی کی کوئی صورت باقی نہ رھی تھی لیکن فتح خاں نے غور و فکر کے بعد اپنے ذھن میں ایک تجویز طے کرلی ۔ اس میں جان کا خطرہ ضرور تھا ؛ ساتھ ھی بچ نکلنے کا امکان بھی تھا ۔ یقینی موت کے مقابلے میں بچاؤ کا امکان بہر حال قابلِ ترجیح تھا ۔ اس نے اپنے ھمراھیوں میں سے چند سواروں کو بہ آواز بلند حکم دیا کہ تم فلاں فلاں گاؤں میں جاؤ اور فلاں فلاں ھندو سیٹھ سے روپیہ وصول کرو تاکہ سردار کی خدمت میں دو لاکھ کی رقم جلد سے جلد پیش کردی جائے ۔ رسد کی جنسیں بھی فراھم کر کے لے آؤ ۔ خفیہ انہیں ھدایت کردی کہ فلاں فلاں مقام پر فلاں فلاں درخت کے نیچے تیز رفتار گھوڑے لے کر تیار رھو ۔

رات ھوئی ، پہرے دار سو گئے ۔ میر نے اپنی جگہ ایک ساتھی کو سلایا ، اور پہرے دار کا بھیس بدل کر خیمے سے نکلا ۔ گھوڑے پر سوار ھوگیا تو پھر اسے پکڑنا محال تھا ۔ یوں مدد خاں کی چال بیکار گئی ۔ اور میروں میں سے جو سردار اس کے خلاف لڑنے میں متامل تھا ، وہ بھی مدد خاں کے ظلم و بد عہدی کا تلخ تجربہ کرکے اپنی رائے سے دست کش ھوگیا ۔

مدد خاں کی واپسی: مدد خاں نے فتح خاں کے بچ نکلنے کا حال سن کر ہر طرف سوار دوڑائے لیکن وہ ھاتھ نہ آیا۔ تین دن بعد معلوم ہوا کہ وہ اپنے بھائیوں کے پاس پہنچ گیا ہے۔ اب مدد خاں کو یقین ہو گیا کہ میروں کی پیش قدمی میں تاخیر نہ ہوگی۔ لہٰذا وہ روھڑی سے روانہ ہو کر اوباورہ پہنچ گیا، اور میر عبداللہ خاں کو لکھا، یا "فریئر نامہ" کے بیان کے مطابق وکیل کے ذریعہ سے پیغام بھیجا کہ میر فتح خاں نے آپ کی خدمت میں میری بہت شکایتیں کی ہوں گی۔ ان کو درست نہ سمجھئے۔ وہ میرے حقیقی مقصد کو نہ سمجھ سکا۔ میں آپ سے ملاقات کا خواھاں تھا اور چاھتا تھا کہ عبدالنبی کو خود آپ کے حوالے کروں۔ اب بھی یہی آرزو ہے۔ آپ میری بات مانیں تاکہ اختلاف زائل ہوجائے۔ آپ کے شبہ کو دور کرنے کے لئے میں قرآن مجید بھیج رہا ہوں۔ خرخشہ و فساد مٹ جائے تو میں بادشاہ کے سامنے سرخ رو ہوجاؤں گا۔

میر کے پاس یہ پیغام پہنچا تو اس نے جواب دیا کہ جو کچھ مجھے کہنا تھا، پہلے کہہ چکا ہوں ایک بات کو بار بار دھرانا فضول ہے۔ سرداروں کو باتیں کم کرنی چاھئیں۔ جوانمردوں کا شیوہ ہے کہ جو کچھ کہتے ہیں، اس پر قائم رہتے ہیں۔ اگر مجھے بادشاہ کا پاس نہ ہوتا تو میں خود آ کر تمام معاملات درست کردیتا۔

یہ کہتے ہی ساتھیوں کو حکم دیا کہ تیار ہو جاؤ۔ مدد خاں کے ایلچی کو یہ جواب دے کر رخصت کردو کہ خبردار ہوجاؤ ہم آرہے ہیں۔ اگر تجھے ہمارا اشتیاق ہے، تو

انتظار کر (حـ ۱) - ''فریئر نامہ،، کا بیان ھے کہ مدد خاں کے بھیجے ھوئے وکیلوں کی تحقیر کی اور انھیں لشکر سے باھر نکال دیا - ساتھ ھی کہا کہ تلبیس و تزویر نہ خدا کو پسند ھے ، نہ رسولِ پاک کو - اگر بادشاہ کا ادب ملحوظ نہ ھوتا تو تیرا علاج ایسا کرتا کہ یاد رکھتا - وکیل چلے گئے تو میر فتح علی خاں سے کہا کہ پاس ادب بہت ھوچکا، اب جنگ کے سوا چارہ نہیں (حـ ۲) -

عبدالنبی کی مصالحت: مدد خاں عبدالنبی کو بھی اس کے حال پر چھوڑ گیا - میر عظیم الدین نے بالکل درست لکھا ھے کہ بدخواہ کو ھمیشہ بدی سے سابقہ پڑتا ھے، نہ بیگانہ اس کے کام آتا ھے ، نہ خویش - اگر انسان حسن اخلاق سے مزین ھو تو یوسف کی طرح اس کا چاہ میں گرنا جاہ کا ذریعہ بن جاتا ھے -

''فریئر نامہ،، میں مرقوم ھے کہ مدد خاں نے میر عبداللہ خاں کا پیغام سنا تو اسی روز دریا سے پار اترا اور افغانستان روانہ ھوگیا :

آں بوم شوم ھر جا کہ سایہ انداز شد از شومیٔ خود آں بوم را پر از زقوم گردانید - عبدالنبی را بے یار و مددگار گزاشت بلکہ ندیمانش را پا بہ زنجیر

۱- ''فتح نامہ'' صـ ۱۷۹ ، ۱۸۶ - میرزا قلیچ بیگ کی ''تاریخ سندھ'' جلد دوم صـ ۱۸۹ ، ۱۹۱ - ''فریئر نامہ'' صـ ۶۹ - ۷۳ - ''فریئر نامہ'' نے لکھا ھے کہ مدد خاں کو فتح خاں کے بچ نکلنے کی خبر ملی تو ایسی حالت ھوئی جیسے کسی نے اس کے اندر آگ پھونک دی ھو -

۲- ''فریئر نامہ'' صـ ۷۳ -

کردہ بہ ھمراہِ خود برد - مدد خاں خوب مدد گاریٔ
آں بے مددگار نمود عبدالنبی ازیں بازیٔ روزگار غدار
در ورطۂ حیرت فرو رفت (حـ ۱) -

اس منحوس آلو کا سایہ جہاں جہاں پڑا ، نحوست
سے زمین زقوم سے بھر گئی - (بے آباد ھوگئی) -
عبدالنبی کو اس نے بے یار و مددگار چھوڑ دیا ، بلکہ
اس کے ساتھیوں کو پابہ زنجیر اپنے ھمراہ لے گیا -
مدد خاں نے اس بے مددگار کی خوب مدد کی -
عبدالنبی غدار زمانے کی بازی سے ورطہ حیرت میں
ڈوب گیا -

جب وہ بے یار و مددگار رہ گیا تو ایک طرف نواب بہاول خاں والیٔ بہاول پور سے التجا کی کہ صلح کرادیجئے - دوسری طرف باغہ فقیر کو میر کی جانب روانہ کر دیا - بہاول خاں نے اپنے بھائی سردار خاں اور ایک عزیز فضل علی خاں کو میر کے پاس بھیج دیا - میر فتح خاں بھی صلح کا وسیلہ بن گیا - آخرکار عبدالنبی نے ایک قرآن مجید پر جلی خط میں لکھ دیا کہ میں میر سے دغا کروں تو خدا مجھے دین و دنیا دونوں سے نامراد رکھے -

میر نے کلام مجید دیکھتے ھی اسے بوسہ دیا اور سر پر رکھ لیا - میر فتح علی خاں سے کہا کہ میں اس عہد پر قائم ھوگیا - اپنے دادا ، باپ اور چچا کے نقشِ قدم پر چلونگا اور انہیں کے نقش قدم پر اس دارِ فانی سے رخت سفر باندھونگا - میرے بچے بہرام خاں اور غلام حسین یتیم رہ جائیں گے -

---

۱- ''فریئر نامہ'' ص- ۴۷ -

انہیں تیرے سپرد کرتا ہوں اور خدا کو سونپتا ہوں ۔ یہ کہتے ہی عبدالنبی کی خیمہ گاہ میں پہنچ گیا ۔ عبدالنبی نے تعظیم و تکریم میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی ۔ دوسرے روز خود میر کے خیمے میں آیا اور بہت عذر خواہی کی ۔ اس طرح دونوں میں صلح ہو گئی ۔ میر عبداللہ خاں نے ملکی انتظام سنبھال لیا اور دونوں خداباد چلے گئے (حـ ۱) ۔

عبدالنبی کی فریب کاری: اس طرح ملک میں بہ ظاہر نئے سرے سے امن کی صورت پیدا ہو گئی ۔ لیکن عبدالنبی کے دل میں پیچ و تاب بہ دستور باقی رہا اور وہ خفیہ اپنی تباہی خیز تدبیروں میں لگا رہا ۔ اس کی کوشش یہ تھی کہ میر کو اقربا سے الگ کر کے موت کے گھاٹ اتار دے ۔ ممکن ہے میر کے دل میں بھی اس قسم کا اندیشہ موجود ہو ۔ یہی وجہ ہے کہ اس کی فوج ہر وقت ساتھ رہتی تھی ۔ اس نے مدارالمہامی کا کام جاری رکھا ۔ ایک روایت کے مطابق اس حالت پر چھ مہینے گذر گئے ۔

میر عظیم الدین نے درست فرمایا :

---

۱ - ''فریئر نامہ'' ص-ہ۷ - ۷٦ و ''فتح نامہ'' ص-۱۸٦ - ۱۹۰ - میر عبداللہ خاں کے یہ الفاظ کہ میرے بچے یتیم رہ جائیں گے ، بادی النظر میں درست معلوم نہیں ہوتے ۔ اغلب ہے قران مجید پر حلف نامہ موصول ہوا تو میر نے اپنے ساتھیوں سے مشورہ کیا ۔ ہو سکتا ہے بعض نے کہا ہو کہ عبدالنبی پر اعتماد نہیں کیا جاسکتا ۔ اس پر میر نے فرمایا کہ اب اس حلف نامہ کو قبول ہی کر لینا چاہئے اور انجام کو خدا کے حوالے کر دینا چاہئے ۔ میں مارا گیا تو بچوں کو سنبھال لینا ۔

بہ کشت آنکہ بے جرم اخوانِ خویش
گسست آنکہ گلہائے بستانِ خویش

(جس نے کسی جرم کے بغیر اپنے بھائی مارڈالے — اور اپنے باغ کے پھول بکھیر کر رکھ دئے)۔

نمود آنکہ نامِ پدر بے نشان
پسندد کجا نامِ نام آوران

(جس نے باپ کا نام و نشان مٹا دیا — وہ نام آوروں کے نام کو کیوں کر پسند کرسکتا ھے)۔

دریں امر ھرگز برو حرف نیست
کشد از کجا آنکہ در ظرف نیست

(اس بارے میں اس پر کوئی اعتراض نہیں — برتن سے وہ شے کیوں کر نکالی جائے جو اس میں نہیں)۔

مگر میر بجار خدمت نمود
چرا او در امرش عداوت نمود

(کیا میر بجار نے اس کی خدمت نہ کی تھی؟ پھر اس کے ساتھ کیوں عداوت کی؟)۔

ز بد جلوہ گر جز بدی کے شود
ضلیل از ازل مہتدی کے شود

(بد سے بدی کے سوا کچھ ظاھر نہیں ھوتا — جو ازلی گمراہ ھو، وہ ھدایت کیوں کر پائے)۔

چونکہ میر عبداللہ خاں کے لشکری ساتھ رھتے تھے اس لئے عبدالنبی کو اپنا مقصد پورا کرنے کی کوئی صورت نظر نہ آئی۔ آخر اس نے ایک رات عیاری سے فقیروں کا

لباس پہنا - ایک دو آدمیوں کو ساتھ لے کر میر عبداللہ خاں کی قیامگاہ پر پہنچ گیا اور جاتے ہی کہا چاہے مجھے مارڈالو- چاہے قید کرلو- جب قرآن پر حلف اٹھا لینے سے آپ کی دلجمعی نہ ہوئی تو اور کیا صورت اختیار کروں - اب میں بے دست و پا ہوکر آپ کے پاس پہنچ گیا ہوں - میرے ساتھ جو سلوک مناسب سمجھیے کیجئے - آپ لاؤ لشکر لیکر میرے پاس آتے ہیں تو میری روح فنا ہوتی ہے - مجھے آے دن کے خوف مرگ سے نجات دلائیے اور ابھی مارڈالئے -

عبداللہ خاں کا عہد: میر یہ سن کر بہت پریشان ہوا اور بے تکلف بولا کہ آپ نے جس روز قرآن میرے پاس بھیج دیا تھا میں اسی روز اپنی جان کے اندیشے سے فارغ ہوگیا تھا - آپ اطمینان رکھیں - آیندہ میں آپ کے پاس تنہا آیا کروں گا - اور صبح ہی اپنے اقربا اور لاؤ لشکر کو خداباد (خداباد نو) بھیج دونگا - چنانچہ فتح علی خاں ، غلام علی خاں ، سہراب خاں ، اللہ یار خاں ، ٹھارہ خاں اور تمام چھوٹے بڑوں کو روانہ کر دیا - صرف میر فتح خاں اور میرزا فقیر کو چند بلوچ اہلکاروں کے ساتھ اپنے پس رکھا - اس دن سے جب کبھی عبدالنبی کے پاس جانے کی ضرورت پڑتی تو میر عبداللہ خاں ایک دو آدمیوں کے سوا کسی کو ساتھ نہ لے جاتا -

عبداللہ خاں اور فتح خاں کی گرفتاری: اس طرح عبدالنبی کو اپنا مدعا پورا کرنے کا موقع مل گیا تو اس نے ایک روز اپنے آدمیوں کو حکم دے دیا کہ مسلح ہوکر میرے پاس پہنچ جاؤ- جب میر عبداللہ خاں اور فتح خاں دربار میں آئے تو عبدالنبی اپنے آدمیوں کو ضروری

ھدایتیں دے کر خود دوسری جگہ چلا گیا ۔ آدمی میر عبداللہ خاں اور فتح خاں کے پاس پہنچے اور کہا کہ میاں کے حکم کے مطابق اپنے ھتھیار حوالے کردو ۔ میر عبداللہ خاں نے یہ سنتے ھی تلوار کے قبضہ پر ھاتھ رکھا ۔ فتح خاں نے کہا ۔ معلوم ھوتا ھے میاں ھمارا امتحان لینا چاھتا ھے ۔ میر عبداللہ خاں بولا ، میں اس امتحان کی حقیقت جانتا ھوں ۔ تجھے بھی بہت جلد معلوم ھوجائے گی ۔ لیکن قرآن پر حلف اٹھا چکا ھوں ۔ اب مظلومی کے اجر سے محروم نہیں رھنا چاھتا ۔ یہ کہتے ھی تلوار حوالے کردی ۔ میاں فتح خاں نے بھی اپنی تلوار دے دی ۔ ھتھیار لیتے ھی دونوں کو قید میں ڈال دیا گیا ۔

میروں اور بلوچوں کا قتل : عبداللہ خاں اور فتح خاں کی اسیری کے ساتھ ھی عبدالنبی کے سپاھی میروں کی خیمہ گاہ کی طرف دوڑے جہاں تقریباً ایک سو بلوچ موجود تھے ۔ ان میں میرزا فقیر بھی تھا جو طبیعت کی ناسازی کے باعث لیٹا ھوا تھا ۔ اکثر لوگ کھانا پکانے میں لگے ھوئے تھے ۔ اچانک ان پر گولیاں برسنے لگیں اکثر اس حالت میں مارے گئے ۔ باقی بلوچوں نے جم کر مقابلہ کیا اور دو سو آدمیوں کو موت کے گھاٹ اتار کر ایک ایک جاں بحق ھوگیا ۔

میر عبداللہ خاں اور میر فتح خاں نے قید ھوتے ھی کلامِ پاک کی تلاوت شروع کردی تھی :

بیاورد جلاد ناگاہ تیغ
بزد بر سر نوجواں بے دریغ

(اچانک جلاد تلوار لے کر آیا — اور بے دریغ نوجوان عبداللہ خاں کی گردن پر ماری) ۔

چو مصحف به آں ضربش از کف فتاد
سرش هم به پہلوے مصحف فتاد
(اس ضرب سے کلام پاک هاتھ سے چھوٹ گیا—
سر بھی کلام پاک کے پاس هی گر پڑا)۔
به پیشانیٔ مصحف از خونِ میر
مصور شده کلمهٔ ''یا قدیر''
(کلام پاک کی پیشانی پر میر عبداللہ خاں کے
خون سے — کلمهٔ یا قدیر نقش هو گیا)۔

اسی طرح فتح خاں کا سر بھی تن سے جدا هو گیا (حـ ۱)۔ عبدالنبی میر بجار کو قتل کرا کے جا بجا سرگرداں رها تھا اور سندھ پر نادیدہ بلائیں نازل کرنے کا موجب بنا تھا۔ اب پھر اس نے بے گناہ محسن کے خون سے اپنی بدنصیبی کے محضر پر نئی مہر لگائی۔

عظیم ٹھٹھوی کا قطعہ تاریخ : میر عظیم الدین ٹھٹھوی نے

۱۔ ''فتح نامه'' ص۔ ۱۸۸، ۱۹۵ - میرزا قلیچ بیگ کی ''تاریخ سندھ'' جلد دوم ص۔۱۹۱، ۱۹۳ - ''فریئر نامه'' ص۔۶ے ۹ے ۔ ''جواهر عباسیه'' میں لکھا ہے کہ عبدالنبی نے مظفر حبشی، لطف اللہ، شکر اللہ اور ادها دربان کو اسیروں کی نگہبانی کے لئے مقرر کیا - میر عبداللہ خاں دن کے وقت قرآن کی تلاوت کرتا، رات کو تین سو رکعت نماز پڑھتا - فتح خاں بھی بڑا عابد و زاهد تھا - پہلے سے بھی زیادہ عبادت میں مشغول رهتا - عبدالنبی نے ایک رات ان کے قتل کا حکم دیا - میر عبداللہ خاں سجدے میں تھا جب اس کا سر تن سے جدا کیا گیا - میر فتح خاں کی چیخیں نکل گئیں، لیکن وہ خوف قتل سے امان نہ پاسکا اور صابرانہ موت کے گھاٹ اتر گیا ص۔ ۲۵۲، ۲۵۳ -

میر عبداللہ خاں، میر فتح خاں اور میرزا فقیر کی شہادت پر مندرجہ ذیل قطعہ لکھا:

باز آثار است در ارکانِ عالم زلزله
باز آثارِ قیامت در جهاں آمد پدید

میر عبداللہ بن بجار بن بہرام شیر
ہی بہ تیغ خدع بر میراثِ آبا شد شہید

از سر صدق و صفا آں سر گروہِ سروراں
کرد سر را با دو سر قربانِ قرآن مجید

آں دو سر یعنی دو سرور فتح خاں و میرزاست
ہر دو میر نامدار و ہر دو پیر رو سفید

نوجوانی ہاے عبداللہ دل را پاک سوخت
ماجرایش ہر کہ بشنید از جگر آہے کشید

آں ہزبر جنگ کاندر رزم گاہش ہر زماں
روحِ رستم مدح خوانِ دست و تیغش می رسید

دیدہ ام حالات عالم در تواریخِ سلف
ہم ز اخبارِ قدیم و ہم ز آثارِ جدید

ایں شہادت ہاے موروثی کہ اینجا واقع است
از کجا جز خاندانِ مرتضیٰ جائے شنید

ایں ستم ہا کیں زماں از ظالماں در سند شد
جز بہ دشت کربلا چشمِ فلک ہرگز ندید

ھاتفم سال شہادت گفت نالاں صبح گاہ
واے واویلا "شہیدابن الشہیدابن الشہید"

۱۱۹۶ھ

بر شہیداں باد رحمت از خداوند عظیم
در بہشت از بہر شاں ہر روز بادا روز عید (حـ ۲)

۲- ماخوذ "از دیوان عظیم ٹھٹھوی" قلمی مملوکہ سندھی ادبی بورڈ -

بیسواں باب

جنگ هالانی

ٹالپروں کا جوش انتقام: میر عبداللہ خاں اور میر فتح خاں کے مظلومانہ مارے جانے کی خبر خدا باد کو پهنچی تو حشر بپا هوگیا - میر فتح علی خاں کا یہ حال تھا کہ انتقام کے جوش میں نظم و تدبیر سے بهی اس نے بے پروائی اختیار کرلی تھی - بس یہی کہتا تھا کہ ابھی ھلہ بول دینا چاهئے - میر سهراب خاں کی رائے تھی کہ پہلے اھل و عیال کو کسی موزوں مقام پر بٹھانے کا بندوبست کر لیا جائے - پھر بہ اطمینان خاطر بدلہ لینے کے لئے اقدامات مناسب هوں گے - میرفتح علی خاں نے یہ رائے سنی تو کہا : ''جناب! آپ جو چاهیں کریں - مجھے جانے دیں، میرا پاؤں زمین پر نہیں ٹھہرتا اور دل پارے کی طرح تڑپ رها ہے -،، سهراب نے جواب دیا کہ

ہم سب کی حالت یہی ہے - دشمن سے انتقام لئے بغیر کھانا پینا بھی حرام سمجھتے ہیں - لیکن اگر عقب سے راجپوتوں نے چڑھائی کردی تو سوچئے کیا ہوگا - عقلمندی کا تقاضا یہ ہے کہ انسان ہر طرف نظر رکھے - میر عبداللہ خاں کے یتیموں اور باقی اہل و عیال کو دین گڑھ پہنچا کر لڑائی کے لئے نکلنا چاہئے -

میر سہراب کی تجویز: بہر حال ٹالپروں نے اہل و عیال اور ضروری مال و اسباب کو دین گڑھ پہنچایا - پھر اپنے شہیدوں کے خون کا بدلہ لینے کے لئے نکل پڑے - چھ ہزار بلوچ ساتھ تھے - سرداروں میں سے میر فتح علی خاں اور سہراب خاں کے علاوہ غلام علی خاں، ٹھارہ خاں ، باغو خاں اور اللہ یار خاں کا ذکر آیا ہے - میر سہراب کو عین آخری وقت میں احساس ہوا کہ لشکر کم ہے - بلاشبہ چھ ہزار بلوچ عبدالنبی کے مقابلے کے لئے کافی نہ تھے وہ بدرجہا زیادہ لشکر میدان میں لاسکتا تھا اور چونکہ والیِ ملک تھا، اس لئے اس کے پاس ساز و سامان بھی زیادہ تھا -

صلاح و مشورے کے بعد میر سہراب نے دنگہ کی طرف جانے کی اجازت حاصل کرلی - جہاں بلوچ رہتے تھے - تجویز یہ تھی کہ وہاں سے نندہ اور دوسرے سرداروں کا لشکر بغرضِ اعانت لے آئے - اس انتظام میں ایک ہفتہ صرف ہوجانے کا امکان تھا - میر فتح علی خاں نے جواب دیا:

مرا تکیہ بر عونِ یزداں بس است
مددگارِ من شاہِ مرداں بس است

(میرا بھروسہ خدا کی مدد پر ہے — اور میری مدد کے لئے حضرت شاہ مرداں کافی ہیں) -

دریں امر دادم ترا اختیار
صلاحے کہ نیک آیدت پیش آر

(اس بارے میں آپ مختار ھیں — جو بات اچھی
معلوم ھو اس کے مطابق عمل کریں) ۔

غرض میر سہراب اسی دن دنگہ روانہ ہوگیا ۔ میر فتح علی خاں نے کمک کا انتظار کئے بغیر دشمن کا رخ کرلیا اور وہ دین گڑھ سے اوباوڑہ ھوتا ھوا میر پور پہنچ گیا (حـ ۱) ۔

پہلی لڑائی: میاں عبدالنبی نے میر عبداللہ خاں کے قتل کے بعد دھنگانہ جتوئی کو مختار امور بنا دیا تھا اور آسے لاکھاوت کی جاگیر دے دی تھی جس کی آمدنی تین چار لاکھ سے کم نہ تھی (حـ ۲) ۔ چنانچہ وھی غلام حسن بن اللہ بخش جھنجن اور پیروز کلیری کو ساتھ لے کر مقابلے پر آیا ۔ اس کے ساتھ دس ہزار فوج تھی ۔ میاں عبدالنبی نے تینوں سرداروں (دھنگانہ، غلام حسن اور پیروز) کو بتا دیا تھا کہ فتح علی خاں کے پاس ایک ہزار سے بھی کم آدمی ھیں ۔ سہراب دنگہ کی طرف چلا گیا ھے ۔ فتح علی خاں کو ختم کرنے کا اس سے بہتر موقع کوئی نہیں ھوسکتا ۔ روایتیں مظہر ھیں کہ میاں صاحب کے جاسوس جو اطلاعات لائے تھے، ان کے مطابق میر فتح علی خاں کے لشکر میں سات سو سے زیادہ آدمی نہ تھے (حـ ۳) ۔ ''فریئر نامہ،، نے لکھا ھے: ''کم از کم

---

۱ ۔ ''فتح نامہ'' صـ ۱۹۷ - ۲۰۲ اور میرزاقلیچ بیگ کی تاریخ سندھ جلد دوم صـ ۱۹۳ - ۱۹۴ ۔

۲۔ ''جواھر عباسیہ'' صـ ۲۵۵ ۔

۳۔ ''فتح نامہ'' صـ ۲۰۴ ۔ اسی کتاب کے صـ ۲۰۱ پر درج

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۸٦۷ پر)

ایک ہزار،، (حـ ۱) -

دھنگانہ کے ساتھ توپیں بھی تھیں - خیمہ و خرگاہ کے علاوہ اس نے باقاعدہ باورچی خانہ اور صرافہ و بزازہ کا انتظام بھی کر رکھا تھا (حـ ۲) - میر فتح علی خاں کی فوج اگرچہ بہت کم تھی - لیکن اس نے میر سہراب کا انتظار کئے بغیر خدا کی نصرت کے بھروسے پر حملہ کردیا اور میاں کی فوج باوجود کثرتِ تعداد شکست کھا کر بھاگ گئی - سراسیمگی کی یہ حالت تھی کہ دھنگانہ جتوئی کو غلام حسن جھنجن کی خبر نہ تھی - پیروز کلیری ان دونوں سے الگ ہو کر دوسری طرف نکل گیا (حـ ۳) -

فریئر نامہ کا پیش کردہ نقشہ: ''فریئر نامہ،، نے جنگ کی کیفیت یوں بیان کی ہے کہ میر فتح علی خاں:

ہے کہ میر کے پاس چھ ہزار بلوچ تھے:

همی بود با میر ذوالاقتدار ز بلوچ حاضر همه شش هزار

''فریئر نامہ'' نے بھی لشکر کی تعداد چھ ہی ہزار لکھی ہے (ص- ۸۲) - ''جواھر عباسیہ'' میں ہے کہ میر کے ساتھ صرف پان سو سوار تھے (ص- ۲۵٦) میں اس معمے کو حل نہ کر سکا کہ جب چھ ہزار آدمی موجود تھے تو میدان میں وہ سات سو کیوں رہ گئے؟ یہ حقیقت بھی واضح کردینی چاہئے کہ میرزا قلیچ بیگ نے صرف ایک لڑائی کا ذکر کیا ہے- ''فتح نامہ'' اور ''جواھر عباسیہ'' کا بیان ہے کہ دو لڑائیاں ہوئیں - فریئر نامہ نے بھی دو ہی کا ذکر کیا ہے- یہی بیان ترجیح کا مستحق ہے-

۱ - ''فریئر نامہ'' ص- ۸۳ -

۲ - ''جواھر عباسیہ'' ص- ۲۵٦ -

۳ - ''فتح نامہ'' ص- ۲۰۴ - ۲۱۰ -

دشمن کے نزدیک پہنچا تو حکم دے دیا کہ زور سے نقارہ بجاؤ - فتح و ظفر کے اس نقارے کی آواز دشمن کے کانوں میں پہنچی تو سردار ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ یہ آواز کیسی ھے؟ میر فتح علی خاں کی یہ طاقت نہیں کہ سات سو آدمیوں کو لے کر ھم پر حملہ بول دے - غالباً ھمارے آقا نے کمک بھیجی ھے - یہ باتیں ہو ہی رہی تھیں کہ جاسوس خبر لائے، میر فتح علی خاں آ پہنچا - دشمن نے بھی صفیں درست کیں اور مقابلے کے لئے تیار ھو گیا - اس اثنا میں میر فتح علی خاں کے جھنڈے نمودار ھوئے - توپوں اور بندوقوں کی جنگ چھڑ گئی - آخر کار بلوچ تلواریں کھینچ کر دشمن پر جا گرے - مری قوم کے لوگوں نے بڑی بہادری دکھائی لیکن دشمن نے شکست کھائی اور پیٹھ موڑ کر مقابلے کی جگہ فرار کو ترجیح دی - تیسرے دن میاں کے تینوں سردار آوارہ و پریشان اپنے آقا کے پاس پہنچ گئے (حـ ۱) -

جواھر عباسیہ کا بیان: ''جواھر عباسیہ،، کا بیان ھے کہ میروں کے لشکر میں فتح علی خاں، باغو خاں، اللہ یار خاں اور ٹھارہ خاں موجود تھے - انھوں نے اپنی چھوٹی سی جمعیت کو دس ٹکڑیوں میں تقسیم کرلیا - رات کے وقت ایک ایک ٹکڑی یکے بعد دیگرے بندوقیں چلاتی ھوئی دھنگانہ کے لشکر پر یورشیں کرتی رھی اور اسے دم نہ لینے دیا - دھنگانہ کو

۱- ''فریئر نامہ“ ص-۸۵ ‘ ۸۶-یہ واضح ھے کہ بلوچوں کو تلوار کی لڑائی میں کمال حاصل تھا - انھوں نے ھر جگہ اس کمال کے بل پر فتح حاصل کی -

معلوم نہ ہوسکا کہ میروں کی فوج کم ہے یا زیادہ - صرف حملوں کے تواتر سے دل پر ایسا ہراس طاری ہوا کہ وہ مال و زر، خیمے، توپخانہ، فرش، اسباب بلکہ کھانے کی پکی ہوئی دیگیں بھی چھوڑ کر بھاگ گیا - میروں کو بے شمار مالِ غنیمت ہاتھ آیا - اس کے بعد وہ منزل بہ منزل آگے بڑھے (حـ ۱) -

نیا لشکر : میاں نے اپنے تین شکست خوردہ سرداروں سے ملاقات کی تو انھیں بہت سخت سست کہا - بولا : تم بے غیرت ہو - محض صورتیں مردوں کی سی ہیں - اصل میں تم عورتیں ہو - تمھیں چرخے کاتنے میں لگ جانا چاہئے - یہی کام تمہارے لئے موزوں ہے - یہ ''فتح نامہ،، کا بیان ہے - ''فریئر نامہ،، کے مطابق میاں نے کہا : تم لوگوں کو پگڑیاں آتار کر اوڑھنیاں لے لینی چاہئیں - انھوں نے جواب دیا کہ ہمارا کوئی قصور نہیں - جو کچھ پیش آیا یہ آپ کے ظلم کا نتیجہ ہے - اب آپ خود بھاری لشکر لے کر نکلیں اور دشمن کی تیغ زنی ملاحظہ فرمالیں (حـ ۲) -

غرض میاں نے نئے لشکر کی تیاری شروع کردی اور

---

۱ - ''جواہر عباسیہ'' صـ ۲۵٦ - جنگ کی یہ کیفیت عین قرین قیاس معلوم ہوتی ہے - چھوٹی فوج کے لئے یہی مناسب ہوتا ہے کہ رات کے وقت پے در پے تیز حملے کریں - اس طرح نہ خود ان لوگوں کو دشمن کی کثرت تعداد کا علم ہوسکتا ہے اور نہ دشمن ان کی قلت تعداد کا اندازہ کرسکتا ہے -

۲ - ''فریئر نامہ'' صـ ۸٦ - یہ جواب میرے نزدیک قرین قیاس نہیں -

محمدؐ حسن کہادر کو سپہ سالار بنایا ۔ اس میں لیکھی، کھوسے، نہمردی اور افغان بھی شامل تھے اور یہ تیس ہزار سے کم نہ تھا ۔ سردار خاں اور اسحاق شاہ کو محمدؐ حسن کے مدد گار بنا کر ساتھ کردیا (حـ ۱) ۔

''جواھر عباسیہ،، کا بیان ھے کہ میاں عبدالنبی نے اپنی والدہ کے مشورے کے مطابق محمدؐ حسن کہادر کو حرم‌سرا کے دروازے پر بلایا اور رفاقت کا عہد و پیمان لے کر اسے امیر الامرا کا منصب خلعتِ فاخرہ اور جیغۂ مرصع عطا کیا (حـ ۲) ۔

جنگ ھالانی: میاں کا لشکر ھالانی پہنچا تو میر فتح علی خاں اس مقام سے قریباً چھ کوس کے فاصلے پر تھا ۔ میاں کی فوج اتنی زیادہ تھی کہ بہ ظاھر اسے شکست کا خیال بھی نہ ھوسکتا تھا ۔ پھر خود میاں مزید فوج لے کر ھالانی پہنچ گیا ۔ بد دل لیکھی، غلام حسن جھنجن، تاجہ ساتھیہ، دھنگانہ جتوئی، پیروز کلیری اور پیروز خاں ٹالپر اس کے ھمراہ تھے ۔ یہی مقام ھے جس کی وجہ سے بعض اصحاب نے اس جنگ کو جنگ ھالانی بھلانی قرار دیا ۔

دو روز کے بعد میاں نے لشکر کا جائزہ لیا اور جنگ کے لئے صف آرائی کی ۔ میر فتح علی خاں نے بھی تیاری کرلی ۔ میر اللہ یار خاں اور باغو خاں نے کہا کہ ھماری فوج بہت کم ھے ۔ بہتر یہ ھے کہ میر سہراب کا انتظار کرلیا جائے ۔

---

۱ - ''فتح نامہ'' صـ ۲۱۰، ۲۱۲ اور میرزا قلیچ بیگ کی تاریخ سندھ جلد دوم صـ ۱۹۴ ۔

۲ - ''جواھر عباسیہ'' صـ ۲۵۷ ۔

فتح علی خاں توقف پر راضی نہ ہوا اور بولا کہ خدا پر بھروسہ کر کے لڑنا چاہئیے - ساتھ ہی مثالیں دے دے کر واضح کیا کہ خدا کی مدد شاملِ حال ہو تو تھوڑا لشکر بڑے پر غلبہ پاتا ہے :

مددگار حق است قیوم و حی
هو الله غالب علیٰ کلِ شیٔ
(ہمارا مدد گار حی و قیوم خدا ہے — اور وہ
تمام چیزوں پر غالب ہے) -

غرض تھوڑے سے بلوچ ہالانی کے میدان میں میاں عبدالنبی کی تیس ہزار سے بھی زیادہ فوج کے مقابلے میں جم گئے - پہلے توپیں اور بندوقیں چلتی رہیں - پھر میر فتح علی خاں نے اپنے عام طریقے کے مطابق گھوڑے سے اتر کر تلوار پکڑ لی - عین اس موقع پر میر سہراب خاں تین ہزار تازہ دم بلوچوں کو لے کر پہنچ گیا - محمّد حسن کہادر بڑی مردانگی سے لڑا ، لیکن اس کا دستہ میر سہراب خاں کے حملے کی تاب نہ لاسکا اور پسپا ہو گیا - خود محمّد حسن ، خیرہ خاں مری کے ہاتھ سے مارا گیا - پھر اس کے بھائی محمّد باقر کہادر نے سالاری کا منصب سنبھال لیا - وہ بھی موت کے گھاٹ اتر گیا - میر غلام علی خاں ٹالپر نے تاجہ لیکھی کے بھائی الله داد کا سر قلم کیا - میر سہراب خاں نے تاجہ ساتیہ کو گرایا - میر الله یار خاں ، میر ٹھارہ خاں اور میر باغو خاں نے بہتوں کو مارا - میر عظیم الدین صاحب ''فتح نامہ،، کے قول کے مطابق زمین سیاہ باطنوں کے خون سے لالہ زار بن گئی -

عبدالنبی کا فرار : میاں عبدالنبی نے اپنی فوج کو بھاگتے اور منتشر ہوتے دیکھا تو پاس کی ایک جھیل میں گھس گیا۔ بہ مشکل

دوسرے کنارے پر پہنچا اور دریا کا رخ کرلیا - صرف چند خدمت گار ساتھ تھے - دریا کو عبور کرنے کے بعد اسے خداباد پہنچنا چاہئے تھا تاکہ نئی فوج کا انتظام کرے لیکن اس پر ایسی پریشانی طاری تھی کہ خدا باد جانے کے بجائے قلات چلا گیا - میر عظیم الدین نے فتح کی تاریخ یوں کہی :

بادِ نسیم مددِ حق وزید
باز بہار گلِ آمال شد

داد علی فتح به فتح علی
میر عجب صاحبِ اقبال شد

میر ز بالا چو مسیحا رسید
فوجِ عدو گر همه دجال شد

بسکه زره پوش به خوں غرق کرد
دشت همه ماهی و غربال شد

بخشیٔ مرگ آمده در فوجِ خصم
چهره نویسی به خط و خال شد

روئے کہادر چو به خوں سرخ شد
خصم نمایندهٔ دنبال شد

رفت ز کولاب چو مرغابیاں
تیغ و سپر بیں که پر و بال شد

آں رقم شاه که در دست داشت
در کف او نامهٔ اعمال شد

جست مخالف مدد از چار سو
ایں مدد از پنج تن و آل شد

از پئے ایں فتح کہ آمد عظیم
''فتح علی فتح علی،، سال شد (ح ۱)

۱۱۹۶ھ

میر موصوف نے ''فتح نامہ،، میں بھی تاریخ کہی ہے فرماتے ہیں:

مضاعف کن اعداد فتح علی
کہ تاریخ ایں فتح گردد جلی (ح ۲)

جنگ ہالانی کی اہمیت: جنگ ہالانی نے کلھوڑوں کی قسمت کا آخری فیصلہ کر دیا - کم و بیش اسّی برس کے بعد سندھ کی حکومت کلھوڑوں کے ھاتھ سے نکل کر ٹالپروں کے قبضہ میں چلی گئی - میاں صادق علی کے متعلق تجربہ سے ثابت ھوچکا تھا کہ وہ کتنے ھی نیک کیوں نہ ھوں، ملک داری کے فرائض انجام نہیں دے سکتے - میاں عبدالنبی کو دو مرتبہ آزمایا جا چکا تھا اور از سر نو آزمائش میں پڑنے کے لئے کوئی تیار نہ تھا - لہٰذا غور و فکر کے بعد یہی فیصلہ کیا گیا - کہ حکومت کی باگ ڈور میر فتح علی خاں سنبھال لے، جو میر بہرام شہید کا پوتا، میر صوبدار شہید کا بیٹا، میر بجار کا بھتیجا اور میر عبداللہ خاں شہید کا چچیرا بھائی تھا - کلھوڑوں سے حکومت چھیننے کی ایک وجہ یہ بھی ھوسکتی ہے کہ میر بہرام خاں، میر بجار خاں اور میر عبداللہ خاں کے بعد ٹالپروں میں ایسے دل و دماغ اور بلند نظری کا کوئی آدمی نہ رہا تھا -

۱- ''جواھر عباسیہ'' ص- ۲۵۸ -

۲- ''فتح نامہ'' ص- ۲۲۱ -

ملک کے حالات : میاں عبدالنبی اہل و عیال کو حیدرآباد میں چھوڑ کر چلا گیا تھا - مظفر شیدی ، شالمین شیدی اور عمرانی بلوچ اہل و عیال کے نگہبان تھے - عبدالنبی عمرکوٹ مہاراجہ جودھ پور کو دے چکا تھا - کراچی بندر اور کوروں سے سیراب ہونے والا علاقہ میر نصیر خاں والیٔ قلات کو دے دیا - اُسے مدد ملتی یا نہ ملتی اور وہ کامیاب ہوتا یا نہ ہوتا لیکن جاتے جاتے اہلِ سندھ کی آزادی کے لئے شرق و غرب کی سمت سے دو خوفناک مصیبتیں لگا گیا - جو خاصی دیر تک موجبِ آزار بنی رہیں -

میر فتح علی خاں جنگ ہالانی کے بعد نوشہرہ پہنچ گیا - بلاول لیکھی سمندر کے راستے ہالار چلا گیا - تاجہ جتوئی اور دھنگانہ جتوئی میر کی خدمت میں حاضر ہوکر اپنی تقصیروں کے لئے عفو خواہ ہوئے اور معافی حاصل کرلی - ملک کے مختلف حصوں کو اغیار کے حوالے کر کے عبدالنبی نے جو مصیبتیں برپا کیں ، اُن کی تفصیل ٹالپروں کی تاریخ سے متعلق ہے ، لیکن اتنا ضرور بتا دینا چاہئے کہ جنگ ہالانی سے تھوڑی ہی دیر بعد میر سہراب کا بھائی میر غلام محمدؐ ان جودھپوریوں کا مقابلہ کرتا ہوا مارا گیا جو عمر کوٹ میں آ بیٹھے تھے - غلام محمدؐ کے اعداد میں اجل کے اعداد شمار کئے جائیں تو اس جوانمرد کی تاریخ شہادت نکلتی ہے - (سنہ ۱۱۹۷ ھ) -

عبدالنبی کی نئی مصیبت : عبدالنبی شکست کھا کر سیدھا نصیر خاں کے پاس پہنچا اور کہا کہ مدد کیجئے - نصیر خاں نے بہت سمجھایا کہ پہلے تیری مدد کی تو اُس سے کچھ نہ بنا - جودھ پوریوں کی مدد کام نہ آئی - مدد خاں

نے تمھیں گدی پر بٹھایا ۔ تم اپنے قول و قرار پر قائم نہ رہ سکے اور خانہ بدوش بنے ۔ اب بار بار کیوں تنگ کرتے ہو۔ لیکن عبدالنبی ایسی بری طرح دامنگیر ہوا کہ نصیر خاں کو کچھ نہ کچھ انتظام کرنا پڑا ۔

عبدالنبی سے کہا کہ لشکر کی فراهمی کا انتظار کرو۔ خود خفیہ خفیہ ایک تیز رفتار قاصد خط دے کر میر فتح علی خاں کے پاس بھیج دیا مضمون یہ تھا کہ اس بے حیا نے میرا دامن آ پکڑا ہے ۔ بہت کہا مانتا نہیں ۔ میں نے مجبور ہو کر اس سے وعدہ کرلیا ہے کہ میری فوج ایک مرتبہ تمھیں خدا باد (حـ ۱) پہنچا آئے گی ۔ آگے تم جانو تمھارا کام ۔ آپ سے درخواست ہے کہ میری فوج سے جنگ نہ کریں اس لئے کہ وہ جنگ کے ارادے سے نہیں آئی اور کچھ دن شکار میں گذاریں ۔ خداباد سے میرے سب آدمی واپس آجائیں گے ۔ میر نے جواب میں کھلا بھیجا کہ اگر آپ کے آدمیوں نے دریا عبور کیا تو پھر ہم بھی مجبور ہوں گے کہ ان سے لڑیں ۔

عبدالنبی کی تیسری ناکامی: میر فتح علی نے اپنے ساتھیوں سے مشورے کے بعد مدافعت کی پوری تیاری کرلی پھر قرارداد کے مطابق شکار کے لئے نکل گیا ، لیکن لحظہ بہ لحظہ حالات کی اطلاع پہنچ رہی تھی ۔

عبدالنبی قلات سے بروھی فوج لے کر ھتری (ضلع سیوستان) پہنچا ۔ مشرق کی طرف سے جودھ پور کی فوج میدان میں نکلنے کے لئے تیار ہو گئی ۔

۱- اس سے مراد ''خداباد کہنہ'' ہے جو دریائے سندھ کی مغربی سمت میں ہے ۔

اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ بروھی فوج نے ھتری پہنچتے ھی آگے بڑھنے سے انکار کر دیا اور میاں سے کہا کہ پہلے ھمارا خرچ ادا کرو - وہ لوگ شاید لوٹ مار کرتے، لیکن ایک تو میر نصیر خاں نے انہیں منع کر رکھا تھا، دوسرے علاقہ اس طرح سے لٹ چکا تھا کہ صاحبِ ''فتح نامہ،، کے قول کے مطابق عمارت کی لکڑی تک باقی نہ رھی تھی - میاں نے جودھپوریوں کو پیغام بھیجا کہ آگے بڑھو- انھوں نے جواب دیا کہ پہلے آپ دریا سے گزر کر اس طرف آئیں تو ھم پیش قدمی کریں گے - بروھیوں سے پیش قدمی کے لئے کہا گیا تو انھوں نے انکار کر دیا - جب انھیں خرچ نہ ملا تو خود میاں کے مال اسباب پر ھاتھ صاف کیا اور اونٹ گھوڑے، خیمے جو کچھ تھا، لے کر واپس چلے گئے - میاں صاحب کو بھی با دل ناخواستہ بھاگنا پڑا وہ قلات پہنچا اور میر نصیر خاں نے اسے حاجی پور میں بٹھا دیا - بروھیوں کے پیچھے ھٹتے ھی جودھپوری بھی واپس ھوگئے - اس واقعے کی تاریخ صاحب ''فتح نامہ،، نے یوں لکھی ھے :

پئے سالِ این ماجرا در کتاب
خرد گفت تاریخ دشمن خراب

۱۱۹۷

تسخیر حیدرآباد: میر فتح علی خاں نے ۱۱۹۸ھ (۱۷۸۰ء) میں حیدرآباد کو فتح کر لیا - میاں عبدالنبی کے اھل و عیال اور متعلقین کو بہ احترام تمام حاجی پور بھیج دیا جہاں وہ خود مقیم تھا - مائی بھو بیگم جو عام طور پر مائی صاحب دولت کے لقب سے مشہور تھی اور میاں غلام شاہ خاں کی سب سے بڑی بیگم تھی بھاول پور چلی گئی- یہ بیگم جان نثار خاں گوجر

کی دختر اور نواب اللہ داد خاں کی حقیقی بہن تھی نواب موصوف اس وقت بہاول پور میں تھا - اسی کے پاس بیگم نے قیام کیا - اس بیگم کے ساتھ میاں سرفراز خاں کی بیگم مائی سون بائی بھی تھی جو نورنگ خاں بلوچ جسکانی کی صاحبزادی تھی (ح ۱) -

فرمانروائی کا پروانہ: میر فتح علی خاں تلوار کے زور سے فرمانروا بن گیا تھا ، لیکن سندھ اس وقت افغانستان کے تابع تھا اور افغانی دربار سے سند حاصل کیے بغیر فرمانروائی کا سکہ نہ چل سکتا تھا - دیوان گدّو مل پہلے سے وھاں موجود تھا - میر نے اس کے بھائی جسپت رائے کو بھی بھیج دیا - اس اثناء میں عبدالنبی بھی فریاد لے کر افغانی دربار میں جا پہنچا - محفوظ خاں دربار میں عبدالنبی کا سب سے بڑا حامی تھا - جسپت رائے کو حالات بگڑتے ہوئے نظر آئے تو پیغام بھیجا کہ کوئی زیادہ ھوشیار اور دانش مند وکیل بھیجے (ح ۲)، چنانچہ میر نے اس غرض سے آغا ابراھیم شاہ ایرانی کو انتخاب کیا - میرزا غلام علی

۱- میاں عبدالنبی کی کوششوں کے تمام حالات ''فتح نامہ'' سے ماخوذ ھیں - ملاحظہ ھو ص- ۲۲۷، ۲۳۷ نیز قلیچ بیگ کی ''تاریخ سندھ'' جلد دوم ص- ۱۹۶، ۱۹۹ - بیگمات کے متعلق ملاحظہ ھو- ''جواھر عباسیہ'' ص- ۲۶۰ -

۲- ''فتح نامہ'' میں لکھا ھے کہ یہ پیغام دیوان گدو مل نے بھیجا تھا - ص- ۲۴۸ - لیکن ''جواھر عباسیہ'' میں بالتصریح مرقوم ھے کہ اس وقت وکالت کے فرائض جسپت رائے انجام دے رہا تھا - تیمور شاہ نے میاں عبدالنبی کے وکیل شیخ قمرالدین کی باتیں سن کر جسپت رائے کو ڈانٹا تو اس نے نئے وکیل کے لئے پیغام بھیجا (ص- ۲۶۳، ۶۲۴) -

کو آغا کے ساتھ کر دیا - آغا کو ملکی اور مالی امور میں ید طولیٰ حاصل تھا - اس کے پہنچتے ھی حالات رو بہ اصلاح ھوگئے - دربار شاھی سے حکم جاری ہوا کہ میاں عبدالنبی چھ روز میں نو لاکھ روپے داخل خزانہ کر دے تو سندھ کی فرمانروائی کا پروانہ اس کے حوالے کر دیا جائے - اگر آغا یہ رقم ادا کردے تو پروانہ میر فتح علی خاں کے نام جاری کر دیا جائے - میاں روپے کا انتظام نہ کر سکا - آغا ابراھیم نے اپنے تعلقات کی بنا پر ایرانی و قندھاری تاجروں سے روپیہ لے کر داخل کر دیا - یوں میر فتح علی خاں کو فرمانروائی کے پروانے کے ساتھ شاھانہ خلعت ، مرصع جیغہ اور اسپ خاصہ عطا ھوا (ح ۱) - میاں عبدالنبی کے لیے ڈیرہ غازی خاں کے مالیے میں سے ایک لاکھ روپے سالانہ کی رقم مقرر ھو گئی اور وہ حاجی پور میں مقیم ھوگیا (ح ۲) -

---

۱- "جواھر" ص ۲۶۴، ۲۶۵ -
۲- "جواھر" ص ۲۵۹ -

اکیسواں باب

عبدالنبی کی سرگرمیاں

افغانی دربار میں فریادیں: میاں عبدالنبی اگرچہ سندھ سے خارج ہوچکا تھا لیکن اس کی مخالفانہ سرگرمیاں بدستور جاری رہیں - اس کا آخری ملجا افغانی دربار تھا، جہاں محفوظ خاں کو خاص اثر و رسوخ حاصل تھا اور خان موصوف معمول کے مطابق دربار میں میاں صاحب کے لئے اچھی فضا پیدا کرنے میں ہر ممکن سعی کرتا رہتا تھا اور ہر موقع سے سے فائدہ اٹھاتا تھا -

صاحب "فتح نامہ" نے میاں صاحب کے متعلق لکھا ہے:

بنالید او بر در بادشاہ
چو نقارہ ہر شام ہر صبح گاہ

(عبدالنبی بادشاہ کے دروازے پر — نقارے کی
طرح صبح و شام روتا تھا) ۔

به بزم امیرانِ شاھی چو دف
همی کرد فریاد او ھر طرف

(امیران شاھی کی مجلس میں وہ دف کی طرح —
ھر طرف فریاد کرتا رھتا تھا)۔

به ھر مجلس و بزم محفوظ خاں
به او ھم نوا بود چوں ترجماں

(محفوظ خاں ھر مجلس اور ھر محفل میں — اس
کا ھم نوا اور ترجمان تھا) ۔

همی کرد سر جا بجا سازِ او
نبود آگه از بخت ناسازِ او

(وہ جگه جگه اس کے گیت گاتا پھرتا تھا —
اس کے بخت ناساز سے اسے کوئی آگہی
نه تھی)۔ (حـ ۱)

میر فتح علی خاں کی مساعی : میر فتح علی خاں نے اپنے وکیلوں کے ذریعے سے تمام حالات بادشاہ کی خدمت میں پہنچا دئے مثلاً یه که اس نے ھمارے چچا میر بجار خاں کو شہید کرایا ۔ اس کے ظلم سے میر عبداللہ خاں اور میر فتح خاں مارے گئے ۔ اس نے قرآن پر حلف اٹھا کر بد عہدی کی ۔ خدائے پاک کے کلامِ مقدس کا بھی احترام ملحوظ نه رکھا اور وہ خدا سے بھی نه ڈرا ۔ کیا کوئی مسلمان قرآن مجید پر حلف اٹھا کر بھی دغا کرسکتا ھے ؟

۱- ''فتح نامه'' ص- ۲۴۵ -

پھر عبدالنبی نے بالکل ابتدا میں اپنے بھائی بندوں سے کیسا سلوک روا رکھا ؟ چھوٹے بڑے اس کے ظلم کی بدولت بالکل بے گناہ موت کے گھاٹ اترے۔ وہ سب خدا کی بارگاہ میں فریاد لے کر پہنچ گئے۔ میں خود اس کے ظلم کی فریاد آپ کے دربار میں پہنچاتا ہوں۔ جو آپ کے سامنے داد خواہ بن کر آیا ہے۔ اے شاہِ دیں پناہ! ایسے شخص کو آپ کی بارگاہ میں بار نہ ملنا چاہئے۔

ملک کی تقسیم: لیکن افغانی دربار میں اس وقت اچھائی برائی کی کوئی تمیز نہ رہی تھی۔ جو شخص درباریوں کو رشوت دے کر اپنا ہم‌نوا بنا لیتا۔ وہ اپنی مرضی کے مطابق فرمان حاصل کرلیتا۔ شاہ نے جب دیکھا کہ دربار میں دونوں فریقوں کے حامی موجود ہیں تو فرمان صادر کردیا کہ ملک کو دو حصوں میں بانٹ دیا جائے۔ ایک حصہ ٹالپروں کے پاس رہے، دوسرا عبدالنبی کو مل جائے۔ میاں نے جب عرض کیا کہ ٹالپروں کے پاس بے شمار فوج ہے۔ میں تنہا ان سے لڑ نہیں سکتا۔ شاہی فوج ساتھ کردی جائے تو تیمور نے بوستان خاں اور اخلاص خاں کہ فوج دے کر عبدالنبی کے ساتھ بھیج دیا (حـ ۱)۔

مقابلے کی تیاری: میر فتح علی خاں کو اپنے وکیلوں کے ذریعہ سے یہ حالات معلوم ہوئے تو اس نے ارادہ کرلیا کہ اس فیصلہ کو قبول نہ کرے گا۔ چنانچہ وہ چالیس ہزار جنگجو بلوچوں کے ساتھ روہڑی کی طرف روانہ ہوگیا تاکہ

۱۔ "فتح نامہ" ص۔ ۲۴۵، ۲۴۹ اور قلیچ بیگ کی "تاریخ سندھ" جلد دوم ص۔ ۲۰۱۔

عبدالنبی جو فوج لیکر آئے ، اسے سندھ کے شمالی سرے ھی پر روک دے اور مقابلے کی ضرورت پیش آئے تو جانبازانہ مقابلہ کرے۔ اس اثنا میں اس کے وکیل برابر کوشاں رھے کہ تقسیم ملک کا فرمان منسوخ ھو جائے۔ عبدالنبی نے جب سنا کہ فتح علی خاں چالیس ھزار جنگ آزماؤں کے ساتھ روھڑی میں لڑ مرنے کے لئے تیار بیٹھا ھے تو اس پر سراسیمگی طاری ھو گئی۔ افغانی فوج کے سالاروں نے یہ حالات بادشاہ کی خدمت میں پہنچا دئے۔ اس اثنا میں محفوظ خاں فوت ھو گیا جو دربار میں عبدالنبی کا سب سے بڑا رفیق و معاون تھا ۔ یوں عبدالنبی کے حامیوں کا پلڑا بہت ھلکا رہ گیا اور فتح علی خاں کے وکیلوں نے بوستان خاں اور اخلاص خاں کے نام فرمان حاصل کرلیا کہ سندھ کی تقسیم کے فرمان کو منسوخ سمجھا جائے اور فوج واپس آجائے۔

چنانچہ افغانی فوج سٹھن کوٹ سے واپس ھو گئی اور عبدالنبی کی یہ سعی بے نتیجہ رھی۔ (ح- ۱) ۔

ٹالپروں میں اختلاف : کچھ مدت امن و اطمینان سے گذر گئی یہاں تک ٹالپروں میں اختلاف رونما ھو گیا ۔ میر فتح علی خاں کی آرزو تھی کہ ملک متحد رھے۔ اس کے حصے بخرے نہ کئے جائیں اور ٹالپر سرداروں کو نقد رقمیں ملتی جائیں ۔ چنانچہ اس نے مالیہ ملک کے سات حصے کردئے تھے۔ چار حصے اپنے اور اپنے تین بھائیوں کے لئے رکھے ۔ دو حصے میر سہراب خاں کو دئے اور ایک حصہ میر ٹھارہ خاں کے حوالے کیا ۔ یہ تقسیم میر سہراب خاں اور ٹھارہ خاں کو

۱- ''فتح نامہ'' ص- ۲۴۹ ، ۲۵۴ اور قلیچ بیگ کی '' تاریخ سندھ'' جلد دوم ص- ۲۰۱ ، ۲۰۲ -

پسند نہ آئی - وہ میر فتح علی خاں کے اقتدار سے پریشان تھے اور چاہتے تھے کہ اپنے لئے بھی درجۂ استقلال پیدا کریں - چنانچہ میر سہراب چپ چاپ اٹھا اور جا کر روہڑی میں متمکن ہو گیا - وہاں اس نے آدمی فراہم کر کے اپنے لئے مستقل حیثیت پیدا کر لی - یہ ریاست خیر پور کی ابتدا تھی ، جو اب تک قائم ہے - پھر میر ٹھارہ خاں حیدرآباد سے نکلا اور غیر معروف راستوں سے شاہ بندر پہنچ گیا - وہاں اس نے استقلال کا ڈول ڈال دیا - یوں تین مرکز بن گئے اور تینوں کی طرف سے خراج کی رقمیں الگ الگ شاہی دربار میں پیش ہوتی تھیں -

عبدالنبی کی کوشش: عبدالنبی ویسے ہی چین نہ لیتا تھا - ٹالپروں میں اختلاف کی خبریں اسے ملیں تو مخالفانہ سرگرمیاں بے حد تیز کر دیں - اس نے پھر بادشاہ کے پاس عرضداشت بھیجی جس کا مضمون یہ تھا کہ حضور نے فتح علی خاں کو سندھ کا رئیس بنا رکھا ہے - اس کے بھائی بند الگ ہو چکے ہیں - ٹالپروں کی نا اتفاقی زبان زد عام ہے اور ہر رئیس نے جداگانہ مقام پر اپنا مرکز بنا لیا ہے - یہ بھی لکھوا دیا :

> میر سہراب خاں بہ من نوشتہ است کہ اگر شما بیائید من با شما خواہم شد و از میر فتح علی خاں ایمن نیستم - دریں صورت شاہ بیکس نواز چارہ بندی سازد و ہم طالع یار شود تا بلا شک ملک آبا و اجداد خود از معانداں بدست من آید و حق در مرکز خود قرار گیرد (حـ ۱) -

---

۱- ”فریئر نامہ“ صـ ۱۱۰ -

سہراب خاں نے مجھے لکھا ہے کہ اگر آپ آجائیں تو میں آپ کا ساتھ دوں گا۔ میں میر فتح علی خاں کی طرف سے امن میں نہیں ہوں۔ اس حالت میں اگر بیکس نواز بادشاہ میری مدد فرمائے اور نصیبہ یاوری کرے تو آبا و اجداد کا ملک دشمنوں کے تصرف سے نکل کر مجھے مل جائے گا اور حق اپنی اصلی جگہ قرار پکڑے گا۔

وکیل قمرالدین کی کار کردگی: قمر الدین، میاں عبدالنبی کی طرف سے افغانی دربار میں وکیل تھا۔ وہ کابل پہنچا اور درباریوں سے مل کر اس نے اپنے موکل کا نقطۂ نگاہ بادشاہ کی خدمت میں پیش کیا۔ ''فتح نامہ،، کے بیان کے مطابق عرض پرداز ہوا:

اے بادشاہ! حضور نے بارہا ہم پر نوازش فرمائی لیکن ہمارے نصیبے نے یاوری نہ کی۔ اب صورت حالات سازگار نظر آتی ہے۔ زمانے نے اپنا ورق الٹ دیا ہے۔ بلوچوں میں نا اتفاقی پیدا ہوگئی ہے۔ ہر ایک سردار الگ الگ ہے۔ اکثر بلوچ میر فتح علی خاں کا ساتھ چھوڑ چکے ہیں اور خفیہ خفیہ انھوں نے عبدالنبی کی اطاعت کا وعدہ کر لیا ہے۔ میر سہراب اور دوسرے سردار الگ الگ خط لکھ رہے ہیں...... اب اگر بادشاہ کی امداد شاملِ حال ہو تو ہمارا مقصد پورا ہو سکتا ہے...... خدا را کارسازی فرمائیے اور امداد سے دل نوازی کیجیے(ح-۱)۔

عبدالنبی کے لئے نیا فرمان: غرض سرگرم کوششوں

۱- ''فتح نامہ'' ص- ۲۶۴، ۲۶۵-

سے عبدالنبی نے مطلب براری کا بندوبست کرلیا - یعنی اسے سندھ کی ایالت کا پروانہ مل گیا - یہ سنہ ۱۲۰۲ھ (سنہ ۸۸،۱ء) کا واقعہ ہے - شاہ نے سردار احمد خاں نور زئی ارر بوستان خاں کو فوج دے کر عبدالنبی کے ہمراہ روانہ کردیا - دونوں سرداروں کے نام تاکیدی حکم جاری ہوگیا کہ سندھ کو مسخر کرکے میاں کو مسندِ حکومت پر بٹھا دیں - اس کے ساتھ ہی والیٔ بہاول پور کے نام فرمان صادر ہوا جس کا مضمون یہ تھا کہ آپ نے پہلے عبدالنبی کو کوئی امداد نہ دی تھی بلکہ ٹالپروں کی حمایت کرتے رہے تھے اور انھیں اپنے قلعوں میں پناہ دے دی تھی - اگر اب میاں کی اعانت میں پوری سرگرمی نہ دکھائی تو پھر آپ کی تادیب کے لئے خود ہمیں نکلنا پڑے گا (حـ ۱) -

مرقع عبرت: اندازہ فرمائیے کہ یہ حالات کس درجہ عبرت ناک ہیں - سندھ بے شک افغانستان کے تابع تھا اور اسے بہ حالات بیچارگی اس مصیبت کے سامنے سرجھکانا پڑا تھا -

---

۱- ''جواہر عباسیہ'' ص- ۲۷۱' ۲۷۲ ''جواہر'' میں مرقوم ہے کہ سردار احمد خاں نور زئی کا قد بہت لمبا اور جسم بھاری بھرکم تھا - اسے دیکھتے ہی انسان پر ہیبت طاری ہوجاتی تھی - لیکن وہ حد درجہ احمق بھی تھا (ص- ۲۷۴) - ''صبح صادق'' کا بیان ہے کہ عبدالنبی ریاست بھاول پور کے خلاف شکایتیں کر کر کے احمد خاں نور زئی کو چڑھا لایا تھا - احمد خاں نے شہر کی عالی شان عمارتوں مثلاً شیش محل اور دولت خانہ کی اینٹ سے اینٹ بجا دی - امیر بھاول خاں نے صحیح حالات احمد خاں کی خدمت میں پیش کئے پھر امن کی صورت پیدا ہوئی (ص- ۹۰) -

لیکن سوچئے کہ افغانی تسلط کے آغاز سے اب تک تابعیت کا رشتہ سندھ کے لئے کتنی مرتبہ خوفناک آفتوں کا موجب بن چکا تھا:

١ - احمد شاہ کی آمد کا غلغلہ بلند ہوا اور میاں نور محمدؐ خاں نے، جو ایک مرتبہ نادر شاہ کی آمد کا تلخ تجربہ کرچکے تھے، جیسلمیر کے ریگستانی علاقے میں پناہ لی اور وہیں جان بحق ہوئے ۔

٢ - پھر ایک مرتبہ کارپردازان حکومت سندھ نے بالاتفاق میاں غلام شاہ کو فرمانروائی کے لئے چنا لیکن دربار افغانستان نے محمدؐ عطر خاں کے نام فرمان ایالت جاری کردیا ۔

٣ - بعد میں احمد یار خاں نے اپنے بیٹے کو یرغمال میں دے کر اپنے نام پروانہ حاصل کر لیا ۔

٤ - میاں غلام شاہ کی وفات کے بعد پھر افرا تفری کا فتنہ اٹھا ۔ سرفراز خاں معزول ہوا اور عزت یار خاں کو پروانۂ ایالت مل گیا ۔

٥ - عزت یار خاں کو شکست ہوئی تو عبدالنبی کو فرمانروائے سندھ تسلیم کرلیا گیا ۔

٦ - میر بجار خاں کے قتل کے بعد خود عبدالنبی ملک اور حکومت کو چھوڑ کر بھاگا تھا ۔ اس نے جودھپوریوں اور بروھیوں کو ابھار کر سندھ پر حملے کرائے ۔ میر عبداللہ خاں ٹالپر نے ہمت و جوانمردی سے ان آفتوں کا انسداد کیا ۔ افغانستان نے مسکین سندھ کی حفاظت کے لئے انگلی تک نہ اٹھائی ۔

٧ - اس کے بعد عبدالنبی، مدد خاں اسحاق زئی کو لے آیا جس نے سندھ کے طول و عرض میں قیامت بپا کردی ۔ افغانی

دربار کو ایک لمحے کے لئے بھی خیال نہ آیا کہ لوٹ مار، قتل و غارت اور آتش زنی و بربادی آخر کس ضابطۂ ملکداری کے رو سے جائز تھی۔

۸ - عبدالنبی نے قرآن پر حلف اٹھا کر ٹالپروں سے صلح کی اور دوبارہ مسندِ حکومت پر متمکن ہوا لیکن تھوڑی ہی دیر بعد اس نے میر عبداللہ خاں اور فتح خاں کو ناحق مروا دیا۔ وہ ہر طرف سے ناکام و نامراد ہو کر دربارِ افغانی میں فریادی ہوا تو سندھ کو دو حصوں میں بانٹ کر ایک حصہ اسے دے دیا گیا اور اس کی مدد کے لئے فوج بھیج دی گئی۔

۹ - میر فتح علی خاں نے جانبازی کا مظاہرہ کرتے ہوئے تقسیم کو روکا۔ لیکن تھوڑی دیر بعد پھر عبدالنبی کو پروانۂ ایالت مل گیا اور اس کی امداد کے لئے فوج متعین ہو گئی۔

سوچئے کہ آیا یہ حالات کسی تبصرے کے محتاج ہیں؟ آیا ان میں تدبر و سیاست، ملکداری و ملک رانی یا خلقِ خدا کے امن و راحت کے لئے کسی خفیف سے بھی جذبے کا پرتو نظر آتا ہے؟

افغانوں کی آمد: بہر حال عبدالنبی افغانی لشکر کے ساتھ آیا اور سب سے پہلے بہاول پور کا رخ کیا۔ والیٔ بہاول پور اپنے مرکزِ حکومت کو چھوڑ کر دیراوڑ میں جا بیٹھا جو زیادہ محفوظ مقام تھا اور کسی بیرونی لشکر کے لئے وہاں پہنچنا سہل نہ تھا۔ افغانی لشکر نے بہاول پور میں ظلم و ستم کے جو پہاڑ توڑے، وہ پیشِ نظر کتاب کے موضوع سے خارج

ہیں - لوٹ مار اور جرح و قتل کے علاوہ بہت سے مکان ڈھا دئے یا نذر آتش کردئے -

جب یہ لشکر خیر پور کے قریب پہنچا تو احمد خاں نور زئی نے اپنی طرف سے میرزا سہراب کو اور میاں عبدالنبی نے اپنے فرزند تاج محمد خاں نیز تاجہ لیکھی، سلطان لیکھی اور شیخ قمر الدین کو وکیل بنا کر میر سہراب ٹالپر کے پاس بھیجا اور یہ پیغام دیا کہ اگر تسخیر سندھ میں ہماری مدد کروگے تو تمہارے ساتھ بہت اچھا سلوک کیا جائے گا لیکن میر سہراب اس جال میں نہ پھنسا اور اس نے پورے حالات میر فتح علی خاں کو لکھ بھیجے :

"فریئر نامہ،، کا بیان ہے :

عہد نامہ بہ مصحفِ مجید نوشتہ پیش میر فتح علی خاں فرستاد کہ میانِ من و ایشاں کلام اللہ ہست کہ من برائے جنگ مخالفاں تیار ہستم - مگر چشم در راہِ انتظارِ والاست امید کہ آں معدن فتوت با لشکر ظفر پیکر خود روانہ این طرف شوند تا من نیز با لشکر والا ملحق گردیدہ، دمار از روزگارِ ایں بدنہاداں بر آریم (حـ ۱) -

قرآن پاک پر عہد نامہ لکھ کر میر فتح علی خاں کے پاس بھیج دیا کہ میرے اور آپ کے درمیان یہ پاک کلام گواہ ہے - میں مخالفوں سے جنگ کے لئے ہمہ تن تیار ہوں - صرف آپ کا انتظار ہے - اگر آپ لشکر لے کر اس طرف آئیں تو میں ساتھ

۱- "فریئر نامہ" صـ ۱۱۳ -

ھوجاؤں گا یوں مل کر اور متحد ھوکر ھم ان بدنہادوں کے سروں سے غرور کی ھوا نکالیں گے۔

افغانوں کی پیش قدمی: افغان سردار جوشِ غیظ میں روھڑی ھوتے ھوئے ھالہ کنڈی پہنچ گئے اور میر فتح علی خاں کو شاہ کا فرمان بھیج دیا کہ سندھ کو چھوڑ دو۔ ورنہ سخت سزا پاؤ گے۔ میر اس فرمان کو چپ چاپ کیوں کر قبول کرسکتا تھا۔ اپنے ساتھیوں کے مشورے سے اھل و عیال کو اس نے کچھ اور جیسلمیر بھیج دیا اور خود مقابلے کے لئے تیار ھوکر نکل پڑا اس سلسلے میں اس کا پھلا قدم یہ تھا کہ افغانوں نے عبور کے لئے جا بجا جو پل بنا رکھے تھے، انھیں توڑنے کا حکم صادر کردیا۔

جب دشمن کی فوج صرف دو منزل پر رہ گئی تو میر سہراب خاں کی ھمت نے جواب دے دیا۔ وہ مقابلے سے پہلو تہی کر کے شاہ گڑھ کے قلعے میں جا بیٹھا اور میر فتح علی حاں تنہا رہ گیا۔ معلوم ھوتا ھے میر سہراب خاں کو خیال آیا کہ خدا جانے مقابلے کا نتیجہ کیا نکلے۔ شکست ھوئی تو ریاست چھن جائے گی۔ فتح ھوئی تو بادشاہ نئی فوج بھیج دے گا۔ بہتر یہی ھے کہ کشمکش سے الگ رہ کر نیرنگیِ روزگار کا تماشہ دیکھا جائے۔

میر فتح علی خاں نے میر سہراب کی علٰحدگی کی خبر سنی تو کہا:

حسبی اللہ و نعم الوکیل، نعم المولیٰ و نعم النصیر۔
اگر او بہ قلعہ پناہ گرفت من در حصار حمایت حافظِ حقیقی پناہ می گیرم (ح۔ ۱)۔

۱۔ "فریئر نامہ" (ص۔ ۱۱۴)۔

میرے لئے خدا کافی ہے، وہی میرا وکیل ہے، وہی مولیٰ، وہی مددگار ہے۔ اگر میر سہراب نے قلعے میں پناہ لی ہے تو میں حافظِ حقیقی یعنی خدا کی حمایت کے حصار میں پناہ لیتا ہوں۔

جنگ: بہر حال میر فتح علی خاں نے مردانہ وار جنگ کی، جس کی تفصیلات ٹالپروں کی تاریخ کا جزو ہیں۔ اس کی اجمالی کیفیت یہ ہے کہ میاں عبدالنبی اور اس کے معاونوں کا مجموعی لشکر چالیس ہزار سے کم نہ تھا۔ میر فتح علی خاں کے ساتھ اس موقع پر صرف دس ہزار جانباز تھے۔ دونوں فوجوں کے درمیان گہرا نالہ حائل تھا۔ احمد خاں نورزئی نے اپنے لشکریوں کو تاکید کردی کہ بندوقیں تیزی سے چلاتے رہو اور غنیم کو نالے کے پاس نہ پہنچنے دو۔

پہلے دونوں لشکروں کے درمیان توپیں چلتی رہیں۔ پھر بندوقوں کی گولیاں اولوں کی طرح برسنے لگیں۔ آخر میر فتح علی خاں نے اپنے جانبازوں کو حکم دے دیا کہ تلواریں لے کر نالے میں کود پڑو اور دشمن کو مار بھگاؤ۔ چنانچہ بلوچ مردانہ وار آگے بڑھے۔ تیر کر نالے سے پار نکلے اور دشمن کے لشکر کو ریت کے ذروں کی طرح بکھیر کر رکھ دیا۔ عبدالنبی احمد خاں نورزئی اور بوستان خاں نے فوج کو منتشر ہوتے دیکھا تو خود بھی راہِ فرار اختیار کی۔ تین کوس پر جاکر تینوں رکے۔ عبدالنبی نے احمد خاں سے کہا کہ لشکر کو از سرِ نو مرتب کر کے یہاں ٹھہرجانا چاہئے۔ رات کو میر فتح علی خاں پر چھاپہ ماریں گے۔ احمد خاں نے ہراس زدگی کے عالم میں جواب دیا۔ یہ کام ہم سے کیا، خود تیمور شاہ

سے بھی نہ ہوسکے گا۔ (ح ۱)۔

شاندار کامیابی : غرض میر فتح علی خاں کو شاندار کامیابی حاصل ہوئی۔ میر عظیم الدین ٹھٹھوی نے لکھا:

بحمداللہ کاوازۂ فتح میر
در آفاق گردید شہرت پذیر
(خدا کا شکر ہے کہ میر کی فتح کا آوازہ دنیا کے گوشہ گوشہ میں پھیل گیا)۔

چنیں فتح گوش فلک کم شنید
بحمداللہ کامروز عالم شنید
(ایسی فتح آسمان کے کان نے بہت کم سنی۔ خدا کا شکر ہے کہ آج ساری دنیا نے سن لی)۔

سہ تاریخ ایں تازہ فتح عظیم
دو من گفتم و یک خدائے علیم
(اس تازہ فتح عظیم کی تین تاریخیں ہوئیں۔ دو میں نے کہیں اور ایک خدائے عظیم نے)۔

بفرمود حق سالِ نصرت قریں
که اناّ فتحناک فتح المبین
۱۲۰۴ھ
(اس سال فتح کے متعلق خدا نے فرمایا۔ ہم نے تجھے فتح عطا کی۔ فتح روشن)۔

ز دل سال ایں فتح شد منجلی
بحکمِ ازل فتح فتح علی
۱۲۰۴ھ

۱۔ "فریئر نامہ" ص۔ ۱۱۶، ۱۱۸۔

(میرے دل میں اس فتح کا سال یوں روشن ہوا
که ازل کے حکم سے یه فتح علی کی فتح ہے)۔
ہمیں سال فتح مبارک عمل
به فتح علی حکم فتح ازل (ح۔ ۱)

۱۲۰۴ھ

(اس با برکت فتح کا سال یوں بھی نکلتا ہے که
فتح علی کو ازل سے فتح کا حکم ملا)۔

عبدالنبی کی مزید کوششیں: احمد خاں نورزئی کی شکست کا حال سن کر تیمور شاہ کے دل میں سخت جوش پیدا ہوا اور وہ مدد خاں کو لے کر بھاول پور پہنچا۔ اس مرتبه بھی بھاول پور کو سخت تکلیفیں پیش آئیں۔ تیمور واپس چلا گیا۔ پھر پاینده خاں بارک زئی کو عبدالنبی کے ہمراہ سندھ بھیجا۔ پاینده خاں نے ڈیرہ اسمعیل خاں اور ڈیرہ غازی خاں ہوتے ہوئے مٹھن کوٹ کے قریب دریا کو عبور کیا اور سندھ پہنچا۔ نصیر خاں بروہی بھی شاہی حکم کے مطابق پاینده خاں سے آ ملا۔ میر فتح علی خاں کے وکیل شاہی دربار میں کوشاں تھے که کسی طرح فیصله اُن کے حق میں ہوجائے۔ قاضی فیض اللہ کی مساعی سے شاہ نے تاکیدی فرمان جاری کردیا که پاینده خاں اور نصیر خاں فوراً واپس آجائیں۔ میاں عبدالنبی تنہا رہ گیا تو وہ سراسیمه وار

۱۔ ''فتح نامه'' ص ۲۸۶، ۲۸۷ ''جواہر عباسیه'' کا بیان بھی ''فتح نامه'' کے مطابق ہے (ص۔ ۲۸۵)۔ شہامت علی نے خدا جانے کس بنا پر لکھا که جنگ میں فتح علی نے شکست کھائی، کچھ بھاگ گیا، اور عبدالنبی مسند پر بیٹھا۔ نیز شہامت علی نے احمد خاں نورزئی کی جگه مدد خاں کی آمد کا ذکر کیا ہے۔ (انگریزی تاریخ بھاول پور ص۔ ۷۶، ۷۷) یه سارا بیان غلط ہے۔

بھاگا - سراسیمگی کا یہ عالم تھا کہ دو گھوڑے اس کی سواری میں ہلاک ہوگئے - تیسرے گھوڑے نے اسے حاجی پور پہنچایا - اس کا وکیل لاله عزت رائے ملتان میں تھا - اسے بھی واپس بلا لیا - (حـ ۱) -

---

۱- ”جواهر عباسیه“ ص- ۳۰۱، ۳۰۲ - تاریخ بلوچستان میں مرقوم ہے کہ پائنده خاں کچھی پہنچا تو نصیر خاں ساتھ ہو گیا دونوں لاڑکانه میں وارد ہوئے تو بادشاہ کی طرف سے حکم آگیا کہ ٹالپروں کے گناہ معاف کردئے گئے، انھوں نے روپیه خزانے میں داخل کر دیا ہے اور کلہوڑوں سے بڑھکر خدمت گذاری کا عہد کیا ہے- (ص- ۲۰۰) - گویا مقصود نه یه تھا که ملک کی بھلائی اور اس کے باشندوں کی بہبود کا تقاضا کیا - مقصود محض یه تھا که روپیه کس ذریعه سے به آسانی اور به مقدار زیاد ملتا ہے - فاعتبروا یا اولی الابصار!!

بائیسواں باب

عبدالنبی کا انجام

دیدی کہ خونِ ناحقِ پروانہ شمع را
چنداں اماں نہ داد کہ شب را سحر کنند

بھکر و لیہ کی نظامت: میاں عبدالنبی کا بیٹا محمدؐ عارف مدت سے مہاراجا جودھپور کے زیر حمایت اس امید پر بیٹھا تھا کہ شاید مہاراجا کی طرف سے امداد کی کوئی سبیل نکل آئے اور اس کے بل پر سندھ کی حکومت از سرِ نو حاصل کی جا سکے - جب امید براری کی کوئی صورت رونما نہ ہوئی تو صاحبزادہ جودھپور سے روانہ ہو کر بہاول کے مشہور مقام، دیراوڑ میں پہنچ گیا - والیٔ بہاول پور نے اس کی خاطر و مدارات میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی - عزت رام وکیل نے اوچ میں صاحبزادے کا استقبال کیا - بعد ازاں عبدالنبی کی

درخواست اور نواب امین الملک کی سفارش پر بھکر اور لیہ کے علاقے بہ طور جاگیر مل گئے اور چالیس ہزار روپے امداد کے طور پر عطا ہوئے۔

یہ دونوں علاقے جسکانی بلوچوں نے آباد کئے تھے۔ نیکرہ ان کا صدر مقام تھا (ح۔ ۱)۔ عبدالنبی کو ان علاقوں پر قبضہ حاصل کرنے کے لئے جسکانی بلوچوں سے جنگ کرنی پڑی۔ ان کا سردار حیات خاں فوت ہوچکا تھا۔ حیات خاں کے بھائی محمد خاں نے زبردست مقابلہ کیا۔ جب کامیاب مدافعت کی طرف سے مایوسی ہوگئی تو اس نے مانک رائے کو قلعے میں بٹھا دیا اور خود بچ کر نکل گیا۔ یوں نیکرہ میاں عبدالنبی کے ہاتھ آیا (ح۔ ۲)۔

سرکاری مالیے کا قضیہ: سنہ ۱۲۰۷ھ (سنہ ۹۳-۱ء) میں تیمور شاہ نے وفات پائی اور اس کا بیٹا زمان شاہ تخت نشین ہوا۔ اس وقت تک میاں عبدالنبی کے ذمے سرکاری مالیے میں سے ایک لاکھ بیس ہزار کی گراں بہا رقم باقی تھی۔ اس کا مطالبہ تو پہلے بھی ہوتا رہتا ہوگا، نئے بادشاہ کے کارندوں نے بقائے وصول کرنے میں زیادہ اہتمام سے کام لیا اور

۱۔ "تاریخ بلوچیان" مرتبہ سردار غلام رسول خاں (ص۔ ۱۱۱، ۱۱۲)۔

۲۔ "جواہر عباسیہ" (ص۔ ۳۰۴، ۳۰۵)۔ ھتو رام نے لکھا ہے کہ میاں عبدالنبی سندھ سے نکلا تو کوٹلہ مخدوم نالہ دھندی علاقہ راجن پور میں قیام پذیر ہوا۔ اس کے ساتھ جو فوج آئی تھی، اسے لے کر لیہ اور نیکرہ پر قبضہ جمایا اور چھ برس اس علاقے کا منتظم رہا۔ (تاریخ ڈیرہ غازی خان معروف بہ "باغ و بہار" ص۔ ۱۲۴)۔

میاں صاحب کے لئے مطالبے کو ٹالنا غیرممکن ہوگیا تو امین الملک کا دامن تھاما جس کی سفارش پر یہ علاقے حاصل کئے تھے - امین الملک کی سعی و کوشش سے یہ فیصلہ ہوا کہ میاں عبدالنبی پانسو اونٹ پیش کردے اور جب تک اونٹ پیش نہ ہوں اس کا پوتا غلام علی، جس کی عمر صرف دس برس تھی، یرغمال میں رہے - لالہ عزت رائے کو غلام علی کی نگرانی اور اتالیقی کے لئے مقرر کردیا گیا -

لالہ عزت رائے نے سوچا کہ بچہ کابل تک سفر کی تاب نہ لاسکے گا اور اسے چھڑانے کی ایک عجیب تجویز سوچی - بچے کو سکھا دیا کہ نواب امین الملک کے پاس نذر پیش کرنا تو حرم میں جاکر پیش کرنا - ساتھ ہی رو رو کر اپنا حال بیان کردینا - بچے نے یہی کیا - حرم کی عورتوں کو اس پر رحم آیا، چنانچہ نواب سے سفارش کرکے اسے یرغمالی کی مصیبت سے آزاد کرا دیا (حـ ۱) -

جاگیر چھن گئی: اگرچہ میاں عبدالنبی کے ساتھ باقی رقم کے معاملے میں نرمی کا برتاؤ کیا گیا تھا، لیکن وہ اس رقم کا ایک حصہ بھی ادا نہ کرسکا - جب زمان شاہ نے حکم دیا کہ اپنا دستہ لے کر قندھار کی مہم میں شامل ہوجاؤ تو میاں نے یہ حکم بھی نہ مانا - زمان شاہ کو اتنا غصہ آیا کہ میاں سے جاگیر چھین لی اور نواب محمد خاں کو اس جاگیر کا ناظم مقرر کردیا - نواب موصوف قبضہ لینے کے لئے پہنچا تو میاں مقابلے کو تیار ہوگیا - میاں کا بیٹا محمد عارف میدان میں نکلا اور نواب محمد خاں کے سپاہیوں کو فرار پر

۱- "جواہر" صـ ۳۰۹، ۳۱۰ -

مجبور کردیا - ان میں سے کچھ لوگ کنگنی کے ایک کھیت میں چھپ گئے تھے - محمد عارف اپنے ساتھیوں کو لے کر تعاقب کرتا ہوا کھیت کے قریب پہنچا تو ان لوگوں نے اندھا دھند گولیاں چلا دیں - اتفاق سے ایک گولی محمد عارف کے لگی اور وہ وہیں ڈھیر ہو گیا - تاجہ لیکھی کا بیٹا راجہ بھی اسی لڑائی میں مارا گیا - میاں کو جگر بند کی موت کا پیغام ملا تو ہمت ہار بیٹھا اور علاقہ نواب محمد خاں کے حوالے کردیا - بیٹے کو لیہ میں دفن کیا - خود اہل و عیال اور مال اسباب لے کر جودھپور کا عازم ہوگیا - چند روز مکھن بیلا میں ٹھہرا، پھر جیسلمیر کے راستے آگے روانہ ہوگیا - اپنا ہاتھی فضل علی خاں ہالانی کے حوالے کر گیا - بجے سنگھ کے پوتے راجہ بھیم سنگھ نے دو سیر حاصل گاؤں میاں کے گزارے کے لئے مقرر کردئے (حـ ۱) -

آسمانی آفت: سنہ ۱۲۱۴ھ (۱۷۹۹ء) میں میاں عبدالنبی جودھپوریوں سے ناراض ہوکر بہاول پور آیا - خواجہ لطافت علی ناظر اس کے خاندان کا زر خرید غلام تھا - جب لیہ کا علاقہ چھنا تھا تو وہ میاں صاحب کو چھوڑ کر حج کے لئے روانہ ہوگیا تھا - اب اس کی کوشش سے راجن پور ضلع ڈیرہ غازی خاں کا علاقہ میاں کو مل گیا (حـ ۲) - رنجیت سنگھ نے

۱- ''جواہر عباسیہ'' صـ ۳۱۲، ۳۱۴ -

۲- ''جواہر عباسیہ'' صـ ۳۶۹ - ''تاریخ ڈیرہ غازی خاں'' میں لکھا ہے کہ میاں جودھ پور سے شاہی دربار میں عریضے بھیجتا رہا - اسے چالیس ہزار روپے سالانہ جو بطور ضیافت ملتے تھے، ان کی جگہ راجن پور کی جاگیر عطا ہوئی - میاں نے اپنے پوتے محمد علی (ابن محمد عارف) (بقیہ حاشیہ صفحہ ۸۹۸ پر)

یہ جاگیر اس خیال سے بحال رکھی کہ ضرورت کے موقع پر میاں صاحب یا اُن کے خاندان کو سندھ پر یورش کے سلسلے میں استعمال کیا جا سکے گا۔

راجن پور میں پہنچا تو قضائے الٰہی سے اس کے گھر میں آگ لگ گئی۔ سارا زر و جواہر، ریشم اور پشمینے کے کپڑے اور دوسری قیمتی چیزیں جل کر خاک سیاہ ہوگئیں۔ ایک موتی بچ رہا۔ آگ کی حرارت کے سبب اس کی آب و تاب کم ہوگئی تھی۔ بیکانیر کے ساہوکاروں کے پاس چار پانچ ہزار میں گروی رکھ کر خانہ داری کا ضروری سامان مہیا کیا۔

امید کی آخری جھلک: افغانستان میں کئی انقلابات آئے۔ زمان شاہ معزول ہوا اور بینائی بھی کھو بیٹھا۔ اس کا بھائی محمود فرمانروا بنا۔ اس نے شاہ شجاع سے شکست کھائی۔ شاہ شجاع نے سندھ کو مسخر کرنے کا ارادہ کیا اور سنہ ۱۲۱۸ھ (۱۸۰۳ء) میں شکار پور پہنچا۔ میاں عبدالنبی کے دل میں پھر امید کی جھلک پیدا ہوئی اور راجن پور سے سات دن میں بادشاہ کے پاس شکار پور پہنچ گیا۔ اس اثناء میں

کو راجہ کے سپرد کیا اور خود اپنے بیٹے تاج محمد خاں اور دوسرے متعلقین کے ساتھ راجن پور پہنچا۔ چھوٹے بیٹے فضل علی خاں کو نصیر خاں بروہی کے پاس بھیج دیا (ص ۱۲۵)۔ جاگیر کی مختصر سی کیفیت یہ ہے کہ حاجی پور پرگنہ جام پور کا تیسرا حصہ نصیر خاں بروھی نے میاں کو دیا تھا۔ راجن پور کی جاگیر اس وقت تک کے لئے دی گئی تھی جب تک سندھ پر قبضہ نہ ملے۔ سکھوں کے زمانے میں اس جاگیر میں بہت تصرفات ہوئے۔ انگریزوں کے زمانے میں یہ بحال ہوئی۔

شاہ شجاع نے ٹالپروں سے سمجھوتا کرلیا اور واپس چلا گیا ۔ میاں عبدالنبی کو بھی ناکام لوٹنا پڑا ۔ یہ اس کے لئے امید کی آخری جھلک تھی ۔

وفات: سنہ ۱۲۲۰ھ (سنہ ۱۸۰۵ء) میں میاں نے راجن پور ھی میں وفات پائی ۔ اس کی وفات کی دو تاریخیں مشہور ھیں :

۱ - دوش ھاتف بود گریاں با ھزاراں چشم درد
بر یتیم حالِ عباسی فلک کو ظلم کرد

۲ - آہ ھاتف کرد عباسیست صاحب بے نظیر
سند را بردہ بلوچاں جاے ما فردوس گیر

ان دونوں شعروں کا مطلب اور اعداد مؤلف کے فہم سے بالا ھیں ۔

اولاد: میاں صاحب کے تین فرزندوں کا علم ھوسکا ۔ اول محمدؐ عارف جو لیہؒ کی جنگ میں مارا گیا اور وھیں دفن ھوا ۔ اس کا ایک فرزند محمدؐ علی جودھ پور میں رھا ۔ دوسرے فرزند غلام علی کے متعلق کچھ معلوم نہ ھوسکا ۔ میاں کا دوسرا بیٹا تاج محمدؐ خاں تھا جو راجن پور کی جاگیر کا وارث بنا ۔ وہ سنہ ۱۲۳۱ھ (سنہ ۱۸۱۶ء) میں فوت ھوا ۔ اس کے دو فرزند تھے ۔ احمد یارخاں معروف بہ شاہ نواز خاں (حـ ۱)

---

۱ - غالباً یہی شاہ نواز خاں ھے جس کا ذکر موھن لال کے سفر ناموں میں آیا ھے ۔ موھن لال قندھار جاتا ھوا حاجی پور پہنچا تو اس نے لکھا : حاجی پور میں تخمیناً پچاس دوکانیں ھیں ۔ یہ مہاراجہ (رنجیت سنگھ) نے شاہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۹۰۰ پر)

اور ایزد یار خاں ۔ ان کی اولاد راجن پور میں موجود ہے ۔ تیسرا فرزند فضل علی خاں حاجی پور میں مقیم ہوگیا ۔

حرف آخر: یوں کلہوڑا خاندان کا آخری تاجدار اپنی غلطیوں سے سلطنت کو کھو کر کم و بیش پچیس برس کی سرگردانیوں اور پریشاں حالیوں کے بعد راجن پور کی خاک میں ہمیشہ کی نیند سو گیا ۔ کلہوڑوں نے سندھ کی جو عظیم الشان خدمات انجام دیں ۔ ان کی نظیر سے تاریخ سندھ کے کئی دور خالی ہیں ۔ کس قدر رنج و قلق کا مقام ہے کہ اس خاندان کے آخری فرمانروا نے ان تمام خدمات پر پانی پھیرا اور سندھ کو ان ہولناک مصیبتوں سے دوچار کیا جن کی مثالیں مشکل سے مل سکیں گی ۔ اسلاف تعمیر و آبادکاری میں یگانگی کے مقام

نواز خاں (یہ عبدالنبی کا لقب تھا اور خاندانی لقب بھی بن گیا) کو بطور جاگیر دیا تھا ۔ اس کے پیشرو سندھ کے حکمران تھے ۔ مسلمان اس وجہ سے ان کا بہت احترام کرتے ہیں کہ یہ امام عباس کی اولاد میں سے ہیں (۳۱۷)۔ پھر لکھا ہے کہ وہاں سے گیارہ میل پر جہاں پور ہے ۔ یہ بھی میاں صاحب موصوف ہی کی ملکیت ہے ۔ راجن پور کے متعلق موہن رقمطراز ہے: یہ نہایت عمدہ قصبہ ہے ۔ یہاں تخمیناً ستر دوکانیں ہیں بازار مسقف ہیں ۔ مکان مٹی کے بنے ہوئے ہیں اور دو منزلوں سے زیادہ اونچا کوئی نہیں ۔ یہ مقام بھی شاہ نوازخاں کی جاگیر میں واقع ہے جس کے بھائی (غالباً ایزد یار خاں) کے پاس میں نے اگلا دن (۲۵ فروری ۱۸۳۶ء) گزارا (۳۲۰) ۔
Travels in the Punjab, Afghanistan and Turkey—by Mohan Lal (H. Allen & Co., London 1846)

پر پہنچے ، اخلاف خصوصاً خلف آخر نے تخریب و بربادی میں یگانہ درجہ حاصل کرلیا:

آگ تھے ابتدائے عشق میں ہم
ہوگئے خاک انتہا ہے یہ

———

تیئیسواں باب

سندھ کا پس منظر

ایک ضروری نکتہ: کلہوڑوں کے عہد میں انتظامی، تمدنی، مجلسی، علمی اور ادبی حالات کا نقشہ پیش کرنے سے پہلے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ سندھ کے اس پس منظر پر اجمالاً روشنی ڈال دی جائے جس میں اس خاندان نے ملکی و قومی خدمات کا بیڑا اٹھایا، اور اپنے ہشتاد سالہ عہدِ حکومت میں ان مقاصد کے لئے سرگرمی سے کام کیا جو پہلے وقت سے ان کے پیش نظر تھے۔ یا سمجھ لیجئے کہ ان کی سرگرمیوں سے جن مقاصد کا اندازہ ہوتا ہے۔ ان کی تکمیل میں وہ اپنی بساط و ہمت کے مطابق کارفرما رہے۔

سندھ مدت مدید سے ان قوتوں کے ماتحت چلا آتا تھا جو ان معنی میں ملکی نہ تھیں کہ وہ ملک کے وسائل کو

سندھی باشندوں کی فلاح و بہبود کے لئے استعمال کرتیں۔ ان قوتوں کے پیشِ نظر صرف مال کی تحصیل تھی۔ اور قیام امن سے بھی انھیں صرف اس لئے دلچسپی تھی کہ تحصیل مال میں خلل پیدا نہ ہو۔ یہاں اس سوال سے قطعاً بحث نہیں کہ یہ قوتیں اچھی تھیں یا بُری۔ تاریخ ایسی مثالوں سے خالی نہیں کہ بعض ملکی حکومتیں اہلِ ملک کے لئے اجنبی حکومتوں کے مقابلے میں بدرجہا فرو تر ثابت ہوئیں۔ مقصود یہ ہے کہ ملکی حکومتیں اس وجہ سے باعث ترجیح ہوتی ہیں کہ ان سے فی الجملہ اہلِ ملک کی خیر خواہی کی زیادہ امید ہوتی ہے۔ وہ ملکی ضروریات کی پوری اندازہ شناس ہوتی ہیں۔ اور ملک کی دولت باہر نہیں لے جاتیں۔ اس سلسلے میں مستثنیات نظر آئیں تو ان کے سبب سے بنیادی اصل کو غلط نہیں قرار دیا جاسکتا۔

آئین اکبری کا بیان: مغلوں کے زمانے میں سندھ دو حصوں میں بٹا ہوا تھا۔ شمالی حصہ جسے سرکار بکھر کہا جاتا تھا، صوبۂ ملتان میں شامل تھا۔ جنوبی حصہ جس کا مرکز ٹھٹھہ تھا ایک علیحدہ صوبہ تھا، جس میں پانچ سرکاریں تھیں۔ سرکار ٹھٹھہ، سرکار چاچکاں، سرکار سیوستان، سرکار نصر پور، سرکار چکرھالہ۔ سرکار بکھر میں مندرجہ ذیل پرگنے شامل تھے، الور، سکھر، چاندوکہ، جتوئی، دربیلہ، سنگھر، سیوی، فتح پور، گنجابہ، کھرہ کاکن، کاکری اور ماتیلہ۔

دونوں حصوں کی جمع سرسری اندازے کے مطابق کچھ کم ساڑھے آٹھ کروڑ دام، یا تقریباً سوا اکیس لاکھ روپے تھی۔ ٹھٹھہ کی کیفیت یوں بیان کی گئی ہے کہ موسمِ سرما

میں پوستین کی ضروت نہیں پڑتی - گرما میں سیوستان کی ہوا معتدل رہتی ہے - قسم قسم کے میوے پیدا ہوتے ہیں، خصوصاً آم بہت اچھا ہوتا ہے - اس ولایت میں غلہ بکثرت ہوتا ہے - کاشتکار سے پیداوار کا تیسرا حصہ لیا جاتا ہے - نمک اور لوہے کی کان ہے - چاول خوب اور بہت زیادہ ہوتا ہے - ہر قسم کے پھول موجود ہیں - چھوٹی بڑی چالیس ہزار کشتیاں ہوں گی (ح - ۱) -

---

۱ - ''آئین اکبری'' مرتبہ بلوخمان - ص - ۵۵۴-۵۵۸ اس سلسلے میں تھوڑی سی تفصیل ملاحظہ فرما لیجیے - ٹھٹھ اور بکھر کے صحیح مجموعی اعداد یہ ہیں:

ٹھٹھ	۶۶۲۵۵۳۹۳	دام
بکھر	۱۸۴۲۴۹۴۷	,,

مسٹر چبلانی نے اپنی کتاب ''سندھ کے اقتصادی حالات'' میں صفحہ ۴۵ پر جو اعداد شائع کیے ہیں' ان میں سرکار چاچکاں کے اعداد درج کرنے میں غلطی ہوگئی یعنی ۱۱۷۴۸۵۸۶ کے بجائے ۱۱۷۸۴۵۸۶ درج کردئیے -

بہر حال چالیس دام فی روپیے کے حساب سے ٹھٹھ و بکھر دونوں کا مالیہ اکیس لاکھ سولہ ہزار چھ سو ستائیس روپے بنتا ہے - ایڈورڈ ٹامس نے ''سلطنت مغلیہ کے مالی وسائل'' میں پورے سندھ کا مالیہ بائیس لاکھ پچانوے ہزار چار سو بیس بتایا ہے (ص - ۵۰) - برنئر نے لکھا ہے کہ صرف ٹھٹھ کا مالیہ تیئیس (۲۳) لاکھ بیس ہزار تھا (سلطنت مغلیہ کے مالی وسائل ص - ۳۷) - برنئر کا ماخذ معلوم نہیں - لیکن اگر اس آخری بیان کو بلا اطلاع ماخذ بھی درست مان لیا جائے اور اسی تناسب سے بکھر کے مالیے میں اضافہ کیا جائے تو پورے سندھ کا مجموعی مالیہ کم و بیش اٹھائیس لاکھ بن جائے گا -

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۹۰۵ پر)

انتظامی حالات: انتظامی حالات کے متعلق زیادہ تفصیل کہیں نہیں ملتی، لیکن قیاس یہ ہے کہ نظم و نسق کا ڈھانچہ وہی ہوگا جو اس وقت ملک کے دوسرے حصوں میں رائج تھا، یعنی سب سے چھوٹی انتظامی اکائی گاؤں، اس کے بعد پرگنہ جسے ہمارے عہد کی تحصیل یا تعلقہ کا مثنیٰ سمجھنا چاہئے - پرگنے سے بڑی سرکار جو کئی پرگنوں پر مشتمل ہوتی تھی، اسے ہمارے عہد کا ضلع تصور کرنا چاہئے، اور سب سے آخر میں صوبہ - بعض اوقات صوبے اور سرکار کو مترادف سمجھا جاتا تھا، جیسے ''آئین اکبری''، میں ٹھٹھہ کو سرکار کہا گیا، کہ در اصل اس کی حیثیت عملاً صوبے کی تھی،

مسٹر چبلانی نے زیرین سندھ کے ۱۸ محل بتائے ہیں (ص۔ ۵۸) - اگر اس سے مراد صرف سرکار ٹھٹھہ ہے تو یہ اعداد غلط ہیں، اس لئے کہ صحیح تعداد سولہ ہے، اگرچہ بلوخمان نے غلطی سے اٹھارہ لکھدی، یا سمجھنا چاہیے کہ چھاپے کی غلطی سے اٹھارہ چھپ گئی - پورے صوبۂ ٹھٹھہ کے محل اکاون بنتے ہیں، تفصیل ذیل میں درج ہے -

نام سرکار	تعداد محل
سرکار ٹھٹھہ	۱۶
سرکار چاچکاں	۱۱
سرکار سیوستان	۹
سرکار نصر پور	۷
سرکار چکر ھالہ	۸
میزان	۵۱

یہ تفصیل ''آئین اکبری'' مرتبہ بلوخمان ص۔ ۵۵۷-۵۵۸ پر درج ہے۔

اگرچہ بڑا صوبہ نہ تھا - ہر انتظامی اکائی میں مختلف سرکاری کارکن متعین تھے ، مثلاً زمین کا حساب رکھنے والے ، مالیہ لینے والے ، محاسب اور خزانچی - ہر پرگنے میں قیام امن کے لئے تھانیدار موجود رہتا تھا - نیچے سے اوپر تک ہر انتظامی حلقے میں عمومی انتظام یہی تھا ، البتہ افسروں کے نام الگ الگ تھے - عدالتی کاروبار قاضیوں کے حوالے تھا - جیل خانے بھی تھے - ان میں کھاتے پیتے آدمی لباس و غذا کا انتظام خود کرتے - عالمگیر کے عہد میں غریبوں کو ضرورت کے مطابق روٹی کپڑا دینے کا فرمان جاری ہوگیا تھا -

ان کے علاوہ بعض کارکن خاص کاموں کے لئے متعین ہوتے تھے ، مثلاً اخبار نویس اور وقائع نویس جو اپنے علاقوں کی ضروری خبریں بالاھتمام مرکز میں پہنچاتے تھے - یا نرخ نویس جو تمام جنسوں کے نرخوں کی رپورٹیں بھیجتے رہتے تھے -

زمین کی کیفیت: زمین کی عموماً تین قسمیں مانی جاتی تھیں ، اور تینوں کی پیداوار میں سے سرکاری حصے کی شرحیں جدا جدا تھیں - پہلی قسم کی زمین وہ تھی جو دریا کی طغیانی کے وقت سیراب ہوجاتی تھی ، اور اس میں زیادہ محنت کے بغیر فصل پروان چڑھ جاتی تھی ، پیداور کا اوسط زیادہ تھا - اس میں سے ایک تہائی پیداوار لی جاتی تھی - دوسری قسم کی زمینیں وہ تھیں جو لبِ دریا سے ذرا فاصلے پر واقع تھیں ، اور طغیانی کا پانی وہاں تک نہ پہنچتا تھا - انہیں چھوٹی بڑی نہروں کے ذریعہ سے سیراب کیا جاتا تھا ، ان میں سے ۲/۵ (دو خمس) حصہ کاشتکار سے لیا جاتا تھا - تیسری قسم بارانی زمینوں کی تھی - ان زمینوں کی فصلیں بارش پر

موقوف تھیں - اور کاشتکار پیداوار کا صرف ۱/۵ (یک خمس) حصہ دیتے تھے -

بعض زمینیں اجارے پر دی جاتی تھیں - اور فی جریب یا فی بیگہ اُن کے لئے نقد روپیہ مقرر کرلیا جاتا تھا -

حصہ وصول کرنے کا طریقہ: کاشتکاروں کو اختیار تھا، کہ وہ چاہیں تو پیداوار رکھ لیں، اور نقد روپیہ سرکاری خزانے میں داخل کردیں، چاہیں جنس دے دیں - جنس وصول کرنے کے کئی طریقے رائج تھے، مثلاً:

۱ - ایک نیم سرکاری آدمی کھڑی فصل کو دیکھ کر بتا دیتا کہ اتنی مقدار کی جنس دے دی جائے -

۲ - کاشتکار پورا غلہ خرمن میں جمع کرلیتا اور اس میں سے سرکاری حصہ الگ کرا لیا جاتا -

۳ - کھیتوں میں کھڑی فصل بانٹ لی جاتی - یہ طریقہ عموماً زمیندار اختیار کرتے تھے، جو سرکاری خزانے میں روپیہ داخل کردیتے تھے، اور کاشتکاروں سے فصل کا حصہ لے لیتے تھے - سرکاری حصہ نکال لینے کے بعد کار پرداز یا تو اسے موقع پر فروخت کردیتے تھے یا سرکاری اناج گھر میں داخل کرکے اس کی رقم حساب میں لکھوا دیتے -

اجارہ: زمینیں اجارے پر بھی دی جاتی تھیں - یعنی مختلف لوگ واجبات کا فیصلہ کرکے زمینوں کے بڑے بڑے ٹکڑوں کی کاشت اپنے ذمے لے لیتے - وہ مقررہ رقم سرکار کو ادا کرتے، اور کاشتکاروں سے زمین کاشت کراتے - آپ کتاب میں پڑھ چکے ہیں کہ کلھوڑا رئیسوں نے بھی ابتدا میں مختلف علاقے مغل کار پردازوں سے اجارے پر لئے تھے - اجارہ دار اپنی

پیداوار بڑھانے کے وسائل کا خود ذمہ دار ہوتا - مغلوں کی اصطلاح میں زمین کی مقررہ شرح کو ''ضبطی،، اور اجارے کو ''نسق،، کہتے تھے -

متفرق محاصل: زمین کے مالیے یا پیداوار کے حصے کے علاوہ اور بھی محاصل رائج تھے - مثلاً گذر گاھوں اور گھاٹوں کا محصول، بعض اشیاء پر محصول مثلاً نمک، قلمی شورہ، افیون، یا چونگی کا محصول - واضح رہے کہ اس زمانے میں جنسیں بہت ارزاں تھیں - نمک کی قیمت فی من ایک پیسے سے لے کر تین پیسے تک تھی - گئے کا گوشت ڈیرھ آنے سیر بکتا تھا - اور بکرے کا دو ڈھائی آنے - سورت میں چاول تقریباً سوا روپیہ من تھے - خود سندھ میں غلے کی ارزانی کا یہ عالم تھا کہ بعض اوقات اسے بیچنے اور روپیہ وصول کرنے میں دقت پیش آتی تھی - ''گلدستہ نورس بہار،، میں ارزانی کی کئی مثالیں ملتی ھیں (حـ ۱) -

صنعت و حرفت: صنعت و حرفت کے متعلق سندھ کے ہر حصے کے حالات کہیں بیان نہیں ہوئے - لیکن ٹھٹھ اور بعض دوسرے مقامات کے متعلق بعض اطلاعات سامنے رکھ کر اندازہ کیا جاسکتا ھے کہ اس زمانے میں بہ اعتبار صنعت سندھ کا درجہ بہت اونچا تھا، مثلاً:

۱ - ٹھٹھ میں چالیس هزار کشتیاں اور جہاز کرائے پر چلتے تھے -

۲ - بافتہ، شال، زر تار لنگیاں، ریشمی اور سوتی کپڑے اعلیٰ درجے کے بنتے تھے -

---

۱- مثلاً ''گلدستہ'' ص- ۱۲۳ -

۳ - ٹھٹھ میں جو چھینٹیں تیار ہوتی تھیں انھیں شوقین لوگ دور دور لے جاتے تھے -

۴ - پارچہ بافی کی صنعت نہایت اعلیٰ پیمانے پر پہنچی ہوئی تھی -

۵ - ہندوستان بھر میں بہترین پالکیاں ٹھٹھ میں بنتی تھیں اور دو پہیوں والی بہلیاں بھی جیسی وہاں بنائی جاتی تھیں، کہیں نہ بنتی تھیں -

۶ - سندھ میں دباغی کا فن بھی کمال پر پہنچا ہوا تھا -

۷ - نادر شاہ کے حملے کے وقت ٹھٹھ میں چالیس ہزار پارچہ باف موجود تھے -

یہ صرف سرسری کیفیت ہے - پرانی سندھی صنعت و حرفت کے نمونے آج بھی جگہ جگہ موجود ہیں - مثلاً زین پوش، شطرنجیاں، لنگیاں، سوسیاں، کھیسیں، قالین، رنگین روغنی جھولیے، پلنگ وغیرہ - کشیدہ کاری، کارچوبی، کاشی کاری، جوتے، زری کا کام - نئے تمدن میں ان صنائع کی سرپرستی کم ہوگئی، لہٰذا یہ اپنی پہلی حالت پر قائم نہ رہ سکیں -

تجارت : سندھ سے چاول، گندم، نیل، چمڑا، جانوروں کی ہڈیاں، روغنی بیج، روئی، اون وغیرہ چیزیں باہر کے ملکوں میں بھیجی جاتی تھیں اور پورے شمالی ہند، راجپوتانہ وغیرہ کے لئے ضرورت کا سامان سندھ کی بندرگاہوں میں آترتا تھا اور جگہ جگہ بھیجا جاتا تھا - جس طرح بحری تجارت کا مرکز ٹھٹھ تھا، اسی طرح بری تجارت کا مرکز سترھویں صدی میں شکار پور بن گیا تھا - دونوں شہروں میں بڑے بڑے بیوپاریوں

نے تجارتی کوٹھیاں بنا لی تھیں اور ان کے گماشتے خلیج فارس، بحیرۂ قلزم، بحیرۂ روم اور بحر ہند کی تمام بندرگاھوں میں موجود تھے -

مغلوں کے عہد کا نقشہ: مسٹر ایس- پی- چبلانی رقمطراز ھیں:

> مغلوں کے عہد عروج میں اس عظیم الشان شاھنشاھی نے عمومی حیثیت میں جو امن قائم کردیا تھا، اس سے سندھ بھی مستفید ھوا اس عہد میں سندھ کی صنعتوں نے بہت ترقی کی اور اس کی تجارت دنیا کے مختلف حصوں میں پھیل گئی - ٹھٹھ بین الاقوامی تجارت کا مرکز بن گیا - اس مقام کے تاجروں اور بیوپاریوں نے صوبے کی عمدہ مصنوعات کو دور و نزدیک پہنچا دیا - معلوم ھوتا ھے کہ خود مغلوں نے بھی سندھ کی تجارت کو نشو و نما دینے اور بڑھانے میں خاصی دلچسپی لی - اس عہد کے بڑے بڑے فرنگستانی تاجروں — پرتگیزوں، انگریزوں اور ولندیزوں — نے صوبے میں اپنی فیکٹریاں قائم کیں (ح ۱) -

والٹر ھملٹن کا بیان: والٹر ھملٹن کی کتاب سنہ ۱۸۲۰ء میں چھپی تھی، جب کلھوڑوں کی حکومت کو ختم ھوئے کم و بیش پینتیس برس گزر چکے تھے - اس میں سندھ کا جو نقشہ پیش کیا گیا ھے - اجمالاً اس پر بھی ایک نظر ڈال لینی چاھئے - اس نقشے سے بھی پس منظر کا ایک گونہ اندازہ

۱- "سندھ کے اقتصادی حالات" انگریزی ص ۱۲ -

ہوسکے گا:

۱ - سندھ کی زراعت موقت بارشوں پر موقوف ہے یا نہروں کے ذریعے سے آبیاری پر۔ دریا کا پانی چڑھتا ہے تو غلے اور دوسری جنسیں بوئی جاتی ہیں - سال کے باقی حصے میں نیل ، گنے ، ہلدی وغیرہ کی کاشت کی جاتی ہے -

۲ - ملکی پیداوار میں سے مندرجہ ذیل چیزیں قابلِ ذکر ہیں : چاول ، گھی ، چمڑے، کھالیں ، شارک مچھلی کے پر ، پوٹاش ، قلمی شورا ، ہینگ ، مجیٹھ ، بخور، ٹھٹھ کے پارچات ، گھوڑے ، نیل ، روغنی بیج ، پھٹکڑی اور مشک کے علاوہ گھوڑے ملتان سے بغرض برآمد منگائے جاتے ہیں -

۳ - باہر سے مندرجہ ذیل چیزیں سندھ میں درآمد ہوتی ہیں : ٹین ، لوہا ، سیسہ ، فولاد ، ہاتھی دانت ، یورپی مصنوعات، تلواریں ، قالین ، ریشم ، چینی ، مصری ، قرمز ، پان ، سیاہ مرچ ، دار چینی ، الائچی ، لونگ ، جائفل ، موتی ، ایلوا۔

۴ - سندھ سے شارک مچھلی کے پر اور گوشت ، گھی ، پوٹاش ، قلمی شورا ، چمڑے ، کھالیں ، السی کا تیل ، سرسوں کا تیل ، گندم ، ہینگ ، مجیٹھ ، گوند ، بادام ، رنگ سازی کی چیزیں ، پستہ ، اخروٹ ، شال ، پارچات ، روئی ، زعفران اور چھینٹیں باہر بھیجی جاتی ہیں -

۵ - اہلِ سندھ قد کے متوسط ہوتے ہیں ، جسم خوب گتھے ہوئے، رنگ سانولے ، آنکھیں اور بال سیاہ ، دانت غیر معمولی طور پر عمدہ اور مضبوط، سروں پر لمبے بال، پگڑیاں بہت بڑی باندھتے ہیں - بعض میں اسّی (۸۰) گز ململ

صرف ھوجاتی ھے - مسلمان اکثر سنّی اور حنفی ھیں - ان میں مذھبی تعصب بالکل نہیں (ح ۱) -

یہ اگرچہ ٹالپروں کے ابتدائی عہد کا نقشہ ھے - لیکن یقین ھے کلھوڑوں کا عہد یا پیشتر کے عہد کا نقشہ بھی اس سے چنداں مختلف نہ ھوگا -

کلھوڑوں کا ظہور: یہ پس منظر تھا جس میں کلھوڑوں کا ظہور ھوا - جس حد تک انتظامی ڈھانچے کا تعلق ھے، ممکن ھے بعض صوبوں اور علاقوں میں مقامی ضروریات کے پیش نظر جزوی ترمیم کرلی گئی ھو، لیکن عام صورت یہی ھوگی - یہ بھی بتا دینا چاھیے کہ مغل حکومت پر زوال آیا اور نظم و نسق میں خرابیاں پیدا ھوئیں تو ملکی خوشحالی کے وسائل بھی اصل حالت پر قائم نہ رھے - خصوصاً سندھ کو بہت نقصان پہنچا - آپ دیکھ چکے ھیں کہ کلھوڑوں کو حکمرانی کا موقع اس وقت ملا جب بد نظمی کے درد انگیز نتائج جابجا نمایاں ھوچکے تھے - اسی حالت کو پیش نظر رکھتے ھوئے ان کے تعمیری اور اصلاحی کارناموں کا اندازہ کرنا چاھئے جن کی سرسری کیفیت آئندہ صفحات میں پیش ھوگی -

---

۱- والٹر ھملٹن کی کتاب ”ھندوستان اور متصلہ ممالک“ انگریزی جلد اول ص- ۵۶۱ ، ۵۸۴ -

چوبیسواں باب

ملکی وحدت کی بحالی اور آبادکاری

پہلا ضروری کام: کلھوڑوں کے لئے سب سے مقدم اور حد درجہ ضروری کام یہ تھا کہ وہ سندھ کی جغرافیائی وحدت کو بحال کرتے، جس کا شیرازہ مدت دراز سے بکھر چکا تھا اور متغلب فاتحین کی رزم آرائیوں کے باعث اس کے مختلف حصوں کی حدیں بار بار بدلتی رہی تھیں۔ اس حقیقت میں کوئی شبہ نہیں کہ جب میاں یار محمد خاں نے شاہی منصب اور سیوی و گنجابہ کی حکومت حاصل کی تو اسی وقت سے طے کرلیا تھا کہ آہستہ آہستہ پورے سندھ کو ایک مرکز کے ماتحت جمع کردینا چاہیے۔ آپ چاہیں تو اس کی تعبیر یوں بھی کرسکتے ہیں کہ یار محمد خاں اپنی حکومت کے دائرے کو زیادہ سے زیادہ بڑھانا اور وسعت دینا چاہتا تھا۔ اور یہ مقصد اس کے فرزند نور محمد خاں کے بھی سامنے رہا۔

لیکن سندھ کے تمام حصوں کو یکجا کرنے کی شکل اس کے سوا کیا تھی کہ دائرۂ حکومت میں توسیع کو خاص نصب العین بنا لیا جاتا؟

واضح رہے کہ سندھ کا نام انتظامی کاغذات میں باقی نہ رہا تھا اور اس کی جگہ بکھر اور ٹھٹھ کی سرکاریں وجود میں آگئی تھیں - ایک سرکار صوبۂ ملتان میں ضم ہوچکی تھی اور دوسری ایک الگ انتظامی اکائی بنی ہوئی تھی -

یار محمد خاں اور نور محمد خاں کی کوششیں:

اٹھارھویں صدی کے آغاز میں میاں یار محمدؐ خاں کو سندھ کے صرف ایک حصے کے نظم و نسق کا موقع ملا - اس میں بکھر شامل نہ تھا - گویا سرکار بکھر کے بھی دو حصے کردئیے گئے تھے - اس وقت سے میاں صاحب نے آھستہ وحدت کی بحالی کا کام شروع کیا - اور یہ کام کم و بیش پینتیس برس کے اندر میاں نور محمدؐ خاں کے عہدِ حکومت میں تکمیل کو پہنچا - ممکن ہے، آج اس کی اھمیت کا پورا اندازہ نہ کیا جاسکے، اس لئے کہ اصل کارنامے پر دو صدیوں کے لیل و نہار گزر چکے ھیں اور میاں صاحب کی زندگی ھی میں نادر افشار نے ملکی وحدت کو نئے سرے سے قطع و برید کا ھدف بنا لیا اور سندھ کا ایک ٹکڑا کاٹ کر بلوچستان میں شامل کردیا - دوسرا ٹکڑا داؤد پوتروں کو دے دیا - پھر داؤد پوتروں والا حصہ پہلے براہِ راست نادر کے ماتحت رہا، پھر اسے افغانوں نے سنبھال لیا -

بایں ھمہ میاں یار محمدؐ خاں اور میاں نور محمدؐ خاں سرکار بکھر اور سرکار ٹھٹھ کی جگہ سندھ کو از سرِ نو ایک

جغرافیائی حقیقت بنا چکے تھے - یہ حقیقت ان مخلص بزرگوں کی کوششوں سے قائم و استوار ہوگئی تو مٹ نہ سکی، اگرچہ اس کے حدود میں متواتر رد و بدل ہوتا رہا - تاریخ کا یہ ایک روشن واقعہ ہے کہ میاں نور محمدؐ خاں کے عہد میں اور ان کی وفات کے بعد ملک کا نام سندھ ہی رہا اور اسے پھر بکھر و ٹھٹھ یا کسی دوسرے نام سے نہ پکارا گیا - کلھوڑوں کا یہ نہایت اہم ملکی کارنامہ ہے جو ہمیشہ سندھ کی سرگزشت میں درخشاں رہے گا - افسوس کہ اب تک اس کی اہمیت کا صحیح اندازہ نہ کیا گیا -

ملک کی آبادی: کلھوڑوں کی ابتدا اگرچہ پیری مریدی سے ہوئی، لیکن وہ شروع ہی سے زمینداری پر بطورِ خاص متوجہ تھے اور جو علاقہ ان کے زیرِ انتظام آجاتا تھا، اسے نہریں نکال نکال کر آباد کرتے رہتے تھے - اس باب میں تفصیلات موقع بہ موقع پیش کی جا چکی ہیں، جن کے اعادے کی ضرورت نہیں - نہریں کھدوانے اور بنجر علاقوں کو سیراب کرکے زراعت کو ترقی دینے پر ان کی توجہ کا یہ حال تھا کہ سندھ آج جن نہروں کی بدولت بہشت زار بن رہا ہے، ان کی تعمیر کے لئے ابتدا میں جس حکمران نے وسیع پیمانے پر کام شروع کیا، وہ میاں نور محمدؐ خاں تھا (حـ ۱) -

میاں صاحب نے شمالی سندھ میں تین بڑی نہریں کھدوائیں جن میں سے دو بیس بیس میل لمبی تھیں اور ایک دس میل لمبی - بنجر علاقوں کو آباد کرنے کا یہ کارنامہ

۱- جرنل "سندھ ہسٹاریکل سوسائٹی" بابت اگست ۱۹۳۷ء ص-۱۷ -

اس زمانے میں انجام دیا جب وسائل آبپاری کے سلسلے میں مہندسی کا فن بالکل ابتدائی حالت میں تھا اور وہ آلات و تجربات ناپید تھے جن سے ہم لوگ آج تمتع اندوز ہیں۔ حقیقت شناسوں نے اس امر کا بھی اعتراف کیا ہے کہ کلھوڑوں کے ماتحت نہروں کا انتظام ٹالپروں کے عہد سے بدرجہا بہتر اور اصلح تھا (ح ۱)۔

آبادکاری کے نتائج: سندھ صدیوں سے اغیار کے ماتحت چلا آتا تھا۔ وہ لوگ نہ اہل سندھ کی ضرورتوں کے صحیح اندازہ شناس تھے اور نہ ان سے یہ امید رکھی جاسکتی تھی کہ وہ اہل ملک کی بہبود کے لئے اسی دلی تڑپ سے کام کریں گے، جس کی توقع خود فرزندان سندھ سے ہوسکتی تھی۔ ان حالات کا نتیجہ یہ نکلا کہ سندھ کی مختلف قومیں اطمینان سے اپنے مشاغل میں منہمک رہنے کے بجائے ایک نوع کی خانہ بدوشی پر مجبور ہوگئیں اور انھیں قزاقی و رہزنی کی لت پڑ گئی۔ کلھوڑوں نے آبادکاری کے اچھے وسائل مہیا کرکے ہزاروں لوگوں کو کھیتی باڑی میں لگا دیا۔ مختلف علاقے آباد ہوگئے۔ جگہ جگہ گاؤں اور قصبے بن گئے۔ لوگ مفید مشاغل میں مصروف ہوئے تو اُن کی بری عادتیں بھی مٹ گئیں۔ پہلے قزاقوں، رہزنوں اور مفسدوں کو سخت سزائیں دی جاتی تھیں، لیکن انھیں اچھے کاموں میں لگانے کا کوئی ذریعہ مہیا نہ کیا جاتا تھا۔ کلھوڑوں نے اچھے ذریعے مہیا کردیے۔ اس طرح عوام میں امن و اطمینان سے زندگیاں گزارنے اور محنت و مشقت سے روزی کمانے کی رغبت پیدا ہوگئی۔

۱- جرنل ''سندھ ہسٹاریکل سوسائٹی'' بابت اگست ۱۹۳۷ء ص ۱۸۔

امن و امان کے شواہد: ملک میں امن و امان کی شہادتیں کلھوڑوں کے ابتدائی زمانے ہی سے دستیاب ہوتی ہیں مثلاً میاں یار محمد خاں کے عہد کا نقشہ ملاحظہ فرمائیے:

خدا کی عنایت اور شہنشاہ کے اقبال کی برکت سے راستوں کا امن اور رعایا کی بہبود بدرجۂ اتم حاصل ہے۔ مسافر اور مقیم اپنے اپنے کاروبار میں لگے ہوئے ہیں (ح۔ ۱)۔

ایک غیر جانبدار مبصر لکھتا ہے:

فتنہ و فساد کے زمانے سے آج تک میاں یار محمد خاں کے علاقوں میں اس پیمانے پر امن قائم ہے کہ مسافر ہر اندیشے سے فارغ ہوکر شب و روز امن و امان سے جگہ جگہ آتے جاتے ہیں (ح۔ ۲)۔

میاں نور محمد خاں کے عہد میں بھی یہی حالت تھی۔ بیشک بعض مواقع پر بد امنی کے واقعات بھی رونما ہوئے۔ یہ واقعات زیادہ تر ان حصوں میں پیش آئے جو سب سے آخر میں کلھوڑوں کی حکومت کا جزو بنے تھے۔ یہ حقیقت اپنی جگہ بہر حال مسلم ہے کہ کلھوڑوں نے جس جس علاقے کو سنبھالا، اس میں جلد سے جلد امن قائم کردیا۔ صحیح طریقہ یہی تھا کہ وہ لوگوں کے لئے مفید مشاغل میں لگ جانے کا بندوبست کرتے جاتے۔ صرف سزائیں دینے یا سرکوبی کرنے پر قانع نہ رہتے۔

۱۔ "گلدستۂ نورس بہار" ص۔ ۱۰۔

۲۔ "گلدستۂ نورس بہار" ص۔ ۲۲۰۔

سندھ کا مالیہ : بنجر علاقوں کو آباد کرنے ھی کی بدولت سندھ کا مالیہ کلھوڑوں کے عہد میں غیر معمولی ترقی کر گیا۔ "آئینِ اکبری" سے معلوم ھوتا ھے کہ اکبر بادشاہ کے عہد میں سندھ کے مالیے کی مقدار تقریباً چھبیس لاکھ روپے تھی۔ ایلس کے بیان کے مطابق کلھوڑوں کے عہد میں مالیہ اسّی لاکھ پر پہنچ گیا (ح ۱)۔ ٹالپروں کے زمانے میں مالیہ پھر گھٹ گیا۔ اس کا سبب بعض اصحاب کے نزدیک یہ ھے کہ ٹالپروں نے متعدد نہایت زرخیز خطوں میں شکار گاھیں بنا لی تھیں۔

کوئی ایسا بیان نہیں مل سکا، جس سے ظاھر ھو کہ کلھوڑوں نے ملک کے کسی حصے میں مالیے کی شرح بڑھا دی تھی یا ان کے عہد سے پہلے اور بعد کی شرح کم تھی۔ ترقی کی حقیقی وجہ اس کے سوا کچھ نہ تھی کہ ملک کی آباد کاری اونچے پیمانے پر پہنچ گئی تھی۔ راستے پر امن تھے، لوگ دلجمعی سے صنعت و حرفت اور زراعت و تجارت میں لگے ھوئے تھے۔ یہ تو بیان ھو ھی چکا ھے کہ کلھوڑوں کے عہد میں زمینوں کی آبیاری کے وسائل کا انتظام بعد کے دور سے بدرجہا بہتر تھا۔

والٹر ھملٹن کا بیان : والٹر ھملٹن لکھتا ھے :

> کلھوڑوں کے عہدِ حکومت میں سندھ کے سالانہ مالیہ کا اندازہ اسّی لاکھ کیا گیا تھا۔ لیکن ۱۸۰۹ء میں مالیہ گھٹ کر تینتالیس لاکھ پر آگیا۔

۱- "جرنل سندھ ھسٹاریکل سوسائٹی" بابت فروری ۱۹۴۳ء ص ۲۵۳ - اس میں ھنری ایلس (Henry Ellis) کا بیان نقل ھوا ھے۔

سنہ ۱۸۱۳ء میں پھر بڑھ کر اکسٹھ لاکھ پر پہنچ گیا - اس میں سے کابل کا سالانہ بارہ لاکھ خراج منہا کردینا چاھئے - اس میں ڈیڑھ کروڑ (پندرہ لاکھ پونڈ) کا گراں قدر بقایا مسلسل امیروں کے ذمہ چلا آتا ھے - ملک کے طبعی وسائل بہت عمدہ ھیں - نظام حکومت کی اصلاح ھوجائے تو اس ملک کے رئیس شمال اور مغرب کے ھمسایوں کے لیے حد درجہ خطرناک بن جائیں - لیکن یہ صوبہ اگرچہ ھندوستان کے حدود میں شامل ھے تاھم ایک بہت بڑے ریگستان نے اسے ھندوستان سے یوں منقطع کر رکھا ھے کہ وہ (ھندوستان) اس کی (سندھ کی) سیاسیات میں کوئی حصہ نہیں لیتا (حـ ۱) -

دوسرے مقام پر اس نے بیان کیا ھے :

کہا جاتا ھے کہ کلھوڑوں کے عہد میں ککراله سے چھ لاکھ روپے سالانہ مالیہ وصول ھوتا تھا - لیکن اب اس کی آمدنی گھٹتے گھٹتے ایک لاکھ نوے ھزار پر پہنچ گئی ھے (حـ ۲) -

سندھ پر مصیبتیں : نادر شاہ کی یورش آزاد سندھ کے لئے پہلی بڑی مصیبت تھی ، جس میں ملک کی جمع شدہ دولت بہت بری طرح لٹی اور آئندہ کے لئے ھر سال سندھ سے بیس بائیس لاکھ روپے بطور خراج ایران جانے لگے - نادر کے قتل پر یہ مصیبت ختم ھوئی تو ساتھ ھی افغانوں کی محکومی کا

۱- ''ھندوستان اور متصلہ ممالک کا بیان'' صـ ۵۶۸ -

۲- ''ھندوستان اور متصلہ ممالک کا بیان'' صـ ۵۷۳ -

طوق سندھ کے گلے میں پڑ گیا ۔ بعد کی خانہ جنگیوں میں لوٹ مار بھی جاری رہی اور کاروبار پر بھی ابتری کا دور طاری ہوگیا ۔ بایں ہمہ میاں غلام شاہ خاں کے عہد میں امن قائم ہوتے ہی دولت کی ریل پیل شروع ہوگئی ۔ متعدد نئے شہر آباد ہوئے یہاں تک کہ بعض مؤرخوں نے میاں غلام شاہ خاں کو کلھوڑا خاندان کا بہترین حکمران قرار دے دیا ۔ حالانکہ اس کی حکومت وسعت اور حسنِ نظم و نسق میں میاں نور محمد خاں کے برابر نہ تھی ۔ میاں غلام شاہ خاں کی آنکھیں بند ہوئیں تو پھر سندھ کو امن و اطمینان کے چند لمحے بھی نصیب نہ ہوسکے ۔ میاں عبدالنبی کے عہد میں ملک کا جو حال ہوا ، اس کا درد ناک نقشہ پہلے پیش کیا جا چکا ہے ۔ بربادی کے اس خونچکاں دور سے گزرنے کے بعد ملک کا انتظام ٹالپروں کے ھاتھ آیا تو انھیں سندِ حکومت حاصل کرنے کے لئے خاصی بڑی رقمیں اور گراں قدر تحفے افغانی دربار کو دینے پڑے ۔ اس سے اندازہ ہوسکتا ہے کہ سندھ میں اپنے بگڑے ہوئے حالات کو جلد سے جلد درست کرنے کی کتنی صلاحیت تھی ۔ اس صلاحیت کی بنیاد کلھوڑوں ھی کے عہد میں استوار ہوئی تھی ۔

خلاصۂ مطالب: جو کچھ اوپر بیان ہوا ہے ، اس کا خلاصہ ذیل میں درج ہے :

۱ ۔ کلھوڑوں نے تیس پینتیس برس کی مدت میں ملک کو از سرِ نو متحد کیا اور بکھر و ٹھٹھ کی ''سرکاروں،، کو ختم کرکے سندھ کا نام دوبارہ زندہ کیا ۔ یہ اُن کا نہایت عظیم الشان قومی کارنامہ ہے ، جس کا اعتراف نہ کرنا ایک روشن تاریخی حقیقت سے انکار ہوگا ۔

۲ - انھوں نے ملک میں صحیح اصول پر امن قائم کیا - اہلِ ملک کو خانہ بدوشی اور لوٹ مار سے ہٹا کر مفید مشاغل میں لگایا - اس طرح ملک کی آبادکاری کا انتظام کیا - سندھ کی آخری دور کی تاریخ میں وہ پہلا حکمران طبقہ ہے، جس نے اس سیاست کی داغ بیل ڈالی جسے اصطلاح میں "مربّانہ سیاست" کہا جاتا ہے اور ہمہ گیر امن کو دیکھتے ہوئے اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ اہلِ ملک ان کے انتظامات کی بدولت خوش حال و مطمئن تھے -

۳ - انھوں نے نہریں بنائیں، بنجر زمینیں آباد کیں - زمینِ سندھ کی زرخیزی اور دریائے سندھ کی سیال قدرتی دولت سے ٹھیک ٹھیک فائدہ اٹھانے کی یہ پہلی کامیاب کوشش تھی -

۴ - سندھ کو عام طور پر غریب اور بڑی حد تک بے آباد ملک سمجھا جاتا تھا، بعض لوگوں نے ڈالپروں کے عہد میں اس کی آبادی زیادہ سے زیادہ دس لاکھ بتائی ہے - کلھوڑوں کے عہد میں یہ ملک اتنا دولت مند بن گیا تھا کہ نادر کو اس کے خزانے سے کم و بیش ایک کروڑ کی رقم ملی اور ہر سال بائیس لاکھ روپے اس پر بسلسلۂ خراج عائد کئے گئے حالانکہ اس کے حدود گھٹا دئے گئے تھے -

یہ واقعات بہر حال غریبی یا کم آبادی کے نہیں بلکہ خوش حالی اور عمران ہی کے شواہد ہیں -

پچیسواں باب

حکومت اور اہل ملک

کلہوڑوں کی ہردلعزیزی: حکومت کی ہردلعزیزی کی سب سے بڑی دستاویز یہ ہے کہ اہل ملک کے دل سے جو آواز اٹھے، اس کے حق میں آٹھے۔ کلہوڑوں کی ہردلعزیزی کا اس سے بڑا ثبوت کیا ہوسکتا ہے کہ ان کی حکومت ختم ہو جانے سے ساٹھ پینسٹھ برس بعد جن انگریز مبصروں نے سندھ کو دیکھا، انہیں جا بجا کلہوڑوں کا اثر و رسوخ زندہ محسوس ہوتا تھا مثلاً ٹی۔ پوسٹنز کے مندرجۂ ذیل بیانات ملاحظہ فرمائیے:

۱۔ اس گروہ (کلہوڑوں) کو پُرتقدس احترام کی نظروں سے دیکھا جاتا تھا۔ عوام کے دلوں کو مرعوب کرنے کے لیے دینوی قوت کے ساتھ مذہبی رجحان شامل ہوگیا۔

ملک میں اب بھی بہت سے خط و خال موجود ھیں ، جو اس دوگونہ اثر کے پائدار نشانوں کی شہادت دے رہے ھیں (حـ ۱) ۔

۲ - کلھوڑوں کا اثر تدریجاً کم ہوا یا کہنا چاھیے کہ اس خاندان کے زوال کے بعد اس اثر کو دبا دیا گیا ۔ اور یہ امر مشتبہ ھے کہ ٹالپر ابتدا میں یا بعد ازآں کسی بھی موقع پر عوام میں ویسے ھردلعزیز تھے (حـ ۲) ۔

۳ - ٹالپر ملک کے فاتح تھے اور حکومت انھوں نے اس مقدس گروہ سے چھینی تھی جس کی یاد مسلمانوں کے تمام طبقوں میں حد درجہ عزیز تھی (حـ ۳) ۔

جب تک کوئی حکومت اپنے پورے کاروبار میں اھلِ ملک کے امیال و عواطف کی حقیقی نمائندہ نہ ھو ، ایسی ھردلعزیزی حاصل نہیں کر سکتی کہ مٹ جانے کے بعد بھی دلوں میں اس کی خوشگوار یاد برابر تازہ رہے ۔ کلھوڑا حکومت کی اچھائی کے لیے اس سے بڑی دستاویز کیا ھوسکتی ھے ؟

سندھیوں کی دین داری: کوئی ایسا مرقع نہیں ملتا جس سے معلوم ھوسکے کہ کلھوڑوں کے عہد میں عام لوگوں کی حالت کیا تھی ۔ اس عہد سے بیس پچیس برس بعد

۱- پوسٹنز : ''سندھ کے متعلق ذاتی مشاھدات'' ص- ۱۶۸ - یہ عبارت اصل میں کرو (Crow) کی ھے جو پوسٹنز نے بلاحوالہ اپنا لی (ملاحظہ ھو ''دربار سندھ میں حاضری کی داستان'' ص- ۱۳ -

۲- ایضاً ص- ۱۹۲ -

۳- ایضاً ص- ۲۳۲ -

انگریزوں کی آمد و رفت شروع ہوئی اور مختلف مرقعے تیار ہونے لگے - ان مرقعوں کو سامنے رکھ کر ہم کلھوڑوں کے عہد کے متعلق اپنے دماغ میں ایسا نقشہ کھینچ سکتے ہیں جو زیادہ سے زیادہ قرینِ صحت ہو - برنز اپنے ''سفر نامہ بخارا،، میں لکھتا ہے :

سندھ میں داخل ہونے پر جو چیز اجنبی کی توجہ سب سے بڑھ کر اپنی طرف کھینچتی ہے، یہ ہے کہ پیغمبر عرب (صلی اللہ علیہ و سلم) نے جن مذہبی اعمال کو واجب قرار دے دیا، تمام لوگ شدت سے ان کے پابند ہیں - نماز کے مقررہ اوقات میں ہر جگہ حقیر سے حقیر اور غریب سے غریب مکۂ معظمہ کی طرف رخ کر کے نماز ادا کرتا ہوا نظر آئے گا - میں نے ایک ملاح کو دیکھا جو دریا کے بہاؤ کے خلاف کشتی کو کھینچنے کے صبر آزما کام میں مصروف تھا - نماز کا وقت آیا تو وہ بھیگا ہوا اور کیچڑ میں لت پت دریا کے کنارے پر چلا گیا، تاکہ رکوع و سجود سے فارغ ہو جائے - چھوٹے سے چھوٹے گاؤں میں بھی مؤذن کی صدا بلند ہوتی رہتی ہے، جو مومنوں کو نماز کے لئے بلاتا ہے - جن مسلمانوں کے کان میں اس صدا کی گونج پہنچتی ہے، وہ معاً اپنے مشاغل ترک کر دیتے ہیں تاکہ سورۂ فاتحہ کے اختتام پر آمین کہنے میں شریک ہو جائیں (ح- ۱) -

یہ اس وقت کی حالت تھی، جب کلھوڑوں کی حکومت

۱- برنز کا ''سفر نامۂ بخارا،، جلد اول -

ختم ہوئے کم و بیش پینتالیس برس گزر چکے تھے - اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ کلھوڑوں کے عہد میں اہل سندھ کی دین داری سب کو ممتاز و نمایاں نظر آتی تھی -

معیار معیشت: ہندوستان کے مختلف حصوں میں وقتاً فوقتاً قحط پڑتے رہے، لیکن سندھ کو صرف اُس زمانے میں قحط سے سابقہ پڑا، جب مدد خاں افغان فوج لے کر میاں عبدالنبی کی امداد کے لئے آیا تھا اور اُس نے ملک کے مختلف حصوں میں آگ اور خون کی لہریں دوڑا دی تھیں - ظاہر ہے کہ ایسے حالات میں نہ کوئی شخص اپنے کاروبار میں اطمینان سے مشغول رہ سکتا تھا اور نہ فصلیں حملہ آوروں کی دستبرد سے بچ سکتی تھیں - اس عہد کے سوا کلھوڑوں کے دور میں غلے کی ارزانی کے شواھد جابجا ملتے ھیں - بعض اوقات غلہ اتنا ارزاں ھو جاتا تھا کہ مختلف پرگنوں سے مقررہ رقم صوبہ دار ملتان کے پاس بھیجنے میں مشکلات پیش آتی تھیں (ح ۱) - غلہ اچھے نرخوں پر نہ بکتا تو روپیہ کیسے ھاتھ آتا؟

ارزانی غلہ کی علت اس کے سوا کیا ہوسکتی تھی کہ پیداوار زیادہ تھی اور لوگوں کو عام طور پر خرید کی ضرورت محسوس نہ ہوتی تھی - ہمارے زمانے میں معیشت کے معیار دیکھے جاتے ھیں، مثلاً یہ کہ آمدنی کتنی ہوتی ہے اور فی کس خرچ کا کیا حال ہے - کلھوڑوں کے زمانے کا معیار متعین طریق پر ھمارے سامنے نہیں، لیکن یہ ظاھر ہے کہ ضروریات زندگی اس عہد میں احسن طریق پر پوری ہوتی

۱- مثلاً "گلدستہ نورس بہار" ص ۱۲۳ -

تھیں اور لوگ فی الجملہ مطمئن اور فارغ البال تھے۔ کلھوڑوں کی ہردلعزیزی کی ایک بڑی وجہ یہ بھی تھی کہ انہوں نے امن کا بندوبست کیا جو مدت سے ناپید تھا اور عوام کے لئے کسبِ معاش کے سلسلے میں مفید مشاغل کا انتظام کیا۔

خوشحالی کی شہادتیں: سارلے نے لکھا ھے:

سندھ آن خوش نصیب خطوں میں سے ھے، جہاں بارش نہ بھی ھو تو کوئی خاص تکلیف پیش نہیں آتی، اس لئے کہ سندھ ایک دریا کا پیدا کیا ھوا ھے۔ اسی کی لائی ھوئی مٹی سے تدریجاً وجود پذیر ھوا ھے اور وہ دریا اپنا حیات بخش پانی بے خلل باقاعدگی سے پہنچاتا رھتا ھے، اگرچہ اس کی بخشش ھر سال یکساں طور پر عظیم القدر نہ ھو (حـ ۱)۔

"تاریخ طاھری" ٹھٹھے کے متعلق مرقوم ھے:

اس شہر کی بنیاد ایسی نیک ساعت میں رکھی گئی تھی کہ یہاں کے باشندوں کو کبھی مصیبت و اذیت سے سابقہ نہ پڑا۔ جو کچھ انہیں میسر ھے، اس پر قانع ھیں اور اپنا کاروبار امن و راحت سے کرتے رھتے ھیں۔ جس ارزانی اور خوشی کا ان لوگوں میں دور دورہ ھے، وہ کبھی کسی دوسری جگہ نہیں پائی گئی اور نہ پائی جائے گی (حـ ۲)۔

اس سے ظاھر ھے کہ لوگ فی الجملہ مطمئن اور خوش حال تھے اور ٹھٹھے کے مقابلے میں بالائی سندھ کی زرخیزی

۱- "شاہ عبداللطیف" صـ ۱۰۹ -

۲- بحوالہ سارلے صـ ۱۱۰ -

بدرجہا بڑھی ہوئی تھی۔

عوام کی حالت: غلے کی ارزانی کو پیش نظر رکھتے ہوئے یہ دعویٰ تعجب انگیز نہ ہونا چاہئے کہ عوام کی حالت فی الجملہ اچھی تھی۔ ہمارے زمانے میں دستکاروں کی جگہ مشینوں نے لے لی۔ مختلف یورپی ملکوں نے بڑے بڑے کارخانے قائم کر لیے۔ وہ دور دور کے خطوں سے خام جنسیں لے جا کر مختلف قسم کی چیزیں بکثرت بنانے لگے اور جہازوں کے ذریعے سے انہیں جگہ جگہ پہنچا کر دولت سمیٹنے لگے۔ اس سے پیشتر ہر ملک کے دیہات میں دستکار مختلف چیزیں بناتے تھے اور اسی طرح اہلِ ملک کی ضرورتیں پوری ہوتی تھیں۔ سندھ کے دیہات میں بھی قسم قسم کی دستکاریاں رائج تھیں۔ بعض مصنوعات اس کثرت سے تیار ہوتی تھیں کہ باہر کے ملکوں میں بھی بھیجی جاتی تھیں۔ یہ پورا نظام انگریزوں کے عہد میں تبدیل ہوا۔ کلہوڑوں کے زمانے میں سندھ اپنی عام ضروریات کے سلسلے میں بیرونی ممالک سے بڑی حد تک بے نیاز تھا۔ یہ بھی اسی امر کا ثبوت ہے کہ عوام اپنی جگہ مطمئن اور فارغ البال تھے۔

غلہ اور ضرورت کی دوسری چیزیں ارزاں تھیں۔ اس بنا پر ملازموں کی تنخواہ یا مزدورں اور کاریگروں کی اجرت بھی زیادہ نہ تھی۔ ایسٹ انڈیا کمپنی نے ٹھٹھے کی تجارتی کوٹھی کی حفاظت کے لئے دس سپاہی رکھے تھے اور انہیں پانچ روپے فی کس تنخواہ ملتی تھی، سپاہیوں کی عام تنخواہ چار روپے ماہانہ تھی۔ سواروں کو آٹھ روپے ملتے تھے۔ لباس اور ساز و سامان، جنگ اس کے علاوہ تھا (حـ ۱)۔ یہ حالت

۱۔ "سندھ میں اقتصادی حالات" ص۔ ۱۴۸۔

سندھ کے لیے مخصوص نہ تھی، ہندوستان کے تمام حصوں میں فی الجملہ یہی کیفیت تھی - ہمارے عہد کی گراں بہا تنخواھوں اور اجرتوں کے عادی لوگ شاید پانچ روپے ماھوار تنخواہ کو بالکل بے حقیقت سمجھیں - لیکن وہ مختلف جنسوں کے نرخوں کا مقابلہ اپنے عہد کے نرخوں سے کریں گے تو اپنی تنخواھوں کی فرومایگی کے اعتراف پر مجبور ہوں گے۔

اجرت اور غلہ : تنخواہ اور نرخِ اجناس کے متعلق ایک نقشہ مسٹر چبلانی کی کتاب سے پیش کیا جاتا ھے جو حقیقتِ حال کی توضیح کے لئے ھر اعتبار سے کفایت کرے گا -

سنہ ۱۶۰۰ء میں عام مزدور تین پیسے یا چار پیسے یومیہ مزدوری لیتے تھے - یعنی ڈیڑھ یا حد دو روپے ماھانہ - کاریگروں کی اجرت یومیہ سوا دو یا ڈھائی آنے تھی - سنہ ۱۷۵۱-۱۷۵۲ء یعنی میاں نور محمّد خاں کے آخری عہد میں عام مزدوری ڈیڑھ آنہ یومیہ اور کاریگروں کی اجرت ڈھائی آنے یومیہ تھی - اس حالت کو مدِ نظر رکھتے ہوئے مندرجہ ذیل نقشوں پر ایک نظر ڈال لیجئے :

زمانہ	مزدور کی اجرت ماھانہ	کاریگر کی اجرت ماھانہ
سترھویں صدی،	ڈیڑھ دو روپے	ساڑھے چار، پانچ روپے
سنہ ۱۷۵۱-۱۷۵۲	تین روپے	پانچ روپے

ان اجرتوں کے مقابلے میں سترھویں صدی میں غلے کا نرخ پانچ آنے فی من تھا اور اٹھارہویں صدی کے وسط میں دس آنے فی من (حـ ۱) -

---

۱- ''سندھ کے اقتصادی حالات'' صـ ۱۴۷ -

ان اعداد سے معلوم ہوا کہ سترھویں صدی میں عام مزدور اپنی ماھانہ اجرت سے پانچ چھ من غلہ خرید سکتا تھا اور اٹھارھویں صدی کے وسط میں بھی اس کی قوتِ خرید قریب قریب یہی تھی - کاریگر سترھویں صدی میں اپنی ماھانہ اجرت سے چودہ پندرہ من غلہ خرید سکتا تھا - اٹھارھویں صدی کے وسط میں اس کی قوت خرید کم از کم ساڑھے نو من تھی - پانچ آدمیوں کا کنبہ مہینے بھر میں کم و بیش ڈیڑھ من غلہ کھا سکتا ھے اور سال بھر اٹھارہ بیس من سے بخوبی اس کا گزارا ھوسکتا ھے - بہ الفاظِ دیگر عام مزدور زیادہ سے زیادہ تین مہینے کی اجرت سے سال بھر کا غلہ فراھم کرسکتا تھا - باقی مہینوں کی اجرت غلے کے علاوہ خورد و نوش کے دوسرے لوازم، پارچات اور دیگر ضروریات کے لئے کفایت کرتی تھی - آج کل کے مقابلے میں اس زمانے کی زندگیاں بہت سادی تھیں - اسے خوشحالی کا نقشہ نہ سمجھئے لیکن اس حقیقت سے تو انکار نہیں ھوسکتا کہ ضرورتیں بہ طریقِ حسن پوری ھوتی تھیں -

بود و ماند: سندھی ھمیشہ سے جفا کش چلے آرھے ھیں - تمام ملکوں کی طرح ان میں بھی آبادی کے طبقات تھے اور ھیں، مثلاً بڑے بڑے زمیندار، جاگیر دار، انعام دار، سادات و علماء جنہیں عوام بھی خاص قدر و منزلت کی نگاھوں سے دیکھتے تھے اور حکومت بھی ان کے لئے انعامات و وظائف مقرر کردیتی تھی لیکن طبقات میں تفاوت اور تلخی کے جو نمونے موجودہ دور میں ملتے ھیں وہ پہلے موجود نہ تھے - کلھوڑوں کے زمانے میں تو اونچے درجے کے طبقات کا وجود یقیناً بڑی حد تک محدود تھا - یہ سب لوگ باھم محبت، احترام اور ھمدردی کے رشتوں میں منسلک تھے اور ایک کنبے کی حیثیت سے زندگی

بسر کرتے تھے ۔

دیہات میں مکان عموماً کچے ہوتے تھے ، جیسے آج کل بھی صرف سندھ میں نہیں بلکہ ہر جگہ ہیں ۔ زیادہ تر لوگ کھیتی باڑی میں مصروف تھے اور کمتر دستکاری میں ۔ عام لباس شلوار (ستھن) لمبا کرتا (پیرھن) ھوتا تھا اور سر پر پگڑی ۔ ھندو ، دھوتی ، انگرکھا اور پگڑی پہنتے ۔ ٹوپیوں کا دستور زیادہ تر ٹالپروں کے زمانے میں ھوا ۔ ان کی ٹوپیاں خاص وضع کی ھوتی تھیں ۔ ڈاڑھی کے علاوہ سر کے بال لمبے رکھتے تھے ۔ ایرانیوں اور ھندوؤں کی پیروی میں ڈاڑھی منڈانے کا جو سلسلہ ھندوستان کے دوسرے حصوں میں شروع ھو گیا تھا ، سندھ اس سے آخری وقت تک محفوظ رہا ۔ اگرچہ ایرانیوں کا اثر سندھ پر سب سے پہلے پڑا تھا ۔ اس کا سبب یہ ھے کہ حکمران طبقہ دین داری میں اونچے درجے پر فائز تھا ۔

لوگ زیادہ تر چاول اور مچھلی کھاتے تھے ۔ گیہوں کی روٹی بھی کثرت سے کھائی جاتی تھی ۔ غریب باجرہ اور جوار بھی کھاتے تھے ۔ امیروں کو شکار کا بھی خاص شوق تھا ۔ اور وہ پرندوں کا گوشت کھاتے تھے ۔ کلھوڑوں نے غالباً چند شکار گاھیں بھی بنائی تھیں ، جن میں سے خدا آباد کے قریب ایک شکارگاہ کا ذکر " نامۂ نغز " نے کیا ھے ، لیکن ٹالپروں کے عہد کی طرح کثرت سے شکار گاھیں نہ بنی تھیں ۔

گانا اور کہانیاں سننے کا شوق عام تھا ۔ پوسٹنز نے لکھا ھے کہ جن مزدوروں کو نہریں اور کھال صاف کرنے پر لگایا جاتا تھا ، ان کے لیے اجرت کے علاوہ کام کرنے کے دوران میں گانے کا بھی انتظام کیا جاتا تھا ۔ ایک طائفہ گاتا

رهتا تھا، تو مزدور بارہ بارہ گھنٹے کام میں لگے رہتے تھے (حـ ۱)۔

کلھوڑوں کا لباس: کلھوڑا خاندان کے لباس کے متعلق کوئی بیان نہیں مل سکا - میاں عبدالنبی کی اولاد راجن پور ضلع ڈیرہ غازی خاں میں مقیم ہوگئی تھی - ان کے لباس کی ایک خصوصیت کا ذکر ''رؤسائے پنجاب،، میں آیا ہے - اس سے خیال ہوتا ہے کہ یہ غالباً کلھوڑوں کا خاص لباس تھا - بیان مذکور مظہر ہے، یہ لوگ پگڑی نرالی طرز کی باندھتے ہیں - جس کے اطراف پر دو زاویے بن جاتے ہیں اور اوپر کی طرف سے یہ چپٹی رہتی ہے (حـ ۲) -

یہ لوگ حکومت سے محروم ہوجانے کے بعد بھی عہدِ حکمرانی کے تکلفات پر قائم رہے، مثلاً جو شخص رئیسِ خاندان بنتا، اس کی نشست کے لئے ہمیشہ ایک خاص مسند بچھائی جاتی - وہ اس پر بیٹھا ہوتا تو ملاقات کے لیے کتنا ہی بڑا آدمی آجاتا، اس کی تعظیم کے لیے نہ اٹھتا (حـ ۳) -

فوج: یقینی طور پر معلوم نہ ہوسکا کہ کلھوڑوں کے عہد میں باقاعدہ اور مستقل فوج کتنی تھی اور خاص ضرورت کے موقع پر وہ کس قدر آدمی میدانِ جنگ میں لاسکتے تھے - ان کی سرحدیں خاصی حفاظت کی محتاج تھیں اور ہر سرحدی قلعے میں انہیں ایسے جیش رکھنے پڑتے تھے جو ناگہانی ضرورت پیش آجانے پر دفاع کا فرض انجام دے سکیں - چونکہ قیامِ امن کے لیے انھیں ملک کے مختلف حصوں میں خصوصاً کچھ

۱- ''سندھ کے متعلق ذاتی مشاھدات'' ص- ۳۶ -

۲- ''رؤسائے پنجاب'' جلد چہارم ص- ۵۷۸ -

۳- ''رؤسائے پنجاب'' جلد چہارم ص- ۵۷۸ -

اور مارواڑ کی سمت بھی قلعے بنانے پڑے تھے، لہٰذا یقین ھے کہ ان قلعوں میں بھی خاصی فوج متعین ھوگی۔

میاں یار محمدؐ خاں نے ایک موقع پر، جب قندھار کی تسخیر کے لیے مغل دربار میں مشورے ھورھے تھے، کہا تھا کہ میں بیس ھزار سوار پیادے اور توپچی لے کر خود آؤں گا یا اپنے کسی بیٹے کو بھیج دوں گا (حـ ۱)۔ جب داؤد پوتروں سے پہلی مرتبہ کشمکش ھوئی تھی اور میاں یار محمدؐ خاں لڑائی کے لئے میدان میں آئے تھے، تو "جواھر عباسیہ" کے بیان کے مطابق ان کے ھمراہ "سپاہِ گراں" و "فوج بے کراں" تھی (حـ ۲)۔ میاں نور محمدؐ خاں کے عہد میں شکار پور پر حملہ ھوا تو "جواھر" کا بیان یہ ھے کہ میاں نے میر شھداد ٹالپر کو آگے روانہ کیا۔ اس کے پیچھے پیچھے خود لاڑکانہ پہنچے اور ان کے ساتھ قریباً ساٹھ ھزار سوار اور پیادے تھے (حـ ۳)۔

"نامۂ نغز" میں میاں کے فرزندوں، قریبی رشتہ داروں اور بڑے بڑے سرداروں کا ذکر کرتے ھوئے بعض کے لشکروں کی تعداد بتائی ھے۔ مثلاً محمدؐ مراد یاب اور ان کے تمام بھائی ھر ایک کی تیس تیس ھزار فوج۔ خود میاں صاحب کے متعلق لکھا ھے کہ خدا آباد میں وہ رھتے تھے:

در آں شہر عباسیٔ نامدار
نشستہ ابا لشکرِ صد ھزار

۱- "گلدستۂ نورس بہار" صـ ۵۸ -
۲- "جواھر" صـ ۹۰ -
۳- "جواھر" صـ ۹۷ -

(اس شہر میں نامور عباسی ایک لاکھ فوج
کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا) ۔

ان متفرق بیانات کے پیش نظر وثوق سے دعویٰ کیا جاسکتا ہے کہ کلھوڑوں کی فوج یقیناً زبردست تھی اور اس کی تعداد بحیثیت مجموعی ایک لاکھ سے کم نہ ہوگی ۔ ضرورت کے موقع پر وہ اس سے زیادہ بڑی فوج مہیا کرلیتے ہوں گے ۔

پوسٹنز نے لکھا ہے :

سندھ کے بنے ہوئے آلات و اسلحہ ہندوستان کے دوسرے حصوں کی مصنوعات سے بہت اعلیٰ ہوتے ہیں، خصوصاً بندوقوں کی نالیاں جن میں دمشق کے نمونے کے مطابق خم دیا جاتا ہے . . . . سندھ کی تلواروں کے پھل بہت بڑے، خمیدہ اور حد درجہ تیز ہوتے ہیں اور انہیں نہایت عمدہ طریق پر آب دی جاتی ہے (حـ ۱) ۔

فوج کی فدا کاری: کلھوڑوں کی ہردلعزیزی کا نقشہ اوپر پیش کیا جاچکا ہے ۔ اہل فوج کی فدا کاری کے متعلق بھی میاں یار محمد خاں کی شخصیت کے سلسلے میں چند شواھد پیش ہوچکے ہیں۔ لیکن موضوع کی مناسبت کا تقاضا یہ ہے کہ تکرار سے چشم پوشی کرتے ہوئے پھر ایک مرتبہ فوج کی یہ خصوصیت واضح کردی جائے جس نے کلھوڑوں کے تعلق میں سندھی اہل حرب کو یگانگی کے درجے پر پہنچا دیا ۔ مثلاً میاں صاحب فرماتے ہیں :

۱۔ "سندھ کے متعلق ذاتی مشاھدات" ص۔ ۱۰۳ ، ۱۰۴ ۔

۱ - میرا لشکر دینوی فوائد سے بالا ہے اسے اس خادمِ فقرا کے ساتھ ارادت مندی کا تعلق ہے اور یہ تعلق آبا و اجداد سے پشت بہ پشت چلا آرہا ہے - یہ لوگ فدا کاری اور جانفشانی کے مقام میں پروانوں کی طرح بیتاب و مضطرب رہتے ہیں (حـ ۱) -

۲ - ارادت مند فقیر اور عقیدت مند بلوچ کچھ آج سے سچے مرید نہیں بنے ، ان کی فدا کاری اور حق پرستی کا جوہر پشت ہا پشت سے ضیا افروز چلا آتا ہے - یہ لوگ رگ و ریشہ اور خون و گوشت کو ارادت مندی کی راہ میں بے تکلف قربان کردیتے ہیں - میں بھی ان لوگوں کو جان و دل سے عزیز رکھتا ہوں اور خدا کا ہزار شکر ہے کہ ان میں سے کسی کو قانونِ شریعت سے باہر کبھی کوئی دکھ نہیں پہنچایا گیا - اگر خدانخواستہ انہیں کوئی مضرت پہنچے تو اس نیش کو اپنے لیے نوش تصور کرتے ہیں اور کشادہ روئی سے اسے صابرانہ برداشت کرلیتے ہیں - یہ ان کے اعتقاد کی درستی کا کرشمہ ہے (حـ ۲) -

---

۱- ''گلدستۂ نورس بہار'' صـ ۵۹ -

۲- ''گلدستۂ نورس بہار'' صـ ۱۰۹ -

چھبیسواں باب

کلھوڑا حکومت کے ارکان و اکابر

کیفیت معلومات : کلھوڑا حکومت کے تمام ارکان و اکابر کا حال معلوم نہیں ہوسکا ۔ بعض افراد، حرب و سیاست کا ذکر جا بجا آیا ہے ۔ اس دور کے بعض اہل علم و فضل کے حالات مختلف سلسلوں میں بیان ہوئے ہیں ۔ علماء، صوفیا، ادباء اور شعرا کے حالات الگ لکھے جائیں گے ۔ زیر نظر باب میں صرف اکابر و ارباب حرب و سیاست کے حالات ترتیب وار اکٹھے کردیے گئے ہیں۔ گویا یہ گلدستہ مختلف کیاریوں سے پھول چن کر تیار کیا گیا ہے ۔

افراد خاندان : کلھوڑا خاندان میں سے جو لوگ فرمانروائی کے سلسلے میں قابل ذکر سرگرمیوں کے مصدر بنے، ان کے

حالات ترتیب وار بیان ہوچکے ہیں - بعض افراد کی پوری زندگیاں گمنامی میں بسر ہوئیں - قیاس یہ ہے کہ انہیں گزارے کے لئے وظیفے ملتے رہے اور اسی حالت میں انہوں نے وفات پائی - بعض کے متعلق کچھ باتیں مختلف بیانات سے مترشح ہوتی ہیں، مثلاً جس زمانے میں میاں نور محمد خاں نے اپنا وصیت نامہ لکھا، اس زمانے میں ان کے بھائیوں میں سے میاں محمد داؤد، میاں غلام حسین اور میاں محمد خاں یقینی طور پر فوت ہوچکے تھے - چنانچہ وصیت نامے میں وہ ایک جگہ لکھتے ہیں - "برادرم مغفور محمد خاں"، دوسری جگہ لکھتے ہیں "مرحوم المغفور غلام حسین" - میاں داؤد کا کہیں ذکر نہیں - ان کے فرزند محمد علی کا ذکر موجود ہے - "نامۂ نغز" میں محمد عارف، عزت خاں، اسلام خاں، پیروز خاں اور بھائی خاں کو اقربا میں شامل کیا گیا ہے - حکیم محمد صادق عباسی نے محمد اسلام اور محمد عارف کو میاں صاحب کے حقیقی بھائی بتایا ہے - نظر بظاہر "نامۂ نغز" ہی کا بیان مستحق ترجیح ہے - بھائی خاں اس وفد کا رئیس تھا جو میاں نور محمد خاں نے گراں بہا تحائف کے ساتھ ایک مرتبہ احمد شاہ ابدالی کے دربار میں بھیجا تھا - میاں صاحب کے وصیت نامے سے ظاہر ہوتا ہے کہ محمد شفیع اور شاہ محمد ابنائے محمد اسلام خاں، محمد عارف، سائیں دنہ بھی اقربا میں شامل تھے -

میر علی شاہ شائق نے اپنے طویل قصیدے میں میاں عبدالنبی کے بھتیجے شاہ محمد کے علاوہ خاندان کے مندرجہ ذیل افراد کو نامور قرار دیا ہے: شیخ محمد، گل محمد، محمد وارث اور محمد باقر -

ٹالپر : اقربا کے بعد سب سے زیادہ قابلِ ذکر ٹالپروں کا خاندان ہے، جس نے چار پشتوں تک کلھوڑا حکمرانوں کی بہترین خدمات انجام دیں اور آخر میں وہی خاندان کلھوڑا حکومت کا وارث و جانشین بنا - ان میں سے میر شہداد، میر بہرام، میر بجار، میر صوبدار، میر عبداللہ خاں اور میر فتح خاں کے حالات تفصیلاً بیان ہوچکے ہیں - باقی افراد میں سے میر چاکر، جام ننڈا اور میر شاہو خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں - میر چاکر اور جام ننڈا، میر شہداد کے فرزند اور میر بہرام کے بھائی تھے - میر شاہو، شہداد کے بھائی شاھک کا بیٹا تھا - یہ تینوں بھی میر بہرام کی طرح تمام جنگی مہموں میں شریک رہے اور انھیں میاں نور محمد خاں کے بڑے جرنیل مانا جاتا تھا - معلوم نہ ہو سکا کہ یہ کس زمانے میں فوت ہوئے - ''نامۂ نغز،، سے صرف اتنا پتہ چلتا ہے کہ میر چاکر کا مرکز شاہ پور تھا اور میر شاہو کے دو فرزند تھے، ایک کا نام مقصودہ خاں تھا، دوسرے کا آلودہ خاں -

شاہ بہارا : کلھوڑوں کے نامور جرنیلوں میں سے شاہ بہارا خاص طور پر قابلِ ذکر ہے - میاں یار محمد خاں کے عہد سے اپنی وفات تک یہ اکثر بڑی لڑائیوں میں پیش پیش رہا اور زیادہ لڑائیوں میں اسی کی دلاوری سے کامیابیاں حاصل ہوئیں - اس نے کئی قلعے بنوائے - جابجا نہریں کھدوائیں - لاڑکانہ کے علاقے کا ناظم رہا اور اپنے عہدِ نظامت میں اس نے علاقے کی آباد کاری میں کوئی دقیقۂ سعی اٹھا نہ رکھا - سنہ ۱۱۴۸ھ (۳۶-۱۷۳۵ء) میں فوت ہوا اور چار فرزند اپنے پیچھے چھوڑے - ''نامۂ نغز،، نے ان میں سے ایک کا نام مقصود بتایا ہے، دوسرے کا فتح خاں - باقی دو کے نام کہیں سے معلوم نہ

ہو سکے۔

مختلف افراد: نامور جرنیلوں میں سے مندرجۂ ذیل کے نام کئی جگہ آئے ہیں: بلاول، سلطان، خیرا، کمال، اس کا بیٹا بھاگت اور دو بھائی، فتوحل، راجہ لیکھی، بلاول لیکھی، غلام محمد کہادر، تاجہ لیکھی، مراد کلیری جسے بعض مقامات پر مراد گنجا بھی لکھا ہے، اللہ بخش لیکھی، اللہ بخش جھنجن، پیروز کلیری، محمد حسن کہادر، محراب جتوئی، دھنگانہ جتوئی، پیروز خاں ٹالپر، مرزا فقیر، باگر خاں، بالک رام، میرک محمد حسن احسن شیخ السلام تھے۔

وکلاء اور مشیر: میاں یار محمد خاں اور میاں نور محمد خاں کے عہد تک جن لوگوں نے وکیلوں اور مشیروں کی حیثیت میں کام کیا، ان میں سے مندرجہ ذیل بطورِ خاص قابلِ ذکر ہیں: سبزل خاں، اخوند محمد صالح، حافظ احمد علی، مہتہ دیو داس، مول راج، مہتہ کرن مل، ملا محمد یار، درگاھی، شیخ عزیز اللہ، ان کے ساتھ دیوان گدو مل اور اس کے بھائی جسپت رائے کو بھی شامل کرنا چاھیے۔ ان تمام کے حوالے ''گلدستۂ نورس بہار'' اور بعض دوسری کتابوں میں ملتے ہیں۔ لیکن ان سب میں درجۂ اول میر لطف اللہ کو حاصل ہے جس کا عرف میر متارہ تھا۔ میر صاحب کے والد کا نام عبدالکریم تھا۔ یہ دربارِ دھلی میں وکیل مقرر ہوئے تھے۔ انھوں نے انند رام مخلص کے ساتھ گہرے دوستانہ روابط پیدا کیے۔ مخلص کے مکاتیب میں تین خط ان کے نام ہیں۔ ''تحفۃ الکرام'' کا بیان ہے:

> پس وزیر اعلیٰ، میاں نور محمد والیٔ سند شدہ نام نیکو بہ سلوکِ عام و خاص یادگار ماندہ۔ در ایامِ

دولت به استرضا و تمشیت مہام سادات و اکابر و علماء توفیق وافی یافته نام آور سند و هند برآمد (ح۔ ۱)۔

بعد ازآں میاں نور محمدؐ والیٔ سندھ کا وزیر اعلیٰ بن گیا اور عام و خاص کے ساتھ حسنِ سلوک اپنے پیچھے یادگار چھوڑ گیا۔ اپنے عہدِ وزارت میں اس نے سادات، و اکابر اور علماء کی خوشنودی حاصل کرنے اور ان کے کام انجام دینے میں کوئی دقیقۂ سعی اٹھا نه رکھا۔ اس بنا پر اسے سندھ و هند میں ناموری حاصل هوگئی۔

"نامۂ نغز" کے بیان کے مطابق نادر شاہ نے میر موصوف کو اپنے ایلچی کے همراہ دهلی سے میاں نور محمدؐ خاں کے پاس بھیج دیا تھا۔ سنه ۱۱۶۰ھ (سنه ۱۷۴۸ء) میں میر صاحب نے وفات پائی۔ محمدؐ پناہ رجا ٹھٹھوی نے جو مدت تک میر کے پاس ملازم رہ چکا تھا۔ ایک قطعه لکھا، جس میں بیتِ تاریخ یه تھی:

هر که آمد بر سرِ قبرش بتاریخِ وفات
"رحمتِ ایزد بجانِ میر لطف الله"، گفت (ح۔ ۲)۔

میر لطف الله کا ایک بھائی میر شہزادہ تھا۔ وہ بھی ۱۱۶۰ء میں فوت هوا۔ قاضی عبدالقادر نے اس کی تاریخ وفات کہی: گرفته مسکن با شه شهید شہزاده ۱۱۶۰ء (ح۔۳)۔

منشی عبدالرؤف: ابتدائی دور کے منشیوں میں سے میر منشی عبدالرؤف بہت ممتاز و نمایاں هیں۔ یه سعته قوم کے

۱۔ "تحفۃ الکرام" ص۔ ۱۳۹۔
۲۔ "مقالات الشعرا" ص۔ ۱۲۳۔
۳۔ "مقالات الشعرا" ص۔ ۱۹۲۔

فرد تھے - بعض لوگ کہتے ھیں کہ ان کا اصلی وطن ھنگورجہ تھا - بے خوفِ تردید کہا جاسکتا ھے فن انشاء میں سندھ کی خاک نے منشی صاحب جیسا فرد پیدا نہ کیا - وہ پہلے بختیار خاں کے پاس ملازم تھے - پھر میاں یار محمّد خاں کی ملازمت اختیار کرلی اور برابر میر منشی کی خدمت پر مامور رھے - ۱۸ - ربیع الاول سنہ ۱۱۳۰ھ (۲۳ - اکتوبر سنہ ۱۸۲۷ء) کو شبِ یک شنبہ کے ابتدائی حصے میں وفات پائی "گلدستہ نورس بہار"، انھیں کے لکھے ھوئے مکاتیب کا ایک مجموعہ ھے، جو ان کے فرزند منشی محمّد وفا نے مرتب کیا تھا - "تحفۃ الکرام"، میں مرقوم ھے کہ ان کے مکاتیب کی کئی جلدیں مرتب ھوکر شائقینِ فن انشاء میں متداول رھیں - منشی عبدالرؤف کی جگہ ان کا نواسہ عبداللہ مقرر ھوا اس نے مراد یاب خاں کے عہد میں وفات پائی - میاں غلام شاہ کے عہد میں منشی عبدالرؤف کا بھائی محمّد حفیظ منشی گری پر مامور تھا (حـ ۱) -

شیخ غلام محمد اور شیخ شکراللہ: یہ دونوں حقیقی بھائی تھے - ان کے والد بزرگوار کا نام غالباً شیخ عزیز اللہ تھا - وہ سیوستان کا ھندو تھا - عالمگیر کے عہد میں مسلمان ھوا اور کلھوڑوں کے ابتدائی عہد میں مختلف خدمتوں پر مامور رھا - غلام محمّد بھی بہت معزز و معتمد علیہ تھا - جب ٹھٹھ کی نظامت میاں نور محمّد خاں کو ملی تو غلام محمّد کو انتظامات سنبھالنے کے لیے بھیجا گیا تھا - میاں محمّد مراد یاب خاں کو نادر شاہ کے ساتھ جانا پڑا تو

۱- "تحفۃ الکرام" جلد سوم ص- ۱۳۴ -

غلام محمدؐ بھی ساتھ گیا تھا ۔ مسقط میں اس نے شہادت پائی ۔ چھوٹا بھائی شکر اللہ برسوں ٹھٹھے کا ناظم رہا ۔ پھر اسے مسقط بھیجا گیا کہ میاں محمدؐ مراد یاب کو لے آئے ۔ اسی سفر میں وہ زہر سے شہید ھوا ۔ محمدؐ پناہ رجا نے ان بھائیوں کی وفات پر جو قطعہ لکھا تھا ، وہ پہلے نقل ہو چکا ہے ۔ اس کی بیتِ تاریخ یہ تھی :

شد آن یکی پیٔ حسن سنت حسین
و آن دیگری به پیروی سنت حسن

پہلے مصرع سے شیخ غلام محمدؐ کی تاریخ شہادت (۱۱۶۳ھ) نکلتی ہے اور دوسرے مصرع سے شیخ شکر اللہ کی تاریخ شہادت (۱۱۶۴ھ) ۔

میاں عبدالنبی کا عہد : میر علی شاہ شائق نے میاں عبدالنبی کی عہد کے مختلف اکابر کا حال لکھا ہے ۔ وہ بھی ملاحظہ فرما لیجئے :

۱ ۔ ملازمان خاص : داروغہ عمارات ، داروغہ خنیا گراں ، رئیس نقیبان اور لطف اللہ :

غیر لطف اللہ کاندر یاریٔ اہل دل است
ہیچ یک را بندۂ احساں نیم، شکرِ خدا

واضح رہے کہ اسے میر لطف اللہ عرف متارہ نہ سمجھنا چاہیے ، یہ کوئی دوسرا شخص ہے ۔

۲ ۔ حضار خدمت : شکر اللہ ، ھمدم خاص (ح ۱) ۔ مظفر ، آبدار ۔ صادق علی خاں، سالار ۔

---

۱ ۔ یہ شیخ شکر اللہ برادر غلام محمدؐ کے علاوہ کوئی شخص ہے ۔

۳ - ناظر: منور، حیدر، علی، جواہر، زمرد، یاقوت -

۴ - متصدی: بالک رام، گلاب رائے - گدّو مل -

۵ - عمال: اجو مل، دتھر، پتہ کھوکھر -

۶ - توشکچی: تارا چند، ھر رائے، سہج رام، مانک، مول چند -

۷ - وکلا: شائق نے رحمت اللہ کے سوا کسی کا نام نہیں لکھا ھے - وہ کہتا ھے:

ھیچ کس جز رحمت اللہ دوا سازش ندید

از پیٔ بیماری افلاس محتاج دوا

۸ - میاں عبدالنبی کے خالو چانن اور پیر محمّد جونیجہ -

۹ - سید عابد شاہ اور قاضی احمدی دونوں علم و فضل میں یگانہ تھے -

۱۰ - علماٗ: قاضی ابراھیم، مولوی خان محمّد، مولوی غریب اللہ، حافظ احمد - آخرالذکر تین اصحاب میاں عبدالنبی کے صاحبزادوں کے اتالیق تھے -

شائق نے آخر میں ٹالپروں کا ذکر تفصیلاً کیا ھے، اس کا اعادہ غیر ضروری ھے -

کلھوڑا حکومت کی خصوصیات: کلھوڑا حکومت کی بعض خصوصیات بھی مستحق توجہ ھیں مثلاً:

۱ - اس حکومت کی ابتدا درویشی اور پیری مریدی سے ھوئی تھی - میاں نور محمّد خاں کے عہد تک حکمرانوں کی مرشدی کا سلسلہ بلا انقطاع قائم رہا - یعنی وہ روزانہ مریدوں کو مروجہ آداب تصوف کے مطابق توجہ دیتے

تھے اور ان کی تربیت فرماتے تھے - مراد یاب خاں کے وقت میں یہ سلسلہ منقطع ہوا - یقین ہے کہ میاں غلام شاہ خاں کے عہد میں یہ سلسلہ پھر شروع ہو گیا تھا اس لئے کہ سرائی فقیروں نے مراد یاب خاں کے عزل کی ایک بڑی وجہ یہ بتائی تھی کہ اس نے خاندان کی رسم تربیت روحانی ترک کردی - جب تک میاں غلام شاہ نے اس کو از سر نو جاری نہ کیا ہوگا ، اسے مسند کا اہل کیوں کر مانا گیا ہوگا -

۲ - اس حکومت کا ایک خاص قاعدہ یہ تھا کہ اکثر امرأ و رؤسا والیِ مملکت کے مرید ہوتے تھے اور انہیں فقیر کے لقب سے یاد کیا جاتا تھا مثلاً شاہ بہارا ''فقیر،، میر شہداد بلوچ ''فقیر،، - اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ کلھوڑوں نے سلطنت حکومت کے اسباب بہ طریق حسن فراہم ہونے پر بھی اپنے سلسلۂ فقر کی شان ہر چیز میں قائم رکھی - قیاس کہتا ہے کہ میاں آدم شاہ کے وقت سے تمام مریدوں کو فقیر کے لقب سے پکارا جاتا تھا - یہ طریقِ خطاب میاں یار محمدؐ خاں اور میاں نور محمدؐ خاں نے حکمرانی کے درجے پر پہنچ جانے کے بعد بھی ترک نہ کیا بلکہ اسے زیادہ ممتاز و نمایاں کر دیا - حکومتیں اپنے امرأ ذی شان کو خطاب دیتی تھیں - کلھوڑوں نے ''فقیر،، سے بڑا خطاب کسی کو نہ دیا -

۳ - کلھوڑا حکومت میں جن افراد کو ترقی اور عزیزداری کا سب سے اونچا درجہ دیا جاتا تھا ، اسے ''برخوردار،، کے لفظ سے مخاطب کیا جاتا تھا - مثلاً ''برخوردار،، شاہ بہارا فقیر ، ''برخوردار،، شہداد بلوچ فقیر - میاں

نور محمدؐ خاں نے جب وصیت نامہ لکھا تھا تو اپنے فرزندوں اور اقربا کے علاوہ شیخ غلام محمدؐ اور شیخ شکر اللہ کا ذکر بہ طور خاص کیا تھا۔ ان کے لیے "برخوردار"، ھی کا لفظ استعمال کیا تھا۔

"و برخوردار شیخ غلام محمدؐ و شیخ شکر اللہ را به منزله برادری دانند که آنها نمک حلال و فدوی هستند و شیخ غلام محمدؐ جفا دیده و محنت کشیده است"، (ح ۱)۔

برخوردار شیخ غلام محمدؐ اور شیخ شکر اللہ کو بھائیوں کی طرح جانتے رھنا۔ وہ دونوں نمک حلال و فداکار ھیں اور شیخ غلام نے سختیاں جھیلی ھیں، تکلیفیں اٹھائی ھیں۔

۱- "منشور الوصیت" ص-۲۲-

ستائیسواں باب

اقتصادی حالات کا نقشہ

(۱)

معلومات کی قلت: اقتصادی حالات کے متعلق متفرق امور اوپر پیش ہوچکے ہیں۔ لیکن اس پہلو پر ذرا تفصیل سے گفتگو کیے بغیر پورا اندازہ نہیں ہوسکتا کہ کلھوڑوں کے عہد میں سندھ کی حالت کیا تھی۔ مصیبت یہ ہے کہ وسائلِ معلومات بڑی حد تک ناپید ہیں۔ ''آئین اکبری،، اور ''مظہر شاہ جہانی،، سے بہت کچھ اخذ کیا جاسکتا ہے لیکن یہ دونوں کتابیں مغلوں کے عہد کا نقشہ پیش کرسکتی ہیں، کلھوڑوں کے عہد کے متعلق ان میں کچھ بھی نہیں۔ اگر اس عہد کی کوئی معمولی سی کتاب بھی مل سکتی تو پہلے دور کے حالات کا مقابلہ کرکے دکھایا جاسکتا تھا کہ سندھ کی اس ملکی حکومت نے اہلِ ملک کے لیے کیا کچھ کیا۔

مسٹر چھبلانی نے چار یورپی سیاحوں کے بیانات کا ذکر کیا ہے - ان میں سے نکولس وتھنگٹن سنہ ۱۶۱۶ء میں آیا، فادر منریق سنہ ۱۶۴۰ء میں، نکولائی منوچی سنہ ۱۶۵۵ء میں اور کپتان ایلگزانڈر ہملٹن سنہ ۱۶۹۹ء میں (حـ ۱) - آخرالذکر کی آمد سے کم و بیش دو برس بعد یار محمّد خاں کو بالائی سندھ کے ایک حصے کی نظامت ملی تھی - لہٰذا ان سیاحوں کے بیانات سے زیرِ غور عہد کے متعلق کیا حاصل کیا جاسکتا ہے؟

ٹالپروں کے ابتدائی عہد میں جن انگریز ایجنٹوں اور کارندوں کی آمد شروع ہوگئی تھی، ان کے بیانات موجود ہیں مثلاً کرو، ایلس، پوٹنجر، ڈل ہوسٹے، میک مرڈو، ڈاکٹر برنز، پوسٹنز، برٹن، ایلگزانڈ برنز - لیکن ان سب نے ٹالپروں کے عہد کے حالات بیان کیے - یہ قطعاً مناسب نہیں کہ مغلوں اور ٹالپروں کے عہد کے حالات سامنے رکھ کر بیچ کے خلا کو قیاس آرائی کی بناء پر پُر کرلیا جائے - تاریخی واقعات کی توجیہ کے سلسلے میں قیاس آرائی ایک حد تک مناسب سمجھی جا سکتی ہے لیکن اُسی خطے کا اقتصادی نقشہ صرف قیاس و خیال کے مو قلم سے کیوں کر تیار کیا جاسکتا ہے؟

ایسٹ انڈیا کمپنی کے کاغذات : ایسٹ انڈیا کمپنی کی تجارتی کوٹھی پہلے پہل سنہ ۱۶۳۵ء میں سندھ میں قائم ہوئی تھی اور سنہ ۱۶۶۲ھ تک قائم رہی - دوبارہ میاں غلام شاہ نے سنہ ۱۷۵۸ء میں اس کے قیام کی اجازت دی اور یہ سنہ ۱۷۷۵ء میں بہ عہد میاں سرفراز خاں کلھوڑا بند ہوئی -

---

۱- "سندھ کے اقتصادی حالات" صـ ۵ -

دوسری تجارتی کوٹھی کے کاغذات سے یقیناً کچھ معلومات حاصل کی جاسکتی ھیں لیکن یہ حقیقت واضح کردینی چاھیے کہ ان معلومات کو نہ اقتصادی حالات کا مکمل مرقع قرار دیا جاسکتا ھے اور نہ ھر بیان کو آنکھیں بند کر کے قبول کیا جاسکتا ھے۔ یہ معلوم ھے کہ بعض اھم تاریخی واقعات کے متعلق انگریزوں نے جو تعبیریں کیں، وہ مورخانہ اور غیر جانبدار تعبیریں نہ تھیں، بلکہ انھوں نے سب کچھ اپنے فوائد و منافع کے نقطۂ نگاہ سے دیکھا اور اسی نقطۂ نگاہ سے اس پر اچھائی یا برائی کا حکم لگایا۔ زیر غور معاملے میں بھی احتیاط سے کام لینا حد درجہ ضروری ھے۔ یوں مختلف ذرائع سے جو کچھ حاصل ھوا، اسے اختصاراً ذیل میں پیش کیا جاتا ھے۔

دریاے سندھ: جن اھل قلم نے سندھ کو مصر سے مماثل قرار دیا (ح۔ ۱)، ان کے پیش نظر صرف یہ حقیقت تھی کہ جس طرح دریائے نیل تنہا مصر کی سر زمین کے لئے شہ رگ کی حیثیت رکھتا ھے، ٹھیک اسی طرح دریاے سندھ کو سرزمین سندھ میں شہ رگ کی حیثیت حاصل ھے۔ یہ ملک اسی دریا کی لائی ھوئی مٹی سے بنا، وھی دریا اس کی ساری زر خیزی کا حقیقی سر چشمہ ھے۔ نیل کا پانی چڑھتا ھے تو ارد گرد کی زمینیں سیراب ھوجاتی ھیں اور آغاز حیات انسانی سے لوگ وھاں بے تکلف کھیتی باڑی کرتے آئے ھیں۔ یہی حالت سندھ کی ھے۔ مصر کی طرح یہاں بھی بارش بہت کم ھوتی ھے۔ لیکن دریا مقررہ موسم میں چڑھاؤ پر آتا تھا اور اس کا پانی

۱۔ کپتان ایسٹ وک نے تو سندھ کے متعلق اپنی ایک مشہور کتاب میں اس خطے کو سندھ کے بجائے "نوخیز مصر" (Young Egypt) قرار دیا۔

کناروں سے اوپر نکل جاتا تھا تو میلوں تک زمینوں کی آبیاری ہوجاتی تھی - لوگ خاص محنت و مشقت کے بغیر بہ افراط غلہ پیدا کرلیتے تھے - یہی وجہ ہے کہ اس برصغیر میں جو آج دو ملکوں میں بٹا ہوا ہے، اجتماعی اور متمدن زندگی کے ابتدائی نقوش دریائے سندھ ہی کے کناروں پر جمے - یہ دریا مختلف اوقات میں بہاؤ بدلتا رہا - سندھ کے تمام شہرۂ آفاق تاریخی شہر، جو آج یا تو مٹ چکے ہیں، یا محض معمولی دیہات و قصبات کی حیثیت اختیار کرچکے ہیں، اس کے کناروں پر آباد ہوئے - مثلاً الور، منصورہ، بکھر، برھمن آباد، دیبل، لاھری بندر، سہوان، نصر پور، ٹھٹھ، وغیرہ - تمدن کی ترقی کے ساتھ ساتھ لوگوں نے خود بھی دریا کے پانی سے فائدہ اٹھانے کی کوششیں کیں، نہریں بنائیں - زراعت کو ترقی دی اور ملک کی آبادی بڑھائی -

ابتدائی کلھوڑے اور آخری کلھوڑے: کلھوڑوں کے عہد حکومت پر غور کرتے وقت یہ حقیقت بھی پیش نظر رکھ لینی چاھیے کہ ابتدائی دور کے کلھوڑوں کا نقطہ نگاہ اور طریق کار ایک تھا - بعد کے دور میں اس خاندان کے جو لوگ مسند حکومت پر پہنچے ان کا نقطہ نگاہ اور طریق کار دوسرا تھا - اس حقیقت کا صحیح اندازہ سب سے پہلے مسٹر چبلانی نے کیا - وہ ابتدائی کلھوڑوں میں صرف میاں یار محمد خاں اور میاں نور محمد خاں کو شمار کرتا ہے، باقی سب کو آخری کلھوڑوں میں رکھتا ہے (حـ ۱) - مثلاً مراد یاب خاں، غلام شاہ خاں، عطر خاں، احمد یار خاں، سرفراز خاں، محمود خاں، غلام نبی خاں اور عبدالنبی خاں - اگرچہ دونوں گروھوں میں فرق و تفاوت

۱- "سندھ کے اقتصادی حالات" ص- ۱۸ -

کے تمام پہلو مسٹر چبلانی نے واضح نہ کیے -

یار محمدؐ خاں اور نور محمدؐ خاں کے متعلق مسٹر چبلانی نے لکھا ہے کہ بہ حیثیت مجموعی انھوں نے حکومت کا کاروبار بڑے تدبر، دانائی اور دور اندیشی سے چلایا:

> وہ دونوں بہت بڑے نبرد آزما تھے، لیکن مقاصد امن کے تعاقب میں بھی وہ ویسے ہی جلیل الشان تھے (حـ ۱) -

صاحب موصوف نے غلام شاہ کی بھی تعریف کی ہے - لیکن ساتھ ہی لکھا ہے کہ اس نے ملک کو ایک تباہی خیز جنگ میں اُلجھا دیا اور جو فتوحات حاصل کیں، ان کے لیے بڑی قیمت ادا کرنی پڑی - بعد کے کلھوڑوں کی خانہ جنگیاں اور سازش آرائیاں اعادے کی محتاج نہیں ہیں -

ابتدائی دور کے حالات: میاں یار محمدؐ خاں اور میاں نور محمدؐ خاں کا نصب العین مختصر الفاظ میں یہ تھا[1]:

۱ - کشمکشوں اور جنگوں سے حتی الامکان احتراز کیا جائے -
۲ - آہستہ آہستہ ملک کو متحد کیا جائے -
۳ - جو علاقہ زیرِ انتظام آئے، اس کی آبادی میں کوئی دقیقہ اُٹھا نہ رکھا جائے - مفسدوں کی سرکوبی ضرور کی جائے لیکن ساتھ ساتھ ان کے لیے کسب معاش کے امن پرورانہ مشاغل کا اچھا بندوبست کیا جائے تاکہ وہ اپنی قوتوں کو غیر آئینی حرکتوں میں صرف کرنے کے بجائے مفید سرگرمیوں میں لگائیں - خود بھی خوشحال ہوں اور ملک کو بھی خوشحال بنائیں -

---

۱- ''سندھ کے اقتصادی حالات'' ص- ۱۸ -

یہ نصب العین واضح یا غیر واضح طور پر ابتدا سے کلھوڑوں کے سامنے رہا - میاں آدم شاہ اور ان کے جانشینوں نے اخلاقی اور عملی اصلاحات کا جو پروگرام شروع کیا تھا، اس میں عوام کی معاشی اصلاح بھی نمایاں حیثیت رکھتی تھی - مثال کے طور پر شاہ علی عرف شاھل محمدؐ کے متعلق صاحب ,, تحفة الکرام،، نے لکھا ھے کہ اس نے مریدوں کی تعداد بھی بڑھائی اور کاشت کاری کو بھی ترقی دی - لاڑکانہ کا نالہ اسی کا کھدوایا ھوا ھے (ح ۱) - یہ سلسلہ میاں نصیر محمدؐ اور میاں دین محمدؐ کے عہد میں بھی جاری رہا -

یار محمدؐ خاں کو سبی اور گنجابہ کی نظامت خود شہزادہ محمدؐ معز الدین نے دی تھی - جو اس زمانے میں ملتان کا گورنر تھا اور صرف اس لیے اس ,, سرکش،، اور ,, باغی،، کو اس نوازش کے لیے منتخب کیا گیا تھا کہ سبی و گنجابہ کی نظامت میں تین آدمی یکے بعد دیگرے ناکام ھوچکے تھے - یار محمدؐ خاں کے سوا اس بار گراں کو اٹھانے اور اس کی ذمہ داریوں کو بوجہٴ احسن پورا کرنے کا اھل اور کوئی نہ تھا - کیا یہ یار محمدؐ خاں کی انتظامی صلاحیتوں کی ایک روشن ترین شہادت نہیں اور کیا اس تجربے کی کامیابی میں کسی کو شبہ ھوسکتا ھے ؟

یار محمد خاں اور نور محمد خاں : یار محمدؐ خاں نے اپنی نظامت کا انتظام بھی انتہائی عمدگی سے کیا، اس کے علاوہ مختلف علاقے اجارے پر لے لے کر اُن کی حالت بھی سدھاری - یہاں تک کہ اپنے علاقے کے علاوہ نظامت ٹھٹھ

۱- ,,تحفة الکرام،، جلد سوم ص- ۱۰۴ -

میں مفسدوں کی گوشمالی کے لیے بھی اسی سے مدد لی جاتی تھی - میاں نور محمد خاں کے عہد میں پورا سندھ ایک مرکز کے ماتحت آگیا - ٹھٹھ کے جنوبی علاقے میں کچھ مفسد باقی رہ گئے، جن کی سرکوبی کے لیے میاں صاحب کو لشکر کشی کرنی پڑی - اب اس کے تعمیری کارناموں کا سرسری نقشہ ملاحظہ فرمائیے:

۱ - میاں نور محمد نہروں کے ذریعے سے آبیاری کا بہت بڑا حامی اور سر پرست تھا - وہ میدانِ جنگ میں جیسا شجاع و جوانمرد تھا، زراعت کو ترقی دینے میں بھی ویسا ھی ممتاز تھا - اس کے عہدِ حکومت میں سندھ کی زرعی پیداوار معراجِ کمال پر پہنچ گئی -

۲ - سندھ میں نہروں کا پہلا بڑا معمار میاں نور محمد خاں کلھوڑا تھا - اس نے جو بڑی نہریں تعمیر کیں، وہ بالائی سندھ میں تھیں، جہاں اس کی حکومت پہلے پہل جمی تھی -

۳ - نظام گھاٹ کی تین بڑی نہریں، نہری آبیاری کے اسی بڑے حامی نے بنوائیں، "نور واہ"، اسی کے نام پر بنی، "شاہ جی کور"، شاہ بہارو نے بنوائی جو میاں صاحب کا ایک روشن دماغ وزیر تھا - چانڈوکہ (موجودہ لاڑکانہ) میں اس نے بہت سی نہروں کا انتظام کیا - "دائے جی کور"، داتو کہاور نے بنوائی تھی - "نصرت واہ"، نوشہرہ تعلقے میں نصرت خاں چانڈیو نے کھدوائی تھی - "مراد واہ"، مراد کلیری نے، "باگ واہ"، باگو سیال نے اور "پیروز واہ"، پیروز ویروڑ نے یہ تینوں کلھوڑا دربار کے

امیر تھے - (حـ ۱) -

نہایت عمدہ نظام : بعد کے دور میں بھی نہریں تعمیر ہوتی رہیں، مثلاً "سرفراز واہ"، جو ضلع حیدر آباد میں ہے، سرفراز خاں کلھوڑا سے منسوب ہے (حـ ۲) - یہ امر محتاج تصریح نہیں رہتا کہ ان نہروں اور ان جیسی بیسیوں دوسری نہروں کے ذریعے سے زراعت میں بے اندازہ ترقی ہوئی - ملک کی پیدا وار بڑھ گئی - عام لوگ کسب حلال میں لگ گئے اور خوشحالی کی زندگیاں بسر کرنے لگے -

ڈاکٹر سارلے لکھتا ہے :

یہ سمجھ لینا بہت مناسب ہے کہ نہروں کا جو نظام سنہ ۱۸۴۳ء میں ٹالپروں سے لیا گیا تھا، وہ عوامی رفاہ کے کاموں کے ایک ایسے سلسلے کا نمایندہ تھا، جو کلھوڑوں کے عہد میں بدرجہا بہتر طریق پر جاری تھے (حـ ۳) -

چبلانی کا بیان ہے :

سندھ میں نہروں کی صفائی، بحالی اور توسیع میں کلھوڑوں نے خاص طور پر بڑی مشقتیں اٹھائیں اور بہت روپیہ خرچ کیا اور مسٹر لیمبرک نے بالکل صحیح کہا ہے کہ نادر شاہ نے ۱۷۳۹ء میں میاں نور محمد

---

۱ - یہ معلومات "جرنل" سندھ ہسٹاریکل سوسائٹی اور مسٹر چبلانی کی کتاب سے ماخوذ ہیں - ملاحظہ ہو "جرنل" بابت اگست ۱۹۳۷ء صـ ۱۵، ۱۶ اور مسٹر چبلانی کی کتاب صـ ۲۷، ۲۸

۲ - سارلے کی کتاب "شاہ عبدالطیف" صـ ۱۲۹ -

۳ - سارلے کی کتاب شاہ عبدالطیف صـ ۱۲۹ -

کلھوڑو پر بیس لاکھ سالانہ کا خراج عائد کیا تھا اور احمد شاہ ابدالی مدت تک اسے باقاعدہ وصول کرتا رہا - پھر میاں غلام شاہ اور اس کے جانشینوں نے وسیع پیمانے پر جنگیں جاری رکھیں - ان تمام مصارف کا تقاضا یہی تھا کہ خزانہ بھر پور رہتا (ح۔ ۱) -

حالات کا حقیقی مرقع : مسٹر لیمبرک نے مصارف کی جو کیفیت بتائی ہے، حقیقی حالات کا مرقع اس سے بڑھا ہوا ہے - مثلاً :

۱ - نادر شاہ کم و بیش ایک کروڑ روپے کی رقم اور جواہرات لے گیا اور بہ ظاہر کلھوڑوں کے خزینے اور دفینے کو خالی کر گیا - اس کے علاوہ اس نے بیس لاکھ نہیں بلکہ بعض روایتوں کے مطابق اکیس لاکھ روپے سالانہ کا تاوان عائد کیا (ح۔ ۲) اور ملک کا نظم و نسق، درھم برھم کر گیا -

۲ - اس کے بعد افغانوں کی مصیبت نازل ہوئی اور خراج باقاعدہ لیا جاتا رہا - علاوہ بریں تحائف بھیجے جاتے تھے -

۳ - میاں نور محمدؐ خاں کی وفات کے بعد محمدؐ مراد یاب خاں نے تین سال میں اتنی رقم جمع کرلی تھی کہ حکمرانی سے کنارا کش ہوکر ملک سے باہر چلے جانے کا فیصلہ کر کے خاصی بڑی دولت مسقط بھیج دی - جس کا بڑا حصہ میاں غلام شاہ نے واپس منگایا -

۴ - دربار افغانستان نے میاں غلام شاہ خاں کو سندھ حکومت دینے سے پیشتر دو مرتبہ فوج سندھ بھیجی - ایک مرتبہ

---

۱ - ''سندھ کے اقتصادی حالات'' ص۔ ۳۰ -

۲- سارلے کی کتاب ''شاہ عبداللطیف'' ص۔۱۴۵ -

محمدؐ عطر خاں کے لیے، دوسری مرتبہ احمد یار خاں کے لیے - تینوں بھائیوں میں چھوٹی یا بڑی لڑائیاں بھی ہوئیں اور ایک مرتبہ تینوں میں ملک تقسیم بھی ہوا -

٥ - اگرچہ میاں نور محمدؐ خاں کے زمانے کا سندھ باقی نہ رہا تھا - اس میں سے سبی، گنجابہ، کراچی اور شکار پور الگ ہوچکے تھے - بایں ہمہ میاں غلام شاہ خاں نے چودہ برس کی حکمرانی میں اتنی رقمیں جمع کرلی تھیں کہ نئے شہر آباد کیے - اکثر مقبرے اور قلعے بنوائے - دو مرتبہ کچھ پر یورشیں کیں اور وہ خاصے جاہ و جلال کا حکمران تھا -

٦ - میاں غلام شاہ خاں کی وفات سے دو تین برس بعد پھر افراتفری پیدا ہوئی - اندر لڑائیاں ہوئیں، باہر سے ایک مرتبہ عزت یار خاں آیا - دو مرتبہ نصیر خاں بروھی نے فوج بھیجی - ایک مرتبہ جودھ پور کے فرمانروا نے حملہ کیا - عبدالنبی خزانہ اٹھا کر باھر لے گیا - کئی مرتبہ افغانوں کا لشکر لے کر آیا اور مدد خاں کی آمد کے جو حالات پیش کیے جاچکے ھیں، انھیں مدنظر رکھتے ہوئے بے تکلف کہا جا سکتا ھے کہ کسی ملک پر اس سے بڑی بربادی کا طوفان شاید ھی نازل ھوا ھو - ان تباھیوں اور بربادیوں کے باوجود ٹالپروں نے آغازِ حکومت ھی میں خاصی بڑی رقم دربارِ افغانستان کو دے کر ایالت سندھ کا پروانہ حاصل کیا تھا -

کیا یہ حقائق اس امر کا روشن ثبوت نہیں ھیں کہ کلھوڑوں کی آبادکاری نے سندھ کو انتہائی کمال پر پہنچا دیا تھا

کہ ہر تباہی کے بعد کم سے کم مدت میں وہ اپنے پاؤں پر کھڑا ہو جاتا تھا؟ سوچنا چاہیے کہ اگر نادر کی بلا نازل نہ ہوتی، افغانوں کی مصیبت نہ آتی، اندرونی کشاکش شروع نہ ہوتی اور انتظامی کاروبار طبعی حالت پر جاری رہتا تو سندھ کہاں سے کہاں تک جا پہنچتا۔

اٹھائیسواں باب

اقتصادی حالات کا نقشہ

(۲)

فصلیں اور باغات: آج کل کی طرح مغلوں اور کلھوڑوں کے زمانے میں بھی سندھ کی بڑی فصلیں دو ھی تھیں: ایک ربیع، دوسری خریف - ربیع میں عام طور پر گندم، جو، چنا، مٹر، نیل، رائی وغیرہ کی کاشت ھوتی تھی - خریف میں چاول، کپاس، مونگ، گنا، تمباکو، پوست، سن وغیرہ جنسیں پیدا ھوتی تھیں۔ روغنی بیج مثلاً سرسوں، السی، تل ان کے علاوہ تھے -

باغات قریباً تمام مقامات میں موجود تھے - مسٹر چبلانی نے لکھا ھے کہ ٹھٹھ، نصر پور، حیدر آباد، شکار پور، سہوان اور روھڑی کو باغات کے اعتبار سے درجہ امتیاز حاصل تھا - مختلف اصحاب نے مندرجہ ذیل پھلوں کا ذکر کیا ھے: آم،

بیر، شہتوت، سیب، انگور، لیموں، سنگترہ، گل گل، تمر هندی، پستہ، کھجور، انار، شفتالو، کیلا، خربوزہ -

ٹھٹھ کے متعلق سنہ ۱۶۹۹ء کا ایک بیان مظہر ھے:

شاھی باغات بڑی ھی اچھی حالت میں تھے - ان میں پھل اور پھول بڑے اہتمام سے رکھے جاتے تھے - خصوصاً بہترین خوش ذائقہ انار میں نے وھیں کھائے (ح- ۱)-

زمین کا مالیہ: مالیے کے مجموعی اعداد پہلے پیش کیے جاچکے ھیں - یعنی کلھوڑوں کے عہد میں اسّی لاکھ اور ٹالپروں کے عہد میں چالیس لاکھ - آخر الذکر عہد میں مالیہ بڑھتا گھٹتا رھا - پوسٹنز نے انیسویں صدی کے آغاز سے سنہ ۱۸۴۳ء تک مختلف سنین کا تخمینی نقشہ یوں پیش کیا ھے:

انیسویں صدی کا آغاز	چالیس لاکھ
سنہ ۱۸۰۹ء	پینتالیس لاکھ
سنہ ۱۸۱۴ء	اکسٹھ لاکھ
سنہ ۱۸۲۴ء	پچاس لاکھ
سنہ ۱۸۴۳ء	پینتیس لاکھ (ح- ۲) -

سندھ میں برطانوی حکومت کے آغاز پر صرف زمین کا مالیہ پورے مالیے کا دو تہائی تھا - اس تناسب کی بناء پر جو

۱- ''ایسٹ انڈیز کی نئی تاریخ'' انگریزی مطبوعہ ۱۷۵۴ء ص- ۲۲۴ - باقی بیان مسٹر چبلانی کی کتاب سے ماخوذ ھے ص- ۳۵ -

۲ - ''سندھ کے اقتصادی حالات'' ص- ۴۷ -

اگر بالکل صحیح نہیں تو صحت سے قریب ضرور ہونا چاہیے۔ کلھوڑوں کے عہد کا مالیۂ زمین ترپین لاکھ تیس ہزار بنتا ہے۔ یہ رقم ٹالپروں کے عہد کے صرف ایک سال (سنہ ۱۸۱۴ء) کو چھوڑ کر ان کے پورے مالیے سے زیادہ تھی۔

پیداوار اور مزروعہ رقبہ: اگر فرض کرلیا جائے کہ مالیۂ زمین پوری پیداوار کا ۱/۳ حصہ تھا۔ حالانکہ آبی و تابی زمینوں کو ملا کر غور کیا جائے تو مالیے کا تناسب اس سے کم بنتا ہے تو سندھ کی پیداوار ایک کروڑ ساٹھ لاکھ روپے بنتی ہے۔ اس زمانے میں غلے کا نرخ زیادہ سے زیادہ دس آنے فی من تھا۔ اس بنائ پر حساب یوں بنتا ہے کہ پیداوار دو کروڑ چھپن لاکھ من سے کم نہ تھی۔ بلا شبہ یہ سرسری تخمینہ ہے۔ لیکن یقین ہے کہ زیادہ سے زیادہ قرین صحت ہوگا۔

اب مزروعہ رقبے کا حساب چنداں مشکل نہیں رہتا۔ مثلاً اگر فرض کرلیا جائے کہ فی ایکڑ پیداوار بارہ من تھی اور اس پیداوار کو آبی و تابی فصلوں کا اوسط مان لیا جائے تو زیر کاشت رقبہ قریباً اکیس لاکھ ایکڑ ہونا چاہیے۔ مغلوں کے عہد میں غلے کا نرخ پانچ آنے فی من تھا لیکن مالیے کی بنائ پر مندرجہ بالا اصول کے مطابق ان کے عہد کا مزروعہ رقبہ ساڑھے سولہ لاکھ ایکڑ سے زیادہ نہ تھا اور ٹالپروں کے عہد کا زیر کاشت رقبہ تو صرف ۱/۳-۸ لاکھ ایکڑ رہجاتا ہے (حـ۱)۔

کلھوڑوں کے زمانے کا جو اندازہ پیش کیا گیا ہے۔ وہ اس مفروضے پر مبنی ہے کہ ان کے پورے عہد میں غلے کا نرخ

۱۔ سند کے اقتصادی حالات ص۔ ۹۴۔

دس آنے فی من رہا ۔ حالانکہ یہ بداھۃً غلط ہے ۔ سنہ ۱۷۳۹ء تک ٹھٹھ براہِ راست مغلوں کے ماتحت تھا ۔ اس کے بعد میاں نور محمدؐ خاں کے ماتحت آیا ۔ کوئی شخص یہ خیال نہیں کرسکتا کہ سنہ ۱۷۳۹ء تک غلے کا نرخ پانچ ہی آنے فی من تھا اور جب پورا انتظام کلھوڑوں نے سنبھالا تو نرخ دگنا ہوگیا ۔ زیادہ قرینِ صحت صورت یہ ہوگی کہ اس نرخ میں تدریجاً اضافہ ہوا ۔ اغلب ہے کلھوڑوں کے آخری دور میں دس آنے فی من پر پہنچا ہو ۔ پھر یہ بھی ظاہر ہے کہ اس نرخ میں زیادتی یا تو اس بناء پر ہوسکتی تھی کہ پیداوار گھٹ جاتی ، یا اس بناء پر ہوسکتی تھی کہ سندھ سے غلے کی مقدار برآمد بڑھ جاتی ۔ پہلی صورت ناقابلِ تسلیم ہے ، اس لیے کہ کلھوڑوں نے نئی نہریں کھدوا کر افتادہ زمینوں کی سیرابی کا انتظام کیا اور پیداوار بڑھائی ۔ دوسری صورت کے لیے کوئی قطعی شہادت موجود نہیں ۔ لیکن اگر درست سمجھ لیا جائے تو ماننا چاہیے کہ اس سے سندھ کی خوشحالی میں اضافہ ہوا ۔

مویشی اور سواری و باربرداری کے جانور : سندھ ابتدا سے زرعی خطہ چلا آتا ہے ۔ وہاں دور دور تک کھلے میدان موجود تھے ۔ جو چراگاہوں کا کام دے سکتے تھے اس لیے جانوروں کی دولت کی ہمیشہ افراط رہی ۔ ان میں بیل بھی تھے جن کے بغیر کھیتی باڑی کا کام چل ہی نہ سکتا تھا ۔ دودھیل جانور بھی تھے ۔ یہی وجہ ہے کہ سندھ سے جو جنسیں باہر بھیجی جاتی تھیں ، ان میں گھی بھی شامل تھا ، دودھیل جانور زیادہ نہ ہوتے تو اتنا گھی کیوں کر پیدا ہو سکتا تھا کہ ملک کی ضرورتوں کو پورا کرنے کے بعد اسے باہر بھیجا جاسکتا ۔ بھیڑ بکریاں پالنے کا شوق بھی تھا اور سندھ

کے میدان اس غرض کے لئے بے حد موزوں بھی تھے - اونٹ سواری اور بار برداری کے لیے ناگزیر تھا - اس لیے کہ خود سندھ کا بھی بڑا حصہ ریگستانی ہے اور اس کے آس پاس بھی ریگستانوں کی کمی نہیں - گھوڑے سندھ میں بھی پالے جاتے تھے - باہر سے بھی منگائے جاتے تھے -

اب مختلف شہادتیں ملاحظہ فرما لیجئے :

۱ - پہلی انگریزی تجارتی کوٹھی کے کارندے بتاتے ہیں کہ یہاں (ٹھٹھے میں) نصر پور، سہوان اور بکھر سے گھی اور تیل بہ افراط آتا ہے - سنریق لکھتا ہے کہ اس خطے (سندھ) میں مویشی کی کثرت ہے خصوصاً بھینسیں بہت ہوتی ہیں - منوچی بتاتا ہے کہ گھی یہاں بہت زیادہ ہوتا ہے اور مسقط بھیجا جاتا ہے - ھملٹن رقمطراز ہے کہ ٹھٹھ کے مفصلات میں لوگ بھینسیں بہت رکھتے ہیں - وہ جسامت میں بڑی ہوتی ہیں اور دودھ بہت دیتی ہیں (حـ ۱) -

۲ - پالتو جانوروں میں سے مویشی کے بعد اونٹ کا درجہ بہ اعتبار اہمیت دوسرا ہے . . . . سندھ میں اونٹ بہ کثرت ہیں، بہت سے لوگوں کے پاس دس دس ہزار اونٹ ہیں بلکہ اس سے بھی زیادہ - اجمیر کے اونٹ نہایت تیز رفتار ہوتے ہیں - باربرداری کے لیے بہترین اونٹ ٹھٹھے کا ہوتا ہے - اسی طرح کرو (حـ ۲) لکھتا ہے کہ اونٹ صوبے کے ہر حصے میں بہ کثرت پالے جاتے تھے (حـ ۳) -

---

۱- ''سندھ کے اقتصادی حالات،، صـ ۸۹ -

۲- Crow

۳- سندھ کے اقتصادی حالات صـ ۸۹ -

خوشحالی کی شہادتیں: اب ان سیاحوں کے بیانات پر ایک نظر ڈال لینی چاہیے جنھوں نے کلھوڑوں کی حکومت کے آغاز سے تھوڑی مدت پیشتر سندھ کو دیکھا یا خود کلھوڑوں کے عہد کے متعلق مختلف نقشے پیش کیے:

۱ - سترھویں صدی کے انگریز تاجر: ھر قسم کے ماکولات کی یہاں افراط ھے اور چیزیں ھندوستان کے ھر حصے سے بدرجہا ارزاں نرخ پر مل جاتی ھیں - مچھلی اور میوے کی بھی کثرت ھے - دونوں چیزیں اتنی سستی بکتی ھیں کہ کوئی سنے تو اسے یقین نہ آئے - مرغی چار پیسے کو، بھیڑ ایک روپے کو، چاول، گھی اور کھانے کی دوسری چیزیں بھی بہت سستی (حـ ۱) -

۲ - پرتگیز سیاح منریق: بکھر کے نزدیک باغات اور درختوں کے جھنڈ ھیں، منڈیاں جنسوں سے بھری ھوئی، ملک میں قدم قدم پر گاؤں، زمین زرخیز، زراعت عمدہ، آبادی خوب گھنی - صرف سہواں کے نزدیک ایک چھوٹے سے ٹکڑے کو مستثنیٰ کرلینا چاھیے، جو قزاقوں کا مامن ھے (حـ۲) -

۳ - منوچی: ملک میں غلہ بہ کثرت پیدا ھوتا ھے - گھی بہ افراط موجود ھے اور مسقط بھیجا جاتا ھے - بکھر کی زمین بہت زرخیز ھے اور نہایت عمدہ غلہ پیدا کرتی ھے (حـ ۳) -

۴ - ھملٹن: گندم، چاول، گھوڑوں اور مویشی کی ملک میں افراط تھی - لوگوں کو قحط کی مصیبتوں سے کبھی سابقہ

۱- ''سندھ کے اقتصادی حالات'' صـ ۴۰ -
۲- ''سندھ کے اقتصادی حالات'' صـ ۴۱ -
۳- ''سندھ کے اقتصادی حالات'' صـ ۴۱ -

نہیں پڑا - گوشت بہت عمدہ ہوتا ہے اور بہ کثرت ملتا ہے - گھی بہت بڑی مقدار میں باہر بھیجا جاتا ہے (ح- ۱) -

۵ - پوٹنجر : ملک اس درجہ خوشحال ہے کہ جب نادر شاہ نے پانچ لاکھ کے لشکر کے ساتھ سندھ پر حملہ کیا تو ٹھٹھ کے حاکم میاں نور محمدؐ کلھوڑو نے فوج اور خیمہ برداروں کی مہمان داری شاہانہ طریق پر سولہ روز تک کی اور کسی چیز کی کمی کا خفیف سا احساس تک نہ ہوا (ح- ۲) -

۶ - رابرٹ ارسکن : سنہ ۱۷۵۷ء تک سندھ ایک اچھی اور امن پرور حکومت کے ماتحت تھا، وہاں غلے اور دوسری ضروریاتِ زندگی میں سے اکثر کی بہتات تھی، جیسی کہ ہمیشہ رہی (ح- ۳) -

۷ - کیلنڈر: سندھ اگرچہ مختصرساخطہ ہے، لیکن قدرتی طور پر زرخیز ہے - یہ بہت خوشحال اور آباد تھا، یہاں تک کہ کوئی پینتیس سال پیشتر یہ بدقسمتی سے موجودہ حکمران خاندان کے ماتحت آگیا اور تدریجاً انحطاط پذیر

۱- ''سندھ کے اقتصادی حالات'' ص- ۱۴ -

۲- ''سندھ کے اقتصادی حالات'' ص- ۱۴ - یہ بتا دینا چاہیے کہ نادر کے ساتھ جو فوج تھی وہ پوٹنجر کی بیان کردہ تعداد کا بہ مشکل ساٹھواں حصہ ہوگی - لیکن تعداد کی کمی سے ملک کی مسلمہ خوشحالی کے درجے میں کوئی کمی نہیں آتی -

۳- ''سندھ کے اقتصادی حالات'' ص- ۱۴ -

ہوا (حـ ۱) ۔

آبادی: آبادی کے متعلق بھی قیاس کی بناء پر حساب لگائے بغیر چارہ نہیں ۔ اس لیے کہ کوئی مستند ماخذ سامنے نہیں، جس سے بھروسے کے ساتھ اعداد اخذ کیے جاسکیں ۔ اس سلسلے میں مسٹر چبلانی کا طریق استدلال بہت معقول ہے ۔ موصوف کے بیان کی ایک بنیاد یہ ہے کہ مزروعہ رقبے کی بناء پر اندازہ کیا جائے، آبادی تخمیناً کتنی ہوگی ۔ پھر فرماتے ہیں :

> ہم دیکھ چکے ہیں کہ مغلوں کی حکومت کے آغاز میں مزروعہ رقبہ پندرہ لاکھ ایکڑ سے کم نہ ہوگا اور ابتدائی کلھوڑوں (میاں یار محمدؐ خاں اور میاں نور محمدؐ خاں) کے عہد میں یہ بیس لاکھ ایکڑ کے درجۂ اعلیٰ پر پہنچ چکا ہوگا ۔ اگر آبادی اور مزروعہ رقبے کا تناسب تین اور دو کا رکھا جائے تو مغلوں کے عہد میں سندھ کی آبادی بیس لاکھ سے اوپر اور کلھوڑوں کے عہد میں تیس لاکھ کے لگ بھگ ہوگی (حـ ۲) ۔

موصوف کے بیان کی دوسری بنیاد یہ ہے کہ پہلے شہری اور قصباتی آبادی کا اندازہ کیا جائے، جس کے متعلق مختلف بیانات میں اشارے ملتے ہیں ۔ مثلاً ٹھٹھ کی آبادی کا اندازہ اکثر لوگوں نے پیش کیا ہے ۔ ایک بیان یہ ہے کہ

۱- "سندھ کے اقتصادی حالات" صـ ۱۳۰ ۔ موجودہ خاندان سے مراد ٹالپر ہیں ۔

۲- "سندھ کے اقتصادی حالات" صـ ۱۳۱، ۱۳۲ ۔

وہاں پچاس ہزار مکان تھے - اگر ہر کنبے کو بہ طور اوسط پانچ افراد پر مشتمل سمجھا جائے تو ٹھٹھ کی آبادی ڈھائی لاکھ بنتی ھے - ھملٹن نے لکھا ھے کہ ٹھٹھ شہر تین میل لمبا اور ڈیڑھ میل چوڑا تھا - ساڑھے چار مربع میل میں ڈھائی لاکھ باشندوں کا ھونا عین قرین قیاس ھے - نصر پور بھی بہت بڑا شہر تھا - ان کے علاوہ سکھر، بکھر، روھڑی، سہوان، خدا باد، حیدر آباد خاصے بڑے قصبے تھے - اگر ان تمام قصبوں کی آبادی بدرجۂ اقل چار لاکھ بھی فرض کی جائے اور آبادی سندھ کے معلوم اعداد و تناسب کے مطابق سمجھا جائے کہ شہری آبادی، پوری آبادی کا چودہ فیصد ھوتی ھے تو اس حالت میں بھی کلھوڑوں کے عہد کی آبادی تیس لاکھ سے کم نہیں بنتی، غرض:

> سندھ کی آبادی مغل حکومت کے آغاز میں بیس لاکھ کے لگ بھگ تھی اور ابتدائی کلھوڑوں کے عہد میں اس نے تیس لاکھ کا درجہ حاصل کر لیا (ح۔۱) -

۱- "سندھ کے اقتصادی حالات" ص- ۱۳۸، ۱۳۹ -

انتیسواں باب

صنعت و تجارت

تمہید: صنعت و حرفت اور تجارت کی ترقی اس امر پر موقوف ہے کہ ملک میں ضرورت کی خام جنسیں بہ کثرت پیدا ہوں اور انھیں ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچانے میں زیادہ دقتیں پیش نہ آئیں۔ سندھ میں دونوں شرطیں پوری ہوتی تھیں۔ اس لیے صنعت و حرفت نے بھی ابتدا ہی سے خوب ترقی کی اور تجارت نے بھی بڑا فروغ پایا۔ یہاں کپاس زمانۂ قدیم سے پیدا ہوتی تھی، لہٰذا کپڑے کی صنعت اوجِ کمال پر پہنچ گئی۔ چمڑے، لکڑی اور اون کی بھی کمی نہ تھی۔ دریائے سندھ کے ذریعے سے کشتیاں اور چھوٹے جہاز شمال سے جنوب اور جنوب سے شمال تک آتے جاتے تھے اور ان کے ذریعے سے سامان ہر جگہ پہنچایا جاسکتا تھا۔

یہ خطہ ایسی جگہ واقع تھا کہ ایشیا کے اکثر ملکوں اور یورپ سے جو قافلے خشکی اور تری کے راستے آتے وہ سب سے پہلے سندھ پہنچتے - یوں اس کا تعلق دنیا بھر سے پیدا ہو گیا اور یہ بر صغیر پاک و ہند کی تجارت کا ایک اہم مرکز بن گیا - تجارت کے ساتھ ساتھ صنعتیں بھی ترقی کرتی رہیں -

فرنگستانی تاجروں کا معرکۂ مسابقت: سندھ کی تجارت اور صنعت و حرفت کے فروغ اور نفع بخشی کی ایک شہادت فرنگستانی تاجروں کے معرکۂ مسابقت سے بھی ملتی ہے ، جو ان کے درمیان تجارت کے سلسلے میں بپا ہوا - سب سے پہلے پرتگیز وہاں پہنچے اور ان کی کوشش مسلسل یہ رہی کہ کوئی دوسری قوم سندھ کی کسی بندرگاہ میں قدم نہ جمانے پائے - پھر انگریز آئے اور کئی مصیبتیں اٹھا کر سندھ میں تجارتی کوٹھی بنا کر بیٹھ - ان کی کوشش بھی یہی تھی کہ پوری تجارت صرف ان کے قبضے میں رہے - آپ ملاحظہ فرما چکے ہیں کہ میاں غلام شاہ خاں سے انھوں نے جو پروانے حاصل کیے - ان کی غرض و غایت یہی تھی - آخر میں ولندیز آئے - اگر اہلِ سندھ کا تیار کیا ہوا مال خریدنا اور یورپ یا دوسرے ملکوں میں لے جا کر بیچنا خاصے مالی فائدے کا موجب نہ ہوتا اور سندھ کے ساتھ تعلقاتِ تجارت میں خاص جذب و کشش نہ ہوتی تو یہ تاجر ایک دوسرے کو پیچھے پھینکنے کی کوشش کیوں کرتے ؟

مسٹر چیلانی نے بالکل درست لکھا ہے کہ سندھ :

> مغلوں اور ابتدائی کلھوڑوں کے زمانے میں اپنی صنعت و حرفت ، زراعت اور تجارت کے لیے بامِ شہرت پر پہنچا ہوا تھا - متاخر کلھوڑوں کے عہد میں اس

کی یہ امتیازی خصوصیت انحطاط پذیر ہوئی اور ٹالپروں کے عہد میں انحطاط کی رفتار بہت تیز ہوگئی (ح-۱)۔

فرنگستانیوں کی شہادتیں: اب اس سلسلے میں ان فرنگستانیوں کی چند شہادتیں ملاحظہ فرمالیجئے جو کلھوڑوں کی حکومت کے آغاز سے کچھ مدت پیشتر آئے یا ان کے بیانات میں کلھوڑوں کے عہد کی حالت کا خاکہ پیش ہوا:

۱ - ہندوستان میں پرتگیزوں کا سرکاری سوانح نگار انٹونیو بکارو: سندھ کی سلطنت اتنی خوشحال . . . . . اور اس کی تجارت اتنی وسیع ہے کہ جتنے بھی جہاز باہر سے آجائیں، انھیں مال مل جاتا ہے (ح- ۲)۔

۲ - تھیونیو: اس ملک میں حمل و نقل اور آمد و رفت بہت زیادہ ہے۔ خصوصاً شہر ٹھٹھ میں جہاں ہندوستانی تاجر اہلِ ملک کے بنائے ہوئے عجائبات به کثرت خریدتے ہیں اور ان لوگوں کو ہر قسم کے فنون میں حیرت انگیز دستگاہ حاصل ہے (ح- ۳)۔

۳ - برنز: سندھ کی مصنوعات شاہانِ دہلی کے زمانے میں بے حد پسند کی جاتی تھیں اور ۱۷۳۹ء میں نادر شاہ نے سندھ پر حملہ کیا تو یہاں کی تجارت بے شبہ بہت فروغ پر تھی (ح- ۴)۔

۱- ''سندھ کے اقتصادی حالات'' ص- ۱۷۔
۲- ''سندھ کے اقتصادی حالات'' ص- ۳۷۔ سوانح نگار کا نام Antonio Boccaro ہے۔
۳- ''سندھ کے اقتصادی حالات'' ص- ۴۷۔ صاحب بیان کا نام Thevenot ہے۔
۴- ''سندھ کے اقتصادی حالات'' ص- ۵۷۔

کلھوڑوں کے آخری دور اور بعد کے زمانے میں صنعت و حرفت اور تجارت کو جو نقصان پہنچا ، اس کے اسباب کا ذکر ناتھن کرو (ح-۱)، کپتان میک مرڈو (ح-۲)، ڈل ھوسٹے (ح-۳)، اور پوٹنجر (ح-۴)، کے بیانات میں آیا ھے ، لیکن یہاں ان اسباب پر بحث خارج از موضوع ھے (ح-۵) ۔

سوتی پارچات : ان عمومی کیفیتوں کے بعد مختلف اھم صنائع کا سرسری نقشہ پیش کردینا ضروری ھے ۔ ان میں سب سے پہلے سوتی پارچات کا ذکر ھونا چاھیے ۔ مسٹر چبلانی کے بیان کے مطابق مغلوں اور ابتدائی کلھوڑوں کے عہد میں ٹھٹھ سوتی پارچے کی صنعت کا ایک نہایت اھم مرکز تھا ۔ کپڑا اتنا اچھا بنتا تھا کہ ایشیائی پارچات میں سب سے اچھا سمجھا جاتا تھا اور ھر جگہ اس کی مانگ تھی ۔ فرنگستانی تاجر سندھی پارچات کے انبار لے جاتے تھے اور بہت نفع کماتے تھے ۔ ایسٹ انڈیا کمپنی کے کار پردازوں نے ایک موقع پر اپنے سندھی کارندوں کو ھدایت کی کہ سندھ کے بافتے انگلستان میں سب سے زیادہ بکتے ھیں ۔ مال بھیجتے وقت ان بافتوں کی مقدار بڑھائی جائے ۔ ۱۶۹۶ء میں یہ حالت تھی کہ سندھ کا بنا ھوا کپڑا ھی لوگ زیادہ خریدتے تھے اور تاجروں کو یہی خیال رھتا تھا کہ یہ کپڑا زیاد مقدار میں مل جائے تو

۱- Nathan Crow

۲- McMurdo

۳- Del Hoste

۴- Pottinger

۵- تفصیل کے لئے ملاحظہ ھو مسٹر چبلانی کی کتاب ص- ۷۶ ، ۷۷ ۔

خوب نفع کمائیں - ٹھٹھ، نصر پور، سہوان، کنڈیارو، دربیلہ، بکھر، سکھر، روہڑی، گمبٹ، بوبک اور سن، سوتی پارچے کی بافت کے مشہور مرکز تھے - سندھ کی بنی ہوئی چھینٹیں دنیا کی ہر منڈی میں خاص قدر و وقعت کی نگاہ سے دیکھی جاتی تھیں -

انٹونیو بکارو کا بیان ہے کہ ۱۶۳۱ء میں صرف ٹھٹھ شہر میں تیس ہزار کرگھے تھے - اس سے چند سال بعد انگریز کارندوں نے بتایا کہ ٹھٹھے میں تین ہزار کنبے صرف پارچہ بافی کا کام کرتے تھے - ہملٹن کا بیان ہے کہ ٹھٹھے میں ۱۶۹۶ء میں پلیگ پڑی تو اسّی ہزار سے زیادہ آدمی نذر اجل ہوئے جو ریشمی اور سورتی پارچات بنتے تھے - پوٹنجر نے لکھا ہے کہ نادر شاہ کے حملے کے وقت ٹھٹھے میں چالیس ہزار بافندے لنگیاں بنا کرتے تھے - ٹھٹھے کے بعد نصر پور کا درجہ تھا جس میں انگریزوں کے بیان کے مطابق ایک ہزار کنبے صرف بافندگی کے پیشے میں مصروف تھے (ح - ۱) -

ریشمی اور اونی پارچات: ریشمی پارچات، خصوصاً دیدہ زیب لنگیوں کی صنعت بھی فراغ پر تھی - اس کے علاوہ چکن دوزی، جامہ وار، کمخواب، کشیدہ کاری، کارچوبی، گل کاری وغیرہ کی صنعت کے نمونے آج بھی ملتے ہیں جنہیں دیکھ کر انسان ہنرمندوں کی کاریگری پر حیران رہ جاتا ہے - تھرپارکر میں اونی پارچات نہایت عمدہ بنتے تھے - خصوصاً ٹوپیاں بے مثال مانی جاتی تھیں - ان کے علاوہ کمبل، خورجیاں اور بورے بڑے نفیس تیار ہوتے تھے -

---

۱- "مسٹر چبلانی کی کتاب" ص- ۲۸، ۸۳ -

ٹھٹھ کے صنائع کا ذکر اکثر لوگوں نے کیا ھے - برٹن ان صنائع کے زوال کا ماتم کرتا ھوا لکھتا ھے :

جن پانچ ھزار کرگھوں میں ایسے شال اور ریشمی لنگیاں تیار ھوتی تھیں کہ ان کی شہرت کا آوازہ سارے وسط ایشا میں پھیلا ھوا تھا - اب ان کے نشان کے طور پر صرف ایک درجن کرگھے باقی رہ گئے ھیں (حـ ۱) -

چمڑے کا سامان: سندھ مغلوں اور ابتدائی کلھوڑوں کے عہد میں چمڑے کی مصنوعات کے سلسلے میں بھی خاص شہرت کا مالک تھا - یہاں مویشی، بھیڑ، بکریاں اور اونٹ بہ کثرت تھے اور کھالیں بہ افراط ملتی تھیں - لہٰذا اس صنعت کا فروغ پانا عین قرینِ یقین ھے - مختلف بیانات سے معلوم ھوتا ھے کہ کھالیں بھی باھر کے ملکوں میں بھیجی جاتی تھیں اور سندھ کا چمڑا بھی بہت پسند کیا جاتا تھا - فان آرلچ نے لکھا ھے :

سندھ کا چمڑا ھندوستان کے بعض بہترین چمڑوں میں شمار ھوتا ھے ملائمت اور پایداری میں یہ یورپ کے چمڑے سے فروتر نہیں -

مسٹر چبلانی فرماتے ھیں :

مغلوں اور ابتدائی کلھوڑوں کے عہد میں چمڑا کمانے اور رنگنے کا فن بہت ترقی کر گیا اور اس فن کے ماھران نے بڑی ھنر مندی اور کاریگری کی نمایش کی - منریق نے سندھ کے "دل آویز چمڑے" کا

۱- "مسٹر چبلانی کی کتاب" ص- ۸۵، ۸٦ -

ذکر کیا ہے جو میز پوشوں کے طور پر استعمال ہوتا تھا اور آرائش کے لیے دیواروں پر لٹکایا جاتا تھا۔ بستر پر بھی لوگ بچھاتے تھے۔ یہ بہت ملائم ہوتا تھا اور گرمیوں میں ٹھنڈک پہنچاتا تھا۔ نشوٹن کہتا ہے کہ اہلِ سندھ چمڑا بہت عمدہ طریق پر کماتے ہیں۔ پھر مختلف رنگوں کے ریشم سے اس پر انتہائی ہنرمندانہ انداز میں پھول کاڑھ دیتے ہیں . . . . ہندوستان میں اس چمڑے کو بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ اسے فرش پر نہیں، بستروں اور میزوں پر بچھاتے ہیں۔

اس سے زینیں، گھوڑوں اور اونٹوں کے ساز، ڈھالیں، دستانے، پیٹیاں، جوتے، مشکیزے اور گھی کے کپے بنتے تھے۔

متفرق مصنوعات: ان کے علاوہ متفرق مصنوعات کا حد و شمار نہیں۔ مثلاً لکڑی کا رنگین کام، جس کے نادر نمونے آج بھی جا بجا ملتے ہیں۔ ہاتھی دانت کا کام۔ نہایت خوبصورت چمکیلے ٹائل، جو کلہوڑوں کی بعض عمارتوں میں استعمال ہوئے۔ آلاتِ حرب جن کی تعریف پوسٹنز کے بیان کے مطابق پہلے نقل کی جا چکی ہے۔

بعد کے زمانے میں یہ چیزیں قائم نہ رہ سکیں، حالات بدل گئے۔ فرنگستانی تسلط نے لوگوں کے مذاق بدل دیے۔ ملکی مصنوعات کی سرپرستی کم ہوتی ہوگئی۔ اس کے ساتھ ہی مصنوعات بھی آہستہ آہستہ زوال میں آگئیں۔ نئے دور میں جن چیزوں نے فروغ پایا، وہ اجنبی حاکموں کے ملک سے

آتی تھیں ۔ ملکی صناع اور کاریگر آخر کیا کرتے ۔ جو چیزیں وہ بناتے تھے ان کے خریدار نہ رہے اور جن چیزوں کی خریداری تھی ، ان کے بنانے کے اسباب ناپید تھے ۔

تجارت: سندھ کا موقع اور محل ایسا تھا کہ باہر کے ملکوں سے اکثر سامان اسی میں سے ہوکر آتا جاتا تھا ۔ خصوصاً شمالی ھند کے سارے مال کے نکاس کا راستہ تو سندھ کے سوا کوئی تھا ھی نہیں ۔ ماڑ واڑ، بیکانیر ، جیسلمیر ، ملتان ، پنجاب، کشمیر ، صوبہ سرحد ، بلوچستان اور افغانستان بحری راستے سے جو مال باھر بھیجتے تھے وہ پہلے سندھ میں پہنچتا اور یہاں جہازوں پر سوار ھوتا ۔ باھر سے جو مال ان ملکوں کی ضرورت کے لیے آتا ، وہ بھی سب سے پہلے سندھ ھی میں آترتا ۔ اسی سبب سے سندھ کی بندر گاھیں دنیا بھر میں مشہور ھو گئیں ۔ مثلاً دیبل اور بعد کے زمانے میں لاھری بندر، اورنگا بندر، شاہ بندر، بستہ بندر، علی بندر جہاں سے بصرہ، بندر عباس ، ھرمز ، مسقط، بحرین وغیرہ مال بھیجا جاتا تھا اور مختلف مقامات سے یہ مال خشکی کے راستے قسطنطنیہ یا مصر لے جاتے تھے ۔ وھاں سے یورپ بھیج دیتے تھے ۔ انھیں راستوں سے باھر کا مال ھمارے ملک میں آتا تھا ۔ ھندوستان کے مختلف خطوں تک سندھ سے شاھراھیں بنی ھوئی تھیں ۔ جن میں قافلے آتے جاتے رھتے تھے ۔

بحری تجارت میں جب تک عام سہولتیں پیدا نہ ھوئی تھیں تو ایران و افغانستان اور وسط ایشا سے مختلف جنسیں مکران و بلوچستان کے راستے سندھ آتی تھیں ۔ اسی تجارتی شاھراہ کی ایک مشہور منڈی شکار پور میں قائم ھوئی تھی ۔

وسیع تجارت ھی کے سلسلے میں اھلِ سندھ نے دنیا کی مختلف بندگارھوں میں تجارتی کوٹھیاں قائم کرلی تھیں۔ کلھوڑوں کے عہد میں کلکتہ سے کراچی تک ھندوستانی سواحل پر اور مسقط، بصرہ، بحرین، وغیرہ میں سندھی تاجروں کی کوٹھیوں کے حوالے ملتے ھیں۔

تیسواں باب

علم و فضل

(۱)

اہل علم کی بے خبری: یوں تو سرزمین کی بہت سی امتیازی خصوصیات برِ صغیر پاک و ہند کے اکثر لوگوں کی نظروں سے مستور و متواری رہیں، لیکن خطے کے باشندے ابتدا سے اب تک علم و فضل کی جس متاعِ جلیل و عظیم کے حامل رہے۔ اس کا تو کسی نے سرسری اندازہ بھی نہ کیا یہ حالت دیکھ کر بے اختیار عباسیانِ بغداد اور امویانِ اندلس کی یاد تازہ ہوجاتی ہے۔ اندلس میں جو یگانۂ روزگار علمائے پیدا ہوئے۔ ان کے ناموں سے بھی مشرقی اقطار کے اکثر اہلِ علم آشنا نہ ہوسکے، حالانکہ ان کی تصانیف اس قابل تھیں کہ انہیں سر آنکھوں پر جگہ دی جاتی۔

خلافتِ بغداد کے دوائر اثر میں جن علماء نے زندگیاں بسر کیں، ان میں سے ایک ایک کے نہیں تو کم از کم اکابر کے نام ہر شخص کی زبان پر ہیں۔ وجہ یہ کہ ان علماء کی کتابیں مشرقی اقطار میں مسلسل رائج و متداول رہیں لیکن اندلسی علماء کی کتابیں صدیوں تک یہاں پہنچنے ہی نہ پائیں۔

کتب خانے: سندھ وہ خطہ تھا جہاں مسلمانوں کے قدم سب سے پہلے پہنچے اور انھوں نے جابجا درسگاہیں قائم کرلیں۔ اس کے بعد صدیوں تک باہر سے اہلِ علم و فضل کی آمد جاری رہی۔ وہ سب سے پہلے سندھ ہی پہنچتے تھے اور ان میں سے اکثر وہیں بیٹھ جاتے تھے۔ کتب خانوں کا جیسا اچھا ذوق سندھ میں تھا۔ کسی دوسرے حصے میں اس کی مثالیں غالباً بہت کم ملیں گی۔ مدت ہوئی کہ زمانے کے اطوار بدل گئے۔ جن علوم کی تحصیل کو ہمارے ہاں معیارِ علم و فضل مانا جاتا تھا، ان کی قدر و قیمت باقی نہ رہی۔ کتب خانے برباد ہوگئے۔ لیکن آج بھی کوئی شخص طول و عرض سندھ میں پھر نکلے تو اکثر غیر معروف مقامات میں اسے نہایت نادر کتابوں کے ذخیرے مل جائیں گے۔ ایسے لوگ بھی یقیناً ہوے ہیں جنھوں نے اسلاف کی علمی ثروتوں کو بیدردی سے لٹا دیا اور جواہرات کو کوڑیوں کے مول فروخت کر دیا۔ لیکن اکثر لوگ ایسے ہیں کہ اپنے کتب خانے دکھانے پر بھی بہ مشکل راضی ہوں گے کہ مبادا کوئی چیز ضائع ہو جائے۔ آپ اس بخل کو کتنا ہی ناپسند کریں، لیکن اس سے یہ حقیقت تو روزِ روشن کی طرح آشکارا ہو جاتی ہے کہ اسلاف کی متاع علم سے بہرہ مند نہ ہونے کے باوجود ان لوگوں میں تحفظِ کتب کا کیسا جذبہ

کار فرما ہے ۔ یہ اس امر کی دلیل ہے کہ کتابوں کو سندھ میں ہمیشہ سے ایک نہایت قیمتی متاع سمجھا جاتا ہے اور یہ اہلِ سندھ کے علمی اعتناء کا ثبوت ہے اگرچہ یہ درست ہے کہ اخلاف ہر جگہ اسلاف کا پایہ فضلیت محفوظ نہ رکھ سکے ۔

میاں نور محمد خاں کا کتب خانہ: کلھوڑوں کی حکومت کا باقاعدہ آغاز میاں یار محمدؒ خاں سے ہوا ، جو بہ حیثیت مجموعی اٹھارہ انیس سال سلطنتِ مغلیہ کے ایک ناظم کی حیثیت میں کام کرتے رہے اور اس مدت میں سے کم و بیش آدھی مختلف کشمکشوں میں گزری ۔ ظاہر ہے کہ اس حالت میں فراہمیٔ کتب کی طرف دلجمعی سے توجہ نہ ہوسکتی تھی ۔ میاں نور محمدؒ خاں جانشین بنے تو ان کے سامنے نہایت اہم ملکی تنظیمات تھیں اور مسلسل چھوٹی بڑی لڑائیاں جاری رہیں جو میاں صاحب کے نصب العین کی تکمیل میں ناگریز تھیں ۔ یعنی وہ چاہتے تھے کہ سندھ متحد ہو جائے ۔ اس کے طول و عرض میں کامل امن کا دور دورہ ہو ۔ لوگ فتنہ انگیزی اور غارتگری چھوڑ کر مفید کاروبار میں لگ جائیں اور کوئی طبقہ بھی جائز کسبِ معاش کے وسائل سے محروم نہ رہے ۔ بایں ہمہ نادر شاہ کی آمد سے پیشتر میاں صاحب کے پاس ایک اچھا کتب خانہ جمع ہوگیا تھا ۔ نادر نے جہاں زر و سیم اور جواہرات سمیٹے ، وہاں اس علمی دولت کو بھی اٹھا کر لے گیا ۔ اوپر ذکر آچکا ہے کہ میاں صاحب کے وصیت نامہ میں اس کتب خانہ کے چھن جانے کا بھی ایک جگہ ماتم کیا گیا ہے ۔

ہملٹن کی شہادت: کپتان ہملٹن ۱۶۹۹ء میں ٹھٹھہ آیا

تھا - وہ لکھتا ہے :

> شہر ٹھٹھہ دینیات ، لسانیات اور سیاسیات کی تدریس و تعلیم کے سلسلے میں خاصی شہرت کا مالک ہے - وہاں چار سو کالج ہیں ، جن میں نونہالوں کو ان علوم کی تعلیم دی جاتی ہے (حہ ۱) -

کالجوں سے مراد یقیناً ویسے کالج نہیں جیسے ہمارے زمانے میں موجود ہیں - ان سے مراد بہرحال درسگاہیں ہیں لیکن پرانے زمانے میں ایسی ہی درسگاہیں ہر جگہ قائم تھیں - یہی ہمارے ہاں نشر و اشاعتِ علوم کا ذریعہ تھیں اور علوم کی ہردلعزیزی کا یہ حال تھا کہ شاہ جہاں نے ایک موقع پر فخریہ کہا تھا، پورب ہمارا شیراز ہے - اکثر درسگاہوں کو حکومت کی طرف سے امداد ملتی تھی - بعض ایسی بھی تھیں جو مختلف علماء کرام کی سعی و ہمت کی بدولت چل رہی تھیں - ہمارے ملک میں جن اصحاب نے علمی لحاظ سے درجۂ شہرت و امتیاز حاصل کیا، وہ انہیں درسگاہوں سے آٹھے تھے - جب وہ نظم و نسقِ ملک پر متوجہ ہوئے تو ابوالفضل ، فیضی اور سعداللہ خاں علامی بنے - جن کی نظیریں دوسرے ملکوں میں بھی بہت کم ملیں گی -

ٹھٹھہ کی آبادی اس زمانے میں کم و بیش ڈھائی لاکھ تھی - اس آبادی میں چھوٹی بڑی چار سو درسگاہوں کا وجود بہرحال علمی ذوق کے تداول عام کی دستاویز ہے - خواہ انہیں مکتبوں ہی کے پیمانے کی درسگاہیں فرض کرلیا جائے - مکتبوں میں بھی وہ تمام کتابیں پڑھائی جاتی تھیں ، جو مختلف علوم

۱- ''سندھ کے اقتصادی حالات'' ص- ۱۳۴ -

میں بنیاد و اساس کی حیثیت رکھتی تھیں اور جنھیں اساتذہ سے پڑھ لینے کے بعد لوگ اپنی ہمتِ مطالعہ اور مزاولت سے عالم بن جاتے تھے -

فرید بکھری کی شہادت : شیخ فرید بکھری نے اپنی بے مثال کتاب ''ذخیرۃ الخوانین،، ھملٹن سے قریباً ربع صدی پیشتر مرتب کی تھی، وہ لکھتا ھے :

> ٹھٹھے کے اولیاء، علماء اور شعرا کی گنتی محال ھے . . . یہاں صرف و نحو، دینیات اور شاعری عام ھے - مختصر یہ کہ ٹھٹھہ کو عراق ثانی سمجھنا چاھیے -

شیخ فرید اور ھملٹن کی شہادتیں مغلوں کے زمانے سے متعلق ھیں - کلھوڑوں کی حکومت کا آغاز شیخ فرید سے کم و بیش ستائیس برس بعد اور ھملٹن سے قریباً دو سو برس بعد ھوا - لیکن ان شہادتوں سے اندازہ ھوسکتا ھے کہ کس علمی پس منظر میں کلھوڑے برسر کار آئے اور اگر وہ اھلِ علم کی سرپرستی سے کاملاً بے پروائی بھی اختیار کرلیتے تو یہ علمی پس منظر قرن دو قرن میں تو زوال پذیر نہ ھوسکتا تھا - لیکن ھمارے سامنے ایسی شہادتیں موجود ھیں کہ کلھوڑوں نے حتی الامکان تمام اصناف علوم کی سرپرستی فرمائی اور ان میں سے اکثر خود اصحابِ علم و فضل تھے - بعض نے مختلف علوم میں مقام امتیاز حاصل کیا -

اھل علم و فضل : کلھوڑوں کے عہد میں جتنے اھلِ علم و فضل گزرے، اُن سب کے نام اور حالات معلوم نہ ھوسکے - میر علی شیر قانع نے ''تحفۃ الکرام،، اور ''مقالات الشعراء،، میں صرف ان ممتاز علماء و ادبا کا ذکر کیا ھے، جن

کے نام اسے معلوم ہوسکے۔ ذیل میں صرف بعض اکابر کے حالات درج ہیں، جن کے بارے میں بالتعیین معلوم ہوسکا کہ وہ کلہوڑوں کے عہد میں گزرے یا کلہوڑہ حکومت نے اُن کی سرپرستی کی۔

یہاں اس امر کی وضاحت بھی ضروری ہے کہ کلہوڑوں کی سرگذشت میاں آدم شاہ سے شروع ہوتی ہے، جو جلال الدین محمدؐ اکبر بادشاہ کے زمانے میں تھا۔ اگر اُس وقت سے علماء کے حالات بیان کیے جائیں تو یہ در اصل مغلوں کے عہد کی داستان بن جائے گی۔ بنا بریں مناسب یہی ہے کہ سلسلۂ بیان اٹھارھویں صدی کی ابتدا سے شروع کیا جائے، جب میاں یار محمدؐ خاں کو سبی و گنجابہ کی نظامت ملی اور میاں نور محمدؐ خاں کے عہد سے زیادہ تر علماء و ادبا کے نام فراہم کیے جائیں۔ اس لیے کہ پورا سندھ میاں صاحب ممدوح ہی کے عہد میں کلہوڑوں کے زیر حکومت آیا۔

ضروری تصریح: اکابر علم و فضل کے حالات اختصاراً بیان کرنے سے پہلے ایک اور حقیقت کی طرف اشارہ کردینا ضروری ہے جو غالباً اکثر اصحاب کے نزدیک تعجب انگیز ہوگی اور وہ یہ کہ سندھ کا ہر خطہ اور ہر پرگنہ ہر دور میں دماغی و روحانی فضائل کے حاملوں کا مرجع بنا رہا۔ یہ دولت بڑے بڑے شہروں اور قصبوں میں محدود نہ تھی۔ ٹھٹھ بے شک بہت بڑا شہر تھا۔ صدیوں تمدن، تہذیب صنعت و حرفت اور تجارت کا شہرۂ آفاق مرکز رہا۔ وہاں اگر ہملٹن کے زمانے میں چار سو درسگاہیں تھیں تو اس سے یہ اثر قبول نہ کرنا چاہیے کہ سندھ کے باقی خطے اہلِ علم و فضل یا درسگاہوں سے خالی تھے۔ میر علی شیر قانع نے ''تحفۃ الکرام'' میں اکابر کے

حالات انتہائی اختصار سے لکھے ھیں اور ترتیب ایسی رکھی ھے کہ سرسری نظر سے دیکھا جائے تو پورا اندازہ نہیں ھوسکتا کہ یہ بیان اھلِ سندھ کے فضائل کا کتنا بدیع اور نادر مرقع ھے - مندرجہ ذیل فہرست میں ان مقامات کے نام درج ھیں، جہاں کے اکابر کے حالات بیان ھوئے ھیں - اس فہرست کو پیشِ نظر رکھ کر غور فرمائیے کہ علم کس درجہ عام تھا، قصبے نہیں بلکہ قریے بھی اس بے بہا ثروت سے معمور تھے -

بکھر، سکھر، روھڑی، الور، سیوی، کھوڑ، سیوستان، دشت باراں، پکہ کاٹیار، بوبکان، ھالہ کنڈی، بھٹ، بانوٹ، خانوٹ، جھیجہ، انر پور، کھپرہ، بھٹ، جوھری، نصر پور، گجر کوٹ، کاٹیار، اکھم کوٹ، چاچک، ونگہ، ولہار، اپلای، تہری، بلڑی، کاھوٹ، ککرالہ، متعلوی، نیرون کوٹ، (حیدر آباد) اکن پور، پھٹھ، شال، دھری ھنگورہ، کوہ کنجہ، دندی، سوندرہ، کولاب کنچھر، سامرئی، ھنگورجہ، دربیلہ، روپاہ، پت باراں، لاھری بندر، ٹھٹھ، مواضعات کنارۂ سانکڑ، شکار پور، بھرالو، کاھان، سن - یہ سرسری فہرست ھے - ممکن ھے بعض نام رہ گئے ھوں - لیکن یہ فہرست بھی علم کی ھمہ گیری کی ایک روشن دستاویز ھے -

مخدوم رحمت اللہ: مخدوم رحمت اللہ ایک علمی خاندان کے چشم و چراغ تھے جو پشتوں سے فضائل میں ممتاز چلا آتا تھا - میر علی شیر قانع نے لکھا ھے کہ ان کا وجود آیۂ رحمت تھا - احکام شرعی کی حفاظت و نگہداشت میں خاص اھتمام فرماتے تھے - قوت و عمل کے اعتبار سے اپنے زمانے میں بے مثال مانا جاتے تھے - ۱۱۳۷ھ یا ۱۱۳۸ھ میں واصل بحق ھوئے - ان کے تلامذہ میں سے مخدوم ضیاءُ الدین نے بہت شہرت

پائی (حـ ۱) -

میرزا محمد رحیم خاں: محمدؐ رحیم خاں، میرزا مقیم تونی کا فرزند تھا - میرزائے موصوف شاہ جہاں کے عہد میں ایران سے آیا اور سرکاری خدمات کے سلسلے میں جہانگیر نگر (ڈھاکہ) میں مقیم رہا - محمدؐ رحیم خاں غالباً وہیں پیدا ہوا اور وہیں علوم و فنون بہم پہنچائے - عالمگیر کے آخری عہد میں اسے بلایا گیا - ڈھاکے سے دھلی پہنچا تو بادشاہ کی وفات کی خبر ملی - شہزادوں میں تاج و تخت کے لیے جنگ شروع ہوگئی تھی - میرزا محمدؐ رحیم خاں شہزادہ عظیم الشان (ابن شاہ عالم اول ابن عالمگیر) کی فوج میں توپخانے کا داروغہ بن گیا - فرخ سیر کے عہد میں اسے ٹھٹھ کا دیوان بنا دیا گیا - یہ معلوم نہ ہوسکا کہ اس عہدے پر کتنی مدت تک مامور رہا - صرف یہ معلوم ھے کہ ایک مرتبہ وھاں سے تبدیل ھوا اور ۱۱۳۷ھ میں دوبارہ دیوان ٹھٹھ مقرر ھوکر آیا - اس مرتبہ چار ماہ سے زیادہ زندہ نہ رھا اور شعبان ۱۱۶۷ھ (اپریل ۱۷۲۵ء) میں فوت ھوا - قانع نے لکھا ھے کہ علمی کمالات کے زیور سے آراستہ تھا اور علوم غریبہ میں

۱- ''مقالات الشعرا'' قلمی نسخہ مملوکہ سندھی ادبی بورڈ صـ ۱۱۸ - قانع نے ''تحفۃ الکرام'' میں بھی مخدوم رحمت اللہ کا ذکر کیا ھے (جلد سوم صـ ۲۲۸) - اگرچہ یہ وھی صاحب ھیں جن کا ذکر مقالات میں ھے تو سمجھنا چاھئے کہ ان کے چار فرزند تھے - ان میں سے محمدؐ ذاکر اور محمدؐ عالم دھلی چلے گئے - محمدؐ ناصر نے سفر حرمین کے سلسلے میں بندر عباس میں وفات پائی - محمدؐ اعظم ٹھٹھ ھی میں رھے-

اسے خاص دستگاہ حاصل تھی - بہت سی کتابیں تصنیف کیں - مثلاً رسالہ ''انیس القلوب،، ''مغل سلاطین کی تاریخ،، تیمور کے زمانے سے فرخ سیر کے عہد تک جس، میں تمام حالات تفصیل سے بیان کیے تھے (حـ ۱) - یہ امر بہ طور خاص قابل توجہ ہے کہ اس زمانے کے لوگ عسکری اور انتظامی عہدوں کے فرائض بھی انجام دیتے تھے اور اس کے ساتھ اعلیٰ درجے کی علمی کتابیں بھی تصنیف کرتے تھے -

عبداللہ واعظ : یہ میاں مورنہ کے عرف سے مشہور تھے - قانع نے لکھا ہے :

> صاحب ورع و تقویٰ، صاحب توفیق، صالح اور ہدایت یافتہ بزرگ تھے - ان کی مجلس وعظ سے عام و خاص مستفید ہوتے تھے - ان کی باتیں بڑی پر تاثیر تھیں اس لیے کہ وہ اتامرون الناس بالبر و تنسون انفسکم (کیا تم لوگوں کو حکم دیتے ہو اور اپنے نفسوں کو بھولے بیٹھے ہو) سے بالکل پاک تھے - ان کی ذات بابرکات محض تبرک و تیمّن کی حیثیت رکھتی تھی - ۱۱۶۷ھ میں انتقال فرمایا - ان کے جنازے پر اس کثرت سے لوگ جمع ہوئے کہ اس زمانے میں شاید ہی کسی کے جنازے پر جمع ہوئے ہوں (حـ ۲) -

عبدالرشید ٹھٹھوی : یہ بزرگ لغت کی دو کتابوں کے باعث بہت مشہور ہے - ایک عربی کا لغت جس کا نام

۱- ''مقالات الشعرا'' صـ ۱۲۰ -

۲- ''مقالات الشعرا'' صـ ۱۹۰ -

''رشیدی عربی،، تھا - دوسرا فارسی کا لغت جو ''رشیدی فارسی،، کے نام سے مشہور ہوا - والد کا نام عبدالغفور تھا - وہ از روے نسب حسینی تھے اور مدینہ منورہ سے آکر ٹھٹھ میں مقیم ہوے تھے - عبدالرشید نے ٹھٹھ ھی میں تعلیم و تربیت حاصل کی - عالمگیر کے جلوس پر عبدالرشید نے جو تاریخ نکالی تھی - وہ اپنے مادے کے اعتبار سے حد درجہ نادر تھی — یعنی واطیعوا اللہ و اطیعوالرسول واولوالامر منکم — رشید شعر بھی بہت اچھے کہتا تھا - قانع نے ''مقالات الشعرا،، میں اس کے ایک قصیدے سے بہت سے اشعار نقل کیے ھیں (حـ ۱) -

آقا محمد کریم صفاھانی : آقا اگرچہ اصلاً ایرانی تھا ، لیکن ساری عمر ٹھٹھ ھی میں گزاری اور مختلف سرکاری خدمات پر مامور رھا - شاہ بندر کے ناظم کی حیثیت میں بہت شہرت پائی - جب نادر نے سندھ پر حملہ کیا اور ملک کے مختلف حصوں میں حکومت کا نظم و نسق درھم برھم ھوگیا تو اھل ٹھٹھ نے اسے اپنا وکیل بنا لیا - اس عہدے پر مامور ھوکر اس نے صغیر و کبیر کو خوش دل اور ممنون بنانے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی -

آقا بہت اچھا شاعر بھی تھا اور ''عاشق،، تخلص کرتا تھا - قانع نے لکھا ھے :

> در صحبت وے مجمع شعرا بود و رعایت ھر کدام فراخور حال بہ عمل مے آورد . . . . دیوان ترتیب داد . . . در سال ھزار و صد و پنجاہ و پنج فوت

۱- ''مقالات الشعرا'' ص- ۱۹۵ -

کردہ ''رحمۃ اللہ تعالے علیک،، موافق سال است (ح۔۱)۔

اس کی مجلس میں شعرا جمع رہتے تھے۔ ہر ایک کے ساتھ اس کی حیثیت کے مطابق سلوک کرتا تھا .... اس نے دیوان بھی مرتب کیا ۱۱۵۵ھ میں وفات پائی۔ ''رحمۃ اللہ تعالیٰ علیک،، سے تاریخ وفات نکلتی ہے۔

میر نجم الدین: یہ مخدوم محمد معین کے بھانجے اور میر محمد رفیع بکھری کے فرزند تھے۔ مخدوم موصوف ہی سے تعلیم پائی اور ان کی زندگی ہی میں صاحب درس و فتویٰ بن گئے۔ ان کے شاگرد بھی میں درجات کمال پر پہنچے مثلاً میاں احمد جو ٹھٹھ کے مضافات میں مفتی مانے جاتے تھے، نیز میاں محمد باقر۔

میر نجم الدین نے عربی میں بہت سی تصانیف کیں۔ منطق میں ''یکروزی،، ایک مشہور رسالہ ہے۔ میر نے اس کے تتبع میں، مختلف علوم میں ایک رسالہ ایک دن میں مرتب کردیا جو قانع کے بیان کے مطابق یکروزی سے بہتر تھا اور ضخامت میں بھی اس سے بڑا تھا۔ ''طوطی نامہ،، از سر نو فارسی میں لکھا اور اس کی عبارت نخشبی کی عبارت سے زیادہ شیریں تھی۔ میر مدوح شاعر بھی تھے اور عزلت تخلص فرماتے تھے۔ زیادہ عمر نہ پائی۔ ۱۱۶۰ھ میں فوت ہوئے (ح۔ ۲)۔

عبدالباسط: یہ ٹھٹھے کا باشندہ تھا۔ جوانی کے آغاز میں دہلی گیا۔ منصب کا خواہاں تھا۔ نواب عنایت اللہ خاں نے

۱۔ ''مقالات الشعرا'' ص۔ ۱۹۳، ۱۹۵۔

۲۔ ''مقالات الشعرا'' ص۔ ۱۸۹۔

بڑی کوشش کی لیکن منصب نہ ملا - نوکری ملتی تھی - وہ عبدالباسط نے قبول نہ کی- ایک قلعے کی فتح پر عبدالباسط نے تاریخ کہی- ھٰذ عطاءٌ نا فامنن او امسک بغیر حساب (۱۱۱۶ھ) - اس میں ''بغیر حساب،، سے اشارہ یہ ہے کہ حساب کے اعداد کا تخرجہ کیا جائے - عالمگیر کو یہ تاریخ بہت پسند آئی اور معاً ایک صدی کے منصب کا حکم صادر کر دیا - ساتھ ھی فرمایا کہ امیر تیمور نے جب بایزید یلدرم سلطان روم پر فتح پائی تھی تو کسی نے غلبت‌الروم فی ادنی الارض سے تاریخ نکالی تھی- پھر اس جیسی تاریخ کوئی نہ نکال سکا لیکن عبدالباسط نے نکال لی - عنایت اللہ خان کی کوشش سے عبدالباسط کو خدمت معاف ہو گئی اور اس کے علم و فضل کو ملحوظ رکھتے ہوئے ٹھٹھ میں عدالت کا عہدہ دے دیا گیا - آخری عمر میں حج کیا - اگرچہ عدالت کا کام ذمے تھا لیکن عربی کی تدریس کا سلسلہ بڑھاپے میں بھی جاری رکھا (حـ ۱) -

میر محمد علی: میر موصوف بہ اعتبار وطن مشہدی اور بہ اعتبار نسب سادات طبا طبا میں سے تھے - نجوم و حکمت میں انھیں درجہ کمال حاصل تھا - ۱۱۶۹ھ میں ٹھٹھ پہنچے اور میاں محمّد مراد یاب خاں کی سرکار میں ملازم ہو گئے - یہاں بڑی عزت و آبرو سے زندگی گزاری - پھر انھیں وطن جانے کی اجازت مل گئی (حـ ۲) -

میاں محمد عارف: یہ ٹھٹھ کے باشندے تھے - میر علی شیر قانع نے ان کے حسن خلق اور حسن سلوک کی بہت ستایش

۱- ''مقالات الشعرا'' صـ ۱۹۸ -

۲- ''مقالات الشعرا'' صـ ۲۱۰، ۲۱۱ -

کی ہے - نواب سیف اللہ خاں کے عہد میں منشیوں میں ملازم ہوئے - پھر میاں نور محمد خاں کی سرکار میں منشیانِ عظام میں شمار ہوتے تھے - میاں صاحب ان کی بہت عزت کرتے تھے - قانع نے لکھا ہے کہ بہ اعتبار حسنِ خط ان جیسے لوگ خال خال ہوں گے - شعر بھی کہتے تھے (حـ ۱) -

---

۱- "مقالات الشعرا" صـ ۲۰۶ -

اکتیسواں باب

علم و فضل

(۲)

مخدوم عبدالرؤف: مخدوم موصوف کے اسلاف میں سے جس بزرگ نے پہلے پہل علم و فضل میں درجۂ کمال حاصل کیا وہ مخدوم محمدؐ اسحاق تھے - وہ قوم کے سقہ تھے اور شیخ بہاءُ الدین ذکریا ملتانی کے خاندان میں مرید ہوئے تھے - ان کے دو فرزند تھے: مخدوم احمد اور مخدوم محمدؐ - دونوں نے والد ماجد کے فضائل سے حصۂ وافر حاصل کیا اور دونوں کے اخلاف پشتوں تک بزرگی و خدا پرستی میں ممتاز رہے - مخدوم عبدالرؤف کا نسب یہ ہے: مخدوم عبدالرؤف، بن مخدوم عمر، بن مخدوم عبدالحمید اول، بن مخدوم فتح اللہ اول، بن مخدوم احمد، بن مخدوم اسحاق - قانع نے مخدوم عبدالرؤف کے متعلق لکھا ہے:

از حسین شعور تا آن وفات، همگی موصوف اخلاق رضیه صرف عبادت و ریاضت بوده خوارقش بروں از حد احصاست - میاں نور محمدؐ بغایت در بندگی اش بوده وجه حرفش از دل و جان کمر انقیاد بستہ داشتہ در ہزار و صد و شصت و شش ہجری بہ رحمت رؤف پیوستہ -

آغاز شعور سے وفات تک پسندیدہ اخلاق سے مزین رہے - پورا وقت عبادت و ریاضت میں بسر کرتا - ان کی کرامتیں شمار نہیں ہوسکتیں - میاں نور محمدؐ ان کے بہت فرمانبردار تھے اور ان کے ہر حکم کی پیروی کے لیے دل و جان سے کمر بستہ رہتے تھے - ۱۱۶۶ھ (۱۷۵۳ء) میں فوت ہوئے -

شیخ ابراہیم قاضی زادۂ ہالہ کنڈی نے ''کان ولیاً رؤف الخلق،، سے تاریخ وفات نکالی (حـ ۱) -

مخدوم روح اللہ: صاحب '' تحفہ الکرام،، کے قول کے مطابق منقول و معقول کا جامع اور فروغ و اصول کے علم میں نادر روز گار تھے - صلاحیت و بزرگی میں ناموری پائی - ۱۱۶۶ھ (۱۷۵۳ء) میں میاں نور محمدؐ خاں نے دعا کے لیے انہیں محمدؐ آباد بلایا تھا - وهیں میر علی شیر قانع نے ان سے ملاقات کا شرف حاصل کیا - اوپر لکھا جاچکا ہے کہ نادر شاہ جب تخت سلطنت پر بیٹھا تھا تو مخدوم روح اللہ نے ''الخیرفی ما وقع،، سے تاریخ جلوس نکالی تھی - مخدوم کے پیش نظر یہ حقیقت تھی کہ ایران افراتفری، خانہ جنگی اور بد امنی سے

۱- ''تحفۃ الکرام'' مطبوعہ جلد سوم ص-۳۹۰ - قلمی ص-۲۱۳-

محفوظ ہوگیا لہٰذا اُنھوں نے نادر کے جلوس کو خیر سے تعبیر کیا۔ میر علی شیر قانع نے یہ تاریخ سنی تو نادر کی ترکتازیوں کو سامنے رکھتے ہوے "الخیر" کو "لاخیر" بنا دیا۔ یعنی جو کچھ ہوا، اس میں اچھائی کا کوئی پہلو نہیں۔ نادر قتل ہوا تو مخدوم روح اللہ نے اس کی تاریخ قتل کے "الخیرفی ماھو واقع" سے نکالی۔ اس مرتبہ بھی قانع نے اسے "لاخیر" بنا دیا (ح۔ ۱)۔

میر صلاح الدین اور سید پیر شاہ: یہ شیخ عثمان مروندی، عرف مخدوم لعل شہباز قلندر کی درسگاہ کے سجادہ نشین تھے، جن کا مزار سہوان میں مرجع انام ھے۔ ان کا نسب لکعلوی سادات سے ملتا ھے۔ میر صلاح الدین مریدوں کی تربیت میں بہت کوشاں رہتے تھے۔ اُن کے فرزند سید پیر شاہ بڑے صاحبِ ریاضت تھے۔ میاں نور محمدؐ خاں کو ان کی زیارت کی بڑی آرزو تھی اور بار بار درخواستیں بھیجتے تھے کہ تشریف لائیے۔ سید صاحب پہلوتہی فرماتے تھے۔ آخر میاں صاحب خود زیارت کے لیے پہنچ گئے۔ ارادت سند سید صاحب کو اصرار سے میاں صاحب کے پاس لے گئے۔ ملاقات کے بعد سید صاحب نے فرمایا کہ اب دنیا میں رہنا مناسب معلوم نہیں ھوتا۔ چنانچہ تھوڑی مدت بعد فوت ھو گئے (ح۔۲)۔

مخدوم عنایت اللہ: صاحب حالِ و کرامت تھے۔ بچپن ھی میں بینائی جاتی رھی تھی۔ حافظہ خدا نے عجیب و غریب عطا کیا تھا۔ آنکھوں سے محروم ھونے کے باوجود تمام علوم

۱۔ "تحفۃ الکرام" مطبوعہ، جلد سوم ص۔ ۱۲۹، ۱۳۰۔

۲۔ "تحفۃ الکرام" مطبوعہ، جلد سوم ص۔ ۱۳۷۔ قلمی ص۔ ۲۹۱۔

میں کمال حاصل کیا - درس بھی دیتے تھے اور وعظ بھی فرماتے تھے - علوم ظاہری کے علاوہ صفائے باطن میں بھی اونچے درجے پر فائز تھے - قانع نے لکھا ہے کہ ان کا وعظ بہت پُر تاثیر ہوتا تھا - ''تحفۃ الکرام،، میں ان کے دو فرزندوں کا ذکر آیا ہے - ایک میاں محمدؐ سعید واعظ، جنہوں نے فقہ میں کمال حاصل کیا - دوسرے مولوی محمدؐ صادق جو معقولات میں بے مثال تھے اور انہوں نے درسگاہ بھی قائم کرلی تھی (ح- ۱) -

مخدوم محمد معین: مخدوم کا خاندان تین پشتوں سے ممتاز تھا - ان کے جدِ امجد مخدوم طالب اللہ موضع والی تعلقہ روہاہ و پٹ باراں کے باشندے تھے - فاضل خاں کو ان سے بڑی عقیدت تھی مخدوم کے والد مخدوم محمدؐ امین نے اپنے وطن سے نقلِ مکان کر کے ٹھٹھ میں توطن اختیار کرلیا - فاضل خاں نے اپنی بیٹی سے شادی کردی - علم میں درجہ کمال حاصل ہی تھا، امیر کے ساتھ دامادی کے باعث دینوی حیثیت بھی بلند ہوگئی -

آن کے فرزند مخدوم محمدؐ معین نے مخدوم عنایت اللہ سے تعلیم پائی اور منقول و معقول میں علامۂ زماں بن گئے - پھر میاں ابو القاسم نقشبندی سے رشتۂ ارادت استوار کیا - شاہ عبدالطیف سے بہت دوستی ہوگئی تھی - راگ سنتے تو دل و دماغ پر خاص کیفیت طاری ہوجاتی تھی اور بڑے عمدہ شعر کہتے - فارسی میں ''تسلیم،، اور ھندی میں ''بیراگی،، تخلص فرماتے تھے - بہت تصانیف چھوڑیں -

---

۱- ''تحفۃ الکرام'' جلد سوم ص- ۲۳۰ -

وفات کی کیفیت قانع نے یوں لکھی ہے کہ شاہ عبداللطیف نے ایک روز ارادت مندوں سے فرمایا کہ چلو اپنے دوست سے آخری بار مل آئیں۔ چنانچہ ٹھٹھہ پہنچے۔ راگ کی محفل منعقد ہوئی۔ مخدوم عالم ذوق میں اٹھے اور اندر چلے گئے۔ تھوڑی دیر بعد وفات پائی۔ شاہ عبداللطیف نماز جنازہ پڑھ کر واپس ہوے۔ بس مخدوم کی ملاقات کے لیے ٹھٹھہ جاتے تھے۔ پھر کبھی نہ گئے (ح ۱)۔ سال وفات ۱۱۶۱ھ (۱۷۴۸ء) ہے۔

تاریخ ہاے وفات: مخدوم کی وفات پر شعرا نے متعدد تاریخیں کہیں، جن میں سے بعض درج ذیل ہیں:

۱ - محسن ٹھٹھوی:

عارفِ دیں معینِ حق مخدوم
آنکہ در عشق جملہ تن دل شد
نورِ ذہنش بہ مشکلاتِ علوم
در شبِ جہل بدرِ کامل شد
با کمالاتِ ظاہری از فقر
باطنش مظہرِ فضائل شد
بہ نگاہے کہ کرد شاہد غیب
عینِ رو گشت و سوے منزل شد
لا جرم سال فوت او گفتند
"قطرۂ دُر ببحر واصل شد"

۲ - محسن ٹھٹھوی:

معین اہلِ حق مخدوم دوراں
دلیلِ قاطع ہر علم چو سیف

۱- "تحفۃ الکرام" جلد سوم ص- ۲۲۹، ۲۳۰-

کہ چوں خورشیدِ طبعش گرم گشتے
شتائے سامعاں دم مے زد از صیف
ازیں محنت سرا مردانہ در دم
بہ مہماں خانۂ حق رفت چوں ضیف
بہ دل گفتم اگر عرفان شناسی
بگو زیں درد تاریخے بہ ہر کیف
دو مدِ آہ پیہم دل زد و گفت
''معینِ دینِ احمد رفت صد حیف''

۳ - محمدؐ پناہ رجا ٹھٹھوی :

مخدوم بسکہ بود بہ دنیا معینِ دیں
درماتمش دلِ ہمہ مومن حزیں اوست
واحسرتا چہ ماتمی ، یک حشر آفت است
ہر یک جدا جدا دلش اندوہگینِ اوست
می سوخت از تپِ غم و می کرد فکرِ سال
یعنی دل رجا کہ محبت گزینِ اوست
آمد بہ سالِ رحلت او ایں ندا ز غیب
''ناجی شد او کہ آلِ محمدؐ معین اوست''

محسن کی تاریخیں بہ اعتبار شعریت بہت بلند ہیں - رجا کی تاریخ کا امتیازی پہلو یہ ہے کہ مخدوم کا نام اس میں شامل ہوگیا - ان کے علاوہ بھی مقالات میں بعض تاریخیں منقول ہیں، لیکن انہیں نظر انداز کرنا پڑا (حـ ۱) -

مخدوم محمد ہاشم : والد کا نام عبدالغفور تھا - ۱۱۰۴ھ

۱- ''مقالات الشعرا'' صـ ۶۶، ۶۷ -

میں زینت آرائے عالم وجود ہوئے - (۹۳-۱۶۹۲ء) مخدوم عبدالرؤف کے شاگرد شہیر مخدوم ضیاءُ الدین سے تعلیم پائی اور کل نو سال میں تعلیم سے فارغ ہوگئے - ۱۱۳۵ھ (اگست ۱۷۲۳ء) میں حج سے مشرف ہوئے- ۱۲ رجب ۱۱۳۶ھ (۲۶ مارچ ۱۷۲۴ء) کو مدینہ منورہ پہنچے -

اپنے عہد کے ممتاز عالم تھے - فقہ، حدیث، رجال، کلام، معقول، تفسیر، وغیرہ تمام علوم میں کامل دستگاہ حاصل تھی - کم و بیش ساڑھے تین سو تصانیف چھوڑیں -

مخدوم کی فرمایش پر میاں غلام شاہ خاں نے جو فرمان جاری کیا تھا، وہ میاں صاحب کے حالات میں درج ہوچکا ہے - صاحب "تحفۃ الکرام" نے لکھا ہے :

> در تقویت دین سنت و جماعت و احیاءٔ سنن، نادرهٔ زمان بود . . . بر مشرکین و معاندین دین عملش خوب جریانی داشت - در زمانش صدها از گروه ذمی به شرف ایمان رسیدند. با سلاطین وقت مثل نادر شاه بادشاه و احمد شاه رسل و رسائل مفتوح درست احکام تقویت دین به استدعایش حسب دلخواه می رسیدند و حسن نفاذ می یافتند (حـ ۱) -
>
> دین سنت و جماعت کی تقویت اور سنتوں کے احیاءٔ میں ان جیسا دوسرا نہ تھا . . . دین کے دشمنوں اور مشرکوں پر ان کا عمل خوب جاری تھا - ان کے عہد میں سیکڑوں ذمی ایمان کی دولت سے مشرف ہوئے- وقت کے بادشاہوں مثلاً نادر شاہ اور احمد شاہ ابدالی سے

۱- "تحفۃ الکرام" جلد سوم ص- ۲۳۰ -

ان کی خط و کتابت تھی - ان کی استدعا کے مطابق دین کی تقویت کے احکام جاری ہوتے رہتے تھے اور بہ طریقِ حسن ان پر عمل ہوتا تھا -

۴ - رجب ۱۱۷۴ھ (۹ - فروری ۱۷۶۱ء) کو وفات پائی - ان کے دو فرزند ہوے - ایک عبدالرحمٰن جو جونا گڑھ میں فوت ہوے - دوسرے، مخدوم عبداللطیف، جنھوں نے والد ماجد کی وفات کے بعد بھی ان کی شانِ علم و فضل کا اعزاز قائم رکھا - چنانچہ مخدوم محمدؐ ہاشم کی درسگاہ بھی بہ دستور جاری رہی - مخدوم عبداللطیف اپنے والد کی طرح مدرسے میں پڑھانے کے علاوہ روزانہ نماز عصر کے بعد اپنی مسجد میں حدیث کا درس دیتے اور ہر جمعہ کو جامع مسجد میں وعظ فرماتے تھے (ح ۱) -

مخدوم محمد ابراهیم: مخدوم عبداللطیف بن مخدوم محمدؐ ہاشم کے صاحبزادے، مخدوم ابراہیم بھی وقت کے بلند پایہ عالم تھے - ان کی متعدد قلمی تصانیف کا ذکر مولانا محمدؐ عبدالرشید صاحب نعمانی نے اپنے اس فاضلانہ مضمون میں کیا ہے، جو موصوف نے کتب خانہ مظہر العلوم کراچی کے مخطوطات کے متعلق لکھا تھا اور جو رسالہ "دعوت الحق" کے مختلف نمبروں میں شائع ہوا تھا (ح ۲) - اگرچہ مخدوم موصوف کی آنکھوں کے سامنے کلھوڑوں کی حکومت ختم ہوئی اور ٹالپر بلوچ سندھ پر مسلط ہوگئے، لیکن ان کی پیدایش اور تربیت کلھوڑوں ہی کے عہد میں ہوئی - انہوں

۱- "تحفۃ الکرام" جلد سوم ص- ۲۳۰ -

۲- "رسالہ دعوت الحق" بابت اگست و دسمبر ۱۹۵۲ء و بابت جنوری و فروری ۱۹۵۳ء -

نے مختلف رسالوں میں ، بعض اہم مسائل پر مفصل بحثیں کیں - مثلاً ایک رسالے میں جس کا نام ''اماطلة اذی العبید عن طریق جواز استعمال اموال الکافر العنید،، تھا ، ذمیت کی حقیقی حیثیت واضح کی ہے اور پینتالیس وجوہ سے ثابت کیا ہے ، کہ مخدوم کے زمانے میں سندھ کے غیر مسلم ذمی نہیں رہے تھے بلکہ، حربی بن چکے تھے (حـ ۱) -

کھوسہ قبیلے کے بلوچ موقع پا کر ریاست جودھ پور کے حدود میں تاخت و تاراج کرتے تھے - اس سلسلے میں مال کے علاوہ عورتیں اور بچے بھی پکڑ لاتے تھے - مخدوم ابراھیم سے پوچھا گیا کہ آیا ان اسیروں کو لونڈی ، غلام بنا لینا اور مال کو اپنے صرف میں لانا مباح ہے یا نہیں - مخدوم موصوف نے اس کا جواب اثبات میں دیا اور اپنے خیال کے مطابق ریاست جودھ پور کو دارالحرب ثابت کیا -

شیخ عثمان ڈھارو: اسی عہد میں ایک زبردست عالم شیخ عثمان ڈھارو تھا، جو میاں نور محمد نصر پوری کا شاگرد تھا - اس نے مخدوم ابراھیم کی رائے سے اختلاف کیا - یہ بھی لکھا کہ سندھی کفار کو ذمیوں کے بجائے حربی قرار دینا غلط ہے اور یہ بھی لکھا کہ جودھ پور دارالحرب نہیں - مخدوم ابراھیم نے عربی نظم میں شیخ عثمان کی ھجو کی اور جوشِ غیظ میں، شیخ موصوف کو کفار جودھ پور کا حامی بتایا، حالانکہ اس کا مقصد و مدعا محض یہ تھا کہ مسئلہ کی حقیقی حیثیت واضح ھو جائے - اھلِ جودھ پور کی حمایت سے اسے کوئی تعلق نہ تھا - نیز شیخ عثمان اور ان کے شاگرد میاں محمد صادق کے رد میں ایک سو بائیس صفحے کی

۱- رسالہ ''دعوت الحق'' بابت اگست وستمبر ۱۹۵۲ء صـ ۴۳ -

ایک کتاب لکھی - اس میں جودھ پور کے حالات بیان کر کے ثابت کیا کہ وہ واقعی دارالحرب ہے - ضمناً سندھ کے حالات بھی اس کتاب میں لکھ دیئے -

ان بحثوں پر تنقید و تبصرہ پیش نظر موضوع سے خارج ہے - مقصود صرف یہ ہے کہ کلھوڑوں کے عہد اور اس سے کچھ مدت بعد تک سندھ میں اس پایہ کے عالم موجود تھے کہ وہ ملکی پالیسی کے بعض بنیادی مسائل کے متعلق جو رائیں دیتے تھے ان سے کسی کو کاملاً اتفاق ہو یا نہ ہو لیکن کوئی شخص آج بھی یہ نہیں کہہ سکتا کہ وہ سرسری و سطحی تھیں یا موافق و مخالف دلائل کا موازنہ کیے بغیر دے دی گئی تھیں -

قاضی مخدوم عبدالرحمن : قانع کے بیان کے مطابق وہ نہایت جلیل القدر عالم اور صاحبِ فضلیت بزرگ تھے - شاہ جہاں کے زمانے میں عالمگیر کی حکومت کے آخری عہد تک حرمین شریفین کی نذروں کا انتظام انہیں کے حوالے رہا - ان کے چار فرزند مخدوم محمدؐ اکرم، میاں مدنی ، حفیظ یارخاں اور عابد یارخاں - اسی خاندان کے ایک بزرگ قاضی عبدالرحمٰن ثانی تھے - وہ مدینہ منورہ میں فوت ہوئے اور جنت البقیع میں انہیں دفن کیا گیا -

حاجی محمد قائم : "تحفۃ الکرام" میں لکھا ہے کہ "عالم اکمل و فاضل افضل ، مجموعۂ علم معقول و منقول تھے - علماءٔ وقت سے بحثیں ہوتی تھیں اور حاجی موصوف اکثر فائق رہتے تھے - ہر روز عصر کے وقت حدیث کا درس دیتے تھے - ایک مرتبہ حج کر کے واپس آگئے - دوسری مرتبہ گئے تو مدینہ منورہ میں امامت اختیار کرلی - وہیں ۱۱۵۷ھ میں وفات پائی اور جنت البقیع میں دفن ہوئے - ملا محمدؐ باقر واعظ اور مخدوم نور محمدؐ نصر پوری حاجی

موصوف کے شاگرد تھے۔

''مقالات الشعراء'' میں ہے کہ حدیث میں حاجی قائم ثقہ اور معتمد علیہ مانے جاتے تھے۔ حافظے کا یہ حال تھا کہ جن مسائل و مقدمات کو دوسرے علماء خاصی تحقیق کے بعد بیان کرتے تھے۔ قائم انہیں بے تکلف بیان کر دیتے تھے، اور ہر کتاب کے باب، فصل بلکہ صفحے تک کا پتہ بتا دیتے تھے۔ پہلی مرتبہ حج کا قصد کیا تو سفر ذہاب و ایاب میں جہاں جہاں بھی گئے، لوگوں نے بڑی شان سے استقبال کیا۔ خصوصاً سورت میں مظاہرۂ عقیدت نے ایسی شان اختیار کرلی کہ اسے بیان کرنا مشکل ہے۔ ۱۱۵۴ھ میں سفرِ حرمین اختیار کیا اور یہی فیصلہ کر کے نکلے کہ مدینہ ہی میں مقیم ہو جائیں گے۔ تاریخ وفات ''فی جناتِ تجری'' ۱۱۵۷ھ سے نکلتی ہے۔

شعر بھی کہتے تھے۔ استخراج تحویل شمس میں ایک قطعہ لکھا تھا جسے مقالات میں درج کیا گیا۔ اس میں استخراج کا کلی قاعدہ بڑے اچھے انداز میں پیش کر دیا ہے (ح ۱)۔

شاہ نجم الدین: قادری حسنی، کشمیر کے باشندے تھے۔ ''محی الدین ثانی'' لقب پایا۔ ۱۱۶۵ھ میں ٹھٹھ آئے۔ اہلِ شہر کو انوارِ علم ظاہر و باطن سے مستفید فرمایا۔ میاں نور محمد کو ان سے ملنے کا اتنا اشتیاق تھا کہ خداباد سے ہالہ کنڈی تک اور وہاں سے ٹھٹھ تک کئی وسیلے اختیار کیے۔

۱۔ ''مقالات الشعرا'' ص۔ ۲۳۴، ۲۳۶۔

شاہ صاحب ملاقات پر راضی نہ ہوئے ، میاں صاحب کے لئے نقش صد در صد درست کیا ۔ اور اس کی تاریخ میں یہ مصرع کہا :

چوں نجم دیں لامع شدہ نور محمدؐ زد علم

دو مرتبہ حج کیا (حـ ۱) ۔

۱ـ ''مقالات الشعرا'' صـ ۲۳۹ ۔

بتیسواں باب

علم و فضل

(۳)

اهم دینی تصانیف: جن علماءِ کرام کا ذکر اوپر آچکا هے ان میں سے ایسے بھی هیں جنھوں نے کتابیں یا رسالے تصنیف کیے - ایسے بھی هیں، جن کی عمریں درس و افتاء میں گزر گئیں اور مستقل تصانیف پر توجه کا موقع نه مل سکا - لیکن عام اصحاب کو غالباً یه سن کر حیرت هوگی که کلهوڑوں کے دور میں سندھ نے ایسے بزرگ بھی پیدا کیے جنھوں نے کتب صحاح کی شرحیں لکھیں، اگرچه وہ اپنے علم و فضل کے مطابق شهرت نه پا سکے مثلاً:

۱ - ابوالحسن کبیر نے صحیح بخاری، صحیح مسلم، سنن ماجه اور سنن نسائی پر تعلیقات لکھیں - نیز فتح القدیر اور

مسند امام احمد بن حنبل پر حواشی مرتب کیے۔ ۱۱۳۴ھ یا ۱۱۳۸ھ میں وفات پائی۔

۲ - ابوالحسن صغیر نے تصوف میں درجۂ کمال حاصل کیا اور ۱۱۸۷ھ میں فوت ہوے۔

۳ - ملا ابوالطیب بن عبدالقادر نے جامع ترمزی کی شرح لکھی۔

۴ - ملا محمدؐ اکرم نصر پوری نے صحیح بخاری کی شرح کے علاوہ توضیح و تلویح پر حاشیہ لکھا۔

کتب صحاح پر وہی لوگ شرحیں لکھ سکتے تھے جو حدیث کا اعلیٰ ذوق رکھتے تھے۔ نیز جن کا مقصد و نصب العین یہ تھا کہ علم حدیث رواج عام پائے۔ اہلِ علم کا بیان ھے کہ یہ تعلیقات اور یہ شرحیں ان لوگوں کے زمانے میں بھی مفید و قابلِ قدر تھیں اور آج بھی ان کی افادی حیثیت سے کوئی انکار نہیں کر سکتا۔

شیخ محمد حیات سندھی: اسی عہد میں شیخ محمدؐ حیات سندھی گزرے ھیں۔ یہ قوم کے چاچڑ اور عادل پور کے باشندے تھے۔ جو روھڑی اور گھوٹکی کے درمیان ایک قریہ ھے۔ عنفوان شباب ھی میں مدینہ منورہ چلے گئے۔ تعلیم مکمل کر کے وھیں مقیم ھو گئے اور پوری عمر درسِ حدیث میں گزار دی۔ شیخ غلام علی آزاد بلگرامی نے لکھا ھے:

> تبحر عظیم دریں فن اشرف اندوخت . . . خواص و عوام حرمین شریفین و مصر و روم و شام اعتقاد و اخلاص خاص داشتند و از ذات همایوں کسب برکات می نمودند (حـ ۱)۔

۱- "مآثر الکرام دفتر اول" صـ ۱۶۴ -

فن حدیث میں بے حد تبحر حاصل کر لیا تھا۔ مکۂ معظمہ، مدینہ منورہ، مصر، روم اور شام کے خواص و عوام کو شیخ موصوف سے خاص اخلاص و عقیدت تھی اور آپ کی ذات سے برکتیں حاصل کرتے تھے۔

۲۶ - صفر ۱۱۶۳ھ (۳ - جنوری ۱۷۴۹ء) کو بدھ کے دن وفات پائی اور جنت البقیع میں دفن ہوئے۔

شیخ کے شاگردوں کا اندازہ مشکل ہے۔ نواب صدیق حسن خاں نے مندرجۂ ذیل کے ذکر پر اکتفا کیا: شیخ احمد بن عبدالرحمٰن شامی، شیخ محمد سعید، شیخ عبدالقادر خلیل، شیخ عبدالقادر بن احمد بن عبدالقادر، سید غلام علی آزاد بلگرامی، شیخ محمد فاخر زائر اله آبادی (ح ۱) - ان کے علاوہ مولانا محمد زاهد سورتی، شیخ عبدالخالق یمنی، سید عبدالرحمٰن العیدروسی، نواب مصطفیٰ خاں شفتہ نے بھی شیخ محمد حیات ھ سے سند حدیث حاصل کی اور نجد کی تحریک اصلاح کے بانی شیخ محمد بن عبدالوهاب نے بھی شیخ موصوف ھی سے حدیث پڑھی تھی۔

نواب صدیق حسن خاں نے ان کی کئی تصانیف کا ذکر کیا ہے جن میں سے خاص طور پر قابل ذکر یہ ھیں:

''الاقیاف علی سبب الاختلاف،، ''رسالہ فی رد بدعۃ التعزیہ،، ''تحفۃ الانام فی العمل بحدیث النبی علیہ الصلوۃ والسلام،، آخر الذکر رسالے کی تلخیص میرزا مظہر جانجاناں نے کردی تھی جو ''کلمات طیبات،، میں چھپ چکی ہے۔

۱- ''اتحاف النبلاء المتقین باحیاء مآثر الفقہا المحدثین'' ص-۳۰۴-

شیخ کا مقام: نشر و اشاعتِ حدیث میں شیخ محمدؐ حیات کا مقام بہت بلند ہے - بارھویں اور تیرھویں صدی ھجری میں جن اصحاب نے مختلف اقطار میں احیاء حدیث کے لیے خاص اهتمام کیا - ان میں سے اکثر کا سلسلۂ فیض شیخ موصوف ھی پر منتہی ھوتا تھا - صحیح علومِ دین کے احیاء و اشاعت میں ایک سندھی بزرگ کا یہ عظیم المرتبت کارنامہ ھر سندھی کے لیے یقیناً باعثِ فخر ھونا چاھیے - شیخ فاخر الہ آبادی نے ایک مثنوی میں شیخ محمدؐ حیات سندھی کا ذکر یوں کیا ھے:

باد بر روے صفحہ دوراں	محفل آراے حلقۂ انساں
شیخ الاسلامِ عصر علامہ	در فنونِ حدیث فہامہ
موشگافِ دقائقِ ایماں	راز دانِ حقائق ایماں
رستہ از حبس ربقۂ تقلید	بستہ بر اجتہاد راے مزید
درس فرساے مسجد نبوی	بہ طریقِ و شفیق مصطفوی
آں محمدؐ حیات بخت بلند	بہ حدیث نبی قوی پیوند
متع اللہ زمرۃ لا عیان	بما فادا تہ الی الازمان
سرِ من خاک پاے او بادا	جانِ من در رضاے او بادا

(حـ ۱) -

شاہ فقیر اللہ علوی: ان کے حالات پہلے لکھے جاچکے ھیں - اصل وطن جلال آباد (افغانستان) تھا - وھاں سے نکل کر شکار پور میں مقیم ھو گئے تھے جو پہلے بھی سندھ کا ایک مشہور مقام تھا اور آج بھی اسے خاص اھمیت حاصل ھے - لیکن نادر شاہ نے جب سندھ کو پارہ پارہ کیا تو شکار پور

۱- ''اتحاف النبلاء المتقین باحیا مآثر الفقہا المحدثین'' صـ ۴۰۴ -

داؤد پوتروں کے حوالے کردیا - پھر اسے داؤد پوتروں سے چھین کر براہِ راست اپنی سلطنت میں شامل کرلیا - بعد ازاں افغان اس پر قابض رہے - شاہ فقیر اللہ ظاہری اور باطنی دونوں علوم میں وقت کے بلند پایہ شیخ تھے - سلاطین، رؤسا، علما اور اہلِ اللہ سے خط و کتابت تھی - ان میں سے احمد شاہ ابدالی، میاں محمد سرفراز خاں کلھوڑا، شاہ ولی خاں وزیر اعظم افغانستان اور شہزادہ سلیمان بن احمد شاہ کے ساتھ خط و کتابت کا ذکر پہلے آچکا ہے - حج بھی کیا تھا - "تحفۃ الکرام" سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے بزرگی کے سلسلے کو کمال پر پہنچا دیا تھا - خواص و عوام کے معتقد علیہ تھے - شکار پور کے حکام کو آپ کی ذات سے خص عقیدت تھی - جب کہ پہلے بتایا جاچکا ہے، آپ کا کتب خانہ علمی جواہرات کا ایک بیش بہا خزانہ تھا - افسوس کہ شاہ صاحب کی وفات کے بعد یہ ضائع ہوگیا -

مخدوم جعفر بوبکانی: یہ مخدوم میراں کا فرزند تھا - نجوم، رمل اور نیز نجات میں بے مثال مانا جاتا تھا - قانع نے اس کے متعلق بعض عجیب و غریب حکایات لکھی ہیں، جنھیں دورِ حاضر میں شاید قرینِ قیاس نہ سمجھا جائے مثلاً ایک مرتبہ مخدوم نے سندھ سے دھلی کا قصد کیا - خرچ راہ کے لیے جتنی رقم ساتھ لی تھی، وہ لاھور پہنچنے پر ختم ہوگئی - کسی سے مانگنے یا قرض لینے پر طبیعت راضی نہ ہوئی اور قرض شاید مل بھی نہ سکتا تھا - لہٰذا مخدوم نے نیرنجات سے کام لے کر شہر کے باھر ایک باغ تیار کیا - جس میں ثمر دار درخت تھے - اس باغ کو کسی دولت مند کے پاس رھن رکھا، اور روپیہ لے کر دھلی پہنچ گیا - واپسی پر

مرتھن کا روپیہ ادا کیا - پھر باغ کا نام و نشان تک باقی نہ چھوڑا -

اسی طرح لکھا ہے کہ ایک مرتبہ بادشاہ نے اواخر ماہ میں پوچھا کہ طلوع ھلال کب ھوگا - مخدوم نے سرسری حساب کی بناء پر تاریخ بتا دی - دوسرے منجموں نے حساب کرکے ایک دن بعد کی تاریخ متعین کی - بعد میں مخدوم نے کتابیں لے کر باقاعدہ حساب کیا تو اپنا فیصلہ غلط اور منجموں کا فیصلہ درست معلوم ھوا - غلطی کے اعتراف میں سبکی محسوس ھوئی، لہٰذا اپنی بتائی ھوئی تاریخ کے مطابق نیرنجات سے کام لے کر ایک ھلال آسمان پر چمکا دیا - اصل ھلال دوسرے دن طلوع ھوا - اس سلسلے میں چہ میگوئیاں شروع ھوئیں تو مخدوم نے حقیقتِ حال بے کم و کیف واضح کردی -

مخدوم جعفر کا فرزند مخدوم عبدالغنی بھی بہت بڑا عالم تھا - ۱۱۶۹ھ (۵۶-۱۷۵۶ء) میں وفات پائی - قانع نے تاریخ وفات میں یہ قطعہ کہا :

مخدومِ پاک سیرت عبدالغنی کہ بود
در علم شرع مصطفوی مخزن نہفت
ھاتف بہ روز رفتن وے در جناں ز غیب
"فیہا علی الا رائکِ نعم الثواب،، گفت (حـ ۱) -

محمد شفیع خاں : یہ شخص ٹھٹھ کے مخدوم زادوں میں سے تھا - عمر کا بیشتر حصہ دھلی میں بسر کیا - شادی نہ کی اورجو کچھ جمع کیا تھا، اپنے بھائی محمد رضا خاں کی

۱- "مقالات الشعراء" ص ۱۷۳ -

خبر گیری میں صرف کرتا رہا - ۱۱۶۰ھ میں حج کے ارادے سے وطن آیا - قانع نے لکھا ہے :

صوفی مشرب اور صافی مذہب تھا - فقیروں کے ساتھ بہت میل جول رکھتا تھا - اس کی صحبت فیض سے خالی نہ تھی - مخدوم محمد معین اس سے مل کر بہت خوش ہوئے تھے -

بعض موانع کی بناء پر سفرِ حج میں تاخیر ہوتی گئی یہاں تک کہ اجل کا پیام آ پہنچا - قانع نے تاریخ وفات کہی :

روز یکہ جانش واصل حق شد ز روے ہم
قانع بگفت باد محمد شفیع خاں (حـ ۱) -

مولوی محمد صادق : یہ مخدوم عنایت اللہ واعظ کا فرزند اور مخدوم محمد معین کے چند بہترین تلامذہ میں سے تھا - علوم معقول میں یگانہ مانا جاتا تھا لیکن شہرت نہ پائی - کلھوڑا حکومت کی طرف سے شیخ شکراللہ ٹھٹھ کے ناظم تھے اور میرک محمد احسن کو شیخ الاسلام کے منصب پر مقرر کیا گیا تھا - یہ دونوں مولوی محمد صادق کے اعزاز و پرداخت پر بہ طورِ خاص متوجہ رہتے تھے - موصوف کو شعر گوئی سے بھی ایک گونہ دل بستگی تھی (حـ ۲) -

میاں محمد صادق نقشبندی : یہ صاحب ظاہری و باطنی کمالات کے جامع تھے - ان کے فرزند ارجمند میاں غلام حسن

۱- ''مقالات الشعرا'' صـ ۱۵۹، ۱۶۰ -
۲- ''مقالات الشعرا'' صـ ۱۷۰ -

مدینہ منورہ چلے گئے۔ شیخ محمدؐ حیات سندھی کی وفات کے بعد مسجد نبوی میں ان کی درسگاہ سنبھال لی۔ یہ ٹھٹھے کے باشندے تھے اور شاہ عبداللطیف نبیرہ، سید عبدالکریم بلھڑی کے مرید تھے۔ شاہ عبداللطیف کے والد شاہ حبیب اللہ کی وفات پر حدیث نبوی سے تاریخ نکالی:

۱۱۴۴ھ

''الموت جسر بوصل الحبیب للقاء الحبیب''، (ح۔ ۱)۔

سید علی رضا: یہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کی اولاد میں سے تھے اور درویشانہ زندگی بسر کرتے رہے۔ طریقہ یہ تھا کہ کتابیں ایک اونٹ پر لدوا دیتے۔ خود گھوڑے پر سوار ہوتے۔ آگے آگے نشان رہتا۔ اس طرح سیر و سیاحت میں مشغول رہتے۔ آخری عمر میں بکھر کو قیام کے لیے پسند فرمایا اور وہاں ٹھہر گئے۔ میاں نور محمدؐ خاں نے کچھ رقم گزارے کے لیے مقرر کردی تھی۔ سید موصوف کی وفات پر ان کا ایک غلام، جس کا نام بشیر تھا سجادہ نشین بن گیا (ح۔ ۲)۔

غلام علی: یہ شیخ محمدؐ ساکن اوچ کے اخلاف میں سے تھے۔ جو شاہ حسن ارغون کے زمانے میں اوچ کو چھوڑ کر ٹھٹھ چلے آئے تھے۔ غلام علی کے والد کا نام محمدؐ باقر اور دادا کا نام قاضی محمدؐ حسین تھا۔ موصوف نے علم میں درجۂ کمال حاصل کرلیا تھا۔ علماء سے مجلسیں رہتی تھیں۔ لیکن قضائے الہٰی سے جنون کا عارضہ لاحق ہوگیا۔ اسی حالت

۱۔ ''مقالات الشعرا'' ص۔ ۱۷۳۔

۲۔ ''مقالات الشعرا'' ص۔ ۲۱۰۔

میں ۱۱۵۴ھ میں وفات پائی - ظاہری علم کے علاوہ روحانی ذوق بھی خوب تھا - مولانا روم کی مثنوی بہت پڑھا کرتے تھے - قانع کے بیان کے مطابق ایک صاحب سے معلوم ہوا کہ فرماتے تھے ، بزرگوں نے اچھی چیزیں یادگار چھوڑیں - فقیر بھی ایک چیز یادگار چھوڑ رہا ہے - یہ ایک مثنوی کی طرف اشارہ تھا، جو موصوف نے لکھنی شروع کی تھی لیکن جنون کے باعث مکمل نہ ہوسکی - اس کا صرف ایک شعر "مقالات الشعرا" میں منقول ہے :

در خبری بے شدم خبر دار از خود شدہ با خدا شدم یار
(حـ ۱) -

حکیم عبدالرؤف : یہ شخص طب و حکمت میں بے عدیل تھا اور علم موسیقی میں بھی پوری مہارت بہم پہنچائی تھی - موسیقی پر ایک نہایت عمدہ کتاب بھی لکھی تھی - میاں نور محمد خاں کی سرکار میں اسے منصبِ عالی حاصل تھا - اس کا فرزند کرم اللہ بھی ایک ممتاز طبیب تھا اور میاں غلام شاہ خاں کے پاس ملازم تھا (حـ ۲) -

میر محمد اکرم : یہ شخص روہڑی کا باشندہ تھا - طب میں اسے خاص دستگاہ حاصل تھی اور طبیب ہی کی حیثیت میں میاں نور محمد خاں کے پاس ملازم ہوا تھا - کچھ مدت تک میاں صاحب کی طرف سے بکھر کا ناظم رہا - اس کے چار فرزند تھے : میر سراج الدین ، میر تاج الدین ، میر معین الدین اور میر نور الدین - یہ جب تک زندہ رہے ، عزت و فارغ البالی

۱- "مقالات الشعرا" صـ ۲۲۰ -
۲- "تحفۃ الکرام" جلد سوم صـ ۱۳۰ -

کی زندگی گزارتے رہے۔ عجیب اتفاق یہ ہوا کہ چاروں میں سے کسی نے بھی اولاد نہ چھوڑی ۔ میر محمدؐ اکرم کا بھائی میر محمدؐ افضل ملتان میں رہتا تھا ۔ وہ اپنے بھائی کے پس ماندوں کو روھڑی سے ملتان لے گیا (حـ ۱) ۔

علی مدد : یہ شخص ایرانی تھا ۔ حکمت ، جفر ، نجوم اور رمل میں اپنے زمانے کا یگانہ استاد مانا جاتا تھا ۔ میاں نور محمدؐ خاں کے پاس اس نے بہت اونچا رتبہ حاصل کرلیا تھا :

در آں ولا کسے از منتسبان آں سرکار بایں رتبت کم رسیدہ، بسیار مخیر و با جود و صاحبِ خواں می زیست ۔ تاھل کرد . در سوستان اقامت داشت (حـ ۲) ۔

اس زمانے میں جو لوگ میاں صاحب کی سرکار سے وابستہ تھے ۔ ان میں سے بہت کم لوگوں کو علی مدد کے برابر رتبہ حاصل ھوا ۔ بہت سخی اور کشادہ دست تھا ۔ دستر خوان وسیع تھا ۔ شادی کر کے سیوستان میں مقیم ھوگیا تھا ۔

شیخ محمد رضا : یہ شخص ٹھٹھہ کا باشندہ تھا لیکن بکھر میں مقیم ھوگیا تھا ۔ اھل و عیال بکھر ھی میں رھتے تھے ۔ باقی رشتہ دار ٹھٹھہ ھی میں تھے ۔ عالمگیر کے عہد سے محمدؐ شاہ کے عہد تک بکھر میں مختلف خدمتوں پر مامور رھا ۔ میر عبدالجلیل سے گہری دوستی تھی ۔ میر موصوف سندھ میں وقائع نگاری اور اخبار نویسی کی خدمت پر مامور

۱۔ ''تحفۃ الکرام'' جلد سوم صـ ۱۲۹ ۔

۲۔ ''مقالات الشعراء'' صـ ۲۰۶ ۔

تھے - جب وہ ھندوستان گئے تو محمد رضا ھی کو اپنی جگہ نائب مقرر کر گئے تھے - نواب اعظم خاں نے جھوک پر یورش کی تھی تو محمد رضا بھی ساتھ تھا - اوپر لکھا جاچکا ھے کہ جب اعظم خاں اور صوفی شاہ عنایت میں سوال و جواب شروع ھوے تھے تو محمد رضا نے شاہ صاحب کو مخاطب کرکے یہ شعر پڑھا تھا:

دوست بیدار بشو عالم خواب است ایں جا
حرف بے ھودہ مگو، پاے ثبات است ایں جا

۱۱۴۳ھ میں وفات پائی - کسی نے مصرع تاریخ کہا:

محمد رضا دادہ جاں در جناں شد

''محمد رضا،، کے اعداد سے ''جان،، کے اعداد کا تخرجہ کیا جاے اور ''جناں،، کے اعداد شامل کردیے جائیں تو تاریخ نکل آتی ھے (حـ ۱) -

متفرق اصحاب: اب متفرق اصحاب کے مختصر حالات ملاحظہ فرمالیجیے:

۱ - عبدالواحد: بوڑھا آدمی تھا، قانع نے عہدِ نادری میں اسے خدا باد میں دیکھا تھا -

۲ - شیخ محمد نعیم: بڑا قابل شخص تھا - ساری عمر ملازمت میں گزاری ۱۱۴۵ھ میں وفات پائی -

۳ - میر جان شاہ: روھڑی کے باشندے تھے - صوفی شاہ عنایت سے رشتۂ ارادت تھا - بڑے جید شاعر تھے -

---

۱- ''مقالات الشعرا'' ص- ۱۱۴ -

۴ - عبدالطیب : دربیلہ کے باشندے تھے - شرح ملا پر نہایت عمدہ حاشیہ لکھا -

۵ - شاہ اسماعیل صوفی : شیخ عبید اللہ انصاری کی اولاد میں سے تھے - صوفی شاہ عنایت سے کسبِ فیض کیا تھا -

۶ - شاہ حیدر کے پوتے حاجی نور محمد، میاں غلام شاہ خاں کے ہاں بہ سلسلہ طبابت ملازم تھے -

۷ - میر محمد یعقوب ساکن سکھر بھی بہت بڑے طبیب تھے -

عبدالنبی کا عہد : میر علی شاہ شائق نے اپنے قصیدے میں عبدالنبی کے عہد کے مندرجہ ذیل علماء کا ذکر کیا ہے :

قاضی ابراهیم در دینِ رسول هاشمی
داده بانطف و مدارا رائق شرعِ هدیٰ

مولوی خان محمد محرم سرِ صمد
آنکه بر خوانِ علومش خلق را باشد صلا

شد غریب الله اهلِ عقل را نیکو ادیب
احمد اندر حفظ قرآن قاری ام القریٰ (حـ ۱)

یہ اربابِ علم و فضل کا مختصر سا خاکہ ہے - جس سے اندازہ ہوسکتا ہے کہ کلھوڑوں کے عہد میں سندھ کی علمی فضا کا کیا رنگ تھا اور وہاں ہر علم کے کتنے ماہرین موجود تھے - صرف ایک فرد جلیل کا ذکر باقی رہ گیا یعنی میاں محمد داؤد عباسی ، جو کلھوڑا خاندان میں بہ اعتبار علم و فضل غالباً سب پر فائق تھے - ان کی ایک تصنیف کا مفصل ذکر اگلے باب میں آئے گا -

---

۱- ''قصیدہ شائق'' قلمی نسخہ ص- ۱۸ -

تینتیسواں باب

داؤد خاں عباسی اور "صیدالمراد"

محمد داؤد خاں عباسی: گذشتہ باب کے آخر میں عرض کیا گیا تھا کہ میاں نور محمد خاں کے بھائی میاں محمد داؤد خاں عباسی کے علم و فضل کا تذکرہ جداگانہ باب میں لکھا جائے گا۔ اس کی پہلی وجہ یہ ہے کہ میاں صاحب موصوف کی ایک نادر کتاب ایک انگریز کی توجہ سے رائل ایشیاٹک سوسائٹی کے زیر اہتمام چھپ گئی۔ جو ان کے علم و فضل کی ایک یگانہ دستاویز ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ کلھوڑوں کے عہدِ حکومت میں صاحبِ موصوف اہل علم کی پرورش اور بزرگ داشت کا خاص مرکز تھے۔ تیسری وجہ یہ ہے کہ کلھوڑوں کی رزم آرائیوں اور شانِ نظم و نسق ملک کے حالات تو بہت لکھے گئے لیکن اس خاندان میں جس شخصیت

کے علمی رتبے کا ثبوت ملتا ہے وہ صرف داؤد کی شخصیت ہے -

یاد ہوگا کہ میاں یار محمد خاں کی وفات پر میاں نور محمد خاں اور میاں محمد داؤد خاں میں جانشینی کے متعلق منازعت شروع ہو گئی ، جو بعض بیانات کے مطابق تین برس تک جاری رہی - اس کے جو حالات مل سکے وہ اوپر بیان کر دیے گئے - یہاں ان کے اعادے کی ضرورت نہیں اور سلسلۂ بیان صرف میاں صاحب موصوف کی علمی شان کے اظہار تک محدود رہے گا -

قانع کا بیان: قانع نے میاں صاحب موصوف کے متعلق لکھا ہے :

امیرے صاحبِ دل و دست بود - در حکمت دست وافی و فکر شافی داشت - حکیم میر عبدالرزاق ''مشرب،، تخلص . . . . و دیگر صاحب کمالاں پیش او بہ مراتب ارجمند بسر می بردند (ح ۱) -

وہ صاحب دل اور سخی امیر تھے - طب میں انہیں پوری دستگاہ حاصل تھی - حکیم میر عبدالرزاق مشرب اور دوسرے صاحب کمال میاں صاحب کے پاس عزت و تکریم کی زندگیاں بسر کرتے تھے -

دوسری جگہ ارشاد ہوا ہے :

در صفتِ جوانمردی مثل روزگار بود (ح ۲) -

جوانمردی میں وہ زمانے بھر میں اپنی مثال آپ تھے -

۱- ''مقالات الشعرا'' ص ۱۰۵ -

۲- ''مقالات الشعرا'' ص ۲۰۷ -

طبیب ہونے کے علاوہ میاں صاحب نہایت اچھے شاعر بھی تھے۔

میر عبدالرزاق: حکیم میر عبدالرزاق ''مشرب،، جن کا ذکر اوپر آیا ہے، اصفہان کے سادات میں سے تھے۔ عالمگیر کے عہد میں ہندوستان آئے۔ بریلی، لکھنؤ اور کشمیر میں رہے۔ پھر سندھ پہنچ گئے اور باقی عمر میاں محمد داؤد خاں کے پاس گزار دی۔ ''مقالات الشعرا،، میں مرقوم ہے:

> جامع جمیع علوم، بتخصیص در جفر و اعداد شانے عظیم داشتہ. در طبابت بقراطِ عصر و در سخاوت حاتمِ دہر.
>
> تمام علوم کے جامع تھے۔ خصوصاً جفر و اعداد میں ان کی شان بہت بلند تھی۔ طبابت میں اپنے زمانے کے بقراط اور سخاوت میں حاتمِ دہر تھے۔

۱۱۲۷ھ میں وفات پائی۔ قانع کے بیان سے متبادر ہوتا ہے کہ حکیم صاحب موصوف شہید ہوئے۔ لیکن تفصیل نہیں بتائی کہ کہاں اور کس سلسلے میں شہید ہوئے؟ صرف اتنا ذکر کیا ہے کہ شہادت سے چند روز پیشتر ایک غزل کہی تھی۔ جس میں واقعۂ شہادت کی طرف یوں اشارہ کیا:

دل از ذوقِ شہادت اضطرابے ساکنے دارد
چو جوہر جسمِ من شد موجۂ دریاے شمشیرے (ح-۱)۔

بہ ہر حال یہ واقعہ میاں یار محمد خاں کی وفات سے چار سال پہلے پیش آیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ میاں محمد

۱- ''مقالات الشعرا'' ص ۳۰۰۔

داؤد خان عباسی صاحبزادگی کے ابتدائی دور ھی میں اس پیمانے پر اکتساب علوم و فضائل کرچکے تھے کہ حکیم میر عبدالرزاق جیسے یگانہ فاضل عصر کو صاحب موصوف کی مصاحبت و ندیمی جاذب و گیرا معلوم ہوئی ۔

صید المراد : زیر نظر باب میں میاں صاحب کی جس کتاب کا ذکر منظور ھے ۔ اس کا نام ''صید المراد فی قوانین الصیاد،، ھے ۔ بعض لوگ اسے '' باز نامہ ،، بھی کہتے ھیں ۔ لفٹنٹ کرنیل ڈی ۔ سی ۔ فلٹ (حـ ۱) نے یہ ۱۹۰۸ء میں بڑے اہتمام سے شائع کرائی تھی ۔ کرنیل موصوف بورڈ آف ایگزامینرس کے سکرٹری اور کلکتہ یونیورسٹی کے فیلو تھے ۔ اس سے پیشتر '' باز نامۂ ناصری ،، کا ترجمہ چھاپ چکے تھے ۔ پوری کتاب اکتیس ابواب پر مشتمل ھے ۔ آخر میں '' خاتمہ ،، ھے ۔ ضمیموں کو شامل کرتے ہوئے کتاب کے ۳۳۳ صفحات ھیں ۔

شائع کنندہ نے دیباچہ میں لکھا ھے کہ فنِ شکار ختم ھورھا ھے ۔ اس کے عہد میں بڑے بڑے شکاری یہ تھے : میر علی مراد بلوچ، نواب فوجدار خاں رئیس ٹانک ، شیر جنگ رئیس اٹک ، میاں فیض محمد خاں جالندھری (ابن وزیر غلام جیلانی) میاں محمود تونسوی ، ملک اعتبار خاں پنڈی گھیپ ، نواب محمد افضل خاں اور کالا سنگھ امرت سری ۔ سید فتح شاہ کو باز داری میں بے مثال بتایا ھے ۔

تمہید : کتاب کے آغاز کی عبارت یہ ھے :

چنیں گوید محرر ایں مقدمات و مقرر ایں مقالات

۱- "D. C. Phillot" -

اضعف العباد و احوجہم الی رحمت اللہ الغنی الودود
ابن یار محمدؐ، فقیر داؤد (احسن اللہ احوالہ) کہ
معرفت تمام در مزاج شکرگان یعنی جانورانِ شکاری
و طریق صید و اصطیاد و کیفیت صیاد و تشخیص
امراض و حفظ صحت ہر یک از ایشاں بہم رسانیدہ۔

ان مقدمات کو ترتیب دینے والا، بندوں میں سب سے بڑھ کر ضعیف اور خدائے غنی و ودود کی رحمت کا سب سے بڑھ کر محتاج فقیر داؤد ابن یار محمدؐ (خدا کرے اس احوال بہتر کرے) کہتا ہے کہ میں نے شکاری جانوروں کے مزاج، شکار کے طریقوں، صیاد کی کیفیت، جانوروں کے امراض کی تشخیص اور ان کی صحت بحال رکھنے کی تدبیروں کے متعلق پوری واقفیت بہم پہنچائی۔

نام سے پہلے ابنیت لانے کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ پرانے زمانے کے انداز تحریر کے مطابق "ودود" کو "داؤد" کا قافیہ بنانا منظور تھا۔

شکار متعلق کتابیں: پھر میاں صاحب نے شکار کے متعلق کتابوں کی سرگزشت بیان کی ہے۔ فرماتے ہیں کہ سب سے پہلے ایران کے بادشاہ جمشید نے شکار نامہ مرتب کرایا۔ نوشیرواں نے اسے ازسر نو ترتیب دلائی اور اس کا نام "باز نامہ نوشیروانی" رکھا۔ اس کے بعد سامانی خاندان کے مشہور بادشاہ ابوالفوارس عبدالملک بن نوح نے باز نامہ نوشیروانی کا ترجمہ پہلوی سے فارسی میں کرایا اور اس کا نام "جوارح نامہ" تجویز کیا۔

عبدالملک سامانی کے بعد ملک شاہ سلجوقی نے شکار

نامہ از سر نو مرتب کرانے کا اہتمام کیا اور اس غرض کے لیے اپنی مملکت اور دوسرے ممالک سے مشاہیر فن کو دعوت دے کر بلایا ۔ مثلاً ابوالجوارح خواجہ علی بن محمد نیشاپوری، ابوالملک سہیل بلخی ، ابوالعباس بن فضل ترمذی، عبداللہ بن خالد مروزی ، علی بن عبداللہ خوارزمی ، حاجی بیگ رومی ، خواجہ زکی عراقی ، افضل الدین فارسی ، خواجہ محمد تبریزی ، اسماعیل سیستانی ، سرباد ہندی ، تالش ترکستانی ، خواجہ زنگی اصفہانی ، عبدالعزیز مصری ، صدفنوس مغربی ۔

ممتاز ارباب فن : ان میں سے شکار کے تمام فنون کا بہترین ماہر ابوالجوارح خواجہ علی بن محمد نیشاپوری تھا ۔ باقی اصحاب میں سے بعض کو جملہ فنون میں خاصی مہارت تھی ۔ مندرجہ ذیل اصحاب صرف ایک ایک فن میں طاق تھے :

۱ ۔ شکاری جانوروں کو غذا دینا اور
ان کی پہخال پہچاننا . . . . خواجہ زکی عراقی

۲ ۔ بیماری پہچاننا . . . . . . حاجی بیگ رومی

۳ ۔ دوا دینا . . . . سرباد ہندی

۴ ۔ کریزداری اور
کریز خانہ سازی . . . . خواجہ عبداللہ خوارزمی

ملک شاہ نے محمد بن قلیچ نظامی کو مقرر کر دیا کہ یہ اربابِ فن جو کچھ بتاتے جائیں ، اسے پورے اہتمام سے قلمبند کرتا جائے ۔ یوں نیا شکار نامہ مرتب ہوا اور اس کا نام ”صید نامہ ملک شاہ“ رکھا گیا ۔

شکار نامہ ایل‌خانی اور صید المراد : طغان تیمور خاں ایل خانی (۱۳۳۸-۱۳۵۱ء) نے ”صید نامہ ملک شاہ“ کو

پیش نظر رکھ کر نئی کتاب مرتب کرائی اور اس کا نام "شکار نامہ ایل خانی" رکھا - میاں محمد داؤد خاں فرماتے ہیں کہ یہ شکار نامہ قدیم و مغلق فارسی میں تھا - میں نے اسے نئے سرے سے لکھا - یوں نئی کتاب بہت یسیرالفہم بن گئی - اور میاں صاحب نے اپنے تجربات کی بناء پر اس میں اضافے بھی کر دیے - سب سے بڑھ کر قابل ذکر امر یہ ہے کہ شکاری جانوروں کے لیے جو دوائیں تجویز کیں، ان میں اکثر کے نام ملکی زبان میں لکھے تاکہ شایقین کو اس کتاب سے استفادہ میں کوئی دقت پیش نہ آئے -

اس حقیقت میں کوئی شبہ نہیں کہ میاں صاحب نے دقت نظر سے ایک ایک نکتے پر غور کیا - جو کچھ پہلے لوگ لکھ گئے تھے - اس کو اندھا دھند اٹھاکر نقل نہ کیا بلکہ خود ہر بات کا تجربہ کر کے صحیح حالت لکھی - شکار کے فن سے ناواقف محض بھی کتاب کو غور سے پڑھے گا تو میاں صاحب کی وسعتِ تجربہ اور امعانِ نظر کا اسے بخوبی اندازہ ہو جائے گا -

حکیم محمد صدیق عباسی نے بیان فرمایا کہ کسی صاحب سے سنا تھا، میاں داؤد نے جنوبی سندھ کے کسی جنگل میں باز چھوڑ کر ان کے بچے نکلوائے تھے - یہ واقعہ پیش آیا ہو یا نہ آیا ہو لیکن شکاری جانوروں کے متعلق میاں صاحب کی معلومات حد درجہ حیرت انگیز ہیں - لطف کی بات یہ ہے کہ وہ شکار کو بیکاری کا مشغلہ نہ سمجھتے تھے بلکہ صاحبِ فن کی حیثیت میں اس پر متوجہ ہوئے تھے - اس فن کے علاوہ طبابت میں یدطولیٰ حاصل کرنے کا واقعہ ہی اس حقیقت کا ایک روشن ثبوت ہے کہ وہ اپنا پورا وقت مفید

کاموں میں صرف فرماتے تھے -

مضمون کتاب: کتاب میں مندرجہ ذیل شکاری جانوروں کا ذکر ہے: باز، باشہ ، شاہین ، چرخ ، بحری، خنافہ (چرخ کی ایک قسم) ، شنقار ، سنگ سنگ ، طغرل -

ہر جانور کی خصوصیات الگ الگ بیان فرمائی ہیں - مثلاً یہ کہ رنگ کیسا ہوتا ہے۔ آنکھوں کی کیفیت کیا ہوتی ہے - فلاں فلاں جانوروں میں کیا کیا عیب ہوتے ہیں - ان کی آنکھیں کھولنے کی کیا ترکیب ہے۔ اگر وہ بیمار پڑ جائیں تو علاج کس طریق پر کرنا چاہیے - ایک ایک بیماری کی پوری کیفیت لکھ کر نسخے تحریر کیے ہیں - غرض شکاری جانوروں کے متعلق کوئی ضروری چیز ترک نہیں کی - ان کو شکار کے لیے تیار کرنے کی تدبیریں تو انتہائی تفصیل سے بیان کی ہیں -

جانوروں کی خصوصیات: ایک موقع پر جانوروں کی خصوصیات بڑی دقت نظر سے لکھی ہیں - جو یہاں درج ہونے کے قابل ہیں:

باز : . . منظور نظر بادشاہاں

شنقار : . . پرواز درکار

شاہین : . . دلاور و بلند پرواز

چرخ : . . با تجمل و دور بیں

بحری : . . سخت کوش و دلاور

عقاب : . . کوشندہ

ہما : . . مبارک و کم آزار

بوم	.	.	. روزکور و بیمار
باشه	.	.	. چالاک و رنگیں
شیر	.	.	. پر دل و غراں
پلنگ	.	.	. جنگ آور و کامراں
یوز	.	.	. ترش روے و خونخوار
سگ	.	.	. شکم بندہ
خر	.	.	. زشت آواز و ناخوش
استر	.	.	. شموس و بد خو
تدرو	.	.	. بحالِ خویش نازاں
کلنگ	.	.	. زیرک و ھشیار
قاز	.	.	. غوغا کنندہ و شناور
خرگوش		.	. ھمه روز درخواب و اندوھگیں
کلاغ		.	. عاجز پرحذر از دشمن پرحذر
خروس	.	.	. خروشندہ
کبک	.	.	. خنداں در کوھسا
بوتیمار	.	.	. برلب دریا نشسته
کنجشک		.	. عاجز و مسکیں
گوزن	.	.	. بد دل و گریزاں
آھو	.	.	. سیاہ چشم و کم آزار
خوک	.	.	. بے حمیت و گندہ
شتر	.	.	. حمال و بارکش
اسپ	.	.	. محبوب و مبارک رو

خاتمہ کتاب: کتاب کے خاتمے میں میاں صاحب نے بلبل، طرطی، کبوتر اور دوسرے پالتو جانوروں کی بیماریوں کا حال اور ان کے علاج کی تدبیریں لکھی ھیں اور تمام دواؤں کے نام ملکی زبانوں میں تحریر کیے ھیں تاکہ ان کے حاصل کرنے میں کوئی دقت پیش نہ آئے۔ اس کے بعد گھوڑوں کی بیماریاں اور ان کے علاج رقم فرمائے ھیں۔ کتاب کا یہ حصہ ھمارے ملک کے لیے بیطاری کا ایک نہایت بیش قیمت ذخیرہ ھے۔ ضروری ھے کہ کم از کم اس حصے کا ترجمہ ملکی زبانوں میں کرا کے بہ تعداد کثیر چھپوا دیا جائے تاکہ عام لوگ اس سے استفادہ کرسکیں۔

یہ "صید المراد" کی سرسری کیفیت ھے، جس سے کتاب کی حیثیت کا ایک حد تک اندازہ ھوسکتا ھے۔ انگریز لفٹنٹ کرنیل نے اسے صرف اس غرض سے شائع کرایا تھا کہ شکار کے شائقین فائدہ اٹھا سکیں لیکن کتاب کی حیثیت محض یہ نہیں کہ امیر لوگ اسے اپنے تفریحی مقاصد کے لیے استعمال کریں۔ کتاب کی فنی حیثیت بہت بلند ھے اور اس کے ساتھ پالتو پرندوں اور جانوروں کے متعلق جو کچھ شامل کردیا گیا ھے، وہ بہت قیمتی ھے۔

طب کے متعلق تصنیف: بعض اصحاب سے معلوم ھوا کہ میاں محمد داؤد خاں نے فن طب میں بھی ایک نہایت عمدہ کتاب لکھوائی تھی۔ لیکن اس کتاب کا اب تک کوئی سراغ نہ مل سکا۔ لہٰذا اس کے باب میں کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ البتہ یہ امر عین قرین قیاس ھے کہ میاں داؤد جیسے بلند علمی ذوق کے آدمی نے طب پر بھی کتاب لکھوائی ھو، اس لیے کہ وہ خود فن طب میں دستگاہ وافی رکھتے

چونتیسواں باب

شعر و ادب

(۱)

سندھ اور شعر و ادب: اگرچہ دوسرے خطوں کی طرح سندھ میں بھی اونچے درجے کے ادیب اور شاعر کم پیدا ہوئے اور معلوم ہے کہ عام اصنافِ علوم کی مانند شعر و ادب میں بھی بلندی مرتبت ہمیشہ محدود رہی ہے لیکن اس حقیقت کے اعتراف میں تامّل کی گنجایش نہیں کہ سندھ میں شعر و ادب کا ذوق بھی برابر عام و ہمہ گیر رہا۔ مثلاً اگر صرف "مقالات الشعرا" ہی کو اٹھا کر دیکھ لیا جائے تو واضح ہوجائے گا کہ ہر دور میں متوسط درجے کے شاعر اور ادیب بہ کثرت موجود رہے اور وہ کسی ایک شہر یا قصبے تک محدود نہ تھے بلکہ سندھ کے تمام شہروں اور قصبوں نے اربابِ

ذوق پیدا کیے اور ان میں ایسے مقامات بھی شامل ہیں، جن میں آج کسی اچھے شاعر کا وجود سراسر باعثِ حیرت سمجھا جائے گا - یہ امر بھی قابلِ غور و توجہ ہے کہ سندھ میں شاعروں اور ادیبوں کی کثرت ہی نے میر علی شیر قانع کو "مقالات الشعر" جیسی کتاب مرتب کرنے پر آمادہ کیا - دوسرے خطوں میں اس قسم کی کتابیں شاید ہی مرتب ہوئی ہوں -

مایہ ناز ادیب : یہ دعویٰ تو غالباً سندھ و اہلِ سندھ کے لیے بجا و برمحل نہ سمجھا جائے کہ ابوالفضل اور فیضی کے اجداد کا اصل وطن سندھ ہی تھا لیکن اس فخر کے حق بہ جانب ہونے میں کسے کلام ہوسکتا ہے کہ ابوالفتح قابل خاں جیسا شہرۂ آفاق ادیب سندھی ہی تھا؟ قانع نے لکھا ہے کہ جس زمانے میں لاہری بندر شہزادہ اورنگ زیب کی جاگیر میں تھا - ابوالفتح اس بندرگاہ کے زمرۂ محرران میں شامل تھا - کارپردازوں سے حساب مانگا گیا، حساب درست ثابت ہوا - ابوالفتح نے ایک درخواست شہزادہ کی خدمت میں پیش کر کے مدد خرچ مانگا - درخواست شہزادے کے ملاحظے سے گزری تو طرز انشاء کو دیکھتے ہی ابوالفتح کو منشیوں میں ملازم رکھ لیا - اورنگ زیب تخت نشین ہوا تو ابوالفتح کو "قابل خاں" کا خطاب دے کر میر منشی بنا دیا (ح-۱)- واضح رہے کہ اورنگ زیب خود یگانہ ادیب تھا - غور فرمائیے کہ قابل خاں کتنا عظیم المرتبت منشی ہوگا، جس کے اسلوبِ انشاء کو دیکھ کر میر منشی کا عہدہ دے دیا گیا -

پھر کلھوڑوں کے عہد میں منشی عبدالرؤف ایک بلند پایہ

۱- "مقالات الشعرا" ص- ۲۲ -

ادیب و منشی تھا - جن لوگوں نے سرکاری خط و کتابت میں فارسی کے پرانے، پرتکلف اور استعارہ آمیز انداز تحریر کو چھوڑ کر صاف، سلیس اور بے تکلف اسلوب نگارش کو فروغ دیا، ان میں منشی عبدالرؤف خاص طور پر قابل ذکر ہیں - لطف یہ کہ سادگی، سلاست اور بے تکلفی کے باوجود منشی صاحب موصوف کا اسلوب سراسر عالمانہ ہے اور اس کی پیروی وہی کرسکتا ہے جو عربی اور فارسی کا یگانہ ماہر ہو - یہ حقیقت منشی صاحب کے مجموعۂ مکاتیب کو دیکھنے سے واضح ہوسکتی ہے -

ادب و شعر کی سر پرستی : کلھوڑوں نے اپنے عہد حکومت میں ادب و شعر کی سرپرستی میں حتی الامکان کوئی دقیقۂ سعی اٹھا نہ رکھا - بے شک ان کے عہد میں مغل شاہنشاہوں یا عبدالرحیم خاں خانخانان کی سی داد و دہش کے واقعات نہیں ملتے - اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ کلھوڑوں کے پاس مغل سلاطین و امرا کے سے وسائل موجود نہ تھے - ایک وجہ یہ بھی ہوسکتی ہے کہ سرپرستی کا تصور مختلف تھا - ایک سرپرستی یہ ہے کہ شاعروں اور ادیبوں کے قصیدوں اور منشآت پر بڑی بڑی رقمیں بے دریغ انعام میں دی جائیں - ایک سرپرستی یہ ہے کہ اچھے ادیبوں اور شاعروں کے گزارے کا بندوبست کردیا جائے تاکہ وہ فارغ البال ہو کر اپنے مشاغل میں منہمک رہیں - کلھوڑوں کی سرپرستی پہلی قسم کی نہیں، دوسری قسم کی تھی - تاہم اسے سرپرستی ہی کہا جائے گا اور بیسیوں آدمی اس سرپرستی سے فائدہ اٹھاتے رہے -

میاں نور محمد خاں : منشی عبدالرؤف پہلے بختیار خاں پنی

کے پاس ملازم تھے - اس کے بعد میاں یار محمدؐ خاں کے میر منشی بن گئے - میاں نور محمدؐ خاں کے عہد میں بھی بدستور میر منشی رہے - ان کی وفات پر منشی صاحب کا نواسہ منشی گری کی خدمت پر مامور ہوا ، پھر میاں غلام شاہ خاں کے عہد میں منشی صاحب کے بھائی نے یہ منصب سنبھال لیا -

میاں نور محمدؐ خاں دینی مذاق کے آدمی تھے - ان کا سارا وقت اہم ملکی اور قومی کاموں میں بسر ہوتا تھا - نظر بہ ظاہر ان کی طبیعت کو شعر و شاعری سے چنداں مناسبت نہ تھی تاہم وہ بھی وقتاً فوقتاً مصرع ہائے طرح تجویز کرکے غزلیں لکھواتے تھے - مثلاً قانع نے لکھا ہے کہ ایک موقع پر میاں صاحب نے شیخ شکراللہ ناظم ٹھٹھ کے پاس یہ مصرع بھیجا :

سیہ چشمے ز ھند آورد پیغام رمِ آھو

اور فرمایش کی کہ اس کا پیش مصرع بہم پہنچایا جائے - شیخ شکراللہ نے یہ مصرع شعرائے ٹھٹھ کے روبرو پیش کیا ہوگا - محسن ٹھٹھوی نے نہ صرف اس کی تضمین کی بلکہ اس پر ایک غزل لکھی جس کے تین شعر "مقالات الشعرا" میں مرقوم ہیں :

نگه از زلفِ مشکینِ تو شد دامِ رمِ آھو
سیه چشمے ز ھند آورد پیغامِ رمِ آھو
بایں وحشت نگاھی چشم الفت از تو می دارد
بود آغاز رمہائے تو انجامِ رمِ آھو
زمیں را چشمِ حیرت باز شد بہرِ تماشائے
به صحرا نقشِ پانشست از گامِ رمِ آھو (ح-۱) -

۱- "مقالات الشعرا" ص- ۳۱۸ -

محمد مراد یاب خاں: میرزا معز اصفاہانی کے حالات میں مرقوم ہے کہ وہ ۱۱۶۶ھ میں ٹھٹھ پہنچا تو اس کے علم و فضل کی قدردانی و پایہ شناسی کرتے ہوئے:

میاں محمد مراد یاب خاں بہ آرزو و نیاز تمام بہ حضور طلبیدہ زیادہ بر مولوی محمد جعفر قربتش داد - یکچندے ماندہ بہ معاینہ مصلحت وقت دامن خود را از دست مجالست میاں مذکور پاک بر چیدہ از راہ تھتھ بہ بندر بنبئی و از آن بہ طرف دکن شتافت (حـ ۱) -

میاں محمد مراد یاب خاں نے بڑی خواہش اور نیاز مندی سے بلایا اور مولوی محمد جعفر شیرازی سے زیادہ مقرب بنا لیا - کچھ مدت معز وہاں رہا - پھر مصلحت وقت کی بناء پر میاں صاحب کی مجالست سے ہاتھ کھینچ لیا اور ٹھٹھ کے راستے بمبئی، وہاں سے دکن چلا گیا -

میاں میرزا معز کے الگ ہوجانے اور سندھ سے دکن چلے جانے کے متعلق بحث و کاوش غیر ضروری ہے - لیکن مندرجۂ بالا واقعہ سے روز روشن کی طرح آشکارا ہے کہ جب باہر سے کوئی اہل کمال سندھ پہنچ جاتا تھا تو کلھوڑے حکمران اس کی قدر و منزلت میں کوئی دقیقۂ سعی آٹھا نہ رکھتے تھے اور کمال پروری و ہنر نوازی کا یہ سلسلہ ان کے آخری عہد تک بہ دستور باقی رہا -

محسن: اب مناسب معلوم ہوتا ہے کہ کلھوڑہ دور کے

۱- "مقالات الشعرا" صـ ۳۲۷ -

منتخب شعراء و ادباء کے سرسری حالات پیش کرتے ہوئے ان کے کلام کا نمونہ درج کر دیا جائے تاکہ خوانندگان کتاب پر اس عہد کے شعر و ادب کی کیفیت بخوبی واضح ہو جائے۔

اس دور کے شعراء میں محسن ٹھٹھوی کا ذکر سب سے پہلے آنا چاہیے، اس لیے کہ وہ نہ صرف کلھوڑوں کے دور کا بلکہ پورے سندھ کا بہترین شاعر ہے۔ میرے نزدیک نثر میں منشی عبدالرؤف اور نظم میں محسن یقیناً بے مثال ہیں۔ لیکن تعجب اس بات پر ہے کہ ان دونوں کی نثر و نظم اب تک اشاعت سے محروم رہی۔ افسوس کہ ہندوستانی تذکرہ نگاروں کو ان دونوں کے متعلق کچھ بھی معلوم نہ ہو سکا اور تمام تذکرے ان کے ذکر سے خالی ہیں۔ میر علی شیر قانع نے جو تذکرہ لکھا، وہ بھی چھپ نہ سکا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ سندھی علم و فضل کے یہ یگانہ گوہر اب تک گمنامی میں پڑے ہوئے ہیں۔

قانع نے محسن کے متعلق لکھا ہے:

در تتہ بہ ایں کمالیتِ شاعری و لطافتِ سخن و ملاحتِ کلام کسی برنیامدہ۔

شاعری، لطافت سخن اور ملاحتِ کلام کے اعتبار سے ٹھٹھ نے محسن جیسا دوسرا پیدا نہ کیا۔

صرف ٹھٹھ ہی نہیں، پورے سندھ میں اس کا ہمتا کسی بھی دور میں نظر نہیں آتا۔

حالات: نسب یوں ہے: محمد محسن بن نور محمد بن ابراہیم بن محمد یعقوب۔ خاندان کا پیشہ ریشم فروشی

تھا اور محسن کے بزرگوں میں سے کسی کو بھی شعر و ادب سے کوئی مناسبت نہ تھی ۔ اس خاندان میں یہ گراں مایہ گوہر پیدا ہوا ۔ نواب لطف علی خاں رضوی بکھری کی صحبت میں تربیت پائی ۔ تھوڑی ہی مدت میں طبعی جوہر چمک اٹھے ۔ جو صاحبِ ذوق ٹھٹھ پہنچتا اور محسن کے شعر سنتا ، وہ اس کے دیوان کی نقل حاصل کرنے کے درپے ہو جاتا اور اسے ٹھٹھ کا سب سے بڑا تحفہ سمجھتا ۔ مغلوں کے دور میں ہندوستان سے ٹھٹھ میں جو صوبہ دار مقرر ہو کر آتا ، وہ محسن سے حسنِ سلوک میں کوتاہی نہ کرتا ۔ میاں نور محمدؒ نے بھی اس کے لیے مستقل معاش مقرر کر دی تھی ، جس کی مقدار ''مقالات الشعراء'' میں صرف پندرہ روپے ماہانہ بتائی گئی ہے ، جو میرے نزدیک بہت کم ہے ۔ اغلب ہے ، وقتاً فوقتاً انعام بھی ملتے ہوں ۔ یہ بھی حقیقت معلوم ہوتی ہے کہ محسن کی قدر اس کی بلند حیثیت کے مطابق نہ ہوئی ، اس لیے کہ تمام قصیدوں میں قدر ناشناسی کا شکوہ موجود ہے ۔ کلھوڑہ دربار سے وابستہ ہونے کے بعد وہ خداباد بھی گیا ۔ ممکن ہے ، اکثر وہاں جاتا آتا رہا ہو ۔ ۲۰ شوال ۱۱۶۳ھ (۱۱ ستمبر ۱۷۵۰ء) کو وفات پائی ۔ قانع نے لکھا ہے کہ صرف بیالیس سال کی عمر تھی (ح ۱) ۔ اس بناء پر سمجھنا چاہیے کہ محسن ۱۱۲۰ھ یا ۱۱۲۱ھ میں پیدا ہوا ۔

تصانیف : ''مقالات الشعراء'' میں محسن کی مندرجۂ ذیل تصانیف کا ذکر ہے :

۱ ۔ عقد دوازدہ گوہر در مناقب ائمہ اثناء عشر ۔

---

۱ ۔ ''مقالات الشعرا'' ص ۳۱۳ ۔

۲ - طرازِ دانش	در بیان ولادت حضرت صاحب الزمان -
۳ - حملۂ حسینی	یہ کتاب حضرت امام حسین کے حالات میں بہ تتبع حملۂ حیدری شاہنامہ اور سکندر نامہ کی بحر میں لکھی تھی اور اس کے دس ہزار شعر تھے -
۴ - دیوان	غزلیات ، قصائد ، قطعات ، رباعیات وغیرہ -
۵ - محک کمال	قدیم و جدید فارسی شعراء کے اچھے کلام کا انتخاب - یہ کتاب محسن نے آغا محمد کریم صفاہانی کی فرمائش پر مرتب کی تھی - (ح ۱)

''محک کمال،، کا جو قلمی نسخہ میری نظر سے گزرا، وہ کم و بیش تین سو ساڑھ صفحات پر مشتمل تھا - اساتذہ کے اشعار ردیف وار مرتب کیے ہیں - بادی النظر میں معلوم ہوا کہ انتخاب اتنا اچھا نہیں جتنا کہ محسن جیسے خوش ذوق شاعر کا ہونا چاہیے تھا -

انتخاب قصائد: قصائد اکثر نعت و منقبت میں ہیں - صرف چند قصیدے ملوک و امراء کی مدح میں لکھے گئے - مثلاً نادر شاہ ، میاں نور محمد خاں عباسی ، میاں مراد یاب خاں ، تقی محمد خاں ، نواب صادق علی خاں ، وغیرہ -

---

۱- ''مقالات الشعراء'' ص ۳۰۰ -

میاں نور محمد خان اور مراد یاب خان کے متعلق قصائد میں سے کچھ اشعار ذیل میں درج ہیں:

بلند قدر فلک مرتبت زمین تمکین
به بزم جم، به سخا حاتم و به رزم پلنگ
نہالِ دوحهٔ هاشم بهار عباسی
نصیر بخت خدا یار خان ثابت جنگ

....

ز خود برآ و برو سیر کن خدا بادش
مباش سست که این جاشتاب به زد رنگ

....

کمر ز رشتهٔ جاں بستم و رواں گشتم
متاعِ نظم بدوشِ اشتیاق پیش آهنگ
کنوں که از کرمِ حق به خاک درگاهش
ز لوح آئینهٔ بختِ خود زدودم زنگ

———

قلعهٔ کفری به کچ کرد چو مفتوح باز
هر که نظر کرد گفت فاتحِ خیبر رسید
رفت عمرکوٹ را از بت و بت خانه ها
طرفه شکستی ازو بر بت و پیکر رسید

....

محسنِ گمنام را نام تو نامی بود
ز انکه سہارا ضیا از مہِ انور رسید
این که به او از ازل از رهِ امدادِ حق
دل به محبت گرو طبع سنخور رسید

نور محمدی ز جبینِ تو روشن است
چون نورِ مہر ز آئنۂ مہ بہ آن عکاس
سرو تو قد دوحۂ ہاشم کشیدہ است
شمعِ تو نور کردہ ز عباس اقتباس
طوفان آب تیغِ جہادت بہ ملک کچ
بنیاد کفر داد بہ سیلاب اندراس

....

اقبال چاکرا فلک از راہ کینہ ام
سرگشتہ بہر دانہ نمود است ہمچو آس
از بسکہ گشتہ است مجزای کتابِ دل
از خاطرم گسیختہ شیرازۂ حواس
کم نیستم ز طالب و عرفی درین زمان
دارم سخن بسی و ندارم سخن شناس
چون درگہِ تو مرجعِ ارباب حاجت است
دارد بہ حضرت تو مراین بندہ التماس
کان وجہِ قوتِ جمع پریشان بہ رغمِ چرخ
گردد مضاعف از کرم و لطفِ بی قیاس
تا با حضور قلب پئے چاکرانِ تو
گیرم رہِ دعا و بجا آورم سپاس

مراد یاب خاں: ایک قصیدہ مراد یاب خاں کی مدح میں ہے ۔ یہ یا تو اس وقت کہا گیا جب میاں نور محمد خاں کے زمانے میں مراد یاب ٹھٹھ آیا تھا یا مراد یاب خاں کے مستقل حکمران بننے پر کہا گیا ۔ اس کے چند اشعار ملاحظہ فرمالیجیے:

گلِ مراد اگر یافت تتّہ درکار است
مراد یاب بود ہر کرا خدا یار است

بہارِ مقدم فیضی کہ یافت این صوبہ
کہ خاک تا بہ لبِ بام رشک گلزار است

درین دیار کہ آراست محفلِ عشرت
کہ نغمۂ طربی بر زبانِ ہر تار است

نسیم روح فزائے کہ یافت این گلشن
کہ دستہ دستۂ گل ہا بہ نوکِ ہر خار است

....

ز حال محسن مداح سرسری مگزر
کہ بس نزار و پریشان چو زلف دلدار است

... .

سخن کہ زادۂ فہم است و آفریدۂ حق
یکی ز معجزہ ہای رسولِ مختار است

اگر ز بی بصری قدر او نداند کس
چہ غم کہ اہل سخن را بدو سروکار است

ولی کجاست سخن تا ازان کسی گوید
نہ این سخن کہ زبانہا ازو بہ گفتار است

سخن کہ فصلِ بہارِ کمالِ انسانیست
بہ دل نشینیٔ جانہا چو پیکرِ یار است

میرک محمدؐ حسن احسن میاں نور محمدؐ خاں کی طرف سے ٹھٹھہ میں شیخ الاسلام تھے۔ وہ اور شیخ شکراللہ ناظم ٹھٹھہ محسن کی بہت عزت کرتے تھے۔ شیخ الاسلام کی مدح کے ایک قصیدے کا مطلع ہے:

گر برد بادِ صبا خلقِ تو در صحنِ چمن
گل کند از لبِ ہر غنچہ کہ احسن احسن

اس قسم کے اشعار ایک قادرالکلام استادِ فن ہی کہہ سکتا ہے۔

حضرت صاحب الزمان کو خطاب کر کے جو اشعار کہے، ان میں سے دو درج ذیل ہیں:

جہاں از رنگِ ظلمت تیرہ تر شد از دلِ مشرک
بہ تیغِ کفر پردازد سر صیقل گری دارم

زبس پوشیدہ حق را باطل از مسلم نما کافر
مسلمانی کہ دارم در لباس کافری دارم

غزلیات: غزلیات کے متفرق اشعار ملاحظہ فرمائیے:

جز مرتضیٰ علی در خیبر کہ می کند
محسن کشاد کار ز اہل ہمم طلب

———

باعث جوش و خروش عارف روشن ضمیر
از دل دریا بپرس و از لب دریا مپرس

چشم جادوئے تو از مستی بر اعجاز نگہ
خوشۂ انگور سازد سجۂ صد دانہ را

قسمتِ ہر کس بقدر ہمتِ والائے اوست
میر سد از سنگ طفلاں روزی دیوانہ را

———

برق جولانیم در راہِ محبت دور نیست
جادہ پیچد ہم چو مو از گرمیٔ رفتارِ ما

زیک اشک ندامت جرم عالم مے تواں شستن
بچشم خویش دیدم وسعتِ دریاے رحمت را

همتِ پیر مغاں بیں که دو صد کون غمم
سبک از جاے بیک گردش مینا برداشت

زمین قابلِ میخانه دارد طرفه تاثیرے
اگر زاهد دروں مسواک کارد تاک برخیزد

کو مصرع درست به دیوان روزگار
یک بیت "عزلت" از دو جهان انتخاب گیر

گر ساکنِ میخانه و گر تکیه نشینیم
زاهد تو و دین تو و ما شاد به دینیم

رسید ایں سخن از برهمن مرا "محسن"
که بت پرست تواں باش وخود پرست مباش

خانه بے سقفے براے نام دارم چوں نگیں
ورنه من آسوده ام در سایهٔ دیوارِ خویش

از بسکه گردِ کینه جهاں را گرفته است
یک سینه بے غبار بعالم نیافتیم
یاراں رقم کنید بلوحِ مزارِ ما
رفتیم زیں خرابه و همدم نیافتیم

ذراتِ کائنات ز مہرِ تو روشن است
ایں نکتہ خواندہ ام ز کتاب مبین صبح

بشگفتہ در دل از تو گل یاد یار ما
اے درد یار باش دمے از دیار ما

رباعیات: نمونے کے طور پر چند رباعیاں ملاحظہ فرمالیجئے:

در ماتمِ شاہ مو بمو غمناکم
چوں گل همه خونم و گریباں چاکم
کو طاقت ضبط نالہ و آہ مرا
معذورم اگر چو اشک برسرِ خاکم

ہر چند شعار پوشیدہ بسے
کے می رود از دلق فقیری بہ کسے
لیکن ز کجا بهم رسانم زیں قوم
صاحب سخنے، داد دہے، نکتہ رسے

چوں موج تمام اضطرابم چہ کنم
گرداب صفت بہ پیچ و تابم چہ کنم
از وعدہ خشک آن فریبندۂ دل
مستغرق قلزم سرابم چہ کنم

اے یازدہ در ز یک صدف کردہ ظہور
وے فیضِ شما نمودہ عالم معمور
بر ”محسن“ پر گناہ چشمے کر سے
اے عفوِ شما نمونۂ عفوِ غفور

ایسے اشعار مشہور اساتذہ کے دواوین میں بہت کم ملیں گے۔

''محسن،، از عشق تو در پیری نخواہد توبہ کرد
مے کشی ہر چند در ماہتاب باشد بہتر است

اس مضمون کو غالب نے بھی اردو میں ادا کیا ہے:

پی جس قدر ملے شبِ مہتاب میں شراب
اس بلغمی مزاج کو گرمی ہی راس ہے

غالب کا شعر محسن کے آخری مصرع کا خوب صورت مرقع ہے، لیکن محسن نے اس مضمون سے ایک عمدہ بات پیدا کرلی۔

جدت: محسن کی ایک خوبی یہ ہے کہ وہ نئی نئی تشبیہیں اور استعارے بے تکلف پیدا کرلیتا ہے اس کی جدت کے چند نمونے ملاحظہ فرمائیے:

اے شوخ چشم! زلفت از ملکِ دل ستانی
شاہِ جہانِ اول، صاحب قرانِ ثانی
دارا شکوہِ خطت اورنگ زیب عارض
ابرو بسان افسر سرگرم سائبانی
در لشکرِ کرشمہ خال تو فیل باشد
مژگانِ راجپوتاں صف صفِ بہ پاسبانی
روزے کہ سکۂ داغ بر قلب ما نشاندی
حکمت چو اشک ما یافت در شش جہت روانی
دار الخلافۂ دل چوں شد مسخرِ تو
بنشین بہ دردِ محسن، بر تخت حکمرانی

تا دلم در کف نیاری، عقل و دینم کے بری
با مقدمِ اولاً در ساز و پس دہ را بتاز
گر جنوں کامل نہ باشد باخرد شو آشنا
چو گواہ دعویت سست است با قاضی بساز
چوں بحکم شرع بخشد آب را اتطہیر آب
جرمِ مے خواراں بشوید قطرۂ اشکِ نیاز

خالِ مشکیں بر لبِ شیرین یار افتادہ است
از غریبی ہندوے در قندھار افتادہ است

''خال،، ''ہندو،، ''لب شیریں یار،، اور ''قندھار،، کی مناسبتیں محتاج تصریح نہیں۔

میر علی شیر قانع: میر علی شیر قانع بن عزت اللہ، بن میر کاظم، بن میر مقیم۔ قانع کے اجداد شیراز سے آئے تھے۔ خود یہ ۱۱۴۰ھ میں پیدا ھوا۔ اور ٹھٹھ ھی میں تربیت پائی۔ اوائل ھی میں آٹھ ہزار اشعار کا دیوان مرتب کرلیا تھا۔ پھر کسی وجہ سے اس دیوان کو دریا میں ڈال دیا۔ دو سال بعد میر حیدر الدین ابوتراب کامل کی شاگردی اختیار کی اور از سرِ نو شعر کہنے شروع کیے۔ کامل ھی نے اس کے لیے قانع تخلص تجویز کیا۔ اس سے پیشتر وہ ''مظہری،، تخلص کرتا تھا۔

میاں غلام شاہ خاں نے قانع کو نظم و نثر میں تاریخ نگاری کا کام سونپ دیا تھا لیکن یہ معلوم نہیں کہ اس نے کیا کچھ لکھا۔ تاریخ کے سلسلے میں نظم و نثر کی کوئی کتاب یا اس کا کوئی جزو نہیں مل سکا۔

قانع درمیانے درجے کا شاعر ہے، نثر بھی درمیانے درجے کی لکھتا ہے۔ مقالات میں اس نے اپنی متعدد تصانیف کا ذکر کیا ہے۔ مثلاً :

۱ - قصہ کامروپ	مثنوی، تین ہزار بیت۔ یہ قصہ قانع نے ابوالفتح قابل خاں کے نام معنون کیا تھا۔
۲ - شمہ از قدرت حق	مثنوی
۳ - وقعات حضرت شاہ	" ڈیڑھ ہزار بیت۔
۴ - قضا و قدر	"
۵ - چہار منزلہ	" ہزار بیت۔
۶ - اشعار متفرقہ در صنائع و تواریخ	ہزار بیت۔
۷ - بوستان بہار	در تعریف کوہ مکلی (نثر)۔
۸ - تزویج نامہ حسن و عشق	
۹ - دیوان	غزلیات و قصائد و مخمس و ترجیع بند وغیرہ۔
۱۰ - نثر نوآئین	
۱۱ - تحفۃ الکرام	
۱۲ - مقالات الشعرا	
۱۳ - ساقی نامہ	مثنوی

قانع کی اہمیت و عظمت کی بنیاد یہ ہے کہ اس نے سندھ کے اکابر علم و فضل اور مشاہیر شعر و ادب کے تذکرے لکھ کر ان کے نام اور اشعار ہمیشہ کے لیے محفوظ کردیے۔

اگر یہ کارنامے قانع کے ھاتھوں انجام نہ پاتے تو ان مشاھیر کی کوئی چیز بھی آج سلامت نہ ملتی ۔

قانع کی کہی ھوئی متعدد تاریخیں کتاب میں جا بجا درج ھوچکی ھیں ۔ اشعار معمولی ھیں ۔ صرف نمونے کے طور پر چند ذیل میں پیش کیے جاتے ھیں :

در کلام ھر کہ از سوز درونش شور نیست
گر ھمہ از آسماں نازل شود مشہور نیست

ھر کس ز رھے رود بہ سویش
از بہر خدا چہ اختلاف است

قطرہ شود ز بحر بدر چوں گہر شود
یارب مباد ھیچ کسے با ھنر شود

آفت اندر دھر بر مردم ھمیں نام است و بس
گرد خود گردیدنیہا حلقۂ دام است و بس

دریں زمانہ چو قانع بہ حرف می گیرند
حصار آبرو است آن لبے کہ خاموش است

محمد پناہ رجا : سندھ کا تیسرا بڑا فارسی شاعر محمدؐ پناہ ''رجا،، ھے ۔ اس نے بھی قانع کے استاد میر حیدر الدین ابو تراب کامل کی صحبت میں تربیت پائی تھی ۔ میر لطف اللہ عرف میر متارہ وزیر سندھ کے پاس عزت سے زندگی گزاردی ۔ شعر میں ''رجا،، کا پایہ قانع سے اونچا ھے ، لیکن وہ محسن کو نہیں پہنچتا ۔ ''رجا،، کی کئی تاریخیں اور قطعے کتاب میں نقل کیے

جاچکے ہیں - غزلیات کا نمونہ بھی ملاحظہ فرمالیجیے :

من و عشق نگہ بازی تو و دزدیدہ دیدنہا
من و نظارۂ حسنت تو و ناز آفریدنہا

من و محو رخت بودن تو و در جلوہ افزودن
من و بےخویش گردیدن تو و بر خویش چیدنہا

بہ شمشیر تغافل نیم بسمل شد ''رجا،، ظالم
تو و بر پا حنا بستن من و درخوں تپیدنہا

کمالِ رفعتِ اقبال را باشد زوال از پے
دو پاس آخر فروغ آفتاب از بام پست افتد

واجب بود مرا کہ تخلص ''رجا،، کنم
نامم پناہ بر درِ حیدر گرفتہ است

بہ لاف یک نفس عمر ایں تنک ظرفاں
دروغ ہستی خود چوں حباب می بافتد

چشم او دیدی و از خود شدہ اینت ''رجا،،
چہ قدر مست بہ یک ساغر صہبا شدہ

سرگرم بدیں جوش بدریا کہ رواںست
دریا بکف پا ز حباب آبلہ دارد

پینتیسواں باب

شعر و ادب

(۲)

الہام: میر مرتضیٰ نام، میر کمال الدین احمد رضوی کا فرزند تھا ۔ علم معقول و منقول کی تحصیل کے علاوہ تیس برس کی عمر تک سپاہگری، سواری، کشتی گیری، بانک، شمشیر بازی، تیر اندازی، وغیرہ فنونِ مروجہ میں کامل مہارت حاصل کر لی تھی اور ہفت قلم خط لکھنے میں مشاق تھا ۔ عالمگیر کی خدمت میں پہنچنے کا آرزو مند تھا ۔ اس کی وفات کی خبر سنی تو شاہ عالم بہادر شاہ کے پاس دہلی پہنچا اور اپنے کمالات دکھا کر مورد الطاف ہوا ۔ صورت میں یوسف ثانی تھا ۔ افسوس کہ جوانی ہی میں (۱۱۲۷ھ) عالم بقا کو سدھارا ۔ والد کی خدمت میں شعر کا ذوق پیدا ہوا اور اسی کی تجویز

کے مطابق الہام تخلص اختیار کیا (ح ۱) ۔

ابو احمد خاں : اس کا وطن مراد آباد (ہندوستان) تھا ۔ محمد منعم خاں خانخاناں کے پاس دہلی میں ملازم رہا ۔ پھر دیوان بن کر ٹھٹھ پہنچا ، ایک سال ہالہ کنڈی میں رہا اور دو سال ٹھٹھ میں ۔ اس خدمت سے سبکدوشی کے بعد وطن جارہا تھا ، موضع سن کے قریب ۱۱۰۸ھ میں وفات پائی ۔ جفر جامع کی زکوۃ مع شرائط ادا کرچکا تھا اور علوم میں کمال حاصل کرنے کے علاوہ علم تکسیر کا عامل تھا ۔ شعر بھی کہتا تھا (ح ۲) ۔ اگرچہ سندھی نہ تھا ، لیکن سندھ میں رہا اور یہیں وفات پائی ۔ اس کا فرزند میت کو وطن لے گیا ۔

اشرف : محمد اشرف نام ، سکھر کا باشندہ تھا ۔ اس کے اجداد سلطان محمود بکھری کے پاس اچھے عہدوں پر فائز رہ چکے تھے ۔ قانع نے اس سے محمد آباد میں ملاقات کی تھی ۔ مالی حالت بہت خراب تھی اور ملازمت کی تلاش میں سرگرداں تھا ۔ مندرجہ ذیل شعر میں اس نے اپنی حالت کا نقشہ پیش کیا تھا :

آں را کہ نہ چاشت است نے شام
چہ صبحِ وطن چہ شامِ غربت (ح۔۳) ۔

احسن : محمد احسن نام ، بن ملا عبدالرحیم ، ساکن نیرون کوٹ ۔ کلام پاک کا حافظ تھا اور قرات اتنی عمدہ تھی کہ

۱۔ "مقالات الشعرا" ص ۱۹، ۲۰ ۔
۲۔ "مقالات الشعرا" ص ۲۰ ۔
۳۔ "مقالات الشعرا" ص ۲۴، ۲۵ ۔

شاہ عالم بہادر شاہ بھی اس سے کلام پاک سن کر بے حد محظوظ ہوا۔ اسے اچھا منصب ملنے کی امید تھی لیکن عمر نے وفا نہ کی۔ شعر بھی کہتا تھا۔ مثلاً:

گل کردہ وداع بوستاں را
بلبل بزن آتش آشیاں را (ح۔ ۱)۔

احسن: محمد احسن نام، بن محمد عاقل، ساکن ٹھٹھ۔ شاہی منصب دار تھا اور جوہر خانہ کی داروغگی کا کام سپرد تھا۔ باپ بیٹا دونوں کلام اللہ کے حافظ، عربیت کے ماہر اور ورع و تقویٰ کے پابند تھے۔ قانع نے لکھا ہے کہ سلامت روی آن پر ختم تھی۔ درس و تدریس میں وقت گزارتے تھے۔ احسن کے خاطر محمد حسن دہلی میں رہتا تھا۔ محمد شاہ بادشاہ کے دربار میں اہلِ سندھ میں سے کسی نے ویسی عزت نہ پائی۔ احسن کے چند شعر ملاحظہ فرمائیے:

در زمانِ ما نمی پرسد متاعِ عقل کس
رونق عشقِ بتان بازار دانائی شکست

منزل مقصود نتوان یافت بے دردِ طلب
خارہا در پاے رہرو جادہ پیمائی شکست

اعتصامِ درگہ خیرالوسائل ''احسنا''
دیو حرص و آزرا برگ توانائی شکست (ح۔۲)۔

اکرم: محمد اکرم نام، ٹھٹھ کا باشندہ تھا۔ پہلے دہلی میں وقائع نویسی پر مامور ہوا۔ پھر گجرات میں ایک پرگنے

۱۔ ''مقالات الشعرا'' ص۔ ۲۵۔

۲۔ ''مقالات الشعرا'' ص ۲۶، ۲۷۔

کا فوجدار بن گیا - پھر دس بارہ سال فلاکت میں بسر کیے - جب نادر شاہ کے جہاز سورت سے ٹھٹھ آرہے تھے تو ان میں ناخدائی کی خدمت حاصل کرلی - ٹھٹھ پہنچ کر اس خدمت سے مستعفی ہوگیا - دوبارہ سورت ہوتا ہوا دکن پہنچا اور قلعہ اتنور کا قلعدار بن گیا - اکرم الدین خان کا خطاب حاصل کیا -

سورت جاتے وقت قانع جہاز کے سفر میں ساتھ تھا - راستے میں مرہٹوں کے جہازوں نے حملہ کردیا - تین دن اور تین راتیں سخت پریشانی میں بسر کیں - خدا کے فضل سے نجات پائی - اس موقع میں یہ شعر کہے :

درمیانِ آب و آتش ہم چو گل
کشتیٔ امید ما دارد شنا

گر ز فضل حق نماید رہبری
نیست مخلص از چنیں جوش بلا (۱) -

اسلم : سلیمان بیگ نام، جیسا کہ پہلے عرض کیا جاچکا ہے - نادر شاہ نے اسے سکہ و خطبہ کے نفاذ کے لیے سندھ بھیجا تھا - خدا باد کہنہ میں رہا - محمد محسن ٹھٹھوی سے ملاقات ہوئی تو اسلم نے اپنی ایک غزل امتحاناً تخمیس کے لیے محسن کو دی - سندھ کے نامور شاعر نے تخمیس میں اسلم کے شعروں کو چمکا دیا - صرف آخری بند بہ طور نمونہ درج کیا جاتا ہے :

در آن گلشن کہ طوق بندگی بر خویش می پیچیدم
چو قمری در ہوائے قامتش بسیار گردیدم

۱- ''مقالات الشعرا'' ص ۳۴ -

ز محسن می شنیدم وصف او، اما نہ فہمیدم
اگر ہم چوں سلیم اسلم ز قدش سایہ می دیدم
خیا باں در خیاباں سرو را آزاد می کردم (حـ ۱) ۔

اکسیر: آقا حاجی محمد نام، یہ بھی نادری لشکر کے ساتھ سندھ آیا تھا اور یہیں مقیم ہوگیا ۔ ایک روز مندرجۂ ذیل شعر سنایا :

شبے بہ یاد قدش سر بہ جیب فکر شدم
سحر گہ آنچہ ز لب می فتاد موزوں بود

سننے والوں میں سے ایک نے تعریضاً کہا کہ کیا تھوک بھی موزوں ہوگا؟ آقا نے بے تکلف جواب دیا کہ ہاں تیری داڑھی مونچھوں کی قسم ضرور موزوں ہوگا (حـ ۲) ۔

ابراھیم: ہالہ کنڈی کا قاضی زادہ تھا ۔ شعر بھی کہتا تھا ۔ تاریخیں نکالنے میں اسے خاص مہارت تھی ۔ مخدوم عبدالرؤف ہالہ کنڈی نے مسجد بنائی ۔ ابراھیم نے اس کی

۱۱۶۹ھ

تاریخ نکالی: ربنا تقبل منا بالکرم ۔
ایک چوبدار کی وفات پر یہ تاریخ کہی:

۱۱۶۶ھ

چوبدار اجل رسید کہ خیز (حـ ۳) ۔

آسا رام: قوم کا کھتری تھا ۔ ٹھٹھ میں اکثر دیوانی کی

۱۔ "مقالات الشعرا" ص ۳۴، ۳۵ ۔
۲۔ "مقالات الشعرا" ص ۳۵ ۔
۳۔ "مقالات الشعرا" ص ۱۴ ۔

خدمت پر مامور رہا - ایک وقت میں شاہ بندر کا ناظم بن گیا تھا - میاں محمد مراد یاب خاں کے عہد حکومت میں ایک مرتبہ ٹھٹھ کے تمام محالات کا انتظام اس کے حوالے ہوگیا تھا - بہت خوش اخلاق اور مرنجاں مرنج آدمی تھا - شاھنامہ اور سکندر نامہ کے اشعار اکثر اس کی زبان پر رھتے تھے - اخوند درویش علی کا شاگرد تھا - اس کا اپنا ایک شعر مل سکا :

سخن که هر نفسش جان تازه می بخشد
بکوش کاین هنر از معجز مسیحائی است (حـ ۱)-

ابو تراب : ابو احمد خاں مراد آبادی کا فرزند تھا - والد کے ساتھ سندھ آیا - اس کی وفات پر میاں نور محمد خاں کے پاس ملازم ہوگیا تھا - پھر ملازمت چھوڑ کر راھی وطن ہوا - قانع نے دیوان گدو مل کے ملازم مہتہ دولہ رام سے سنا کہ ۱۱۷۵ھ میں ملتان میں تھا اور اس کی مالی حالت اچھی نہ تھی (حـ ۲) -

آزاد : بال چند نام ، اخوند فیض اللہ طپش کا شاگرد تھا - میاں مراد یاب خاں کے عزل اور میاں غلام شاہ خاں کے نزول پر اس کی تاریخ اوپر نقل ہوچکی ہے - ایک مرتبہ شعرائے ٹھٹھ میں ایک طرح تجویز ہوئی ، جس کا قافیہ ''آب و خراب'' اور ردیف ''در آب'' تھا - آزاد نے غزل کہی :

فتاد عکس ازان روے شعلہ تاب در آب
کہ گشتہ اند ہمہ ماھیان کباب در آب

۱- ''مقالات الشعرا'' صـ ۳۲ -
۲- ''مقالات الشعرا'' صـ ۴۴، ۴۵ -

خیال روے تو از دیدۂ ترم پیدا ست
چنانکہ جلوہ کند عکس ماھتاب در آب (حـ ۱) -

بے تکلف: اخوند ابوالحسن بڑا لائق اور طباع آدمی تھا - ھندو اور مسلمان دونوں اس سے علمی استفادہ کرتے تھے - قانع نے اس سے فارسی پڑھی تھی - جھانگاڑ باجار کے سادات کے پاس ملازم تھا - ''مقالات الشعرا'' میں اس کا کہا ھوا ایک قطعۂ تاریخ منقول ھے (حـ ۲) -

تابع: اسد اللہ نام، محسن ٹھٹھوی کا شاگرد تھا، لیکن ٹھٹھ سے سورت چلا گیا تھا، قانع نے لکھا ھے کہ ۱۱۷۱ھ میں وھیں مقیم تھا - اس کی ایک غیر منقوط غزل ''مقالات'' میں درج ھے :

در رہِ طولِ امل ھر گاہ راہ آوردہ ام
راہ را گم کردہ رہ آورد آہ آوردہ ام

طالع سعد سہا محو صور دارد مراد
سادہ لوحم گر طمع در مہر و ماہ آوردہ ام

گوھر اسرارِ دل مسلوک کردم تابعا
لعل سامع در کلام واہ واہ آوردہ ام (حـ ۳)

جعفر: میرزا محمد جعفر نام، شیراز سے بغرضِ سیر سندھ پہنچا - کچھ مدت اس نے رانا اجمال والیٔ دھا راجا کے پاس گزاری - مخدوم محمد معین کو اس کے علم و فضل کا

۱- ''مقالات الشعرا'' ص- ۵۸، ۵۹ -
۲- ''ایضاً'' ص- ۶۰، ۶۱ -
۳- ''ایضاً'' ص- ۷۰، ۷۱ -

حال معلوم ہوا تو بلایا ۔ شیخ شکر اللہ ناظم ٹھٹھ نے اس کی آمد کا ذکر میاں خدا داد خاں سے کیا جو محمّد مراد یاب خاں کے ایران چلے جانے کے بعد عملاً ولی عہد بن گئے تھے ۔ میاں صاحب کو اس کے فضل و کمال کا حال معلوم ہوا تو اس کا رتبہ اتنا اونچا ہوگیا کہ قانع کے قول کے مطابق ولی عہد کے پاس اس میں اضافہ کی گنجایش نہ رہی ۔ میاں خدا داد خاں نے ہندوستان کا رخ کیا تو میاں نور محمّد خاں نے جعفر کے رتبے میں اضافہ کردیا ۔ وہ علم تکسیر و جفر کا عامل تھا ۔ میاں نور محمّد خاں کے لیے جفر جامع تیار کر رہا تھا ۔ ابھی اسے مکمل نہ کرسکا تھا کہ میاں صاحب نے سفر آخرت اختیار کیا ۔

محمّد مراد یاب خاں کے عہد میں جعفر پر عتاب نازل ہوا اور وطن جانے کی اجازت مل گئی ۔ وہ ککرالہ پہنچا ۔ جام ککرالہ نے جانے کی اجازت نہ دی ۔ جعفر مجبور ہوکر کراچی کے ارادے سے ٹھٹھ آگیا ۔ محمّد مراد یاب خاں جام ککرالہ کے خلاف لڑائی کے لیے ٹھٹھ میں بیٹھا ۔ انھیں دنوں میں جعفر نے وفات پائی (حـ ۱) ۔ شعر بھی اچھے کہتا تھا ۔ اس کی کہی ہوئی ایک تاریخ اوپر نقل ہوچکی ہے ۔

چتر بھوج : قانع نے لکھا ہے کہ ہنود ٹھٹھ میں سے کوئی شخص فن انشا میں چتر بھوج جیسا نہ ہوا ۔ اکثر حکام کے پاس بہ طور منشی ملازم رہا اور بلاغت میں اسے خاص شہرت حاصل تھی ۔ لمبی عمر پاکر ۱۱۷۱ھ میں فوت

۱۔ "مقالات شعرا" صـ ۷۸، ۷۹ ۔

ھوا - نظم و نثر دونوں میں پوری دستگاہ حاصل تھی - خصوصاً ھجویہ تاریخ گوئی میں اسے خاص مہارت تھی - مثلاً جب میاں نور محمدؐ خاں فوت ھوے اور مراد یاب خاں ان کا جانشین بنا تو چتر بھوج نے فردوسی کے ایک مصرع سے ''تقلب،، کے اعداد تخرجہ کر کے تاریخ نکالی:

تقلب نیست در مصراع طوسی
کہ مرگ خر بود سگ را عروسی (ح-۱)-

۱۱۶۷ھ

حسن: میر ابوالمکارم کا فرزند اور فقیر منش آدمی تھا - شعر بہت اچھے کہتا تھا - ایک موقع پر تعمیر مکان کے سلسلے میں لوھے کی میخوں کے بجائے رسیوں سے کام لے رھا تھا - کسی نے کہا کہ خدا نے استطاعت دی ھے تو میخیں کیوں استعمال نہیں کرتے - حسن نے فی البدیہ کہا:

خانۂ بے بقاے فانی را
بہ ازیں دیگرے چہ آراید
فکر بیت دگر چرا نہ کنی
کہ ترا جاوداں بکار آید

۱۱۳۳ھ میں وفات پائی (ح- ۲) -

سرفراز: محمدؐ سرفراز نام، اس کے اجداد غیر مسلم تھے - خود منصب دار تھا - کبھی کبھی شعر بھی کہتا تھا - اپنی والدہ کی وفات پر ''ادخلی جنتی،، ۱۱۱۳ھ سے تاریخ نکالی

۱- ''مقالات الشعرا'' ص- ۸۵، ۸۶ -
۲- ''ایضاً'' ص- ۹۲ -

تھی - قرآن حفظ کرلیا تھا - حج سے بھی شرف اندوز ہوا - ۱۱۶۹ھ میں وفات پائی (ح ۱) -

سرشار: نام شیخ رحمت اللہ ، اس کے والد شیخ عزت اللہ کو رائے کی پختگی، حسن تدبیر اور صواب اندیشی میں خاص شہرت حاصل تھی - عہد جوانی سے ذمہ داری کی خدمتوں پر مامور رہا - نواب محمد صفدر خاں حاکم سورت کے ساتھ رہ کر جو کارنامے انجام دیے ، وہ ارباب عقل و دانش کے نزدیک بہترین تھے - شیخ رحمت اللہ نے والد کا اعزاز بوجہ احسن قائم رکھا - سرشار تخلص قانع نے تجویز کیا تھا - ایک موقع پر دو شعر ارتجالاً کہے جن میں سے پہلا یہ تھا :

آتش صہبا اگر ہست آبرو در کار نیست
هر چه با دا باد ما را خاک برسر ریختن

ایک روز نکتہ دانوں کی محفل جمی ہوئی تھی - اور یہ شعر زیر بحث آگیا :

عجز است کار سگ صفتاں وقت احتیاج
سگ زخم خویش را بزباں می کند علاج

سرشار نے اس پر انتقاد کرتے ہوئے کہا کہ کتا اگر اپنے زخم کا علاج اپنی زبان سے کرتا ہے تو یہ اس کے استغنا کی دلیل ہے - استغنا کو عجز سے تعبیر کرنا غلط ہے اور یہ تمثیل متمثل علیہ کے مطابق نہیں - اس اعتراض کا جواب شافی کوئی نہ دے سکا (ح ۲) -

---

۱- "مقالات الشعرا" ص ۱۴۷ ، ۱۴۸ -
۲- "ایضاً" ص ۱۴۸ ، ۱۴۹ -

ساقی: اسد اللہ نام تھا، سید معصوم بکھری کی اولاد میں سے تھا۔ وہ جب حکیم محمد یعقوب خاں کی معیت میں مراد آباد آیا تھا تو قانع نے اس سے ملاقات کی تھی۔ اور اس کا سجع کہا تھا:

اسد اللہ ساقی کوثر

خود ساقی کا صرف ایک شعر منقول ہے:

مست گردم ز بادۂ کوثر
اسد اللہ ساقیم باشد (ح۔ ۱)۔

سرخوش: سرخوش کا ذکر پہلے بھی ایک مقام پر ضمناً آچکا ہے، اس کا نام محمد محفوظ تھا اور شیخ محمد مرید کا فرزند تھا۔ بڑا خوش اخلاق تھا۔ اعلیٰ و ادنیٰ سب سے حسن سلوک کے ساتھ پیش آتا۔ میاں نور محمد خاں کی طرف سے سردار جہان خاں کے پاس کابل میں وکالت کے فرائض بھی انجام دیتا رہا۔ تاریخیں خوب کہتا تھا۔ مثلاً شیخ عزیز اللہ کی وفات پر تاریخ کہی:

۱۱۴۷ھ

جنات عدن است جاے عزیز

ابتدا میں اس کا تخلص فدائی تھا۔ چند اشعار ذیل میں درج ہیں:

گہ کشی، گاہ زندہ می سازی
دلبری ہم کم از خدائی نیست
خراب کرد فغان تو آسمان اے دل
ترا کہ گفت کہ رو درپئے بتان اے دل (ح۔ ۲)۔

۱۔ "مقالات الشعرا" ص۔ ۱۵۰۔
۲۔ "ایضاً" ص۔ ۱۵۰، ۱۵۱۔

چھتیسواں باب

شعر و ادب

(۳)

شوقی : محمد حسین ، ابن ملا عبدالرؤف ۔ ابتدا میں محکمہ احتساب میں ملازم تھا ۔ پھر منصب صدارت پر فائز ہوا ۔ زیادہ وقت دھلی میں رھا ۔ کئی مثنویاں لکھیں مثلاً '' نغمات شوقی ،، جو شیخ بھائی کی مشہور مثنوی '' نان و حلوا ،، کے رنگ میں تھی ۔ '' ناز و نیاز ،، اور مثنویاں بھی یادگار چھوڑیں ۔ تاریخیں بھی خوب کہتا تھا ۔ اپنے والد کی تاریخ وفات مندرجۂ ذیل سے نکالی :

۱۱۲۷ھ

یشرب من کاس کان مزاجھا کافوراً ابداً

ٹھٹھ میں طاعون کی وبا نمودار ھوئی تو بہ طریق

تعمیہ یہ تاریخ کہی:

۱۱۲۳ھ

ز شہر تتہ طاعان و الم شد
به فضل حق درو روے کرم شد (ح-۱)۔

عبدالشکور: ٹھٹھ کا باشندہ اور نہایت عمدہ شاعر تھا۔ معیت کو قبر میں اتارتے وقت تبرکاً یہ الفاظ کہتے ہیں: "بسم اللہ و علی ملت رسول اللہ"، عبدالشکور کا والد ۱۱۱٦ھ میں فوت ھوا تو اس نے انھیں الفاظ دعائیہ سے تاریخ وفات نکالی۔ نمونہ شعر یہ ھے:

شب ز شمعے منصب پروانگی مے خواستم
خلعتے بخشیده از خاکستر نارِ فنا (ح-۲)۔

محمد شفیع: ٹھٹھ میں فارسی زبان کا استاد تھا۔ قانع نے بھی اس سے عروض سیفی اور قصائد عرفی کے چند سبق لیے تھے۔ بڑا باوقار تھا۔ شعر اچھے کہتا تھا۔ شیخ عزیز اللہ کے فرزند شیخ غلام محمدؐ کا سجع کہا تھا:

غلامِ محمدؐ عزیز اله

قاضی بدین کی ھجو میں مندرجہ ذیل رباعی کہی:

قاضی بدین بزرگوارے عجبے
بر مرکب جہل شہسوارے عجبے
اما پسرش نعوذ باللہ منہا
عجلاً جسداً له خوارے عجبے (ح-۳)

۱- "مقالات الشعرا" ص- ۱٦۱-
۲- "ایضاً" ص- ۱٦۱-
۳- "ایضاً" ص- ۱٦۲، ۱۲۳-

شوقی: نام مہتہ دولہ رام، قانع کے بیان کے مطابق فن انشا میں بے مثال تھا۔ شعر بھی اچھے کہتا تھا۔ ''مقالات الشعرا،، کی ترتیب کے وقت ہالہ کنڈی میں مقیم تھا۔ شعر کا نمونہ ملاحظہ فرمائیے:

تا به برخسار تو قطِ مشک ناب آمد بروں
از تنک ابرے بخوبی ماهتاب آمد بروں

دفتر حسن جہاں را سر به سر کردیم سیر
صورت زیباے جاناں از حساب آمد بروں (ح۔ ۱)

محمد صادق: والد کا نام محمد جعفر، شیخ عبدالغنی کا شاگرد تھا۔ قانع نے لکھا ہے:

استعداد کلی داشته، شعر فهمی برو ختم بود چنانچه محمد محسن اکثر شعر را بدو می نموده۔ فوت وے سال شصت و هشت است۔

بڑا قابل شخص تھا۔ شعر فہمی اس پر ختم تھی۔ محسن ٹھٹھوی اپنے شعر اکثر اسے دکھایا کرتا تھا۔ ۱۱۶۸ھ میں فوت ہوا۔

اس کا صرف ایک شعر ''مقالات،، میں درج ہوا ہے:

چشم مستش بخمار دوشیں
سرمۂ دیدۂ پیمانه بود (ح۔ ۲)

ضیا: نام محمد ضیا، ملا عبدالحکیم عطائی کا بھتیجا تھا۔ یہ شخص اس وجہ سے خاص طور پر قابلِ ذکر ہے کہ

۱۔ ''مقالات الشعرا،، ص۔ ۱۶۸۔
۲۔ ''ایضاً،، ص۔ ۱۷۲، ۱۷۳۔

میرزا بیدل عظیم آبادی کے انداز کے تتبع میں اگر کسی نے کامیابی حاصل کی تو پاک و ھند کے پورے برصغیر میں وہ صرف ضیا تھا - میرزا بیدل کی شہرت سن کر سندھ سے دھلی پہنچا - درویشانہ وضع تھی - میرزا کے شاگردوں نے دیکھا تو مذاق آڑایا - ایک بولا صحرائی ھے - دوسرے نے کہا وحشی معلوم ھوتا ھے - ضیا کا نازک اور حساس قلب اس گفتگو کو برداشت نہ کرسکا - بے ساختہ بولا :

سر بہ صحرا دادن از ما آں قدر مشکل مداں
وحشت آغازیم اما کمتر از بیدل نہ ایم

یہ شعر سنتے ھی میرزا کے شاگرد دم بخود رہ گئے - اپنے ابتدائی سلوک پر پشیمان ھوے - میرزا سے ملاقات ھوئی تو اس نے محبت سے پوچھا : کہاں سے آئے؟ ضیا نے جواب دیا :

اشک ریزاں ز بدخشاں جگر می آیم
منم آں قافلہ سالار کہ بارم خون است

میرزا نے تخلص پوچھا، جواب دیا : ''ضیا،، - میرزا نے کہا بھائی آپ تو قیامت ھیں، قیامت تخلص کرنا چاھیے -

ضیا نے میرزا کے پاس بہت وقت گزارا - نواب مہابت خاں ''کاظم،، ٹھٹھ کا ناظم مقرر ھو کر آیا تو ''ضیا،، ساتھ آیا - نواب کو آس کا اس درجہ پاس تھا کہ اپنے ساتھ ھاتھی پر بٹھاتا تھا - اشعار ملاحظہ فرمائیے :

ھر کجا رفتم بخود سامانِ حسرت داشتم
تکیہ ھر جا چوں شرر گوئی مرا بر دوش بود

پیش ازاں کز لب کشود نہاشود رسوا ''ضیا''
چوں حباب از خجلت گفتارها خاموش بود (ح- ۱)

عالی: محمد علی نام، یہ میاں داؤد خاں عباسی کا فرزند اور میاں نور محمد خاں عباسی کا بھتیجا تھا - نظم و نثر دونوں میں کامل دستگاہ حاصل تھی - خط بھی خوب لکھتا تھا - زبان میں اگرچہ بہت لکنت تھی، لیکن شعر پڑھتا تھا تو لکنت بالکل محسوس نہ ہوتی تھی - قانع نے بھی اس کی صحبت میں خاصا وقت گزارا - چند شعر ذیل میں درج ھیں:

به سخن آمد و شهد از لب تقریر چکید
نگہے کرد و عرق از رخ تصویر چکید
ناوک غمزۂ آں قاتلِ صیاد هنوز
در کمان بود که خوں از دلِ نخچیر چکید

نیم حرفِ وفا یارب چرا مردودِ هر گوشم
نصیحت نیستم یاراں چرا از دل فراموشم
بلبل و پروانه می جوشند بهم در محفلم
عشق گویا روغن گل در چراغم کرده است (ح- ۲)

علی: نام محمد علی، سیوستان کا باشندہ اور استاد نورالحق ''مشتاقی'' کا پوتا تھا - شعر بھی اچھے کہتا تھا - شعر فہمی میں بے عدیل تھا:

دردِ آہِ ماست هر شب ادهم جولانِ ما
نُہ فلک گردیست واپس ماندۂ میدانِ ما

۱- ''مقالات الشعرا'' ص- ۱۷۵، ۱۷۶ -
۲- ''ایضاً'' ص- ۱۹۱ -

محراب بہ خمیازہ و ناقوس بہ فریاد
زیں جملہ ندانم بتو ہم خانہ کدام است (ح۔ ۱)

عطار: قمر الدین نام، اصلاً لاہور کا تھا۔ میاں نور محمد خاں کے لشکر میں عطاری کی دکان قائم کرلی تھی اور کتابوں کا مطالعہ بھی کرتا رہتا تھا۔ قانع ایک مرتبہ تھوڑی دیر کے لیے اس کے پاس بیٹھا تو معلوم ہوا کہ شعر بھی کہتا ہے۔ نمونہ دیکھیے:

ملامت در قفا دارد سیہ کاری دریں عالم
بہ گرید ابر چوں پوشیدہ روے مہر انور را (ح۔ ۲)

عاشق: محمد تقی خاں، ابن نواب سیف اللہ خاں جو ۱۱۳۸ھ میں نواب مہابت خاں کی وفات پر ٹھٹھ کا حاکم بن گیا تھا، اور کم و بیش پانچ سال اس منصب پر فائز رہا۔ بعد وفات کوہ مکلی میں اماموں کے آستانے کے پاس دفن ہوا۔ تقی خاں اپنے باپ کے ہمراہ ٹھٹھ آیا تھا۔

در شمارِ داد اگر فریاد رس می داشتم
می شمردم نالہ ھا را تا نفس می داشتم
بیکسے چوں من نمی بودے اگر زیں نا کساں
عاشقا چشم امیدے ہم بکس می داشتم (ح۔ ۳)

عطارد: شیوک رام ٹھٹھوی، جس کے انشا کا ذکر ماخذ کے سلسلے میں آچکا ہے۔ میاں غلام شاہ کے منشیوں میں سے

۱۔ "مقالات الشعرا" ص۔ ۹۰۔
۲۔ "ایضاً" ص۔ ۱۹۲۔
۳۔ "ایضاً" ص۔ ۱۹۲، ۱۹۳۔

تھا ، اور میاں سرفراز خاں کے زمانے میں بھی اسی خدمت پر مامور رہا - میر بجار خاں بھی اس سے خطوط لکھوایا کرتے تھے - شاعری میں محسن ٹھٹھوی کا شاگرد تھا :

بہ خاموشی کند چشمِ تو تعلیم اشارتہا
ز گرد سرمہ معلوم است نقش پاے ایں عنقا

———

نہ من از دشت خرد هم چو بتنگ آمدہ ام
مدتے داشت بزنداں خم افلاطوں را

———

عقدہ از کار کسے خواهد کشودن روز گار
هر کرا در کف برنگِ غنچہ یک مشت زر است (ح ۱)

فنا فی اللہ : قانع نے لکھا ھے کہ میں نے اسے محمد آباد میں دیکھا تھا ، پنجاب کا باشندہ معلوم ھوتا تھا - صرف ایک شعر نقل کیا ھے :

من و تو موجۂ بحریم کز سبک روحی
بظرف کون و مکاں می نگنجد آب روانش (ح ۲)

فائز : نام شیخ عبدالسبحان ، ابن شیخ مرتضیٰ - شیخ مرتضیٰ اور اس کا بھائی شیخ شجاع شاھی منصب دار تھے - عبدالسبحان ظریف و بذلہ سنج شاعر تھا - ابہام و حاضر جوابی میں بہت مشہور تھا - عقیدۃً غالباً شیعہ تھا - میاں نور محمد خاں کی حکومت کے آخری عہد میں محبتِ اھلِ بیت میں غلو کے باعث معتوب ھوا - اس کی وفات پر قانع نے قطعۂ تاریخ کہا ،

۱- ''مقالات الشعرا'' ص ۲۰۶ -
۲- ''ایضاً'' ص ۲۲۵ -

جس کا مصرع ِ تاریخ یہ تھا :

فائز رحمت سبحان شد ، گفت

اس کا بھائی محمد رفیع بھی شعر کہتا تھا ، اور خوش سلیقہ آدمی تھا (ح۔ ۱) ۔

مزمل : یہ راجاؤں کی طرف سے میاں نور محمد خاں کے پاس بطور وکیل مامور تھا ۔ مدت تک سندھ ھی میں رھا اور میاں صاحب کے دربار کا ایک ضروری رکن بن گیا تھا ۔ بہت بذلہ سنج اور لطیفہ باز تھا ۔ لطف اللہ عرف میر متارہ وزیر ِ میاں صاحب اس سے بہت چڑتا تھا ۔ ایک موقع پر میر نے میاں صاحب سے عرض کیا کہ مزمل کو نظر بند کردیجیے ۔ ایک روز میر سلام کے لیے دربار میں آیا تو میاں صاحب سے بہ آھستہ عرض کیا کہ مزمل کو دوسرے حجرے میں چلے جانے کا حکم دے دیجیے ۔ مزمل نے یہ بات سن لی ، اور فی البدیھہ مندرجۂ ذیل دو شعر عرض کیے :

بہ میاں گفت میر ِ نکتہ سنجے
بایں الفاظ سندھی چو تہ ونجے
ازیں جا پیشتر ھرگز ونجم
کہ تا نیک و بدِ خود را نہ سنجم

میاں صاحب یہ شعر سن کر بے حد خوش ھوے ، اور شیخ مزمل پر بڑی شفقت فرمائی (ح۔ ۲) ۔

مداح : غلام علی نام ، محسن ٹھٹھوی کا بیٹا تھا ۔ ۱۱۴۵ھ

۱۔ "تحفۃ الکرام" جلد سوم ص۔ ۲۴۴ ، ۲۴۵ ۔
۲۔ "مقالات الشعرا" ص۔ ۳۱۲ ۔

کی ولادت ہے۔ محسن نے تاریخ ولادت کہی تھی:

غلام علی بے بدل یافتم

غلام علی کے اعداد میں سے "بدل" کے اعداد نکال دیے جائیں تو تاریخ نکل آتی ہے۔ شاعر اچھا تھا، اگرچہ اپنے والد ماجد کے برابر نہ تھا۔ قانع اور غلام علی اکثر طرح تجویز کر کے غزلیں کہا کرتے تھے۔ اشعار کا نمونہ ذیل میں درج ہے:

صاحبِ دل را سفر باشد همیشه در وطن
گر ز آب آید بروں دارد گهر مسکن در آب

پاک از الایشِ دینائی اند افتادگاں
پر محال است این که گردد سایه دامن تر در آب

حسن او را آب و تاب از بے قراری حاصل است
صفحهٔ آئینه بے سیماب فرد باطل است

نوبتِ دور گل جام است و فصل نوبهار
گر دریں موسم کسے دیوانه گردد عاقل است

رو طریقِ خاکساری را چو نقشِ پا بگیر
کایں صراطِ مستقیمت خضر راهِ منزل است

ز دنیا بر کنار از فقر گشتم
به یمن کشتی از دریا گزشتم

حدیثِ قتلم را نشنیده باشی
بدان از سطر تیغش سرگزشتم (حـ ۱)

۱- "مقالات الشعرا" ص- ۳۶۳، ۳۶۶-

میاں نور محمد سے التجا: محسن کی وفات پر غلام علی مداح نے ایک نہایت پر اثر التماس بصورتِ نظم میاں صاحب کی خدمت میں پیش کی تھی، جو یہاں اس غرض سے من و عن درج کی جاتی ہے کہ اس سے ایک طرف محسن کے خاندان کی معاش کا اندازہ ہوسکتا ہے، دوسری طرف یہ دیکھا جا سکتا ہے کہ شعر و ادب میں مداح کا پایہ معاصرین میں کتنا اونچا تھا:

اے آنکہ تو سر دفتر ارباب سخائی
پیشِ تو گدائیست یکی حاتم طائی

تا گشت محیط کرم و جود تو معراج
بحر آمدہ کشتی بکف از بہر گدائی

در مجلسِ تو ماہ یکی کاسۂ سیمیں
در محفلِ تو مہر یکی جامِ طلائی

پُر گل شود از فیضِ نگاہت چو نہالی
گر بر سرِ خاری نظرِ لطف نمائی

در ہر دو جہاں باد ترا یار محمدؐ
ہر دم بتو باشد مدد و لطفِ خدائی

آن کس کہ برو سایۂ لطفِ تو فتادہ
ہرگز نکشد منتی از بالِ ہمائی

تا خاطرت از نور محمدؐ شدہ روشن
مانند دلت صبح نباشد بہ صفائی

"محسن،، کہ دعا گوی و ثناخوانِ توبودہ
زیں دار فنا رفت بتقدیر خدائی

امید کہ از غایت لطف و کرم خویش
بر حالِ یتیماں نظر رحم نمائی

نی منصب و نی مزرعہ دارند، نہ باغی
از قیدِ غم و غصہ ندارند رھائی

ھر لحظہ ز آہ شرر افشان دلِ شاں
از گنبدِ گردوں گزرد تیر ھوائی

باید کہ تو از صیقل لطف و کرم خویش
از آئینۂ خاطرِ شاں زنگ زدائی

ھر مشکل شاں حل کنی از راہِ تفضل
بر عقدۂ دشوار کہ دارند کشائی

تا باز ''غلام علی،، از شوق چو بلبل
در باغ دعای تو کند نغمہ سرائی

ان اشعار کو پڑھتے وقت بعض اوقات یہ احساس ھوتا ھے کہ یہ غلام علی مداح کے نہیں بلکہ خود محسن کے ھیں - یعنی اغلب ھے محسن نے اپنے خاندان کی بیچارگی کو پیشِ نظر رکھتے ھوے بسترِ مرگ پر یہ شعر لکھ دیے ھوں - اور غلام علی مداح سے کہہ دیا ھو کہ میرے مرنے کے بعد میاں صاحب کی خدمت میں پیش کردئے جائیں -

مرید: شیخ محمد مرید نام، سیوستان سے ٹھٹھ میں توطن اختیار کیا، شیخ محمد محفوظ ''سرخوش،، جس کا ذکر پہلے آچکا ھے، اس کا فرزند تھا - سرخوش کا بیٹا قمر الدین ''عشرت،، بھی شاعر تھا - مرید کو مطالعۂ کتب کا بے حد شوق تھا، قانع نے لکھا ھے کہ کثیر مشاغل کے باوجود کتابیں دیکھتا رھتا تھا -

اور بڑھاپے میں بھی یہ ذوق بدستور قائم رہا فن انشا میں بے نظیر مانا جاتا تھا - ۱۱۷۱ ھ میں وفات پائی قانع نے تاریخ وفات کہی :

لہ مساکن طیبہ فی جنات

۱۱۷۱ ھ

از هم آغوشی خود قدر مرا بالا کن
این دل خستهٔ من درد گدائی دارد (حـ ۱)

میر : نام میر جان محمّد بکھری - ان کا سرسری ذکر پہلے آچکا ھے، صوفی شاہ عنایت اللہ کے خلیفہ تھے - صوفی موصوف کی خدمت میں پہنچنے کے متعلق ایک لمبی مثنوی بطورِ ساقی نامہ لکھی ھے، جس کے بیشتر اشعار مقالات الشعراءٔ میں منقول ھیں :

ملاقات کی کیفیت میں چند اشعار ذیل میں درج ھیں :

ز سر پا ساخته در پیش رفتم
جمالش دیدم و از خویش رفتم
دل و دیده همه محو لقایش
سرِ آشفته افگندم به پایش
بلطف و مرحمت بنشاند پیشم
کرم کرد از نوازشهای خویشم
باستفسار احوالم بپر داخت
دلم ممنونِ اخلاقِ حسن ساخت
کمالی دیدم از حدِ بشر دور
دل و جان در هوای عشق رنجور

۱- "مقالات الشعرا" ص- ۳۶۶ -

مجسم صورتِ نورِ الٰہی
تماشا کرد اشعار کماہی
محقق عارفی کامل عیاری
بہارِ حسن را آئینہ داری (حـ ۱)

میر عظیم الدین: میر موصوف کے حالات ماخذ کتاب میں بہ سلسلۂ ''فتح نامہ،، آچکے ہیں ، یہ بھی کلھوڑوں کے دور کا شاعر تھا۔ میاں سرفراز خاں کے پاس رہنے کا ذکر ''فتح نامہ،، میں کیا ہے۔ مجموعۂ دلکشا میں اس کا ایک عجیب واقعہ منقول ہے۔ ایک روز میر عظیم الدین ، اور اس کا ایک عزیز میر غلام علی مائل کوہ مکلی میں میرزا عیسٰی ترخان کے مقبرے کے بیرونی دروازے میں ایک طرف بیٹھے تھے۔ لوگ آتے جاتے تھے۔ اس اثناء میں ایک خوب صورت لڑکا آیا جس کی بینی کے نیچے خال تھا۔ میر عظیم الدین نے فی الفور کہا:

ز بس حیرت بلال از منبر افتاد

یہ مصرع دو تین مرتبہ دھرایا۔ میر مائل نے ذرا سے غور کے بعد عرض کیا:

چو دید آن خال زیر بینی یار
ز بس حیرت بلال از منبر افتاد

میر عظیم الدین نے یہ سنتے ہی مائل کو بغل میں لے لیا۔ خدا کی اس نعمت کا شکر ادا کیا کہ خاندان میں شعر کا ذوق باقی ہے۔ شہر پہنچ کر اکابر کو اس خوشی میں

۱۔ ''مقالات الشعرا'' ص۔ ۳۲۸، ۳۲۹۔

دعوت طعام دی اور سب کو پورا واقعہ سنایا (حـ) ۔

مسکین شاہ ہندی: یہ نواب مہابت خان کاظم کے وابستگان دولت میں سے تھا ۔ عمر ٹھٹھ میں گزاری "ضیا" نے ایک روز کسی بات پر بگڑ کر اسے کافر کہہ دیا ۔ "مسکین" نے جواب میں رباعی کہی :

ضیاے بے ضیا گر کافرم خواند
چراغ کذب را بنود فروغے
مسلماں گویمش ز ان رو کہ نبود
مکافات دروغے جز دروغے

سیف اللہ: خداباد میں تھا ۔ جعفر اور محسن کی محبت میں وقت گزارتا ۔ ایک موقع پر سیف اللہ نے محسن کی مدح میں ایک رباعی کہی ۔ محسن نے جواب میں ایک نہایت عمدہ قطعہ بھیجا جو سیف اللہ کی مدح پر مشتمل تھا ۔ سیف اللہ نے اس کے جواب میں یہ رباعی محسن کو ارسال کی :

مدحم کردہ است محسن خلق اللہ
آن مظہر و جامع کمالات الـہ
من لائق ہجو باشم او مدح کند
لاحول و لا قوۃ الا باللہ

۱- "مجموعہ دلکشا" ۔

سینتیسواں باب

شاہ عبداللطیف رحہ

عربی اور فارسی میں درجہ کمال: گزشتہ ابواب میں بہ سلسلۂ علم و فضل یا بہ سلسلۂ شعر و ادب جو کچھ عرض کیا گیا، وہ عربی اور فارسی کے متعلق تھا - ہندوستان میں اسلام کے ظہور کے بعد پہلے عربی زبان نے فروغ پایا، پھر فارسی زبان کو عمومیت کا خلعت ملا - عربی چونکہ دینی علوم کا سرچشمہ تھی اور اسلام کے اصل مآخذ عربی ھی میں تھے، اس لیے شایقین، علم و فضل اسے شوق سے سیکھتے تھے - سندھیوں نے عربی زبان اور عربی علوم میں وہ پایہ حاصل کیا کہ مدینہ منورہ میں انھوں نے درس و تدریس کی مسندیں آراستہ کیں اور عالم اسلام کے اکابر جواھر فیوض کے لیے اُن کے سامنے عقیدت سے دامن پھیلاتے رھے - جو

کتابیں سندھ میں تصنیف ہوئیں - وہ مدتوں اہل علم کے استفادہ کا مرجع بنی رہیں - یہاں کی درسگاہوں میں بھی عربی کی تعلیم اس پیمانے پر دی جاتی تھی کہ شاید خود عرب میں بھی ویسی درسگاہیں زیادہ تعداد میں موجود نہ تھیں - پھر فارسی یہاں کی عام علمی زبان بنی تو نظم و نثر کے جواہر پارے اس زبان میں بھی تیار ہوتے رہے - انہیں اشخاص کے احوال و سوانح مرتب ہوئے جنہیں وقت کی ان علمی زبانوں میں قابلِ ذکر درجات حاصل ہوئے -

سندھی زبان: سندھی زبان میں بہ ظاہر بہت کم اصحاب نے اظہار خیال کیا، چونکہ اسے عام طور پر علمی درجہ حاصل نہ تھا اور یہ محض بول چال تک محدود تھی - اس لیے یا تو یہ سمجھنا چاہیے کہ سندھی میں نظم و نثر کی کتابیں مرتب نہ ہوئیں یا یہ سمجھنا چاہیے کہ اس زبان کے شاعروں اور نثر نگاروں کے حالات ترتیب نہ پا سکے - کلھوڑوں کے دور سے ذرا پہلے سید عبدالکریم رح ایک بزرگ ہوئے، جو سندھی زبان میں شعر کہتے تھے - غالباً مخدوم نوح رح سے شعروں میں سوال و جواب ہوتے رہتے تھے - قانع نے علی شیرازی کے بیان میں لکھا ہے:

> میاں سید عبدالکریم صاحب بلڑی بیتے در زبان سندھی بہ طریق معما بجانب استادِ خود مخدوم نوح رح ہالہ کنڈی فرستادند تا جواب فرمایند - ہرگاہ سوال و جواب بنظر میر معز الیہ در آمد مضمون ہر دو بیت درین یک بیت پارسی بستہ تشفی خاطر طرفین فرمودند:

جان بجانان ده وگرنه از تو بستاند اجل
خود تومنصف باش اےدل این نکو یا آن نکو(ح-۱)

میاں سید عبدالکریم صاحب بلڑی نے سندھی زبان میں ایک بیت معمے کے طور پر اپنے استاد مخدوم نوح ھالہ کنڈی کے پاس بھیجی تھی کہ اس کا جواب ارشاد فرمائیں - میر علی شیرازی نے یہ سوال و جواب دیکھے تو دونوں بیتوں (سید عبدالکریم کی بیت اور مخدوم نوح کی بیت) کا مضمون فارسی میں ایک شعر میں باندھ کر دونوں کو مطمئن کر دیا - بیت یہ تھی :

اے دل تو جان خود محبوب کے حوالے کر دے، ورنہ موت اُسے لے جائے گی - تو خود انصاف کر کہ آیا یہ صورت اچھی ھے یا وہ صورت ؟

کلھوڑا دور کا درخشاں رتن: غرض سندھی زبان کی طرف اعتناء بہت کم تھا - اتنا کم کہ کتابوں میں اس زبان کے شعرا کے حالات تک مدون نہ ھوسکے لیکن کلھوڑوں کے دور میں شاہ عبداللطیف پیدا ھوے- جن کا پورا کلام سندھی زبان میں ھے اور نہ محض سندھی میں بلکہ کسی زبان میں بھی سندھ نے شاہ صاحب جیسا حقائق گو شاعر آج تک پیدا نہ کیا اور وہ دنیا کے ان چند شعرا میں سے ھیں، جن کی حیثیت بہ اعتبار حقائق و معارف عالمگیر ھے اور جن کے کلام میں تداول ایام سے کوئی کہنگی اور فرسودگی

۱- ''مقالات الشعرا'' ص- ۲۱۰ -

پیدا نہیں ہوسکتی - جیسے انگریزی زبان میں شیکسپیئر، جرمن زبان میں گوئٹے، اردو زبان میں غالب اور اقبال، فارسی زبان میں سعدی، حافظ، مولانا روم، نظیری، عرفی وغیرہ، سنسکرت زبان میں کالی داس، پنجابی زبان میں وارث شاہ اور بلھے شاہ - عربی زبان میں امرءالقیس، متنبی، وغیرہ - سارلے نے بالکل درست لکھا کہ شاہ صاحب کلھوڑوں کے دور کا درخشاں ترین رتن تھے (ح ۱) -

شاہ عبداللطیف: شاہ عبداللطیف کے سوانح کا کوئی قابلِ اطمینان خاکہ اب تک مرتب نہ ہوسکا اور ان کے گرد و پیش افسانوں کے کئی ہالے تیار کر دیے گئے - جہاں معلومات کی قلت اور عقیدت کی فراوانی ہو - وہاں عموماً اس قسم کی صورت پیش آتی ہے - ارادت مندوں کے کمالِ شوق کا نقاش فکر و خیال کی رنگ آمیزی سے تصویریں بنا بنا کر معلومات کی کمی کے خلاء کو پُر کرتا رہتا ہے - عام لوگ سنتے ہیں تو جوشِ عقیدت میں ان تصویروں کو درست مان لیتے ہیں اور ان کی درستی و نادرستی کے باب میں تحقیق کی طرف متوجہ نہیں ہوتے - تھوڑی مدت کے تداول کے بعد افسانے عام طور پر حقائق کی حیثیت اختیار کر لیتے ہیں -

ولادت: شاہ صاحب کے متعلق جس روایت کو عام طور پر مستند مانا جاتا ہے، کہ وہ ۱۱۰۱ھ (۹۰-۱۶۸۹ء) میں پیدا ہوئے - گویا ان کی ولادت بارھویں صدی ہجری کے عین آغاز میں ہوئی - عوام کے عقیدے کے مطابق صدی کے عین آخر پر مجدد پیدا ہوتے ہیں - شاہ عبداللطیف کو کوئی

۱- "شاہ عبداللطیف" ص- ۱۶۹ -

شخص بہ اصطلاح معروف ''مجدد'' مانے یا نہ مانے لیکن اس حقیقت میں کوئی شبہ نہیں کہ انہوں نے اپنی شاعری سے سندھی زبان کو زندہ کر دیا ۔ اس زبان میں وہ دل آویزی اور وہ روح جاذبیت پیدا کر دی کہ آج بڑے بڑے اہلِ علم صرف شاہ صاحب کی شاعری سے محظوظ ہونے کے لیے سندھی زبان سیکھتے ہیں ۔ پھر ان کی تعلیم اربابِ معرفت کی تعلیم تھی ، جو اپنی ہمہ گیری کے باعث زمان و مکان کے قیود سے بالا ہوتی ہے ۔ جس کے مخاطب محض وہ لوگ نہیں ہوتے جو صاحبانِ تعلیم کے گرد و پیش نظر آتے ہیں ۔ بلکہ جس کے مخاطب ہر عہد ، ہر دور ، ہر ملک اور ہر قوم کے افراد ہوتے ہیں ۔ اُن کی زبان پر جو کچھ جاری ہوتا ہے ، وہ انسانیت کا درس ہوتا ہے ، آفاقیت کا وعظ ہوتا ہے ۔ وہ مردم گری کے سانچے تیار کرتے ہیں ، انسانوں کو بہتر انسان بناتے ہیں اور اپنی بساط کے مطابق انہیں فرائض کو پورا کرنے کا شوق اور ولولہ پیدا کر دیتے ہیں ، جن کے لیے خدا پیغمبروں کو دنیا میں بھیجتا ہے ۔

خاندان : شاہ عبداللطیف سید عبدالکریم کے اخلاف میں سے تھے ۔ جو اصلاً مٹیاری کے باشندے تھے لیکن بلڑی میں مقیم ہو گئے تھے ۔ وہیں ان کی درگاہ زیارت گاہِ عوام بنی ۔ کچھ معلوم نہیں کہ سید موصوف نے کس وجہ سے بلڑی کو قیامگاہ کے لیے پسند فرمایا ۔ اُن کے پڑ پوتے شاہ حبیب پھر اپنے اصل وطن مٹیاری پہنچ گئے (ح ۱) ۔ یہ شاہ عبداللطیف کے والد تھے اور شاہ کی پیدایش کے وقت ہالہ حویلی نام

---

۱ ۔ شجرہ یوں ہے : سید حبیب اللہ شاہ بن سید عبدالقدوس شاہ بن سید **جلال** شاہ بن سید عبدالکریم ۔

ایک گاؤں میں رہتے تھے جو بعد میں بے چراغ ہوگیا ۔

جس حد تک خاندانی عظمت و رفعت کا تعلق ہے شاہ صاحب کا گھرانا اگر سندھ میں سب سے اونچا نہ تھا تو کم از کم دو تین اونچے گھرانوں میں شمار ہوتا تھا ۔ عوام کو اس گھرانے اور اس کے افراد سے جو سچی عقیدت تھی ، وہ بادشاہوں اور فرمانرواؤں کو بھی شاذ ہی نصیب ہوتی ہے ۔ سارلے نے لکھا ہے :

خود شاہ صاحب نے گھرانے کی اس بلند حیثیت سے ناواجب فائدہ اٹھانے کو کبھی پسند نہ کیا ۔ انہوں نے ان راحتوں اور نفاستوں کو کبھی آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھا جو دنیاداروں کی خواہشات کا مرجع ہوتی ہیں (حـ ۱) ۔

والد ماجد: شاہ صاحب کے والد ماجد شاہ حبیب کے متعلق ''تحفۃ الکرام،، کا بیان ہے کہ وہ صاحبِ وجد و حال تھے ۔ استغراق کا یہ حال تھا کہ ان کے فرزند شاہ عبداللطیف حاضر ہوتے تو اکثر پوچھتے : کون ہے ؟ شاہ صاحب عرض کرتے ''آپ کا غلام عبداللطیف ہے،، ۔ شاہ حبیب فرماتے : ''میں نے نہیں سنا،، ۔

''مقالات الشعراء،، میں بہ سلسلۂ حالات میاں محمّد صادق نقشبندی مرقوم ہے :

در فوت والد بزرگوار آن سرآمد اولیا (شاہ عبداللطیف) المسمیٰ بہ میر حبیب اللہ کہ همانا

---

۱ ۔ شاہ عبداللطیف ص ۱۷۲ ۔

ذات اقدسش ناموس سلسلهٔ کریمه و به کرامات ظاهره اظهر من الشمس چنین تاریخ از حدیثِ نبوی استنباط کرده:

۱۱۴۴ھ

الموت جسر یوصل الحبیب للقاءٔ الحبیب (ح۔ ۱)

شاه عبداللطیف سر آمد اولیا تھے ۔ ان کے والد، میر حبیب الله، سید عبدالکریم کے سلسلے کی آبرو تھے اور ان کی کرامتیں سورج سے زیاده روشن ہیں ۔ ان کی وفات کی تاریخ میاں محمد صادق نقشبندی نے رسول کریم صلی الله علیه وسلم کی اس حدیث سے نکالی تھی:

موت ایک پل ہے، جس سے گزر کر دوست، دوست کے لقا سے شرف پاتا ہے۔

گویا شاه حبیب کی وفات ۱۷۳۱ء میں میاں نور محمد خاں کے عہد حکومت میں ہوئی اور شاه عبداللطیف کی عمر اس وقت کم و بیش چوالیس سال کی تھی ۔

هاله حویلی، کوٹڑی اور بھٹ: شاه عبداللطیف کا لڑکپن هاله حویلی میں بسر ہوا، پھر شاه حبیب پاس کے ایک موضع کوٹڑی میں منتقل ہو گئے ۔ غالباً والد کی وفات کے بعد شاه عبداللطیف نے خود ریت کے ایک ٹیلے پر نئے موضع کی بنیاد رکھی، جو بھٹ (ریت کا ٹیله) کے نام سے مشہور ہوا ۔ یه موضع کرڑ ڈھنڈ سے قریب تھا، جس میں نہر علی گنج سے پانی آتا ہے، یہیں اپنی زندگی گزاری ۔ اسی کی خاک

۱۔ ''مقالات الشعرا'' ص۔ ۱۷۳ ۔

میں وہ آخری نیند سوئے ۔ شاہ صاحب ھی کی وجہ سے بھٹ کو عالمگیر شہرت حاصل ہوئی ۔ دیکھیے بادشاھوں نے بڑے بڑے قلعے، شہر اور مقبرے بنائے، جن پر لاکھوں کروڑوں روپے صرف ہوے، لیکن بھٹ ایک تودۂ ریگ تھا، انسانیت کے ایک گوھر درخشاں نے، جس کا نام شاہ عبداللطیف تھا، اس تودۂ ریگ کو ایسی شہرت دے دی کہ جب تک دنیا باقی ھے اس کا نام زندہ رہے گا ۔ سندھ کے طول و عرض میں تاریخی عہد کے آغاز سے اب تک بیسیوں شہر آباد ہوے، جن میں سے اکثر کے نام صرف صفحاتِ تاریخ پر باقی رہ گئے ھیں، لیکن بھٹ کے فروغ و آرایش کا اصلی دور اب شروع ہوا ھے، جبکہ شاہ عبداللطیف کے عارفانہ کلام ک صحیح ذوق پیدا ھوا ۔ اور یہ فروغ انشاءاللہ ترقیِ ذوق کے ساتھ ساتھ بہ دستور روز افزوں رہے گا ۔

شادی : شاہ عبداللطیف کا ایک عزیز دوست میرزا مغل بیگ تھا، وہ ۱۷۱۳ء میں قزاقوں کے ھاتھ سے مارا گیا ۔ شاہ صاحب نے اسی کی صاحبزادی سے نکاح کرلیا ۔ بچہ کوئی نہ ھوا ۔ ایک افسانہ مشہور ھے کہ شاہ صاحب کی اھلیہ جب حاملہ تھیں تو ایک خاص قسم کی مچھلی کھانے کی آرزو کی ۔ ملازمہ نے شاہ صاحب کے ایک مرید کو وہ مچھلی لانے کے لیے بھیج دیا ۔ جب انھیں یہ واقعہ معلوم ھوا تو فرمایا کہ جو بچہ رحمِ مادر میں میرے درویشوں کے لیے اس درجہ باعثِ اذیت بنا ھے، وہ جوان ھوکر خدا جانے کیا گل کھلائے ۔ خدا کرے کہ یہ کلی کھلے بغیر مرجھا جائے ۔ چنانچہ بچہ مردہ پیدا ھوا (حــ ۱) ۔

---

۱ ۔ شاہ عبداللطیف ص۔ ۱۷۵-۱۷۶ ۔

یہ عرض کرنے کی ضرورت نہیں کہ اس قسم کے افسانے شاہ صاحب کی کرامت کا ثبوت تو بن سکتے ہیں لیکن آن کی عالمگیر شفقت و محبت کا کوئی اچھا مظاہرہ نہیں ہیں اور انہیں درست ماننا مشکل ہے۔

علم و فضل: عام طور پر سمجھا جاتا ہے کہ شاہ صاحب کتابی علم سے بے نیاز تھے۔ ''تحفۃ الکرام'' کا بیان ہے:

با آنکہ امی بود، حق تعالیٰ تمام علوم بر لوحہ سینہ‌اش مثبت داشتہ (ح۔ ۱)۔

اگرچہ وہ ان پڑھ تھے، لیکن خدا نے تمام علوم ان کے سینے کی تختی پر لکھ دیے تھے۔

ڈاکٹر سارلے نے لکھا ہے:

شاہ صاحب کی نظموں سے ظاہر ہوتا ہے کہ انھیں عربی و فارسی سے ایسی آگاہی حاصل تھی جو اس زمانے کی عام خواندگی سے بہت زیادہ تھی۔ یہ امر یقینی ہے کہ وہ مثنوی مولانا روم بخوبی جانتے تھے۔ بلکہ بیان کیا جاتا ہے کہ میاں نور محمدؐ کلھوڑے کا تعلق شاہ صاحب سے قائم نہ رہا تھا اور اس نے مثنوی کا ایک نہایت عمدہ نسخہ شاہ صاحب کی خدمت میں پیش کرکے آن کی نظر عنایت حاصل کی تھی . . .
لیلا رام وٹن مل کا بیان ہے کہ قرآن مجید، مولانا روم کی مثنوی اور شاہ کریم کی سندھی بیتیں ہمیشہ آن کے ھاتھ میں رہتی تھیں۔ اگر اس کہانی میں سچائی کا کوئی شمہ بھی موجود ہے اور غالباً یہ ایک

۱۔ ''تحفۃ الکرام'' جلد سوم ص۔ ۱۵۲۔

حد تک سچی ہے، تو یہ دعویٰ بالکل باطل ہوجاتا ہے کہ شاہ صاحب اچھے پڑھے لکھے آدمی نہ تھے (حـ۱)۔

اس اقتباس میں کسی اضافے کی ضرورت نہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ خوش عقیدہ لوگ اپنے مرکز عقیدت کو قدرت کا ایک خاص کرشمہ قرار دینے کی غرض ایسی داستانیں تیار کرلیتے ہیں لیکن شاہ صاحب کی تعلیم و تدریس کا پیمانہ کتنا ہی اونچا فرض کرلیا جائے، اس کے باوجود وہ قدرت کے لطف و کرم کا ایک خاص کرشمہ رہتے ہیں۔ جو کتابیں شاہ صاحب نے پڑھیں۔ وہ ہر دور میں ہزاروں نے پڑھی ہوں گی، بلکہ اکثر کا مطالعہ شاہ صاحب سے یقیناً بدرجہا وسیع تھا تاہم ان میں سے کوئی بھی پر تاثیر حقائق گوئی میں شاہ عبداللطیف نہ بن سکا:

هزار نکته باریک تر ز مو این جاست
نه هر که سر بتراشد قلندری داند

حلیہ اور اخلاق: سارلے کے بیان کے مطابق بے شمار لوگوں نے شاہ صاحب کے حلیے کے متعلق جو معلومات فراہم کیں، ان سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ جسم کے توانا، خوبرو اور متوسط القامت آدمی تھے۔ ڈاڑھی چھوڑ رکھی تھی۔ آنکھیں بڑی خوبصورت اور سیاہ رنگ کی تھیں۔ بشرے سے ہوشمندی ٹپکتی تھی، پیشانی چوڑی اور اونچی تھی۔ چہرہ پر متانت تھی اور معلوم ہوتا تھا کہ عمیق خیالات میں ڈوبے ہوئے ہیں۔ قلب حقیقت شناس تھا اور ہر لحظہ سوچ بچار میں منہمک رہتا تھا۔

۱۔ "شاہ عبداللطیف" ص ۱۷۴۔

اخلاق کے متعلق لکھا ہے کہ ان کے اوضاع و اطوار حلیمانہ اور گفتگو پر متانت تھی - لطف و مرحمت، رحم و ہمدردی اور جود و سخا ان کی جبلت میں داخل تھے - ان اوصاف ومحاسن نے آن کی ذاتِ گرامی کو انتہائی احترام کا مرجع بنا دیا تھا - وہ سختی سے بے حد نفور تھے - یہاں تک کہ کسی انسان یا حیوان کو معمولی سی جسمانی تکلیف پہنچانا بھی برداشت نہ کرسکتے تھے (ح ۱) -

ایسے بلند پایہ، حساس اور حقیقت رس شاعر کی سیرت ایسی ہی ہوسکتی تھی - مولانا عبدالحق نے خواجہ حالی کے متعلق لکھا ہے کہ وہ ایک مرتبہ حیدر آباد گئے - وہاں ریاست کا ایک بڑا افسر آن سے ملنے کے لیے آیا - کوچبان نے گاڑی جاے قیام سے ذرا آگے بڑھا دی - اس افسر نے چابک لے کر کوچبان کو مارا - خواجہ حالی اوپر کی منزل سے اس نظارے کو دیکھ رہے تھے - بعد میں بتایا کہ میں لیٹتا ہوں تو اب تک مجھے چابک پڑنے کی آواز سنائی دے رہی ہے -

کلھوڑوں سے متعلق: بعض روایتوں میں بتایا گیا ہے کہ شاہ عبداللطیف کے آزادانہ اور قلندرانہ طور طریق دیکھ کر مٹیاری کے سیدوں نے میاں نور محمد کلھوڑا کے پاس شکایات کیں اور سیدوں کے اثر و رسوخ کے باعث میاں صاحب کے دل میں شاہ صاحب کے خلاف ایک گونہ مخالفت پیدا ہوگئی - ہوسکتا ہے کہ اس داستان میں سچائی کا کوئی پہلو موجود ہو اور جب خاندان کے اکثر افراد اپنے کسی بھائی بند کے خلاف آلٹی سیدھی باتیں کہیں تو کسی شخص کا ان سے

۱- "شاہ عبداللطیف" ص- ۱۷۳ -

متاثر ھوجانا غیر اغلب نہیں - سارلے نے لکھا ھے کہ آخر میں نور محمد کو شاہ عبداللطیف کے خلوص اور بلندی منزلت کا یقین ھوگیا تھا اور شاہ صاحب سے اس نے دوستی پیدا کرلی تھی - بلکہ عام روایت کے مطابق میاں غلام شاہ کی پیدایش شاہ صاحب ھی کی دعا و برکت کا نتیجہ تھی (ح) -

وفات: شاہ عبداللطیف نے میاں نور محمد خاں سے دو برس پیشتر ۱۱۶۵ھ (۱۷۵۲ء) میں وفات پائی - ان کے مریدوں میں سے کسی نے مندرجۂ ذیل تاریخ کہی:

شاہ صاحب، ذوالمواھب سیدِ عبداللطیف
آنکہ قطبِ وقتِ خود از مردانِ حق
چون ز جامِ ارجعی مخمور نوش وصل شد
گفت ملہم غیب سالِ رحلتش رضوانِ حق (ح ۲)
۱۱۶۵ھ

دو تاریخیں شیخ محمد پناہ رجا نے کہیں:
۱ - گردیدہ محو عشق وجودِ لطیف میر
۲ - شد محو در مراقبہ جسم لطیفِ پاک (ح ۳) -
دونوں سے ۱۱۶۵ھ تاریخ نکلتی ھے -

بھٹ ھی میں دفن ھوے - ۱۷۵۴ء میں میاں غلام شاہ خاں نے شاہ صاحب کا مقبرہ بنوایا - صاحب ''تحفۃ الکرام'' نے لکھا ھے:

۱- ''شاہ عبداللطیف'' ص- ۱۷۳ -
۲- ''تحفۃ الکرام'' جلد سوم ص- ۱۵۳ -
۳- ''مقالات الشعرا'' ص- ۲۰۹ -

روزے کہ ازیں سرا نقل فرمودہ در ماتش جمعے از مریداں جاں دادند - مزار متبرکہاش بر آں بہ ہیئت عجیب جاے با روح و صفا ست - گنبد عالی بر مرقدش بنا یافتہ و راجا جیسلمیر نوبت نذر نمودہ - صبح و شام درگاہش عجیب روح و سرور و غریب صفا و حضور دارد - و اکنوں سید جمال شاہ قائمقام آں ولی مخصوص بہ کرامات خفی و جلی است - و سلسلۂ فقرا چند خلیفہ نامور دارد (ح ۱) -

جس روز شاہ صاحب کا انتقال ھوا - ماتم میں کئی مریدوں نے جانیں دے دیں - ان کا مزار متبرک عجیب جگہ ھے، جو روح و صفا سے معمور ھے - اس پر عالی شان گنبد بن گیا - راجا جیسلمیر نے بھی نذر بھیجی - صبح و شام ان کی درگاہ پر عجیب روح و سرور اور صفا و حضور رھتا ھے - اب سید جمال شاہ (شاہ صاحب کے بڑے بھائی کے پوتے) اس صاحبِ کرامات ولی کے سجادہ نشین ھیں - شاہ صاحب کے سلسلۂ فقرا میں چند نامور خلفاء ھیں -

شاہ جی کا رسالہ: منقولہ بالا عبارت سے ظاھر ھے کہ شاہ صاحب اپنی زندگی میں شاعری کی وجہ سے نہیں، صرف اپنی زندگی اور روحانی فیض رسانی کے اعتبار سے مشہور تھے اور ان کی رفعتِ شان کا اندازہ صرف اس واقعہ سے ھوسکتا ھے، کہ کئی مرید ان کے غم مفارقت کی تاب نہ لاسکے اور فوت ھوگئے -

---

۱- "تحفۃ الکرام" جلد سوم ص ۱۵۳ -

معلوم ہوتا ہے کہ شاہ صاحب عالم کیف میں شعر کہتے تھے اور بعض روایات سے ظاہر ہوتا ہے کہ انھیں اپنے کلام کی فراہمی کا کوئی خیال نہ تھا۔ دو ارادت مندوں نے پورا کلام جمع کرلیا۔ شاہ صاحب نے اسے دیکھا تو اٹھا کر ڈھنڈ میں پھینک دیا۔ بعد میں ان ارادت مندوں نے شاہ صاحب کو رضامند کرکے دوبارہ مجموعہ مرتب کرلیا۔ یہ مجموعہ ''شاہ جی کا رسالہ،، کے نام سے مشہور ہے۔

یہ آج تک مکمل شائع نہیں ہوا، سندھ میں اس کے متعدد قلمی نسخے موجود ہیں۔ آج کل ڈاکٹر داؤد پوترہ اس کی تہذیب و ترتیب میں مشغول ہیں۔ رسالہ کے خلاصے کی نظموں کا ترجمہ ڈاکٹر سارلے نے انگریزی میں کیا تھا۔ شاہ صاحب کے متعلق سندھی زبان میں متعدد کتابیں لکھی جاچکی ہیں۔ سندھی کے علاوہ انگریزی میں ڈاکٹر سارلے کی کتاب بہت مشہور ہے۔

سندھی زبان کا ارتقا: آخر میں سندھی زبان کے متعلق ایک تازہ بیان کا خلاصہ درج کردینا ضروری ہے:

۱ - کلھوڑوں کا عہد سندھی زبان کے نشو و ارتقا کے لیے زریں دور تھا۔

۲ - میاں سرفراز خاں کلھوڑا نے سندھی زبان میں نعت و مناجات کا آغاز کیا۔

۳ - عبداللطیف نے سندھی زبان اور ادبیات میں زندگی کی نئی روح پھونکی (حـ ۱)۔

---

۱ - حیدر آباد کے متعلق ایک مقالہ مطبوعہ روزنامہ ''ڈان،، مورخہ ٦ - ستمبر ۱۹۵۳ء -

اڑتیسواں باب

تعمیرات

تمہید: تعمیرات کے متعلق جتنی معلومات درکار تھیں، وہ باوجود سعی و کوشش میسر نہ آسکیں۔ اس غرض کے لیے پورے سندھ کے ایک ایک چپے کا دورہ ضروری تھا۔ اس کے لیے دو مرتبہ سعی کی گئی لیکن دورے کے لیے جو اسباب و وسائل ضروری تھے، وہ مہیا نہ ہوے اور ایک ایک مقام کی تحقیق نہ کی جاسکی۔ نہ آثار قدیمہ کو بالاستیعاب دیکھا جاسکا۔ آخر کار اس کے سوا چارہ نہ رہا کہ مختلف کتابوں میں جو حالات درج ہوچکے ہیں، انھیں یکجا کرکے مرتب کردیا جاے۔ مندرجۂ ذیل بیانات اسی تحقیق اور چھان بین کا مرقع ہیں۔

کلھوڑوں کے مرکز: کلھوڑوں نے مختلف عہدوں میں

مختلف مرکز بنائے - میاں آدم شاہ سے میاں دین محمد تک مرکزوں کا سرسری ذکر ان کے حالات میں آچکا ہے - لیکن چونکہ اس وقت تک باقاعدہ حکومت کی شان پیدا نہیں ہوئی تھی، اس لیے ان کو وہ حیثیت نہیں دی جاسکتی، جو بعد کے مرکزوں کو کم یا زیادہ مدت کے لیے حاصل رہی - میاں یار محمد خاں کے عہد سے کلھوڑوں کے مختلف مرکزوں کی اجمالی کیفیت یہ ہے :

۱ - خدا باد جسے دوسرے خدا باد سے ممتاز کرنے کے لیے "خدا باد کہن"، کہنا زیادہ مناسب ہوگا -

۲ - محمد آباد -

۳ - مراد آباد -

۴ - الہ آباد جسے بعد میں "شاہ پور"، کا نام دیا گیا -

۵ - شاہ گڑھ -

۶ - خدا باد نو -

۷ - حیدر آباد -

اب ان کی سرسری کیفیت ملاحظہ فرما لیجیے -

خدا باد: جیسا کہ پہلے عرض کیا جاچکا ہے - اس مرکز کا بانی یار محمد خاں تھا جسے مغل دربار سے "خدا یار خاں، ثابت جنگ"، کا خطاب ملا تھا اور غالباً خدا یار خاں کے خطاب ھی کی مناسبت کو پیش نظر رکھتے ہوئے مرکز کا نام "خدا باد"، رکھا گیا - بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلے اس جگہ جو مقام آباد تھا، اسے عام طور پر شکار پور پنہواری کہا جاتا تھا - میاں یار محمد خاں نے اسے لے لیا تو نام بدل دیا اور جیسے جیسے کلھوڑے ترقی کرتے رہے،

اس مرکز کی رونق، آرائش اور حسن میں بھی اضافہ ہوتا رہا - میاں غلام شاہ خاں کے عہد تک اس کی عظمت میں کوئی فرق نہ آیا - جب میاں صاحب نے مرکز حکومت حیدر آباد میں منتقل کرلیا، تو اس کے ساتھ درباری اور اکثر تاجر بھی منتقل ہوگئے اور خدا باد کی رونق گھٹنے لگی - عبدالنبی نے میر عبداللہ خاں ٹالپر اور میر فتح خاں ٹالپر کو قتل کرا دیا تو ٹالپروں نے جوشِ انتقام میں خدا باد پر یورش کی - شہر کو لوٹا اور مکانوں کو آگ لگا دی - یوں ۱۷۸۱ء میں خدا باد تباہ ہوگیا -

موجودہ حالات: اب خدا باد میں صرف دو عمارتیں باقی رہ گئی ہیں اور عام روایات کے مطابق ان کی حالت بھی اچھی نہیں - ایک جامع مسجد اور دوسرا میاں یار محمد خاں کلھوڑا کا مقبرہ - ۱۷۰۰ء سے ۱۷۶۸ء تک اس کے حسن اور عظمت میں اضافہ ہوتا رہا - ۱۷۶۸ء سے ۱۷۸۱ء تک اس کی رونق کم ہوتی رہی لیکن بہ موجود تھا اور فی الجملہ اچھی حالت میں ہوگا - ۱۷۸۱ء میں یہ برباد ہوگیا -

کہتے ہیں کہ اس کے کھنڈر کم و بیش پچاس ایکڑ کے رقبے میں پھیلے ہوئے ہیں - لیکن یقین ہے کہ اصل شہر اپنے باغوں کے ساتھ زیادہ وسیع رقبے میں پھیلا ہوا ہوگا - اگرچہ اب اس کی یوں کیفیت پیش کرنا مشکل ہے -

خائف کا بیان: ہمارے سامنے اس کے متعلق پہلا بیان باغ علی خائف، صاحبِ ”نامہ نغز“، کا ہے - وہ لکھتا ہے:

هوا خوش دل و باغباں دل پذیر
خداباد شہر است جنت نظیر

(اس کی ھوا دل کو خوش کرتی ھے اور باغباں
دل ابھانے والا ھے ۔ خداباد سچ مچ جنت کا
نمونہ ھے) ۔

وھاں سرو، بہی، ترنج، صنوبر، انگور، ناشپاتی کے درخت تھے ۔ پھولوں میں سے گلاب، چنبیلی، نرگس، نسرین، نسترن، نیلوفر، سوسن، سنبل، ھزارہ، گلخیرا کا ذکر کیا ھے اور پرندوں میں سے کبوتر، تدرو، کبک اور بلبل کا نام خاص طور پر لیا ھے ۔ یہ بھی لکھا ھے کہ اس میں نہریں بہتی تھیں ۔ قریب ھی شکارگاہ تھی ۔ یہ میاں نور محمدؐ خاں کے عہد کا نقشہ تھا ۔

شائق کا نقشہ: میر علی شاہ شائق نے میاں عبدالنبی کے عہد کا نقشہ یوں پیش کیا ھے :

وین خدابادی کہ اندر وی خدا آباد کرد
هم چو نام خود خداباد است شهر جانفزا
باد خود آباد چون در سینۂ اقلیم سند
راحتِ دلهای پیچان چون دمِ روحِ خدا
خانه هایش چون جنان، جانانه هایش جان‌ستان
دلبرانش دلربا، دلدادگانش در عزا
گل‌عذارانش به زیبا چهره چون لاله زار
خوش مقال و رمز فهم و نکته دان و آشنا
قصر سلطان درمیان و درمیانش گلستان
دستِ دولت را نگار و پایِ قدرت را حنا

آخری شعر سے ظاھر ھے کہ کلھوڑا فرمانرواؤں کا محل

شہر کے بیچ میں تھا اور اس محل کے اندر باغ تھا۔ محل سلطنت کے ہاتھ کے لیے وجۂ زیبایش تھا اور باغ پائے قدرت کے لیے مہندی۔ محل کی تعریف ان لفظوں میں بیان کی ہے:

ارتفاعش را فلک بیند اصطرلاب شمس
قدر مقدارش خداوندا چہ جای عقل ما

یعنی محل اتنا بلند تھا کہ اس کی بلندی کو ناپنے کے لیے آسمان سورج کا اصطرلاب استعمال کرتا تھا۔ اس حالت میں ہم لوگوں کی عقلیں اس کی قدر و منزلت کا کیا اندازہ کر سکتی ہیں۔

بازار کی تعریف میں شائق کہتا ہے کہ اگر سیر کے لیے نکلنے کا قصد ہے تو دل کو ہتیلی پر رکھ لے۔ اس کے کوچوں میں ہر طرف سیکڑوں یوسف صفیں باندھے کھڑے ہیں، اس کی ہر دوکان کعنان کا نمونہ ہے۔ شہر جانِ جہاں ہے۔ خداوندا! اسے ہمیشہ آباد رکھیو۔

باغ کا نام ''علی باغ'' بتایا ہے۔ اس میں فرمانروا کی سیر کے لیے ایک کشتی تھی۔ شائق لکھتا ہے کہ اسے بے تشبیہ پانی پر کشمیر کی حیثیت حاصل تھی یا کہہ لیجئے کہ دریائے نیل کے کنارے اس میں مصر کی سی شان تھی۔ ان دو نقشوں سے ظاہر ہے کہ شہر خاصا خوبصورت اور دلکش تھا۔ اگرچہ اس کی تفصیلی حیثیت کا کچھ اندازہ نہیں ہوسکتا۔

جامع مسجد: جامع مسجد اب بھی موجود ہے۔ اگرچہ

اس پر خستگی و شکستگی کے پونے دو سو سال گزر چکے ھیں۔ خائف نے لکھا ھے کہ یہ مسجد بنائی تو اس میں نقش نگار نہایت عمدہ بنائے۔ قبہ اتنا بلند ھوا کہ آسمان سے جا ملا۔ نقش و نگار میں شنگرف کو بہ افراط استعمال کیا گیا۔ اسے بیت المقدس تو نہیں کہا جاسکتا لیکن ھر وقت وھاں ذکر ھوتا رھتا ھے۔ نحوی اور صرفی عربی کی تعلیم و تدریس میں مشغول ھیں۔ صحیح بخاری پڑھائی جاتی ھے۔ حافظ تلاوت قرآن کرتے رھتے ھیں اور ذاکر تسبیح خوانی میں مصروف ھیں۔ کوزنس کے بیان کے مطابق یہ مسجد میاں یار محمد خاں نے بنوائی تھی۔ اس کے دو حصے تھے: ایک ۸۰ فٹ لمبا اور ۲۱ فٹ چوڑا، دوسرا ۸۰ فٹ لمبا اور ۲۵فٹ چوڑا۔ بلندی چونتیس فٹ تھی۔ داخلے کے دروازے پر دونوں طرف کاشی کاری کا نہایت اور دل آویز کام تھا۔ گل کاری اور بیل بوٹے بنانے میں اس سے پیشتر بڑے تکلفات برتے جاتے تھے۔ میاں صاحب نے پرانے طریقے کو چھوڑ کر نیا طریقہ اختیار کیا اور مسجد میں جتنی بھی کاشی کاری کرائی، اس میں اصل کی شان قائم رکھی۔

ھر ٹائل پر کنول کا پھول ھے، جو مرکزی تنے سے نکلا ھے، اس کے دلربا اور سجیلے پتے دائیں بائیں گر رھے ھیں۔ غور سے دیکھا جائے تو ان کے اندر بھی بے شمار پھول ھیں۔ اس میں سختی اور درشتی کا نشان تک نہیں بلکہ اس کے تمام خطوط ملائمت سے لبریز ھیں اور دیکھنے والے پر ان کا نہایت دلکش اثر پڑتا ھے۔ یہ جامع مسجد اور کسی وجہ سے نہیں تو کم از کم اس کاشی کاری کی وجہ سے تحفظ کی مستحق ھے۔

افسوس کہ زائروں اور سیاحوں نے اس مسجد کے ٹائلوں کو نقصان پہنچانے میں کوئی دقیقہ سعی اٹھا نہ رکھا۔ اکثر نے ٹائلیں اکھاڑنے کی کوشش کی، وہ اتنی مضبوط تھیں کہ اکھڑ نہ سکیں اور جگہ جگہ سے ٹوٹ گئیں۔

مقبرہ: خداباد سے ایک میل پر میاں یار محمدؐ خاں کا مقبرہ ہے۔ یہ مربع عمارت ہے اور اس کے اوپر گنبد ہے۔ اس پر بھی کاشی کاری کا کام ہے۔ جس میں سندھ نے ایروں کو مات کر دیا تھا۔ یہ مقبرہ میاں غلام شاہ خاں نے بنوایا تھا، جسے شوق تعمیر اور تحفظ آثار قدیمہ میں نہ صرف کلھوڑا فرمانرواؤں بلکہ سندھ کے تمام حاکموں میں یگانہ حیثیت حاصل تھی۔ اکثر مقبرے اور مسجدیں اسی فرمانروا نے بنوائی تھیں۔

محمد آباد: محمدؐ آباد کی بنیاد میاں نور محمدؐ خاں نے رکھی تھی۔ کتاب میں جا بجا اس کا ذکر آچکا ہے۔ مثلاً جب میاں محمدؐ مراد یاب خاں کو نظم و نسق ملک کا مختار بنا دیا گیا تھا تو میاں نور محمدؐ خاں خود محمدؐ آباد میں مقیم ہوگئے تھے۔ اس قصبے کی موجودہ حالت کے باب میں کچھ معلوم نہ ہوسکا۔

مرادآباد: جب میاں نور محمدؐ خاں کی وفات کے بعد میاں مراد یاب خاں کے نام فرمانِ ایالت جاری ہوا اور وہ عمرکوٹ سے لوٹے تو نصر پور سے متصل دریا کے دوسرے کنارے پر خیمے لگ گئے تھے۔ وہیں میاں صاحب کے جلوس کی رسم ادا ہوئی اور اسی مقام پر ۱۷۵۴ء میں ایک شہر آباد ہوا، جس کا نام مراد آباد رکھا گیا۔ لیکن یہ کچھ مدت بعد

دریا کی طغیانی میں تباہ ہوگیا - اب اس کا کوئی نشان باقی نہیں - دریا نے رخ بدل لیا، تو نصر پور کی پہلی حیثیت بھی باقی نہ رہی -

الہ آباد: مراد آباد تباہ ہوگیا تو میاں غلام شاہ خاں نے محمدؐ آباد کے پاس ایک نیا شہر الہ آباد کے نام سے تعمیر کرایا - بعد میں اس کا نام شاہ پور رکھ دیا لیکن یہ زیادہ دیر تک مرکز نہ رہا اور اسے جلد ترک کر دیا گیا - اب یہ ایک معمولی مقام ہے - ایک اور شاہ پور بھی میاں غلام شاہ نے آباد کیا تھا -

شاہ گڑھ اور شاہ بندر: جس زمانے میں میاں عطر خاں اور میاں احمد یار خاں نے عطائی خاں کو لے کر سندھ پر چڑھائی کر دی تھی ، میاں غلام شاہ خاں جنوبی علاقے کی طرف ہٹ گئے تھے - انھوں نے کھجہ کو مرکز بنا کر اس کا نام شاہ گڑھ تجویز کیا - اورنگا بندر سے لوگوں کو اٹھا کر اس نئے مقام پر لے آئے - اس کے لیے قریب ھی ایک بندرگاہ کا بندوبست کیا ، جس کا نام شاہ بندر قرار پایا - جب خانہ جنگی ختم ہو گئی اور پورا سندھ میاں غلام شاہ خاں کے قبضے میں آگیا تو اس مرکز کو ترک کر دیا گیا -

حیدر آباد: میاں غلام شاہ خاں کے بنا کردہ شہروں میں سب سے بڑھ کر قابل حیدر آباد ہے، جسے بعد میں مرکز حکومت کی حیثیت مل گئی اور ٹالپروں کے زمانے میں وھی مرکز حکومت تھا - اس شہر کی بنیاد ۱۷۶۸ء میں رکھی گئی - والٹن ہملٹن نے ۱۸۲۰ء میں اس کے متعلق جو کچھ

لکھا تھا، اس کا خلاصہ یہ ہے کہ قلعہ ایک پہاڑی پر ہے جو ایک ہزار قدم لمبی ہے ۔ اس کے ایک طرف پھلیلی ہے ۔ دوسری طرف تین میل پر دریائے سندھ ہے ۔ قلعہ پنج گوشہ ہے اور پہاڑی کی وضع کے مطابق تعمیر ہوا ہے ۔ اس کی دیواریں اینٹ کی ہیں اور ان میں بندوقوں کے لیے سوراخ ہیں ۔ اکثر مقامات پر پہاڑی کے اطراف اتنے ڈھلان ہیں کہ اگر دیوار کو توڑ بھی لیا جائے تو قلعہ پر چڑھنا بہت مشکل ہے ۔

> قلعے کے اندر کئی خوبصورت مسجدیں ہیں ۔ لیکن آس پاس میاں غلام شاہ کے مقبرے کے سوا کوئی قابلِ ذکر عمارت نہیں جو قلعے کے جنوب میں ایک پہاڑی پر بنا ہوا ہے ۔ بازار کی دکانوں میں ہر قسم کی جنسیں بہ کثرت موجود ہیں ، زیادہ ہندو بنیئے ان میں دکانداری کرتے ہیں (حـ ۱) ۔

پوسٹنز کا بیان: پوسٹنز نے لکھا ہے کہ حیدر آباد ایک پہاڑی پر واقع ہے جس کی مشرقی سمت کے ساتھ ساتھ دور تک دریا چلا گیا ہے ۔ اس کے استحکامات بہت وسیع ہیں ۔ ایک لمبا بازار ہے جو ایک میل تک چلا گیا ہے ۔ سمندر کی ہوائیں حیدر آباد پہنچتی ہیں اور اسے سندھ میں مرکزی حیثیت حاصل ہے ۔ اسی وجہ سے غالباً مرکز حکومت کے لیے اسے منتخب کیا گیا ۔ میاں غلام شاہ خاں نے اسے قدیم نیرون کوٹ کی جگہ آباد کیا تھا ۔ ایشیائی جنگوں میں حیدر آباد کو غالباً ناقابلِ تسخیر سمجھا جائے ۔ لیکن اس کا پر ہیبت نظارہ اس

---

۱ ۔ ''ہندوستان اور اس کے متصلہ ممالک'' انگریزی جلد اول صـ ۵۶۹ ۔

کی حقیقی قوت کے متعلق غلط تصور پیدا کرتا ہے (ح ۱)۔

یہ بیانات ٹالپروں کے دور سے متعلق ہیں لیکن یقین ہے کہ کلھوڑوں کے عہد میں عام حالت اس سے مختلف نہ ہوگی۔ بعد میں یہاں متعدد مقبرے بنے۔ کلھوڑوں کے عہد کے دو مقبرے ہیں، ایک میاں غلام شاہ خاں کا اور دوسرا میاں سرفراز خاں کا۔

خدا باد نو: یہ مرکز میاں غلام شاہ خاں کی وفات کے بعد میاں سرفراز خاں کے عہد میں قائم ہوا۔ یہ ہالہ سے ڈیڑھ، دو میل کے فاصلے پر ہے، وہاں ٹالپروں کے مقبرے ہیں۔

شاہ بہارا کا مقبرہ: یہ مقبرہ لاڑکانہ میں ہے جس پر شاہ بہارو مدت تک حاکم رہا اور اپنے زیر انتظام علاقے کی آبادی کو اس نے کمال پر پہنچایا۔ مقبرہ میاں غلام شاہ خاں نے بنوایا تھا۔ اس کی کیفیت یہ ہے چبوترے ۷۰ فٹ مربع اور اس پر ۳۹ فٹ مربع مقبرے کی عمارت، جو ۴۷ فٹ اونچی ہے۔ کلھوڑوں کے عہد میں لاڑکانہ کی رونق بہت بڑھ گئی تھی۔ شکار پور ہاتھ سے نکل گیا تو لاڑکانہ شمالی سرحد پر کلھوڑوں کا سب سے بڑا شہر رہ گیا تھا۔ وہاں ریشمی اور سوتی کپڑا نہایت اچھا بنا جاتا تھا۔

متفرق عمارتیں: اب کلھوڑوں کے عہد کی متفرق عمارتوں کا حال سن لیجئے:

۱۔ میاں آدم شاہ کا مقبرہ، واقع سکھر، میاں غلام شاہ خاں نے بنوایا۔

۱۔ "سندھ کے متعلق ذاتی مشاہدات" ص ۲۷، ۲۸۔

۲ - شاھل محمدؐ کا مقبرہ جو قنبر سے ٦ میل کے فاصلے پر ھے - میاں غلام شاہ خاں نے بنوایا - ساڑھے پندرہ فٹ مربع چبوترہ اور اس پر ساڑھے پینتس فٹ بلند مقبرہ -

۳ - میاں نصیر محمدؐ خاں کا مقبرہ جو میاں یار محمدؐ خاں نے بنوایا -

۴ - لاڑکانہ کا قلعہ جس کے محض آثار باقی ھیں -

۵ - درگاہ پیر رکن شاہ ، تعمیر ۱۱۷۹ھ اور درگاہ پیر شاھنشاہ ، تعمیر ۱۱۷۵ھ -

٦ - بدین ۱۷۵۰ء میں تعمیر ھوا - اسے مدد خاں نے تباہ کیا -

۷ - شاہ عبداللطیف کا مقبرہ ، واقع بھٹ میاں غلام شاہ خاں نے بنوایا -

۸ - نو شہر فیروز ، فیروز برگ نے تعمیر کرایا -

۹ - خیرو ڈیرو ٹانڈو بانمو -

۱۰ - میاں نور محمدؐ خاں کا مقبرہ جو غالباً میاں مراد یاب خاں کے عہد میں بنا -

انتالیسواں باب

حرف آخر

شکر کہ جمازہ بہ منزل رسید

عام تبصرہ: سمہ حکمرانوں کے بعد سندھ میں جو پہلی حکومت قائم ہوئی، اس کی سر گزشت منزل آخر پر پہنچ گئی۔ اگرچہ کلھوڑے بہ حیثیت مجموعی صرف اسّی برس حکمران رہے اور اس مدت کا بھی بڑا حصہ ایسا ہے جس میں پورا سندھ اُن کے قبضے میں نہ رہا۔ مثلاً میاں یار محمدؐ خاں کے ابتدائی دور میں سندھ کا صرف ایک حصہ ان کے زیر انتظام تھا۔ میاں نور محمدؐ خاں نے ۱۷۳۹ء میں پورے سندھ کو اپنے دائرۂ نظم میں داخل کرنے میں کامیابی حاصل کی۔ چند ماہ بعد نادر شاہ پہنچ گیا اور اُس نے ظلم و جبر کی جھاڑو سے

پہلے سندھ کی دولت سمیٹی ، پھر مقراضِ استبداد سے متحدہ سندھ کا دامن ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا ۔ میاں نور محمدؐ خاں نے پھر آہستہ آہستہ نظم و نسق کو بحال کیا تو ابدالی آپہنچا اور دوبارہ سندھ پر خوفناک مصیبتیں نازل ہوئیں ۔ میاں نور محمدؐ خاں کے بعد کئی برس تک خانہ جنگی کی آگ مشتعل رہی ۔ میاں غلام شاہ خاں نے بارہ تیرہ برس اطمینان سے حکومت کی ، اگرچہ ان کے سر پر ابدالیوں کی تلوار معلق رہی ۔ ان کے بعد پھر بار بار داخلی کشمکشیں پیدا ہوئیں اور بار بار افغانوں کے لشکر یہاں آئے ، جن میں سے مدد خاں کی آمد بہت بڑی مصیبت تھی ۔

ان بے اطمینانیوں اور پریشان حالیوں کے باوجود کلھوڑوں کی حکومت نے اہلِ ملک کے لیے راحت و آسایش اور صلاح و فلاح کے وہ تمام سامان مہیا کیے جو ان کے دائرۂ مقدور میں تھے ۔ مثلاً نہریں بنائیں ، اُفتادہ زمینوں کو آباد کیا ، عام لوگوں کے لیے مفید مشاغل کے مواقع بہم پہنچائے ، صنعت و حرفت کو ترقی دی ، راستوں کو مامون بنا کر تجارت کو فروغ دیا ۔ گویا اہلِ ملک کی اقتصادی ، اخلاقی اور انتظامی ضرورتوں کو حتی الامکان پورا کیا اور علم و فضل کی سرپرستی میں کوئی دقیقۂ سعی اٹھا نہ رکھا ۔ سندھی زبان اور سندھی ادبیات بھی انھیں کے عہد میں از سر نو زندہ ہوئیں ۔

بے تعصبی : ایک قابلِ ذکر امر یہ ہے کہ کلھوڑوں کی حکومت اس لحاظ سے اسلامی مقاصد کی بہتر اندازہ شناس تھی کہ اُن کے عہد میں غیر مسلموں سے کبھی تعصب روا نہ رکھا گیا ۔ اوپر بیان ہوچکا ہے کہ میاں یار محمدؐ خاں کے عہد سے ہندو کارکنوں کو کلھوڑوں کے نزدیک خاص درجۂ

اعتماد حاصل تھا اور متعدد ہندو کارکنوں کے نام مختلف مواقع پر پیش کیے جاچکے ہیں - میاں یار محمد خاں اور میاں نور محمد خاں کے زمانے میں مہتہ موٹومل حد درجہ معتمد علیہ بنا - پھر دیوان گدو مل نے بلند ترین درجہ حاصل کرلیا - وہ لوگ قابل تھے - خلوص و دیانت سے اپنے آقاؤں کی خدمات انجام دیتے تھے - لہٰذا ان پر شفقت و نوازش میں کبھی بخل نہ ہوا - مہتہ موٹومل کو ''برخوردار'' کا لقب حاصل تھا، جو کلھوڑوں کے عہد میں صرف ان لوگوں کو ملتا تھا، جنھیں وہ نظمِ حکومت میں اپنا لاینفک جزو سمجھتے تھے - جیسے مسلمانوں میں سے شیخ شکراللہ، شیخ غلام محمد، میر شہداد ٹالپر اور شاہ بہارا - اگر غیر مسلموں کے ساتھ عزت و حرمت اور قدر شناسی کا بہترین برتاؤ نہ ہوتا تو وہ خلوص کے پیکر نہ بن سکتے اور اعتماد کے اعلیٰ مدارج پر نہ پہنچتے - وہ سندھی تھے اور اپنی صلاحیتوں کی بناء پر اعلیٰ سے اعلیٰ درجات پر فائز ہوئے - صحیح قومی و ملکی حکومت کے تقاضے اسی صورت میں پورے ہوسکتے تھے - ہر شخص کو صلاحیت و کارکردگی کی بناء پر رفعت و بلندی حاصل ہونی چاهیے - بعد کے دور میں یہ حالت قائم نہ رہی اور معلوم ہے کہ ہندووں میں سے اکثر لوگ اجنبی انگریزوں کے خفیہ کارندے بن گئے - ملک کی آزادی کو جو نقصان پہنچا - اس کے اسباب میں ایک اہم سبب یہ بھی تھا -

مزید شہادتیں: بے تعصبی کا یہ نقشہ کلھوڑوں کے پورے دور میں برابر قائم رہا - مثلاً میاں غلام شاہ خاں کے عہد میں متعدد ہندو ذمہ داری کے عہدوں پر فائز تھے - میاں عبدالنبی کے عہد میں رائے بالک رام اور گلاب رائے

متصدیوں میں شامل تھے، جیسا کہ شائق کے قصیدے سے واضح ہوتا ہے۔ اس قصیدے سے مزید شہادتیں ملاحظہ فرمائیے:

۱ ۔ لائق تحسین بود گدّو مل روشن دماغ ۔

۲ ۔ دفتر از دیوان اجو مل شد به نظم و انتظام ۔

۳ ۔ کرد تارا چند تاراج متاعِ صبر و ہوش

با لب شیرین و گفتار خوش و چشم سیاہ

ان کے علاوہ ہر رائے، سہج رام، مانک اور مول چند کے نام آئے ہیں۔

ہل من مدکر؟ اٹھارھویں صدی کی ملکی حکومت کا یہ پہلا مفصل مرقع ہے، جو معرضِ ترتیب میں آیا۔ اسے سامنے رکھ کر از سر نو اندازہ کرنا چاہیے کہ سندھ میں جو شخصیتیں آج سے دو سو برس پہلے موجود تھیں، ان کے سامنے خدمتِ ملک و قوم کے کیا پیمانے تھے۔ انھوں نے کس درجہ نازک حالات اور ہجوم مشکلات میں سر رشتۂ نظم و نسق سنبھالا۔ کس طرحُ مسلسل محنت و مشقت سے کام کیا۔ کس ہمت و جانفشانی سے وہ تمام سامان فراہم کیے جو ان کے عہد میں اہلِ ملک کی آسایش، فراغت بال اور ترقی و تعالی کے لیے ضروری تھے۔ تاریخیں اسی غرض سے مرتب کی جاتی ہیں کہ آنے والی نسلیں اپنے اسلاف کے کارناموں سے اچھے سبق حاصل کریں۔ ان کی غلطیوں اور لغزشوں سے بچی رہیں اور قدم آگے بڑھائیں۔ سندھ کی ایک قومی حکومت کی سرگرمیوں اور جانفشانیوں کا یہ نقشہ ایک آئینہ ہے، جسے سامنے رکھ کر موجودہ نسل اور آیندہ نسلیں اپنی صلاحیت عمل کے خط و خال

درست کرسکتی ھیں ، یا کہنا چاھیے کہ اسلاف اپنے اخلاف سے بہ زبانِ حال کہہ رہے ھیں :

دادیم نشاں ز گنج مقصود ترا
گر ما نرسیدیم تو شاید برسی

تمت

ضمیمہ نمبر ۱

کلھوڑوں اور داؤد پوتروں کے شجرے

کلھوڑوں اور داؤد پوتروں کے شجروں کے متعلق جو پیچیدگیاں ہیں ، ان کا ذکر میں نے کتاب کے ابتدائی ابواب میں تفصیل سے کر دیا ہے۔ یہاں ان مطالب کو دھرانے کی ضرورت نہیں ۔ اب شجرے درج کرتا ہوں تاکہ انہیں سامنے رکھ کر قارئین کو میری گزارشات پر غور فرمانے میں سہولت رہے۔ ہر شجرے کے عنوان پر درج کر دیا ہے کہ یہ کہاں سے ماخوذ ہے۔ ''جواھر عباسیہ،، میں دو شجرے منقول ہیں ۔ دونوں بالمقابل درج کر دیے ہیں تاکہ تفاوت کا اندازہ بہ آسانی ہوسکے ۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوسکتا ہے کہ جو کتابیں حکمرانوں کی سرپرستی میں مرتب ہوئیں ، ان میں بھی کتنی بے احتیاطی ہوئی ۔

کلھوڑوں کے مختلف شجروں کو درج کرنے کے بعد میں نے ٹالپروں کا شجرہ بھی اس حد تک دے دیا ہے ، جس حد تک اس خاندان کے افراد کا تعلق کلھوڑوں سے ہے ۔

کلھوڑے اور راؤد پوترے

(از حضرت عباس رض تا امیر چنے خاں)

''جواہر عباسیہ،، کا پہلا بیان

حضرت عباس رض
|
حضرت عبداللہ رض
|
علی
|
محمدؐ
|
خلیفہ ابو جعفر منصور بانیِ بغداد
|
خلیفہ مہدی
|

''جواہر عباسیہ،، کا دوسرا بیان

حضرت عباس رض
|
حضرت عبداللہ رض
|
علی
|
محمدؐ
|
خلیفہ ابو جعفر منصور
|
خلیفہ مہدی
|

خلیفه هارون الرشید
|
خلیفه امین الرشید
|
سلطان ابو جعفر عبداللہ
|
خلیفه سلطان ابو الفضل
|
خلیفه شاہ محمدؒ
|
خلیفه ابو القاسم احمد مستنصر باللہ
(پہلا عباسی خلیفۂ مصر)
|
سلطان یاسین
|
سلطان سہیل
|
سلطان عقیل
|
سلطان شاہ مزمل
|

خلیفه هارون الرشید
|
خلیفه معتصم اللہ
|
خلیفه متوکل
|
خلیفه معتضد
|
خلیفه مقتدر
|
خلیفه متقی
|
خلیفه قادر
|
خلیفه قائم
|
جاهرة الدین
|
خلیفه مقتدی
|
خلیفه مستظہر
|

سلطان احمد ثانی
(جو سب سے پہلے سندھ آیا)
|
ابو نصر عرف ابن
|
عبدالقاہر عرف کاہر خاں
|
سکندر خاں عرف سنگراسی
|
فتح اللہ خاں عرف تہل خاں
|
بہاءُ اللہ خاں عرف بہلا خاں
|
امیر چنے خاں

خلیفہ مستظہر
- خلیفہ مکتفی
  |
  خلیفہ مستنجد
  |
  خلیفہ مستضی
  |
  خلیفہ ناصر
  |
  خلیفہ ظاہر
  - ابو القاسم احمد المستنصر باللہ (پہلا عباسی خلیفہ مصر)
    |
    یٰسین
    |
  - خلیفہ مستنصر
    |
    خلیفہ معتصم
    (عباسیانِ بغداد کا آخری خلیفہ)
- خلیفہ مسترشد
  |
  خلیفہ راشد
  |
  ×
  |
  ابو العباس حاکم بامراللہ

|

سہیل

|

عقیل

|

مزمل

|

احمد ثانی

|

ابو نصر

|

عبدالقاہر

|

سکندر خاں

|

فتح اللہ خاں

|

بہاءُ اللہ خاں

|

امیر چنے خاں

پہلا شجرہ ''جواہر عباسیہ'' کے ص- ۲۱ - ۲۲ پر ہے۔ دوسرا ص- ۳۱ ، ۳۶ پر-

گھوڑے اور داؤد پوترے

(از حضرت عباس رض تا چنے خاں)

"روایت حکیم محمدؐ صادق عباسی"

حضرت عباس رض
|
حضرت عبداللہ رض
|
علی
|
محمدؐ
|
خلیفہ ابو جعفر منصور
|
خلیفہ مہدی
|
خلیفہ ہارون الرشید
|

"تحفہ الکرام" و "نامہ نغز"

حضرت عباس رض
⋮
شیخ اودھانہ
⋮
پانچ پشت بعد
|
فتح اللہ خاں عرف تھل
|
بہاء اللہ خاں عرف بہل
|
چینہ
یعنی
امیر اچنے خاں

خلیفه مامون الرشید

عباس

عبدالرحمٰن

قائم

جاهره

احمد اول

ظاهر

احمد

قائم

(سب سے پہلے سندھ آئے)

جنیح یا جنیھه عرف چینه

(امیر چنے خاں)

کلھوڑے اور داؤد پوترے

(بعد از چنے خاں)

جواھر عباسیہ

امیر چنہ خاں

داؤد خاں اول	محمد مہدی
محمود خاں	کلھوڑے خاں
محمد خاں	⁝
	(نو پشت بعد)
	محمد آدم شاہ

حکیم محمد صادق عباسی

جنیح یا جنیھہ یا چینہ

محمد

ابراھیم (کلھوڑا)

شاہ محمد

رانا

داؤد خاں ثانی

(جس سے داؤد پوترے کا لقب
جاری ہوا)

طاہر

|

میاں خاں محمدؒ

|

میاں صاحب ڈنہؒ

|

میاں نور شاہ عرف گجن شاہ

|

میاں آدم شاہ شہید

کلھوڑے اور داؤد پوترے

(بعد از چنے خاں)

میرزا قلیچ بیگ

(چینے خاں)
|
محمّد
|
ابراھیم
|
شاہ محمّد عرف شاھم
|
رانا
|
طاھر

سید علی محمّد راشدی

جام چنو یا چینی ۱۲۲۰ء
(چینے خاں)
|
محمّد ۱۲۴۰ء
|
ابراھیم ۱۲۸۰ء
|
شاہ محمّد ۲۰ — ۱۳۰۰ء
|
رانو ۹۰ — ۱۳۵۰ء
|

طاہر ۱۴۰۰ء
|
میاں خان ۱۴۴۰ء
|
میاں صاحب ۱۴۸۰ء
|
گجن شاہ ۱۵۲۰ء
|
میاں آدم شاہ

|
خان
|
صاحب
|
گجن
|
آدم شاہ

داؤد پوٽرن کا شجره

داؤد خان ثانی (ملاحظه هو صفحه ٥)

|

چندر خان

|

صالح خان

|

هیبت خان

|

بکهر خان اول

|

بهادر خان اول

|

بکهر خان ثانی

|

فیروز خان

|

بہادر خاں ثانی

مبارک خاں اول

(۱) امیر صادق محمدؐ خاں اول
(بہاول پور کا پہلا فرمانروا)
۱۷۲۷ء—۲۰ مارچ ۱۷۴۶ء

میاں فتح محمدؐ خاں

(۴) جعفر خاں
ملقب بہ بہاول خاں ثانی
۵ - جون ۱۷۷۲ء—۲۳ اگست ۱۸۰۹ء

(۳) محمدؐ مبارک خاں ثانی
۱۷۴۹ء ۴ جون ۱۷۷۲ء

(۲) محمدؐ بہاول خاں اول
بانی بہاول پور
۱۷۴۶ء—۱۷۴۹ء

(۵) عبداللہ خاں
ملقب بہ
صادق محمد خاں ثانی
۲۳ - اگست ۱۸۰۹ -- ۱۷ - اپریل ۱۸۲۶ء

(۶) رحیم یار خاں
ملقب بہ
بہاول خاں ثالث
۱۷ - اپریل ۱۸۲۶ء - ۱۹ - اکتوبر ۱۸۵۲ء

(۷) سعادت یار خاں	(۸) حاجی خاں
ملقب بہ	ملقب بہ
صادق محمد خاں ثالث	فتح خاں
۱۹ - اکتوبر ۱۸۵۲ء—	۲۲ - فروری - ۱۸۵۳ء —
۲۲ - فروری ۱۸۵۳ء	۳ - اکتوبر ۱۸۵۸ء

|

(۹) رحیم یار خاں

ملقب بہ

محمد بہاول خاں رابع

۳ - اکتوبر ۱۸۵۸ — : ۲ - مارچ ۱۸۶۶ء

|

(۱۰) نواب صادق محمد

خاں رابع

۲۵ - مارچ ۱۸۶۶ء — ۱۴ - فروری ۱۸۹۹ء

|

(۱۱) مبارک خاں

ملقب بہ

الحاج محمد بہاول خاں خامس

۱۴ - فروری ۱۸۹۹ء — ۱۵ - فروری ۱۹۰۷ء

|

(۱۲) الحاج رکن الدولہ نصرت جنگ، مخلص الدولہ، سیف الدولہ، معین الدولہ، حافظ الملک نواب سر صادق محمّد خاں خامس حال امیر ریاست بہاول پور (حـ ۱)۔

۱- جن اسماءٔ گرامی کے ساتھ نمبر لگے ہوئے ہیں - وہ اسی ترتیب سے فرمانروایان بہاول پور بنے- حال امیر بہاول پور کے اسم گرامی کے ساتھ جو القاب درج ہیں - یہ نواب محمّد بہاول خاں ثانی کے زمانے سے خاندانی فرمانرواؤں کے موروثی القاب ہیں -

کلھوڑوں کا شجرہ

(از میاں آدم شاہ تا میاں نور محمدؐ خاں)

"حکیم محمدؐ صادق عباسی"

میاں آدم شاہ شہید

میاں داؤد

میاں الیاس — میاں شاہ علی عرف میاں شاھل

میاں الیاس:

میاں نصیر محمدؐ
۱۰۶۰ھ — ۱۱۰۳ھ
۱۶۵۷ء — ۱۶۹۶ء

میاں نصیر محمدؐ:

میاں دین محمدؐ
وفات ۱۱۱۱ھ — ۱۷۰۰ء

میاں یار محمدؐ خاں
وفات ۱۱۳۱ھ — ۱۷۱۸ء

میاں میر محمدؐ خاں
وفات ۱۱۳۱ھ — ۱۷۱۸ء

میاں یار محمد خاں

- میاں نور محمد خاں
- میاں داؤد
- میاں تاج محمد
- میاں محمد عارف
- میاں محمد خاں
- میاں محمد اسلام

کلھوڑوں کا شجرہ

(از میاں آدم شاہ تا میاں نور محمدؐ خاں)

''میرزا قلیچ بیگ،،

آدم شاہ

|

داؤد

|

الیاس

|

شاہ علی عرف شاہل محمدؐ

|

میاں نصیر محمدؐ

دین محمدؐ	یار محمدؐ	میر محمدؐ
نور محمدؐ خاں	داؤد خاں	محمدؐ خاں

کلھوڑوں کا شجرہ

(از میاں آدم شاہ تا میاں نور محمدؐ خان)

” سید علی محمدؐ راشدی “

- آدم شاہ
  - داؤد — ١٦٠٠ع
    - میاں الیاس ١٦٣٠ع
      - میاں نصیر محمدؐ ١٦٥٧ع — ١٦٩٢ع
        - دین محمدؐ ١٦٩٢ع — ١٦٩٩ع
        - یار محمدؐ ١٧٠١ع — ١٧١٩ع
        - میر محمدؐ ١٧١٩ع
    - میاں شاہ علی عرف شاہل محمدؐ ١٦٥٧ع

یار محمدؐ

محمدؐ داؤد
۱۷۱۹ء

نور محمدؐ
۱۷۱۹ء — ۱۷۵۳ء

غلام حسین

کلھوڑوں کا شجرہ

(میاں نور محمّد خاں سے آخر تک)

(۱)

(حسب بیان سید علی محمّد راشدی)

- میاں نور محمّد خاں
  - محمّد مراد یاب خاں
  - عطر خاں
  - احمد یار خاں
  - غلام نبی خاں
  - غلام شاہ خاں
  - خدا داد خاں
  - عبدالنبی خاں
  - صادق علی

محمود خان — سرفراز خان

سرفراز خان

میر محمد خان

——:o:——

(٢)

(حسب بيان ميرزا قليچ بيگ)

ميان نور محمد

مرادياب خان — خداداد خان — غلام شاه خان — عطر خان — غلام نبي خان — عبدالنبي خان

- محمد سرفرازخان
  - عطر خان
  - مير محمد
- محمود خان

——:o:——

(۳)

(حسب بيان حكيم محمد صادق عباسی)

- ميان محمد عارف
- ميان تاج محمد
- ميان داؤد
- ميان نور محمد خان
- ميان محمد خان
  - ميان فضل علي
- ميان محمد اسلام
  - ميان محمد شفيع
  - ميان شاه محمد

ميان غلام شاه خان | ميان خداداد خان | ميان عطر خان | ميان عبدالنبي | ميان غلام نبي | ميان محمد مراد ملقب به سر بلندخان

ميان الله بخش

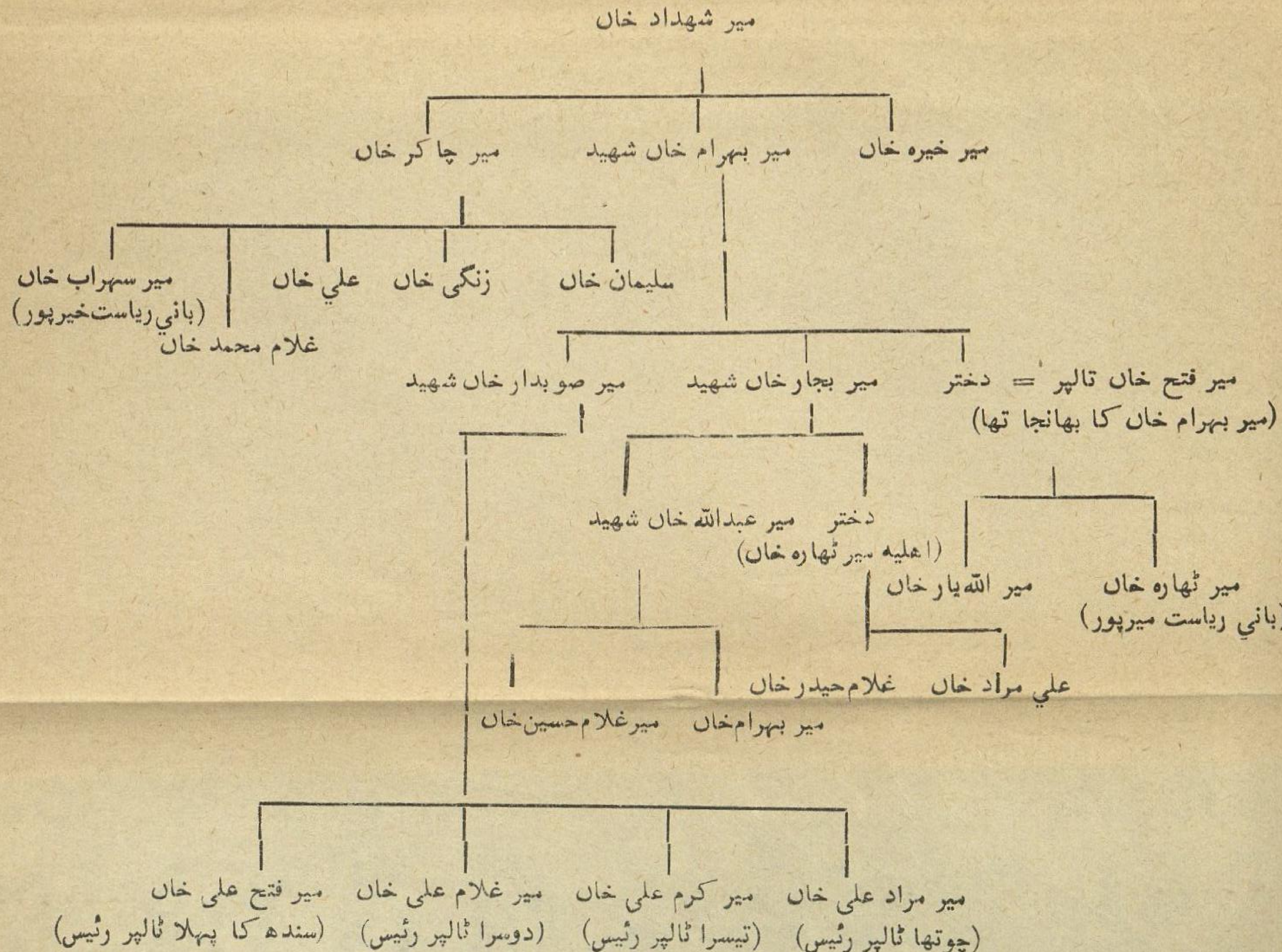
ميان صادق على

ميان محمود خان شهيد | ميان محمد خان شهيد

ميان سرفراز خان

ميان محمد خان

ٹالپروں کا شجرہ



1231
1121
110

فہرست مآخذ

۱- وقائعِ نادری مصنفۂ معصوم علی محشر مطبوعہ نولکشور
۲- اورینٹل کالج میگزین بابت فروری ۱۹۵۰ء
۳- گلزارِ شاہی مصنّفہٗ مفتی غلام سرور لاہوری
۴- احمد شاہ بابا (فارسی) مصنّفہٗ غبار
(زیر اہتمامِ انجمن ادبی کابل)
۵- انتخاب تواریخ الاغیار مرتّبہٗ سید عیسیٰ مہدوی مطبوعہ
قومی پریس حیدرآباد (دکن)
۶- نادر شاہ (فریزر کی کتاب کا فارسی ترجمہ)
۷- تاریخِ ہند (عہد اسلامی) مرتبہٗ منشی محمد ذکاء اللہ
۸- " (عہد انگلشیہ) جلد دوم و سوم و چہارم " "
۹- تذکرہٗ علماء ہند (فارسی) مرتّبہٗ مولوی رحمٰن علی
ممبر کونسل ریوان (مطبوعہ مطبع نولکشور نومبر ۱۹۱۴)
۱۰- سراج التّواریخ (فارسی) جلد اول (مطبع حروفی کابل ۱۳۳۱ھ)
۱۱- تاریخ افغانستان مرتبہٗ سید جمال الدین افغانی (اردو ترجمہ)
۱۲- تاریخ جہاں کشائے نادری (فارسی)
مرتبہٗ میرزا مہدی کوکب (مطبوعہ بمبئی)
۱۳- مآثر الامراء (فارسی) جلد اول و دوم و سوم
(رائل ایشیاٹک سوسائٹی بنگال)

١٤- منتخب اللبّاب (فارسی) مرتبہٴ خافی خان
(رائل ایشیاٹک سوسائٹی بنگال)
١٥- طبقاتِ اکبري (فارسی) مرتبہٴ ملاّ نظام الدین
(رائل ایشیاٹک سوسائٹی بنگال)
١٦- آئینِ اکبري مرتبہٴ ابوالفضل
(رائل ایشیاٹک سوسائٹی بنگال)
١٧- اکبر نامہ " " (رائل ایشیاٹک سوسائٹی بنگال)
١٨- تذکرہٴ رؤساے پنجاب (اردو) جلد چھارم
(مطبع نولکشور لاھور)
١٩- تاریخ بلوچاں مرتبہٴ سردار غلام رسول خان بلوچ
٢٠- تاریخ بلوچستان مرتبہٴ رائے بھادر ھتّورام
(معروف بہ عجب باغ و بہار)
٢١- تاریخ ضلع ڈیرہ غازی خان " " " "
٢٢- کتاب الخطط و الآثار (عربی) مرتّبہٴ علاّمہ مقریزي
(مطبع نیل مصر)
٢٣- تاریخ ممالیک (عربی) مرتبہٴ حسن ابراھیم
٢٤- تاریخ احمد (فارسی) عرف محارباتِ سلاطین درّانیہ
مرتبہٴ منشی عبدالکریم
٢٥- صبحِ صادق مرتّبہٴ محمد عزیز الرحمٰن بھاول پوري
٢٦- مفتاح التواریخ (فارسی) مرتّبہٴ ولیم بیل
٢٧- کارنامہٴ راجپوتاں مرتّبہٴ مولوي محمّد عبدالغنی رام پوري

٢٨- هديه' مهدويه مرتبه' مولوي محمدزمان‌خان شاه جهان‌پوری
(مطبع نظامی کانپور)
٢٩- کمپنی کی حکومت مرتبه' باری
٣٠- مقدمه' رقعات عالمگیر مرتبه' سید نجیب اشرف
(مطبع دارالمصنفین اعظم گڑھ)
٣١- محمد شاه بن تغلق مرتبه' پروفیسر مهدي حسین
(هندوستانی اکیڈیمی اله آباد)
٣٢- تاریخ مبارک شاهی (فارسی) مرتبه' یحییٰ بن احمد
(رائل ایشیاٹک سوسائٹی بنگال)
٣٣ سیرالمتاخرین (فارسی) مرتبه غلام حسین طباطبائی
(مطبع نولکشور)
٣٤- تاریخ سنده (فارسی) مرتبه معصوم بکّهري مرتبه'
ڈاکٹر داؤد پوته (مطبع قیمه بمبئی)
٣٥- مآثرالکرام دو جلد (فارسی) مرتبه غلام‌علی‌آزاد بلگرامی
٣٦- خزانه' عامره (فارسی " " "
٣٧- تاریخ ریاست‌خیرپور (فارسي) خان بهادر خداداد خان
(مطبع ریاض هند، امرتسر)
٣٨- صیدالمراد فی قوانین الصیاد : میاں محمد داؤد خاں عباسي
رائل ایشیاٹک سوسائٹی بنگال)
٣٩- تاریخ احوال بتذکرة حال : شیخ علي حزین
(مطبع نولکشور)

۴۰- مجموعه دلکشا (بیاض قلمی دو حصه) مرتبه میر کرم علی خان ٹالپر - (ملک حسام‌الدین راشدي)

۴۱- "الوحید" سنده کا اسپیشل نمبر بابت ۱۰- جون ۱۹۳۶ء

۴۲- تذکره مشاهیر سنده (قلمی) مرتبه مولانا دین محمد وفائی مرحوم (ملک ادبی بورد)

۴۳- قدیم سنده (سندهی): مرتبه میرزا قلیچ بیگ

۴۴- تاریخ ضلع ڈیره غازی خان: شائع شده ۱۸۷۵ وکٹوریا پریس لاهور

۴۵- رساله آریانه (کابل) { جلد چهارم نمبر ۷، ۸، ۹، ۱۰، ۱۱، ۱۲- جلد پنجم نمبر ۱، ۲- }

۴۶- رساله دعوت حق (کراچی) { بابت اگست و ستمبر ۱۹۵۲ بابت جنوری و فروري ۱۹۵۳ }

۴۷- تاریخ بلوچستان مرتبه میر گل خان نصیر (اسلامیه الیکٹرک پریس، کوئٹه)

۴۸- اتحاف النبلاء المتقین، بآثار العلماء المحدثین: نواب صدیق حسن خان مرحوم (مطبع نظامي کانپور)

FOREIGN PUBLICATIONS

1. Gazetteer of the Sindh Province by E.H. Aitkens.
2. Gazetteer of the Sindh Province by Hughes.
3. Imperial Gazetteer of India (Baluchistan).
4. The English in West India by P. Anderson.
5. George Thomas' Military Memoir.
6. Here and There: by Keene.
7. Cambridge History of India Vols. IV & V.
8. Fall of the Mughal Empire by J. N. Sarkar.
9. Cutch or Random Sketches of Western India by Mrs. Postans
10. History of the Arabs by Philip Hittie.
11. The Slave Kings of Egypt by W. Muir.
12. Treaties by Aitcheson Vol. VII.
13. Shah Abdul Latif of Bhit by H.T. Sorley.
14. A Narrative of a Visit to the Court of Sindh by James Burnes.
15. Bahawalpur Gazetteer.
16. Multan Gazetteer.
17. A Handbook of the Government Records in the Office of the Commissioner of Sindh.
18. Travels in Baluchistan & Sindh by Henry Pottinger.
19. Selection from the Records of the Deputy Commissioner Upper Sindh Frontier.
20. A Bibliography of Sindh by N M. Billimoria.
21. Afghanistan, A Brief Survey: by Jamaluddin Ahmad
22. A Guide to Afghanistan by Muhammad Ali, M.A.
23. Antiquities of Sindh by Henry Cousin M.R.A.S.
24. Antiquities of Kathiawar & Kachh by Henry Cousin M.R.A.S.

25. District Gazetteer of Sindh 8 Vols.
26. District Gazetteer of Baluchistan 8 Vols.
27. Dictionary of Indian Biography by Buckland.
28. Calcutta Review Vol. XXXI.
29. Aurangzeb & His Times by Zahiruddin Faruqi.
30. The Mughal Empire by S.M. Jafar
31. The Punjab Under the Mughals by Mohd Akbar.
32. Muhammadan Dynasties by Stanley Lane-poole.
33. History of the Punjab by Muhammad Latif
34. The Chronology of Modern India by James Burgess.
35. Oxford History of India by V. Smith.
36. History of the Afghans by Ferrier.
37. The Later Mughals by William Irvine 2 Vols.
38. History of the Mahratta People 3 Vols. by Kincaid.
39. Personal Observations on Sindh by T. Postans.
40. Memoirs on Shikarpur by Captain F G.Goldsmid
41. Memoirs on the Sayyids of Roree & Bakkur by F.G. Goldsmid Government Education Press Bombay, 1855.
42. Miscellaneous Information (Shikarpur) by T. Postans (do.)
43. Memoirs on Khairpur by Lewis Pelly (do)
44. Brief Notes (Khairpur by Lewis Pelly (do.)
45. Frontier of Upper Sind by John Jacob(do.)
46. Private Journal by Lewis Brown. (do.)
47. Memoirs on Karachi by T.G. Carless. (do.)
48. Routes from Karachi to Gerruk by E.P.Delhoste
49. Karachi, Tatta and Sehwan by E.P. Delhoste.
50. City of Tatta by J.W. Winchester. (do.)
51. Memoirs on Lus by T.G. Carless. (do.)
52. Port of Sonmeeanee by S.V.W. Hart. (do.)
53. Harbour & Town of Sonmeeanee by C. W. Montrion. (do.)

54. From Khelat To Sonmeeanee by James Outram. (do).
55. Munchur Lake by T. Postans. (do.)
56. The River Indus by J.F. Heddle. (do.)
57. Delta of the Indus by T.G. Carless. (do.)
58. Portions of the Indus by T.G. Carless. (do.)
59. The River Indus by John Wood. do.)
60. Plants of Sindh by J.E. Stocks. (do.)
61. Cultivation in Sindh by R.F. Burton. (do.)
62 Population of Sindh by R.F. Burton. (do.)
63 Rough Notes by H.B.E. Frere. (do.)
64. Chiefs & Persons of Importance by Preedy & Rathborne & Goldney. (do.)
65. Memoranda by John Macleod. (do.)
66. Pargana of Chandookah by Hugh James. (do.)
67. Routes from Karachi by J. Holland. (do.)
68. An Account of the Province of Cutch by James Macmurdo, (do.)
69. History of the Muslim World by Ihsanullah Abbasi.
70. Selections from the Papers of Charles Metcalf.
71. History of the Jats by Qanungo.
72. Selections from State Papers of Bombay by Forrest, two vols.
73. Nadir Shah by Lockhart.
74. History of British India by Thornton.
75. Archaeological Survey, Volume 8th (Karachi, Hyderabad and Shikarpur).
76. The Country of Baluchistan by A.W. Hughes.
77. District Gazetteer (Jalaun)
78. Nadir Shah in India by J.N. Sarkar.
79. A Volunteer's Scramble by Hugo James.
80. A Description of Hindostan and Adjacent Countries by Walter Hamilton.
81. Chiefs and Families of Note in the Punjab by Griffin & Massey

82. Tod's Rajisthan
83. Memoirs of Seth Naomull Hotchand.
84. Personal Narrative of a Tour Through the Western States of Rajwara by A.H.E. Boileau.
85. Gazetteer of the Bombay Presidency, Cutch, Palanpur and Mahi Kantha, Vol. V.
86. Gujrat and the Gujratis by Behramji M.Malabari
87. Wanderings in Baluchistan by Macgregor.
88. Selections by Elphinstone.
89. Economic Conditions in Sind by Mr. Chablani.
90. A Geographical, Statistical and Historical Description of Hindustan and the Adjacent Countries by Walter Hamilton (1820).
91. A New History of the East Indies by Captain Cope (1754).
92. A Comprehensive History of India by Beveridge.

اشاریہ

۱- جن اسماء کا ذکر کتاب کے حاشیہ (فٹ نوٹ) میں آیا ہے اُن کے صفحہ کے نمبر کے بعد علامت (ح) لگائی گئی ہے۔

۲- جن اسماء کا حوالہ دوسرے اسماء سے دیا ہے اس کے لئے "رجوع کیجئے" کی علامت (رک) اختیار کی گئی ہے۔

۱ ـ اسمائے اشخاص

الف

پ

ت

ٽ

ث

ج

ض

ط

ظ

ع

ن

و

ي

تاريخ سنده

Pedro Borrato Rolin ٦٣٣ح	Del Hoste ٩٦٨ح
Pottinger ٩٦٨ح	Mc Murdo ٩٦٨ح
Robert Leech ٣٨٨ح	Nathan Crow ٩٦٨ح

۲- اسماي مقامات جغرافي و اماکن

الف

ج

چ

ح

خ

ڈ

۳۰۵-۳۰۶-۳۱۹-۳۲۸-۳۳۰-
۳۳۳-۳۳۷-۳۴۸-۳۴۹-۳۵۰-
۳۵۲-۳۷۰-۳۷۴-۳۷۸-۳۹۰-
۳۹۴-۳۹۵-۳۹۹-۴۰۱-۴۰۲-
۴۱۶-۴۱۷-۴۱۸-۴۱۹-۴۳۱-
۴۳۲-۴۳۳-۴۳۴-۴۳۵-۴۳۶-
۴۳۷-۴۳۸-۴۴۳-۴۴۸-۴۴۹-
۴۴۹ح- ۴۵۰- ۴۵۰ح- ۴۵۲-
۴۵۳- ۵۵۴- ۴۵۶- ۴۵۸-
۴۶۰- ۴۶۰ح- ۴۶۳- ۴۶۴-
۴۶۵-۴۶۶-۴۶۷-۴۶۹-۴۷۱-
۴۷۲-۴۷۷ح-۴۸۰-۴۸۲-۴۸۸-
۴۹۰-۴۹۴-۴۹۵-۵۰۴-۵۰۵-
۵۰۶-۵۰۷-۵۰۸-۵۰۹-۵۱۱-
۵۱۲ ۵۱۳-۵۱۵-۵۱۶-۵۱۸-
۵۱۹-۵۲۵-۵۲۶-۵۳۱-۵۳۲-
۵۳۳-۵۳۵-۵۳۶-۵۳۷-۵۳۹-
۵۵۰-۵۵۴-۵۵۵-۵۵۸-۵۵۹-
۵۶۲-۵۶۵-۵۶۸-۵۶۹-۵۷۱-
۵۷۳-۵۷۵-۵۷۷-۵۸۰-۵۸۳-
۵۸۴-۵۹۴-۵۹۵-۵۹۸-۵۹۹-
۶۰۰-۶۰۱-۶۰۲-۶۰۳-۶۰۵-
۶۰۶-۶۰۷-۶۱۰-۶۱۱-۶۱۳-
۶۱۹-۶۲۰-۶۲۱-۶۲۱ح-۶۲۲-

۶۲۳-۶۲۴-۶۲۵ح-۶۲۸-۶۲۹-
۶۳۴-۶۳۵-۶۳۸-۶۳۹-۶۴۰-
۶۴۱-۶۴۲-۶۴۴-۶۴۶-۶۴۹-
۶۵۰-۶۵۳ح-۶۵۴-۶۵۶-۶۵۶ح-
۶۶۰- ۶۶۱ح- ۶۶۳- ۶۶۴ح-
۶۶۵-۶۶۶-۶۶۸-۶۷۴-۶۸۳-
۶۸۴-۶۸۶-۶۸۷-۶۸۸-۶۹۰-
۶۹۲-۶۹۴-۷۰۸ح-۷۱۵-۷۲۰-
۷۲۱-۷۲۲-۷۲۳-۷۳۰-۷۳۲-
۷۳۶-۷۳۷-۷۵۳-۷۵۴-۷۵۷-
۷۶۷-۷۷۰-۷۷۱ ۷۷۲-۷۷۳-
۷۷۸-۷۸۰-۷۸۲-۷۸۳-۷۸۴-
۷۸۶-۷۸۸-۷۹۰-۷۹۱-۷۹۲-
۷۹۵-۸۰۲-۸۰۳-۸۰۴-۸۰۵-
۸۰۶-۸۰۷-۸۰۸-۸۱۲-۸۱۵-
۸۱۷-۸۲۲-۸۲۳-۸۲۴-۸۲۷-
۸۲۸-۸۳۳-۸۳۴-۸۴۳ ۸۴۵-
۸۴۶-۸۴۹-۸۵۰-۸۵۲-۸۶۱-
۸۷۳-۸۷۴-۸۷۷-۸۷۸-۸۷۹-
۸۸۲-۸۸۳-۸۸۵-۸۸۶-۸۸۷-
۸۸۸-۸۸۹-۸۹۲-۸۹۴-۸۹۵ح-
۸۹۸-۸۹۸ح- ۹۰۰- ۹۰۰ح-
۹۰۲-۹۰۳-۹۰۴ح-۹۰۵ح-

هنگورجه ٣٧٥- ٩٣٠- ٩٨٠

هنگوره ٩٨٠

هيهني ٥٨١

Cudgee ١٨٥ح
Hehenchee ١٨٥ح
Linkar - Jeet ١٨٥ح
Piran ١٨٥ح
Ras Kanoje ٦٢١

٣- اسماي ڪتب

ٽ

ج

Selections from the Records of the Bombay Government. ۳۹۵-۶۳۸ح-
۶۹۶ح

Travels in the Punjab, Afghanistan and Turkey by Mohan Lal. (H. Allen & Co London 1846) ۹۰۰

Young Egypt ۹۳۷ح

Chiefs and Families of Note in the Punjab ۷۳ح- ۱۵۱ح

Chronology of Modern India, The ۶۲۳ح

Memoirs of Khwaja Adul Karim ۲۳

صحت نامہ

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۵۷۳	۱۰	المیہ	الیمہ
۵۷۵	۱۴	صمانت	ضمانت
۵۷۸	۱۱	مراد آناد	مراد آباد
۵۷۸	۱۸	فضـّلہ	فضلہٗ
۵۷۹	۶	تھ	تھی
۵۸۴	۸	غرص	غرض
۵۸۴	۲۴	و دودھ	وہ دودھ
۵۸۵	۱۴	لے حاے	لے جانے
۵۸۵	۱۷	رھتا نو	رھتا تو
۵۸۵	۲۲	اس کے ولد	اس کے والد
۵۸۶	۱۰	نقص	نقض
۵۸۶	ح۶	بد مزاحی	بد مزاجی
۵۸۷	۱	تاریح	تاریخ
۵۹۶	۱۹	حـ کت	حرکت
۵۹۷	۴	دوبوں	دونوں
۶۰۲	۱	دن اں	دن اس
۶۰۳	۱۸	جس مس	جس میں
۶۱۲	۱۷	ٹھرکر	ٹھوکر
۶۱۳	۱۷	شو	شور

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
٦١٥٥		آک	آگ
٦٢١	٣	٢–١٨ع میں ما	١٨٦٢ء میں یا
٦٢٢	٩	موضوء	موضوع
٦٢٢	١٧	١٩١٧ ،ء	١٩١٧ء
٦٢٣	١٩	مورجوں	مورچوں
٦٢٥	٩	بھ	بھی
٦٢٩	٦	معلوہ	معلوم
٦٣١	٨	١٠٦٢ء	١٧٦٢ء
٦٣٢	١٦	ھ	ہو
٦٣٦	١٣	پبڈرو	پیڈرو
٦٤٣	٧	سحت	سخت
٦٤٧	١٥	رویے	روپے
٦٥٣	١٣	مبں	میں
٦٥٩	١٨	واصح	واضح
٦٦٣	٩	ا تیاط	احتیاط
٦٦٨	١٠	عن المگر	عن المنکر
٦٦٨	ح	جواھرا	جواھر
٦٧١	١٦	انہیں بھي	بھی انہیں
٦٧٨	٢	(ح ٢)	(ح ١)
٦٧٨	١ ح	-٢	-١
٦٨١	١٧	شحصیت	شخصیت
٦٨٢	٢٣	کس قدر	کسی قدر

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
٦٨٥	١۴	مظبوط	مضبوط
٦٨٦	۴	(مردانکی	(مردانگی
٦٩٢	٩	شورع	شروع
٦٩۴	١	اوح	اوچ
٦٩٧	١٠	تت باراي	پت باراں
٦٩٨	٢	غلام شاہ خا کوں	غلام شاہ خاں کو
٧٠١	١٧	نشر	نشد
٧٠٢	١١	کامکار	کامگار
٧٠٣	٢	مغفرت و منزلت	مغفرت منزلت
٧٠٣	٢٣	تمہیں	ہمیں
٧٠٧	١١	پال چند	بال چند
٧١٦	١	اس کا بھائی	اس کے بھائي
٧١٦	١٠	غرض بھی	بے غرض بھی
٧٢٠	۴	ذ ے	نے
٧٢۴	آخر	لوگوں نـ	لوگوں نے
٧٢٦	٥	تخلص شہادت	تخلص "شہادت"
٧٢٨	١١	خندہ	خنداں
٧٣٠	۴	نباز	بناز
٧٣٦	٢١	بنا	بننا
٧٣٨	٩	کہتہ	کہتے
٧٣٩	٥	پیر روز پتافی	پیروز پتافی

صفحه	سطر	غلط	صحیح
۷۴۵	۴	پردازیور	پردازیوں
۷۴۷	۹	مردانگی	مردانگی
۷۴۹	۱۲	شده	شد
۷۵۳	۱۷	بان	بآن
۷۵۶	۱۲	واقع	واقعه
۷۶۵	۹	حوال	حوالے
۷۶۸	۶	پاں	پاس
۷۷۳	۲۲	عزت خاں	عزت یار خاں
۷۷۴	۱۳	عرت یار	عزت یار
۷۸۰	۱۹	اور محمد خاں	نور محمد خاں
۸۰۱	۷	جودهپور ـ یه	جودهپور نے یه
۸۰۱	۹	مر کوٹ	عمر کوٹ
۸۰۳	۱۶	حمدهر	جمدهر
۸۰۴	۴	آمرأ	امور
۸۰۴	۷	حربي	حربی
۸۰۴	۱۹	نقاں	نفاق
۸۰۴	ح۱	رسالا امرت الحق	رساله دعوت الحق
۸۰۴	ح۲	رسالا امرت الحق	رساله دعوت الحق
۸۰۵	۱۰	دغا پیشه کاں	دغا پیشه گاں
۸۰۵	۱۷	بو باه بازي	بروباه بازي
۸۰۵	۱۸	خوکرد	خوار
۸۰۶	۴	خرقش	فرقتش

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۸۰۶	۷	عظیہ حسین	عظیم حسین
۸۰۶	۱۰	درائے	دہ اے
۸۰۶	۱۴	شیر گیرد	شیر گیر و
۸۰۶	۱۴	روز دغا	روزِ وغا
۸۰۶	۱۸	میر بچار	میر بجار
۸۰۶	۱۹	اقبدار	اقتدار
۸۰۶	۱۹	اعتلار	اعتلا
۸۰۶	۱ح	محملوکہ	مملوکہ
۸۰۷	۱۱	بفرش	بفرقش
۸۰۸	۷	قتل کرا	قتل کراکے
۸۰۸	۱۳	مبں	میں
۸۰۹	۵	تجیہز	تجہیز
۸۱۲	۴	پیہ	پیر
۸۱۴	۲ح	محمد عباسی	محمد صادق عباسی
۸۲۱	۱	جابد سجا شر بسر	جابہ جا سر بسر
۸۲۴	۴	عبلاول	بلاول
۸۲۴	۴	کرے کا	کرنے کا
۸۲۴	۴	کو ذریعہ	کوئی ذریعہ
۸۲۶	۲۱	کیا ہو؟	کیا ہوا؟
۸۳۶	۱	نہ	نہ
۸۳۹	۲۱	رصا	رضا
۸۴۶	۴	بھ	بھی

صفحه	سطر	غلط	صحیح
۸۴۹	۱۷	بسنو	بشنو
۸۵۰	۹	تمیور	تیمور
۸۵۰	۱۹	ىء ے	وعدے
۸۵۲	۱	اطلا	اطلاع
۸۵۲	۱	ھ ع وا	ھوا
۸۵۹	۱۱	ج ن	جان
۸۵۹	۱۷	اپنے پ س	اپنے پاس
۸۶۰	۶	حاں	خاں
۸۶۰	۹	میاں	میر
۸۶۱	۱ح	تاریح	تاریخ
۸۶۱	۱۲ح	اتر لیا	اتر گیا
۸۶۳	۲	واے واویلا"	"واي واویلا
۸۷۰	۱۴	بد دل لیکھي	بلاول لیکھی
۸۷۴	۲	حیدرآ اد	حیدرآباد
۸۷۶	۲۰	(۱۷۸۰ع)	(۱۷۸۲ع)
۸۸۵	۳	۱۰۸۸ع	۱۷۸۸ع
۸۸۵	۴	ارر	اور
۸۸۵	۴ح	ھو جاني	ھو جاتی
۸۸۸	۱۵	والا ت	والا ست
۸۸۹	۲۰	حاں	خاں
۸۹۳	۸ح	تقاضا کیا	تقاضا کیا ھے
۸۹۳	۱۰	ا	یا
۸۹۴	۱۰	بہاول کے	بہاول پور کے

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۸۹۴	۱۲	عزت رام	عزت راے
۸۹۵	۱	بھکر	نیکرہ
۸۹۵	۱۲	(۱-۹۳ع)	(۱۷۹۳ع)
۸۹۷	۱۴	۱۲۱ -ھ	۱۲۱۴ھ
۸۹۸	۱۵	پیہ ا ہرئی	پیدا ہوئی
۸۹۸	۱ح	سرد	سپرد
۸۹۸	۱ح	اپڑے	اپنے
۸۹۸	۵ح	نیسرا	تیسرا
۸۹۹	۱۳	مبں	میں
۹۰۰	۷	موہن	موہن لال
۹۰۲	۴	پ ش	پیش
۹۰۳	۱۰	ہوة	ہوتی
۹۰۴	۶	ڑی	بڑی
۹۰۶	۱۹	پیداور	پیداوار
۹۰۷	آخر	ابنی	اپنی
۹۰۹	۱۳	کھیسیں	کھیس
۹۰۹	۱۵	کاسنی کاری	کاشی کاری
۹۱۰	۲	تمام	تمام
۹۱۸	۱۲	تھ	تھی
۹۲۳	۲ح	ع ارت	عبارت
۹۲۶	۱۳	طاھری" ٹھٹھے	طاھری" میں ٹھٹھے
۹۳۸	۹	شیخ السلام	شیخ الاسلام

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۹۴۱	۱۳	کی	کرے
۹۴۱	۱۶	او،	اور
۹۴۲	۱۳	خاں محمد، مرلوی	خاں محمد، مولوی
۹۴۲	آخر	کو	کو
۹۴۶	۲	– ۱۶۱ء	۱۶۱۶ع
۹۴۶	۱۷	دسی	کسی
۹۴۹	۱۵	ور جنگور	اور جنگون
۹۵۰	۱۰	گنجا ہ	گنجابہ
۹۵۰	۱۳	لے	لیے
۹۵۱	۲۱	کہاور	کہا در
۹۵۳	۲۰	ڑا	بڑا
۹۵۷	اح	تاریح	تاریخ
۹۵۹	۱۰	علے	غلے
۹۶۸	۱۹	زیاد	زیادہ
۹۶۹	۱۷	فراغ	فروغ
۹۷۰	۷	گۓ	گئے
۹۷۱	۱۴	مصنوغات :	مصنوعات :
۹۷۵	۱	دورائر	دوائر
۹۷۷	۲۲	پیما ـ	پیمانے
۹۷۸	۱۲	دو سو برس	دو برس
۹۷۹	۲	بالتعیبن	بالتعیین
۹۷۹	۱۷	عالبا	غالباً
۹۷۹	۲۴	تھ ں	تھیں

صفحه	سطر	غلط	صحیح
۹۸۰	۷	ھی	بھی
۹۸۰	۱۴	کولاب کنچھر	کولاب منچھر
۹۸۱	۱۳	مرنبه	مرتبه
۹۸۱	۱۴	-۱۱۳ ھ	۱۱۳۷ھ
۹۸۱	۱۵	زنده	زنده
۹۸۱	۴ح	صاخب	صاحب
۹۸۳	۱۲	ساه بنـ ر	شاه بندر
۹۸۴	۱۰	بھی میں درجات	بھی درجات
۹۸۵	۱۲	دبا	دیا
۹۸۷	۶	قوم کے سقه	قوم کے سعته
۹۸۷	۷	ذکریا	زکریا
۹۸۸	۱	حسین	حین
۹۸۸	۱۱	بستة	بسته
۹۸۸	۱۶	فروغ	فروع
۹۸۹	۹	درسگاه	درگاه
۹۸۹	۱۶	ارادت سند	ارادت مند
۹۹۰	۱۱	پ ـ باران	پت باران
۹۹۰	۲۰	عبدالطیف	عبداللطیف
۹۹۱	۲	عبدالطیف	عبداللطیف
۹۹۱	۵	عبدالطیف	عبداللطیف
۹۹۲	۸	معیـ دیں	معین دین
۹۹۲	۰	مخدومہ	مخدوم
۹۹۳	۱	آوراے	آراے
۹۹۳	۱۶	مفتوح درست	مفتوح داشت.

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۹۹۵	۷	پو ر	پور
۹۹۶	۱۳	زمانے میں	زمانے سے
۹۹۷	۱۵	؍رج	درج
۹۹۷	۲۰	انور	انوار
۹۹۹	۴	دینی نصانیف :	دینی تصانیف :
۹۹۹	۱۲	صحیح بحاری	صحیح بخاری
۱۰۰۰	۵	ترمزی	ترمذی
۱۰۰۰	۱۰	رو ج	رواج
۱۰۰۰	۱۹	شیخ	سید
۱۰۰۱	۱۴	شفتہ	شیفتہ
۱۰۰۱	۱۵	ھ	ھی
۱۰۰۱	اح	القہا	الفقہا
۱۰۰۲	۱۵	زمرۃ لاعیان	زمرۃ الاعیان
۱۰۱۳	۱۱	خ ص	خاص
۱۰۰۳	۱۱	جب کہ	جیسا کہ
۱۰۰۴	۱۳	فرزند	فرزند
۱۰۰۷	۹	در خبری بے	در بے خبری
۱۰۰۸	۱	زند کی	زند گی
۱۰۱۰	۳	عبیداللہ	عبداللہ
۱۰۱۲	٦	یہ ن	بیان
۱۰۱۳	۲	تھ	تھے
۱۰۱۵	۱۷	شکار متعلق	شکار کے متعلق
۱۰۱۷	۱۷	محمد صدیق	محمد صادق
۱۰۲۰	آخر	رکھتے	رکھتے تھ

صفحه	سطر	غلط	صحیح
١٠٢٥	٢١	کمال، پروی	کمال پروری
١٠٢٧	١٦	درار	دربار
١٠٢٩	آخر	سنحور	سخنور
١٠٣١	١٠	که س	که بس
١٠٣٢	٦	کہ	کہر
١٠٣٥	١١	خوبی	خوبی
١٠٣٦	٥	اتطہیر	تطہیر
١٠٣٩	١٣	بافتد	بافند
١٠٤١	٦	٨-١١ھ	١١٤٨ھ
١٠٤٢	١١	احسن کے	احسن کی
١٠٤٢	١٧	ربرو	رهرو
١٠٤٣	٢٢	می پیچیدم	پیچیدم
١٠٤٩	١٨	اتقاد	انتقاد
١٠٥٢	٢	طاعاں	طاعون
١٠٥٢	٥	معیت	میّت
١٠٥٣	٥	تابه برخسار	تا برخسار
١٠٥٣	٥	قط مشک	خط مشک
١٠٥٨	١١	میر	مزمل
١٠٥٩	١٩	یه یمن	به یمن
١٠٥٩	٢٠	را	ار
١٠٦١	١٠	بر عقدهٔ	هر عقدهٔ
١٠٦٢	٦	خود قدا	خود قدر
١٠٦٤	٧	بنود	نبود

صفحه	سطر	غلط	صحیح
۱۰۶۴	۱۰	محبت	صحبت
۱۰۶۶	۷	اشحاص	اشخاص
۱۰۶۶	۱۴	ںثر	نثر
۱۰۶۸	۵	مبتبنی	متنبّی
۱۰۷۰	۲۲	حبیبب	حبیب
۱۰۷۵	۱۶	سے متعلق :	سے تعلق :
۱۰۷۶	۵	(ح)	(ح ۱)
۱۰۷۷	۱	ماتش	ماتمش
۱۰۷۸	۹	ڈاکٹر داؤد پوتره	ڈاکٹر داؤد پوته
۱۰۸۱	۶	میئ	میر
۱۰۸۴	۴	ذ ش	نقش
۱۰۸۴	۷	نخاری	بخاری
۱۰۸۴	۱۱	لما	لمبا
۱۰۸۵	۷	ایروں	ایران
۱۰۸۶	آخر	والٹن	والٹر
۱۰۸۹	۱۳	ٹانڈو بانمو	ٹانڈو باغو
۱۰۹۰	۴	جو پهلي	جو پهلی ملکي
۱۰۹۳	۱۰	هل من مدکر؟	فهل من مدکر؟